تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل
اساتذۃ الجامعۃ الرشید

نظر ثانی
مفتی ابولبابہ شاہ منصور

کتاب گھر
ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

عُلماء اور عوام کے لیے یکساں مُفید

تسہیلِ
بہشتی زیور

تألیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

تسہیل اساتذہ جامعۃ الرشید

نظر ثانی حضرت مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدھم

کتاب گھر

ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

الحمد للہ

نام کتاب	:	تسہیلِ بہشتی زیور
تالیف	:	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
تسہیل	:	اساتذہ جامعۃ الرشید
نظر ثانی	:	حضرت مفتی ابو لبابہ صاحب زید مجدہم
کمپوزنگ اور ڈیزائننگ	:	حامد علی کھوکھر
سن طبع	:	۱۴۲۷ھ
ناشر	:	کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ - کراچی

اِنتساب

ان علماء کرام اور ائمہ مساجد کے

جذبہ ایمانی

کے نام

جو عامۃ المسلمین کو دین کی تعلیمات

سے روشناس کروانا چاہتے ہیں

ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها

اجمالی فہرست

فہرستِ عنوانات

پہلی اینٹ

قرآن وحدیث سرچشمۂ ہدایت اور منبع روحانیت ہیں۔ جو ان سے چمٹا رہے گا اس کو گمراہی کی وادیوں سے چلنے والی شیطانی ہوائیں بھٹکا نہیں سکتیں۔ قرآن وسنت کے احکام کا نچوڑ ''فقہ'' ہے۔ علماء اسلام نے جب عوام الناس کی آسانی کے لیے کتاب وسنت سے اخذ کیے گئے احکام کو مرتب کیا تو علم فقہ وجود میں آیا۔ فقہی مسائل پانچ بڑے بڑے عنوانات کے تحت جمع کیے گئے ہیں: عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات (لین دین) اور عقوبات (جرم وسزا)۔ علم فقہ کی تدوین کے پہلے دور میں چونکہ وہ ان پانچوں عنوانات پر مشتمل تھا، اس لیے اسے ''الفقہ الاکبر'' بھی کہا گیا۔ بعد میں دیکھا گیا کہ پہلے دو عنوانات اس قدر اہم ہیں کہ ان پر مستقل کام کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ ان دونوں شاخوں نے ترقی پا کر مستقل علم کی حیثیت اختیار کرلی۔ عقائد سے متعلقہ مسائل ''علم الکلام'' کے نام سے اور اخلاق کی تربیت سے متعلق احکام ''علم تصوف'' کی شکل میں مدوّن ہوگئے۔ اب فقہ میں آخری تین عنوانات بچ گئے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ قسمیں ہیں، گویا کہ ذیلی عنوانات پندرہ ہوگئے جن پر آج تک علمِ فقہ کی بنیاد کی حیثیت سے تحقیقی کام ہوتا چلا آیا ہے۔ زمانہ کی تبدیلی اور سماج کے بدلنے سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کی تلاش کا کام جاری وساری ہے اور فقہاءِ امت اپنی تحقیقی کاوشوں کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمائی کے ساتھ اس عظیم ذخیرے میں مسلسل اضافہ کررہے ہیں۔

اچھے وقتوں میں یہ روایت ہوتی تھی کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان قدوری کنز تک پڑھا ہوا ہوتا تھا لہٰذا فرائض وسنن اور حلال و حرام کی اسے اچھی طرح تمیز ہوتی تھی، مگر مغلیہ سلطنت کے زوال اور انگریزی استعمار کے برصغیر پر قبضے کے ساتھ ہی یہ شاندار تاریخی روایت ختم ہوگئی۔

انگریز وائسرائے اور افسران کی شکل میں آئے ہوئے یہودیوں نے ہندوستان بھر کے اسکولوں کے لیے ایسا نصابِ تعلیم وضع کیا جس کی رُو سے مذہب کو معیشت وتجارت اور سیاست وعدالت میں کوئی عمل دخل نہ رہے۔ چنانچہ آپ پہلی جماعت کی اسلامیات سے لے کر ایم اے تک کی کتابیں کھنگال ڈالیے آپ کو عبادات کے علاوہ فقہ کی دو اہم شاخوں معاملات (بیع وشراء، مشارکہ ومضاربہ، مرابحہ واجارہ وغیرہ نیز نکاح وطلاق، وصیت ووراثت وغیرہ) اور عقوبات (حدود وقصاص، دیات و تعزیرات) کا ایک لفظ بھی نہیں ملے گا۔ یہ غیر شعوری طور پر اس بات کو تسلیم کرلینے کے مترادف ہے کہ مذہب کو ہماری تجارت، معیشت، عدالت اور سیاست میں کوئی دخل نہیں۔ ہمارے عائلی قوانین (نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ) دیوانی قوانین (لین

دین کے تنازعات کا حل) اور فوجداری قوانین (جرم وسزا سے متعلق تعزیراتی دفعات) کی بنیاد قرآن وسنت اور اس سے ماخوذ احکام یعنی ''فقہ'' پر نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے من گھڑت اصول وضوابط پر ہوگی۔ چنانچہ اس نظام تعلیم کا نتیجہ ہے کہ ہمارے اسکول وکالج کے طلبہ کو چند سورتیں اور نبی کریم ﷺ کی سیرت کی چند باتیں (جن میں جہاد، نیکی کے نفاذ اور برائی کے خاتمے کی کوشش کا کوئی ذکر نہ ہو) کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ عملی زندگی میں دینِ اسلام ان سے کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ جس طرح کٹر عیسائی ممالک میں بھی عیسائیت کو سیاست، عدالت اور معیشت سے دیس نکالا دے دیا گیا ہے اور وہاں عیسائیت صرف چرچ تک اور چرچ اتوار کے دن کی ''سروس'' تک محدود ہے، یہی حشر مسلمان ممالک کا بھی ہوتا جا رہا ہے۔

مثلاً: جب کوئی نوجوان یونیورسٹی سے فارغ ہو کر ملازمت شروع کرتا ہے تو اسے ملازمت کے شرعی قواعد (احکام اجارہ) معلوم ہونے چاہئیں، مگر آپ صبح کسی سڑک کے کنارے کھڑے ہو جائیں اور سوٹ بوٹ میں کسے ہوئے، تازہ شیو اور چمکتے سوٹ کیس کے ساتھ دفتر جانے والے کسی نوجوان سے پوچھیں کہ آجر ومستاجر کے تعلق کو اسلام کیسے سنوارتا ہے؟ تو وہ آپ کو مجذوب سمجھ کر راستہ چھوڑنے کی گذارش کرے گا۔

آپ کو ایسے ایسے لوگ ملیں گے جو چھ چھ، آٹھ آٹھ بچوں کے باپ ہوں گے مگر یہ نہ بتا سکیں گے کہ نکاح کن چیزوں سے قائم ہوتا ہے اور کن باتوں سے ختم ہو جاتا ہے؟ ایسے معروف تاجروں اور بزنس مینوں کی بھی کمی نہیں بلکہ دینداری میں معروف بہت سے حاجی صاحبان بھی ایسے ملیں گے جو تجارت کے جائز وناجائز ہونے کے موٹے موٹے اصول نہ بتا سکیں گے۔ سود اور جوا کیا چیز ہے؟ کن وجوہ سے سودا حرام ہو جاتا ہے؟ مسجد کمیٹی کے صدر صاحب بھی ان سوالوں کا جواب نہیں جانتے۔ یہ سارا کمال لارڈ میکالے نامی اس یہودی دانش ور کے ترتیب دیے ہوئے نصابِ تعلیم کا ہے جس نے فارمی مسلمانوں کی کھیپ کی کھیپ پیدا کر کے ایسی مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ ہم پر مسلط کر دی ہے جن کے اندر کی اسلامی روح فنا ہو چکی ہے اور وہ سامراجی استعمار کی خدمت کے علاوہ کسی کام کے نہیں۔ اس نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ انگریزی سلطنت کو چلانے والے بابو (انگریزی میں بیبون، لنگور کو کہتے ہیں، اسی سے بابو بنایا گیا) مہیا کیے بلکہ نظام تعلیم کو مادیت پرستی پر استوار کر کے روحانیت کی بنیادوں پر تیشہ چلا دیا۔ سامراج کی اس شیطانی یلغار کے سامنے دینی مدارس آخری چٹان ہیں جنہوں نے علوم قرآن وسنت کا چراغ روشن کر رکھا ہے لیکن مدارس کی تنظیم وترقی کی کوششوں کے ساتھ عوام الناس کو بھی بنیادی دینی علوم سے روشناس کرانے کی ضرورت ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مساجد میں قرآن وحدیث کے دروس کے ساتھ طریقۂ طہارت سے تقسیم میراث تک شریعت کے احکام آسان انداز میں سبقاً سبقاً پڑھائے جائیں۔ مسلمانوں کو حلال وحرام کی پہچان کروائی جائے اور ان میں

جائز ناجائز کی تفریق کا شعور پیدا کیا جائے۔ ایک زمانہ تھا کہ عام مسلمان ہوش سنبھالنے تک اسلامی احکام کے کئی مجموعے پڑھ لیتا تھا اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مسائل سے واقف ہوتا تھا۔ آج فقہی مسائل کی آسان تعبیر وتشریح پر مشتمل عوامی درسی نصاب مروّجہ اسلوب میں تیار کرنے کی سخت ضرورت ہے ورنہ اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے اور سیرت پر کتاب کی تصنیف کا اعزاز پانے والے بھی نہ سمجھ سکیں گے کہ موجودہ بینکنگ میں سود اور مروّجہ انشورنس میں جوا کیوں ہے؟ مشارکہ ومضاربہ کسے کہتے ہیں اور سلم واستصناع ہماری بہت سی معاشی ضروریات کس طرح پورا کرتے ہیں؟

امید ہے کہ زیرِ نظر کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے پہلی اینٹ ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو اس میدان میں مزید معیاری اور اعلیٰ درجے کے مثالی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

مُقَدِّمَہ
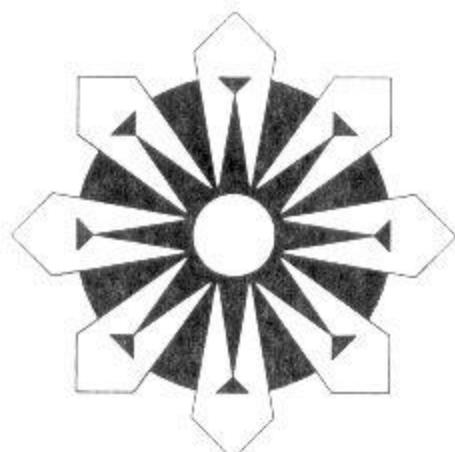
بہشتی زیور کی بے نظیر مقبولیت اور ہمہ گیر افادیت کے پیچھے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسوخِ علم، خلوصِ نیت اور پُر درد جذبۂ اصلاح کا عامل سب سے زیادہ کارفرما ہے۔ حضرت کے اخلاص ہی کی برکات تھیں کہ بہشتی زیور آپ کی حیات ہی میں ہر مسلمان گھرانے کی زینت اور عام وخاص کی ضرورت بن گیا، جس میں عبادات سے معاملات تک، آداب واخلاق سے احسان وسلوک تک ان تمام شرعی مسائل وضروریات کا احاطہ کیا گیا ہے جو کسی مسلمان کو عملی زندگی میں پیش آسکتے ہیں۔

مگر بہشتی زیور کی نافعیت اور خواص وعوام میں مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ یہ کتاب سہل سے سہل تر زبان میں عوام کی روزمرہ گفتگو کے طرز پر تھی اور اس میں تمام ضروری مسائل کو آسان پیرائے میں اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ معمولی سا اردو خواں طبقہ بھی آسانی سے ضروری مسائل سمجھ سکتا تھا۔

دوسری بات یہ کہ بہشتی زیور میں تقریباً تمام مسائل میں مفتی بہ اقوال کو ذکر کیا گیا ہے جس سے مختلف اقوال میں ترجیح وتطبیق کی پریشانی نہیں رہتی۔ تیسری بات یہ کہ بہشتی زیور میں مکمل مسائل فقہ مذکور ہیں، جیسے فقہ کے متون میں مسائل بالترتیب اور بالاستیعاب ہوتے ہیں اور یہ مسلمانوں کی ایک اہم ترین ضرورت ہے کہ ان کے پاس اپنی علاقائی زبانوں میں مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ ہو جو کم از کم فقہ کے تمام بنیادی مسائل پر مشتمل ہو، تاکہ وہ اس سے آسانی سے استفادہ کرسکیں، کیونکہ ایک تو ہر مسلمان عربی نہیں سیکھ سکتا اور جو عربی پڑھتے اور سیکھتے ہیں ان میں بھی ایک بڑی تعداد وہ ہے جو مسائل فقہ کو اچھی طرح نہیں سمجھ پاتے، نیز کتبِ فقہ میں عموماً اختلافی اقوال مذکور ہیں، اس سے بھی خلجان رہتا ہے۔

بہشتی زیور انہی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی تھی اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک حد تک کافی تھی کیونکہ اس وقت تک ایسا کوئی مجموعہ سامنے نہیں آیا تھا جو تمام فقہی مسائل پر مشتمل ہو۔

اب جب کہ زندگی کی مصروفیات پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہیں اور معاشرے کا عام فرد ان میں اتنا جکڑا ہوا ہے کہ اسے اپنی طرف توجہ دینے کی بھی فرصت نہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں میں دین کی طرف رجحان بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور عام مسلمان کو دین سے واقفیت اور دین سیکھنے کا ارمان رہتا ہے، لیکن اس کے لیے نہ اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ کسی مدرسے میں داخل ہو کر باقاعدہ درسِ نظامی پڑھے اور نہ ہی کوئی ایسا آسان طریقہ اور نصاب ہے جس کی مدد سے وہ اپنے معمولاتِ زندگی جاری رکھتے ہوئے دین سیکھ سکے۔ یہ صورتحال علماء اور اہل مدارس سے تقاضا کرتی ہے کہ نوے پچانوے

فیصد عوام جو مدارس میں دینی تعلیم حاصل کرنے سے بوجوہ قاصر ہیں ان کی دینی تعلیم کی ضرورت کیونکر پوری ہوگی؟

اس صورتحال سے موقع پاکر کچھ ایسے حضرات نے عوام میں دین کی تبلیغ و اشاعت کا ایک انوکھا سلسلہ شروع کر دیا ہے جنہوں نے راسخ العلم علماء کے پاس علم دین پڑھ کر حاصل کرنے کی بجائے مغربی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور اسی کو اسلام سمجھ کر پاکستان میں اس کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں یا وہ حضرات ہیں جو صرف اپنی تحقیق، مطالعہ اور اپنی رائے کی بنیاد پر اسلام کی تشریح کرتے ہیں اور اس کی تبلیغ، دین و شریعت کے نام سے کرتے ہیں اور عوام کی ایک بڑی تعداد ان کے بیانات اور درس میں شرکت کرتی ہے اور دین و اسلام کے نام پر ان کی کہی ہوئی ہر بات کو درست تسلیم کر لیتی ہے۔ یہ صرف اس لیے ہوا کہ میدان خالی تھا، عوام کو دین کی حقیقی صورت سے روشناس کرانے اور صحیح دینی معلومات فراہم کرنے کا منظّم اہتمام نہیں تھا، ورنہ ایک مسلمان جتنا کسی مستند عالم کو دینی معاملات میں معتبر سمجھتا ہے کسی غیر عالم کو وہ اہمیت نہیں دیتا۔ اس وقت عوام کو ایک ایسے نصاب کی ضرورت ہے جس میں ان کی روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کے ساتھ ساتھ ترغیب و ترہیب، فضائل اعمال اور آداب و اخلاق کی احادیث و آیات موجود ہوں اور ان کا ترجمہ و تشریح سادہ اور عام فہم الفاظ میں کی گئی ہو۔ پھر یہ نصاب ہی کافی نہیں، بلکہ اس نصاب کو عوام تک پہنچانے کے لیے مساجد میں باقاعدہ درس کا اہتمام بھی ضروری ہے، اس سے عامۃ الناس کی تعلیم کا فریضہ ایک حد تک پورا ہو سکتا ہے، کیونکہ کم مسلمان ایسے ہوں گے جن کا تعلق مسجد سے بالکل نہیں ہوگا۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے تک بہشتی زیور عوام کے لیے ایک مستند اور آسان مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، تقریباً ہر مسلمان گھرانے میں بہشتی زیور کا وجود ضروری تھا۔ لوگ بہشتی زیور یا تو درساً پڑھتے تھے یا پھر مطالعہ میں رکھتے اور ضرورت پڑنے پر اس سے مسائل سیکھتے تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان و بیان میں تبدیلی نے قدیم تعبیرات اور موجودہ اسلوبِ کلام کے درمیان فاصلے پیدا کر دیے، اردو میں فارسی کی آمیزش تقریباً متروک ہونے لگی، یہی حال عربی تراکیب و الفاظ کا ہے، فارسی اور عربی سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے قدیم اردو عوام کے لیے تقریباً ناقابل فہم بن گئی ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ عوامی زبان میں ایک ایسا مجموعہ تیار ہو جائے جس کا سمجھنا عام آدمی کے لیے مشکل نہ ہو۔

دارالافتاء والارشاد کی مجلس علمی نے فیصلہ کیا کہ الگ سے کوئی مجموعہ تیار کرنے کی بجائے بہشتی زیور ہی کے تمام مسائل کو لیا جائے اور جو تعبیر مشکل ہو اسے عام فہم بنایا جائے اور متفرق مسائل کو ایک ہی ترتیب کے تحت جمع کیا جائے تو ایک مستند مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ زیر نظر مجموعہ میں انہی دونوں پہلوؤں (ترتیب و تسہیل) کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ عام طور پر بہشتی زیور ہی کی عبارت کو برقرار رکھا گیا ہے اور اس میں جو مشکل الفاظ تھے ان کو آسان الفاظ میں تبدیل کیا گیا ہے، بعض مقامات پر دوسری

تبدیلیاں بھی ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ پر جامعۃ الرشید کے متعدد اساتذہ نے مل کر کام کیا اور آخر میں مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب نے اس کو ایک نظر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

کام کا تعارف

۱- بہشتی زیور میں مسائل کی ترتیب معروف فقہی ترتیب کے مطابق نہیں، نیز ایک ہی باب کے مسائل بعض اوقات متفرق حصوں اور ضمیموں میں درج کیے گئے ہیں، جس سے مسائل کی تلاش میں کافی مشکل پیش آتی ہے، اس لیے بہشتی زیور کے مختلف حصوں اور ضمیموں کے متفرق مسائل کو یکجا کر کے معروف فقہی ترتیب کے مطابق متعلقہ عنوانات کے تحت جمع کیا گیا ہے۔

۲- بہشتی زیور کے اندر بہشتی گوہر کے سوا دیگر حصوں میں مؤنث کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں، اس مجموعے میں چونکہ تمام حصے ایک ہی ترتیب کے تحت جمع کیے گئے ہیں اور یہ کتاب عوامی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر مرتب کی گئی ہے، اس لیے مؤنث کے صیغے مذکر کے صیغوں سے تبدیل کیے گئے ہیں، البتہ خواتین کے مسائل میں مؤنث کے صیغے برقرار رکھے گئے ہیں اور بعض جگہ خواتین کے لیے الگ عنوانات کے تحت بھی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۳- قدیم اسلوب والی عبارات کو رائج تعبیرات میں تبدیل کیا گیا ہے، خصوصاً وہ الفاظ جو متروک یا قلیل الاستعمال ہیں یا وہ تراکیب جو خالص فارسی یا عربی طرز پر تھیں انہیں سہل سے سہل پیرائے میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴- بعض مکرر اور طویل عبارات کی تلخیص کی گئی ہے، خصوصاً فضائل میں جہاں احادیث کا ترجمہ اور تشریح ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور بسا اوقات دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسے مقامات پر احادیث کا سلیس ترجمہ اور اس کے بعد مختصر تشریح لکھی گئی ہے۔ بعض جگہ صرف بامحاورہ ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۵- جو حاشیہ متن کی وضاحت کے لیے ضروری سمجھا گیا اس کو متن میں ضم کر دیا گیا اور جو تاییدی حوالے کے طور پر تھا اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۶- بعض عنوانات کی تسہیل کی گئی ہے اور بہت سے ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۷- بعض ابواب کے آخر میں ''**اضافہ**'' کے عنوان کے تحت کچھ مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے جو بہشتی زیور میں نہیں تھے۔ یہ مسائل اکابر علمائے کرام کے فتاویٰ سے لیے گئے ہیں اور ان کے حوالے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

۸- درمیان میں بھی کچھ اضافی مسائل درج کیے گئے ہیں جن کو اصل متن سے ممتاز کرنے کے لیے مربع قوسین [ ] کی علامت اختیار کی گئی ہے۔

۹- بہشتی زیور "کتاب الرسوم والبدعات" میں مذکور رسوم میں سے اکثر ہمارے معاشرے میں ناپید ہو چکی ہیں جبکہ ان کی جگہ نت نئی رسومات نے لے لی ہے، اس لیے یہ مسائل بہشتی زیور سے لینے کی بجائے حضرات اکابر اور معاصر علماء کرام کے فتاویٰ سے لیے گئے ہیں، ساتھ ہر مسئلہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

۱۰- کتاب الحج کے تحت بہشتی زیور میں صرف اٹھارہ مسائل درج تھے اور یہ ناکافی تھے، اس لیے اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی، بقیہ مسائل حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "تحفۃ المسلمین" سے لیے گئے ہیں۔ آپ کافی عرصے تک دار العلوم کراچی کے دار الافتاء میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے، پھر طویل عرصے سے مدینہ منورہ میں قیام کی وجہ سے انہیں مسائل حج کا عملی تجربہ بھی خوب رہا، پاک و ہند کے حجاج ان سے مسائل حج کے سلسلے میں رجوع کرتے تھے، اس لیے ان کے مرتب کردہ مسائل حج سے استفادہ کیا گیا۔

۱۱- بہشتی زیور کے ضمیمہ جات میں سے بعض میں مسائل تھے اور بعض میں فضائل کی احادیث، مسائل کو اپنے اپنے ابواب میں متعلقہ عنوانات کے تحت درج کر دیا گیا اور احادیث جس باب کی فضیلت سے متعلق تھیں انہیں اسی باب کے شروع میں رکھا گیا ہے۔

۱۲- کتاب الترغیب والترہیب، آداب و اخلاق، سلوک و احسان اور شمائل وغیرہ کو تلخیص اور ترتیب کے ساتھ جامع عنوانات کے تحت رکھا گیا ہے۔

۱۳- تسہیل و تلخیص اور تبویب جدید کے بعد پہلی جلد کے ابواب کی ترتیب یہ ہے:

۱- کتاب الایمان والعقائد
۲- کتاب الرسوم والبدعات
۳- کتاب الترغیب والترہیب
۴- کتاب الآداب والأخلاق
۵- اخلاق و عادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم (شمائل)
۶- کتاب السلوک والاحسان
۷- کتاب الطہارۃ
۸- کتاب الصلاۃ
۹- کتاب الزکوۃ
۱۰- کتاب الصوم
۱۱- کتاب الحج

دیگر ابواب، نکاح، طلاق، بیوع وغیرہ دوسری جلد میں آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

کتاب الایمان والعقائد

عقیدوں کا بیان

کائنات سے متعلق:

۱- کائنات پہلے بالکل کچھ بھی نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں:

۲- اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر۔

۳- وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۴- کوئی چیز اس کے مثل نہیں، وہ سب سے نرالا ہے۔

۵- وہ زندہ ہے، ہر چیز پر اس کو قدرت ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا ہے، کلام فرماتا ہے لیکن اس کا کلام ہم لوگوں کے کلام کی طرح نہیں۔ جو چاہے کرتا ہے، کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ بادشاہ ہے، سب عیبوں سے پاک ہے، وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے، وہی عزت والا ہے، بڑائی والا ہے، ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ گناہوں کا بخشنے والا ہے، قوت والا ہے، بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے اور جس کی چاہے زیادہ کردے۔ جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے، جس کو چاہے عزت دے، جس کو چاہے ذلت دے، انصاف والا ہے، بڑے تحمل اور برداشت والا ہے، خدمت اور عبادت کی قدر کرنے والا ہے، دعا کو قبول کرنے والا ہے، بردباری والا ہے۔ وہ سب پر حاکم ہے، اس پر کوئی حاکم نہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، وہ سب کا کام بنانے والا ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا ہے، وہی قیامت میں پھر پیدا کرے گا، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے۔ وہ علامات اور صفات سے پہچانا جاتا ہے، اس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا، گناہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے، جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دیتا ہے، وہی ہدایت دیتا ہے، کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی

نہیں ہل سکتا، نہ وہ سوتا ہے، نہ اونگھتا ہے، وہ تمام عالم کی حفاظت سے تھکتا نہیں۔ وہی ساری کائنات کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کے لیے تمام صفات کمال ثابت ہیں اور وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔

۶- اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور اس کی کوئی صفت کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ قرآن وحدیث میں جہاں پر اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق جیسی صفات کا ذکر ہے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یا اللہ تعالیٰ کا عرشِ عظیم پر قائم ہونا وغیرہ تو ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، بندوں کو ایسی چیزوں کی حقیقت کی جستجو کیے بغیر ایمان لانے کا حکم ہے۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کے لیے ثابت ہیں، ان کی کوئی کیفیت اور نوعیت کسی کو معلوم نہیں، علمائے متقدمین کی رائے یہی ہے، البتہ متأخرین علماء نے بعض باطل فرقوں کے شبہات سے عوام کے عقائد کو بچانے اور ان کے دین کی حفاظت کی خاطر ان جیسے متشابہات کے مناسب معانی بیان کیے ہیں، جیسے: ہاتھ کے معنی قوت اور طاقت وغیرہ، لیکن یہ سب امکان کے درجے میں ہیں، ان کو حتمی مراد سمجھ لینا صحیح نہیں۔

۷- کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ ضروری نہیں، وہ جو کچھ مہربانی کرے وہ اس کا فضل ہے۔

تقدیر کے متعلق:

۸- دنیا میں جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے سب کو اللہ تعالیٰ اس کے ہونے سے پہلے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم کے مطابق اس کو پیدا کرتا ہے، تقدیر اسی کا نام ہے اور بری چیزوں کے پیدا کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن کو ہر ایک نہیں جانتا۔

بندہ کے اختیار سے متعلق:

۹- بندوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے وہ گناہ اور ثواب کے کام اپنے اختیار سے کرتے ہیں، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

شریعت کے احکام سے متعلق:

۱۰- اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جو بندوں سے نہ ہوسکے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام اور معجزات سے متعلق:

۱۱- اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام بندوں کو سیدھی راہ بتانے آئے، وہ سب گناہوں سے پاک ہیں، ان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ایسی نئی نئی اور عجیب وغریب باتیں ظاہر کیں جو

دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام تھے اور سب سے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام درمیان میں آئے۔ ان میں بعض بہت مشہور ہیں، جیسے: حضرت نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، الیسع علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ادریس علیہ السلام، ذوالکفل علیہ السلام، صالح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، شعیب علیہ السلام۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تعداد سے متعلق:

۱۲- پیغمبروں کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائی، اس لیے یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے جتنے پیغمبر ہیں، ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں، جو ہمیں معلوم ہیں ان پر بھی اور جو ہمیں معلوم نہیں ان پر بھی۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت سے متعلق:

۱۳- پیغمبروں میں بعض کا مرتبہ بعض سے بڑا ہے۔ سب سے زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفی ﷺ کا ہے، آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں آ سکتا۔ [جو شخص آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، جیسے: مرزا غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اس لیے علماء نے اسے اور اس کے ماننے والوں کو کافر کہا ہے اور قادیانیوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے۔[1]] قیامت تک جتنے انسان اور جن ہوں گے آپ ان سب کے پیغمبر ہیں۔

معراج سے متعلق:

۱۴- ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا پہنچایا اور پھر مکہ میں پہنچا دیا، اس کو معراج کہتے ہیں۔

فرشتوں اور جنات سے متعلق:

۱۵- اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق نور سے پیدا کر کے ان کو ہماری نظروں سے چھپا دیا ہے، ان کو فرشتے کہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدبیر کائنات سے متعلق بہت سے کاموں پر مامور ہیں۔ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس کام میں لگا دیا ہے وہ اسی میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں چار فرشتے بہت مشہور ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

مخلوق آگ سے بنائی ہے، وہ بھی ہم کو دکھائی نہیں دیتی، ان کو ''جن'' کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان سب میں زیادہ مشہور اور شریر ابلیس یعنی شیطان ہے۔

ولی، ولایت اور کرامت سے متعلق:

۱۶- مسلمان جب خوب عبادت کرتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، دنیا سے محبت نہیں رکھتا اور پیغمبر کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں۔ اس شخص سے کبھی خلافِ عادت ایسی باتیں ہونے لگتی ہیں جو اور لوگوں سے نہیں ہوسکتیں، ان باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔

۱۷- ولی کتنے ہی بڑے درجہ کو پہنچ جائے مگر نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

۱۸- کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا کیسا ہی پیارا ہو جائے مگر جب تک انسان کے ہوش وحواس باقی ہوں اسے شریعت کا پابند رہنا فرض ہے۔ نماز روزہ اور کوئی عبادت معاف نہیں ہوتی۔ گناہ کے کام اس کے لیے جائز نہیں ہوتے۔

۱۹- جس شخص کا عمل شریعت کے خلاف ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اگر اس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جو عام لوگ نہیں کر سکتے تو وہ جادو ہے یا نفسانی اور شیطانی چال ہے۔ اس کے بارے میں ولی اور بزرگ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔

۲۰- اولیاء کرام کو بعض راز کی باتیں خواب یا بیداری میں معلوم ہو جاتی ہیں، اسے کشف اور الہام کہتے ہیں، اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو قبول ہے [یعنی اس کے انکار کی ضرورت نہیں، یہ مطلب نہیں کہ اس کا ماننا ضروری ہے، البتہ ایسے الہام کو صحیح سمجھنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔[1]] اور اگر شریعت کے خلاف ہے تو قبول نہیں۔

بدعت سے متعلق:

۲۱- اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے دین کی تمام باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتا دی ہیں، اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا (جس کا ثبوت قرآن، حدیث سے نہ ہو اور نہ ہی صحابہ وتابعین کے دور میں اس کا وجود ہو) درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔

آسمانی کتابوں سے متعلق:

۲۲- اللہ تعالیٰ نے بہت سی کتابیں آسمان سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ بہت سے پیغمبروں پر اتاریں تاکہ وہ اپنی

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

اپنی امتوں کو دین کی باتیں بتائیں۔ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں:

۱- توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

۲- زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی۔

۳- انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

۴- قرآن مجید ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئے گی۔ قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔ دوسری کتابوں کو گمراہ لوگوں نے بہت کچھ بدل ڈالا، مگر قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، اس کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق:

۲۳- ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن مسلمانوں نے دیکھا ہے ان کو صحابی کہتے ہیں۔ [بشرطیکہ وہ دیکھنے والا مسلمان ہی مرا ہو اور جس نے مسلمان ہونے کی حالت میں صحابی کو دیکھا اور مسلمان ہی مرا وہ تابعی ہے اور جس نے تابعی کو اسی طرح سے دیکھا وہ تبع تابعی ہے۔[1]] ان سب کی فضیلت حدیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ ان سب سے محبت اور ان سب کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ اگر ان کا آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے، ان کی کوئی برائی نہ کرے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے زیادہ فضیلت والے چار صحابی ہیں:

سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کے نائب بنے اور دین کا انتظام سنبھالا، اس لیے آپ خلیفہ اوّل کہلاتے ہیں۔ آپ تمام اُمت میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ تیسرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ چوتھے خلیفہ ہیں۔

۲۴- صحابی کا اتنا بڑا رتبہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی رتبے میں ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر نہیں پہنچ سکتا۔

اہل بیت سے متعلق:

۲۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سب تعظیم کے لائق ہیں۔ اولاد میں سب سے بڑا

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

رتبہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے اور بیویوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

ایمان سے متعلق:

۲۶ – ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان سب کو مان لے۔ اللہ تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی کسی بات میں شک کرنا، اس کو جھٹلانا، اس میں عیب نکالنا یا اس کا مذاق اڑانا ان سب باتوں سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

ایمان کے منافی بعض غلط نظریات:

۲۷ – قرآن اور حدیث کے واضح مطلب کو نہ ماننا اور کھینچ تان کر اپنی خواہش کے مطابق مطلب گھڑنا بد دینی ہے۔

۲۸ – گناہ کو جائز سمجھنے سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

۲۹ – گناہ چاہے جتنا بڑا ہو جب تک اس کو برا سمجھتا رہے ایمان نہیں جاتا، البتہ کمزور ہو جاتا ہے۔

۳۰ – اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بے خوف ہو جانا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا کفر ہے۔

۳۱ – کسی سے غیب کی باتیں پوچھنا اور ان پر یقین کر لینا کفر ہے۔

۳۲ – غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی سے اور اولیاء کرام کو کشف والہام سے بعض باتیں معلوم بھی ہو جاتی ہیں۔ (مگر اس کو غیب نہیں کہتے، غیب وہ علم ہے جو بغیر کسی ذریعے کے براہِ راست حاصل ہو اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہیں پائی جا سکتی)

کافر کہنے یا لعنت کرنے سے متعلق:

۳۳ – کسی کو کافر کہنا یا کسی کا نام لیکر لعنت بھیجنا بڑا گناہ ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت، جھوٹوں پر لعنت۔ مگر جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے یا ان کے کافر ہونے کی خبر دی ہے، ان کو کافر، ملعون کہنا گناہ نہیں۔

قبر کے حالات سے متعلق:

۳۴ – جب آدمی مر جاتا ہے اگر اس کو دفن کیا جائے تو دفنانے کے بعد اور اگر نہ دفنایا جائے تو جس حال میں ہو اس کے پاس دو فرشتے جن میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ [یا تو رسول اللہ ﷺ کی صورت دکھا کر یہ دریافت کیا جاتا ہے، یا حالات بتا کر، دونوں قول ہیں، ایک تیسرا قول یہ ہے کہ خود بخود آدمی کا ذہن آپ ﷺ کی طرف ہی جائے گا۔ [1]] اگر مردہ ایماندار ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔ پھر اس کے لیے ہر طرح کا چین وسکون ہے۔ جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے اور وہ مزے سے سویا رہتا ہے اور اگر مردہ ایماندار نہ ہو تو سب باتوں کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں، پھر اس پر قیامت تک بڑی سختی اور عذاب ہوتا رہتا ہے۔ بعض کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے نہیں گزارتے۔ یہ سب باتیں مردہ پر گذرتی ہیں، مگر ہم لوگ نہیں دیکھتے، جیسے: سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اس کے پاس بے خبر بیٹھا رہتا ہے۔

۳۵- مرنے کے بعد ہر دن صبح اور شام کے وقت مردے کو اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے، جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دی جاتی ہے اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر حسرت بڑھا دی جاتی ہے۔

ایصالِ ثواب سے متعلق:

۳۶- مردے کے لیے دعا اور صدقہ وخیرات کرنے سے اس کو ثواب پہنچتا ہے اور بہت فائدہ ہوتا ہے۔

علاماتِ قیامت سے متعلق:

۳۷- اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قیامت کی جتنی نشانیاں بتائی ہیں سب ضرور پوری ہونے والی ہیں۔ قربِ قیامت کے وقت حضرت مہدی ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے حکومت کریں گے، دجال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد مچائے گا۔ اسے قتل کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور اس کو مار ڈالیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑے فسادی لوگ ہیں۔ وہ تمام زمین پر پھیل جائیں گے اور بہت فساد مچائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہلاک ہوں گے۔ ایک عجیب طرح کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا۔

سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ قرآن مجید اٹھ جائے گا اور تھوڑے دنوں میں سارے مسلمان مرجائیں گے، تمام دنیا کافروں سے بھر جائے گی، اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہوں گی۔

قیامت سے متعلق:

۳۸- جب ساری نشانیاں پوری ہوجائیں گی تو قیامت شروع ہوجائے گی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

حکم سے صور پھونکیں گے۔ صور سینگ کی شکل کی ایک چیز ہے۔ صور کے پھونکنے سے زمین وآسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے، تمام مخلوقات مرجائیں گی اور جو مر چکے ہیں ان کی روحیں بیہوش ہوجائیں گی، مگر اللہ تعالیٰ کو جن کا بچانا منظور ہے وہ اپنے حال پر رہیں گے۔ ایک مدت اسی کیفیت پر گذر جائے گی۔

شفاعت سے متعلق:

۳۹- پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام مخلوقات پھر پیدا ہوجائیں تو دوسری بار پھر صور پھونکا جائے گا۔ اس سے پھر ساری مخلوقات پیدا ہوجائیں گی۔ مردے زندہ ہوجائیں گے اور حشر کے میدان میں سب اکٹھے ہوں گے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر باری باری سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جائیں گے۔ آخر ہمارے پیغمبر ﷺ سفارش کریں گے۔ ترازو نصب کی جائے گی۔ بھلے برے عمل تولے جائیں گے ان کا حساب ہوگا۔ بعض لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ نیک لوگوں کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ پل صراط پر چلنا ہوگا۔ جو نیک لوگ ہیں وہ اس سے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ جو برے ہیں وہ اس سے دوزخ میں گر پڑیں گے۔

جنت سے متعلق:

۴۰- جنت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اس میں طرح طرح کے چین وسکون کے اسباب اور نعمتیں ہیں۔ جنتیوں کو کسی طرح کا ڈر اور غم نہ ہوگا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکلیں گے اور نہ وہاں مریں گے۔

دوزخ سے متعلق:

۴۱- دوزخ پیدا ہو چکی ہے، اس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کا عذاب ہے۔ دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت کر پیغمبروں اور نیک لوگوں کی سفارش سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے، چاہے کتنے ہی زیادہ گنہگار ہوں اور جو کافر اور مشرک ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہیں آئے گی۔

گناہوں سے متعلق:

۴۲- اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ چھوٹے گناہ پر بھی سزا دے دے یا بڑے گناہ کو اپنی مہربانی سے معاف کر دے اور اس پر بالکل سزا نہ دے۔

۴۳- شرک اور کفر کا گناہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا دوسرے گناہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی سے

معاف کردے گا۔

کسی کے جنتی ہونے سے متعلق:

۴۴- جن لوگوں کا نام لے کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا جنتی ہونا بتلا دیا ہے ان کے سوا کسی اور کے جنتی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اس کی رحمت سے امید رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق:

۴۵- جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کی لذت کے مقابلہ میں تمام نعمتیں بے حیثیت معلوم ہوں گی۔

۴۶- دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

خاتمہ سے متعلق:

۴۷- عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا برا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کو اچھا یا برا بدلہ ملتا ہے۔

توبہ سے متعلق:

۴۸- آدمی عمر بھر میں جب کبھی توبہ کرے یا کافر مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے، البتہ مرتے وقت جب دَم نکلنے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان۔

فصل

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض برے عقیدے اور بری رسمیں اور بعض بڑے بڑے گناہ جو اکثر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے ایمان میں نقصان آجاتا ہے، بیان کردیئے جائیں تاکہ لوگ ان سے بچتے رہیں۔ ان میں بعض بالکل کفر اور شرک ہیں، بعض کفر اور شرک کے قریب، بعض بدعت اور گمراہی اور بعض فقط گناہ ہیں۔

کفر اور شرک کی باتوں کا بیان

کفر کو پسند کرنا، کفر کی باتوں کو اچھا جاننا، کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا، کسی وجہ سے اپنے ایمان پر پشیمان ہونا کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو فلاں بات حاصل ہوجاتی۔ اولاد وغیرہ کسی کے مرجانے پر رنج میں اس قسم کی باتیں کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو بس اسی کا مارنا تھا، دنیا بھر میں مارنے کے لیے بس یہی تھا، اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، ایسا ظلم کوئی نہیں کرتا جیسا تو نے کیا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کو برا سمجھنا، اس میں عیب نکالنا، کسی نبی یا فرشتے کی تحقیر کرنا، ان پر عیب لگانا، کسی بزرگ یا پیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حالات کی اس کو ہر وقت ضرور خبر رہتی ہے۔

نجومی پنڈت یا جس پر جن چڑھا ہو اس سے غیب کی خبریں پوچھنا یا فال نکلوانا پھر اس کو سچ جاننا۔ کسی بزرگ کے کلام سے فال دیکھ کر اس کو یقینی سمجھنا۔ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی۔ کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا۔ کسی سے مرادیں مانگنا۔ روزی، اولاد مانگنا، کسی کے نام کا روزہ رکھنا، کسی کو سجدہ کرنا، کسی کے نام کا جانور چھوڑنا یا چڑھاوا چڑھانا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسری بات یا رسم کو مقدم رکھنا۔

کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا، کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا، جن بھوت پریت وغیرہ سے نجات کے لیے ان کے نام پر قربانی کرنا، بچے کے زندہ رہنے کے لیے اس کا نال پوجنا، کسی کو دہائی دینا، کسی جگہ کا کعبہ کے برابر ادب وتعظیم کرنا، کسی کے نام پر بچہ کے کان ناک چھیدنا، بالی پہنانا، بازو پر کسی کے نام کا پیسہ باندھنا یا گلے میں اس طرح کا دھاگا وغیرہ ڈالنا، چوٹی رکھنا، پھولوں کا ہار گلے میں لٹکانا، فقیر بنانا، علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا، کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا۔

دنیا کے نظام کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھنا، اچھی بری تاریخ اور دن کا پوچھنا، بد فالی لینا، کسی مہینے یا تاریخ کو منحوس سمجھنا، کسی بزرگ کے نام کا بطورِ وظیفہ ورد کرنا، یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اگر چاہیں گے تو فلاں کام ہو جائے گا، کسی کے نام یا سر کی قسم کھانا، تصویر رکھنا، خصوصاً کسی بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا اور اس کی تعظیم کرنا۔

بدعتوں، بری رسموں اور بری باتوں کا بیان

قبروں پر دھوم دھام سے میلا کرنا، چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا، چادریں ڈالنا، پختہ قبریں بنانا، بزرگوں کو راضی کرنے کے لیے ان کی قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، تعزیہ یا قبر کو چومنا، قبر کی مٹی کو جسم پر ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، تعزیہ علم وغیرہ رکھنا، اس پر حلوہ مالیدہ چڑھانا، یا اس کو سلام کرنا۔

کسی چیز کو اچھوتی سمجھنا، محرم کے مہینے میں عورت کا مہندی لگانے کو معیوب سمجھنا یا بناؤ سنگھار چھوڑنا، مرد کے پاس نہ رہنا، لال کپڑا نہ پہننا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نیاز دینا، تیجہ، چالیسواں وغیرہ کرنا۔ عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں خاندانی رسموں کی پابندی کرنا، خصوصاً قرض لے کر ناچ گانے کی مجلس جمانا، ہولی دیوالی کی رسمیں کرنا، سلام کی جگہ دوسرے الفاظ (آداب وغیرہ) استعمال کرنا یا صرف سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔ عورت کا دیور، جیٹھ، پھوپی زاد، چچا زاد، خالہ زاد یا اور کسی نامحرم کے سامنے بے پردہ آنا، راگ، باجا، گانا سننا۔ ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا۔ نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں نقص ہو اس پر طعن کرنا، جائز پیشہ والوں کو ذلیل سمجھنا، حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرنا، شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات کرنا، ہندوؤں کی رسمیں کرنا، دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا، سہرا باندھنا، مہندی لگانا، آتش بازی کرنا، فضول آرائش کرنا، گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا اور عورتوں کا اس کے سامنے آجانا، تاک جھانک کر اس کو دیکھ لینا، بالغ یا قریب البلوغ سالیوں وغیرہ کا اس کے سامنے آنا، ان سے ہنسی دل لگی کرنا۔ چوتھی کھیلنا (شادی کے چوتھے دن دلہن کے گھر جا کر ایک دوسرے پر پھول، ترکاری وغیرہ پھینکنا) جس جگہ دولہا دولہن ہوں اس کے گرد جمع ہو کر باتیں سننا، جھانکنا، تاکنا، اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو اس کو دوسروں سے کہنا، مایوں بٹھانا اور اس کی وجہ سے ایسی شرم کرنا جس سے نمازیں قضا ہو جائیں، بڑائی اور فخر کے لیے مہر زیادہ مقرر کرنا۔

غم میں چلا کر رونا، چہرہ اور سینہ پیٹنا، بین کر کے رونا، جو جو کپڑے میت کے بدن سے لگے ہوں سب کا دھلوانا، سال بھر یا

کچھ کم زیادہ تک اس گھر میں خوشی کی تقریب کو برا جاننا مخصوص تاریخوں (چہلم، برسی وغیرہ) میں پھر غم کا تازہ کرنا۔

حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا، سادہ وضع قطع کو معیوب جاننا، مکان میں تصویریں لگانا، پاندان، عطر دان، سرمہ دانی، سلائی وغیرہ چاندی سونے کی استعمال کرنا، عورتوں کا بہت باریک کپڑا پہننا، بجتا زیور پہننا، مردوں کا زنانہ لباس پہننا، عورتوں کا مردوں کے مجمع میں جانا، خصوصاً تعزیہ دیکھنے اور میلوں میں جانا، مردوں کی وضع قطع اختیار کرنا، بدن گدوانا، کسی مراد کے پورے ہونے پر عورتوں کا رات بھر جاگنا اور نذر و نیاز کے لیے دیگیں پکوانا، ٹوٹکے کرنا۔ سفر پر جاتے یا لوٹتے وقت عورتوں کا غیر محرم کے گلے لگنا یا گلے لگانا۔ زندہ رہنے کے لیے لڑکے کا کان یا ناک چھیدنا، لڑکے کو بالی یا بلاق (ناک میں پہننے کا زیور) پہنانا، ریشمی یا سرخ رنگ کا یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا، گھونگرو یا کوئی اور زیور پہنانا۔ آرام کے لیے (بچوں کو) افیون کھلانا، کسی بیماری میں شیر کا دودھ یا اس کا گوشت کھلانا۔

چند بڑے گناہوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ناحق کسی کو قتل کرنا، وہ عورتیں جن کی اولاد نہیں ہوتی کسی اور عورت کی زچگی کی حالت میں بعض ایسے ٹوٹکے کرتی ہیں کہ اس کا بچہ مر جائے اور ہمارے ہاں اولاد ہو، یہ بھی اسی خون ناحق میں داخل ہے۔ ماں باپ کو ستانا۔ زنا کرنا۔ یتیموں کا مال کھانا، جیسے: اکثر عورتیں خاوند کے تمام مال و جائیداد پر قبضہ کر کے چھوٹے بچوں کا حصہ اڑاتی ہیں، لڑکیوں کو میراث میں حصہ نہ دینا، کسی عورت پر شبہ میں زنا کی تہمت لگانا، ظلم کرنا، کسی کی غیبت کرنا یا سننا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا، وعدہ کر کے پورا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، شریعت کا کوئی حکم جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ چھوڑ دینا، قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینا، جھوٹ بولنا، خصوصاً جھوٹی قسم کھانا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا یا اس طرح قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا، بلا عذر نماز قضا کر دینا، کسی مسلمان کو کافر یا بے ایمان کہنا یا ''اللہ تعالیٰ کی تجھ پر پھٹکار'' یا ''تو اللہ کا دشمن ہے'' وغیرہ کہنا، کسی کی غیبت سننا، چوری کرنا، سود لینا، اناج ذخیرہ کرنا اور اس کی مہنگائی سے خوش ہونا، قیمت مقرر کر لینے کے بعد من مانی کر کے کم دینا، غیر محرم کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، جوا کھیلنا، بعض عورتیں اور لڑکیاں گٹے یا اور کوئی کھیل شرط لگا کر کھیلتی ہیں یہ بھی جوا ہے، کافروں کی رسمیں پسند کرنا، کھانے کو برا کہنا، ناچ دیکھنا، راگ باجا سننا، قدرت ہونے پر نصیحت نہ کرنا، کسی کا مذاق اڑا کر اسے بے عزت اور شرمندہ کرنا، کسی کا عیب ڈھونڈنا۔

گناہوں کے بعض دنیوی نقصانات

علم سے محروم رہنا، روزی کم ہوجانا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے وحشت ہونا، نیک اور صالح لوگوں سے وحشت ہوجانا، اکثر کاموں میں مشکل پڑجانا، دل میں صفائی نہ رہنا، دل میں اور بعض دفعہ تمام بدن میں کمزوری ہوجانا، عبادت سے محروم رہنا، عمر گھٹ جانا، توبہ کی توفیق نہ ہونا، کچھ دنوں میں گناہ کی برائی کا دل سے نکلنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوجانا، دوسری مخلوق کو اس کے گناہ کی وجہ سے نقصان پہنچنا اور اس وجہ سے ان کا اس پر لعنت کرنا، عقل میں فتور آجانا، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس پر لعنت ہونا، فرشتوں کی دعا سے محروم رہنا، پیداوار میں کمی ہونا، شرم اور غیرت کا جاتے رہنا، اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا دل سے نکل جانا، نعمتوں کا چھن جانا، آفات، بلاؤں کا ہجوم ہونا، جن اور شیاطین کا مسلط ہوجانا، دل کا پریشان رہنا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا اور اس وجہ سے بغیر توبہ کے مرجانا۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے بعض دنیوی فوائد

روزی میں اضافہ، طرح طرح کی برکتیں ہونا، تکلیف اور پریشانی کا دور ہونا، مرادیں پوری ہونے میں آسانی ہونا، چین سکون والی کی زندگی نصیب ہونا، بارش ہونا، ہر قسم کی بلا کا ٹل جانا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مدد کا شاملِ حال رہنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہونا کہ اس کا دل مضبوط رکھو، سچی عزت وآبرو ملنا، مرتبے کا بلند ہونا، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوجانا، قرآن کا اس کے حق میں شفا ہونا، مال کا نقصان ہوجائے تو اس سے اچھا بدلہ مل جانا، دن بدن نعمت میں ترقی ہونا، مال میں برکت ہونا، دل میں راحت اور تسلی رہنا، آیندہ نسلوں کو اس کا نفع پہنچنا، زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا، مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا، مبارکباد دینا، عمر میں برکت ہونا، افلاس اور فاقہ سے بچے رہنا، اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ جانا۔

کتاب الرسوم والبدعات

وضاحت

کتاب الرسوم والبدعات کے مسائل حضرات اکابر اور معاصر مفتیانِ کرام کے اردو فتاویٰ سے ماخوذ ہیں، بہشتی زیور میں مذکورہ رسوم کی نوعیت کی تبدیلی اور بعض رسوم کے ہمارے معاشرے میں نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے اور بعض نئی رسوم کے اضافے کی وجہ سے مناسب یہ سمجھا گیا کہ نئی رواج پا جانے والی رسوم کے احکام جدید فتاویٰ سے لیے جائیں۔ از مرتب

بدعت کی لغوی تعریف:

ہر نیا کام لغت کے اعتبار سے بدعت ہے، چاہے عادت کے طور پر ہو یا عبادت کے طور پر۔

بدعت کی شرعی تعریف:

حدیث شریف میں ہے:

((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ)).

یعنی جس شخص نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کام کلی یا جزئی کسی بھی اعتبار سے دین میں داخل نہ ہو اس کو کسی وجہ سے عملی طور پر یا عقیدہ کے اعتبار سے دین کا جز بنا لینا بدعت ہے، بالفاظِ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین میں کسی بھی ایسے کام کی کمی یا زیادتی کرنا جس کا ثبوت نبی کریم ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے نہ ہو، بالخصوص نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت قولاً، فعلاً، صراحۃً، اشارۃً کسی طور پر بھی منقول نہ ہو وہ بدعت ہے۔

بعض اہلِ علم نے بدعت کی دو قسمیں بتائی ہیں: بدعتِ سیئہ اور بدعتِ حسنہ

ان حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے پہلے بدعت کے لغوی معنی کو پیشِ نظر رکھ کر ہر نئے کام کو مطلقاً بدعت قرار دیا، پھر غور کے بعد جس کام کو کلی یا جزئی طور پر دین میں داخل پایا یعنی یہ معلوم ہوا کہ اس کی اصل کلی یا جزئی طور پر مذکورہ بالا تین زمانوں میں

سے کسی زمانے میں ملتی ہے تو اس کو بدعتِ حسنہ قرار دیا اور جس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس کو بدعتِ سیئہ قرار دیا۔ حاصل یہ ہے کہ بدعتِ حسنہ پر بدعت کا اطلاق محض لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا ہے، اس لیے کہ حقیقت میں شریعت کی رو سے وہ بدعت ہے ہی نہیں، شرعی اعتبار سے بدعت صرف اس کام کو کہیں گے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(مأخوذ از إمداد المفتین: ۱٦٤/۲، إمداد الفتاویٰ: ۲۸٥/٥)

شرکیہ بدعات

پیر کو سجدہ کرنا:

پیر کو سجدہ کرنا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ولی اور بزرگ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، بلکہ ممنوع اور حرام ہے، سجدہ کرنے والا اور اس کی اجازت دینے والا دونوں سخت ترین گناہ گار ہیں۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ سجدہ عبادت کے طور پر نہ کیا جائے اور عبادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ (إمداد المفتین: ۹۳/۱-۱٦۳)

قبروں پر سجدہ اور طواف:

کسی ولی اور بزرگ کی قبر کا طواف کرنا یا اس پر سجدہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ (إمداد المفتین: ۱۰۲/۱)

قبر کو بوسہ دینا:

والدین سمیت کسی کی بھی قبر کو بوسہ دینا، اس پر رخسار رکھنا ممنوع اور ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سجدہ کے ساتھ مشابہت ہے جو جائز نہیں۔ (إمداد المفتین: ۱۰۲/۱)

پاؤں چومنا:

جھک کر کسی کے پاؤں چومنا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ سجدہ کرنے کے مشابہ ہے۔ (إمداد المفتین: ۱۰۲/۱)

جھک کر ملنا:

حدیث میں ملتے وقت کسی کے سامنے جھکنے سے صریح ممانعت وارد ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپس میں ملتے ہیں تو کیا ایک دوسرے کو جھک کر مل سکتے ہیں؟“

فرمایا: ”نہیں۔“

بکرے کا خون ٹائروں پر لگانا:

آفات وبلیات اور بیماریوں سے حفاظت کے لیے مساکین پر صدقہ کرنا اچھی بات ہے، نیز کوئی جانور ذبح کرکے اس کا گوشت مساکین کو بطور صدقہ دینا بھی ٹھیک ہے، مگر ذبح شدہ جانور کا خون گاڑی کی مختلف جگہوں میں لگانا اور جانور میں کالے یا کسی اور رنگ میں اضافی اثرات سمجھنا جہالت ہے، اگر اس کو ثواب اور دین کا کام سمجھا جاتا ہے تو یہ بدعت اور گناہ ہے۔

اس کے علاوہ بعض مواقع مثلاً: بیماری یا نئی گاڑی خریدنے یا نیا مکان بنانے پر عموماً جانور ذبح کرنا ہی ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے، صدقہ کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ نقدی مساکین کو دی جائے تاکہ وہ اپنی اہم ضرورت پوری کرسکیں، نیز اس صورت میں رِیا کا بھی زیادہ خطرہ نہیں۔

بیماری سے شفا کے لیے بکرا ذبح کرنا:

آفات اور بیماری سے حفاظت کے لیے صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب آئی ہے، مگر عوام کا اس بارے میں یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ صدقہ کے جانور کو ذبح کرنا بھی ضروری ہے، اس لیے کہ جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، جبکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں چونکہ غلط عقیدہ اور بدعت کی تائید ہے، اس لیے جائز نہیں۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳٦۷)

چیلوں کو گوشت پھینکنا:

بعض علاقوں میں بیمار کی طرف سے بکرا صدقہ کرکے اس کا گوشت چیلوں کو پھینکا جاتا ہے تاکہ آسانی سے اس کی روح نکل جائے یا اللہ تعالیٰ صدقہ کی برکت سے اسے شفا عطا فرمادے، یہ محض جاہل لوگوں کی خرافات میں سے ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے ہندوؤں سے لیے گئے ہیں، اس کا بہت سخت گناہ ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے، البتہ ویسے ہی صدقہ دینا ثابت ہے اور اس سے آفت ٹلتی ہے اور نقدی کی صورت میں صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے، یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دیدی جائے یا کسی خیر کے کام میں لگادی جائے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳٦٦)

بارش کے لیے مزارات پر جانور ذبح کرنا:

بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ بارش طلب کرنے یا کسی اور حاجت کے لیے لوگ بزرگوں کے مزارات پر جانور ذبح کرتے ہیں، یہ فعل بدعت اور ناجائز ہے۔ اگر جانور اس مزار والے بزرگ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہے اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں اور اگر قرب کی نیت نہ ہو تو اگرچہ وہ جانور حرام نہیں، لیکن یہ فعل خود خلافِ سنت

ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔ (خیر الفتاوی : ۱/ ۵۵۱ ، إمداد المفتین : ۲/ ۱۹۷)

پیدائش اور ختنہ وغیرہ سے متعلق بدعات

چھٹی کی تقریب:

مستحب یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن نام رکھا جائے لیکن پیدائش کے فوراً بعد نام رکھنا بھی درست ہے اور نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے۔ نام رکھنے کے لیے چھٹی کے نام سے تقریب منعقد کرنا اور اس میں کسی بزرگ کا بچے کو چھٹے دن دودھ پلانا وغیرہ بے اصل رسم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/ ۱۸۳)

ختنہ کی دعوت:

بعض علاقوں میں لڑکوں کے ختنے کے موقع پر دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے، تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور وہ لوگ اس کو ضروری اور واجب تصور کرتے ہیں، نہ کرنے والوں کو عار دلائی جاتی ہے اور ایسی دعوتوں کے لیے استطاعت نہ ہوتے ہوئے بھی قرضہ لے کر اہتمام کیا جاتا ہے، بعض اوقات استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے لڑکے کا ختنہ مؤخر کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جاتا ہے، یہ سب کام ناجائز ہیں، شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

(خیر الفتاوی : ۱/ ۵۵٤ ، إمداد المفتین : ۲/ ۲۰۱)

سالگرہ منانا:

سالگرہ منانا (پیدائش سے سال پورا ہونے پر تقریب اور خوشی منانا) اسلامی تعلیم نہیں۔ یہ غیروں کا طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/ ۱۸٤)

نماز سے متعلق بدعات

نوافل کے بعد اجتماعی دعا:

سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا مانگنا خلافِ سنت ہے، رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ سے اس طرح اجتماعی دعا مانگنا ثابت نہیں۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے اپنے رسالہ «النفائس المرغوبة والصحائف المرفوعة» میں واضح دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ اجتماعی دعا بدعت

ہے اور اس پر وقت کے تمام جید اکابر علماء کرام کی تصدیقات بھی موجود ہیں۔

علاوہ ازیں اس اجتماعی دعا کے التزام واہتمام میں مندرجہ ذیل قباحتیں مزید پائی جاتی ہیں:

۱- نوافل کے بعد اجتماعی دعا میں شرکت کے لیے امام اور مقتدی مسجد ہی میں نوافل ادا کرتے ہیں جبکہ فرائض کے بعد سنن ونوافل گھر جا کر پڑھنا افضل ہے۔

۲- نوافل کی رکعات اور ان میں تلاوت کی مقدار میں لوگ اپنی اپنی ہمت اور فرصت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں مگر اجتماعی دعا کا التزام سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص پہلے فارغ ہو جائے تو وہ اس اجتماعی دعا کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور اگر امام یا کوئی مقتدی زیادہ نوافل پڑھنا چاہتا ہے تو وہ اجتماعی دعا سے فارغ ہونے کے بعد پڑھتا ہے، اس لیے نوافل کے بعد کی دعا امام کے ساتھ مل کر کرنا خصوصاً اس کی پابندی بالاتفاق بدعت ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳٤٥ ، إمداد المفتین : ۲۱۳ ، خیر الفتاویٰ : ۱/۵۷۱)

نمازِ عید اور فرض نمازوں کے بعد مصافحہ:

شریعت میں مصافحہ اور معانقہ صرف ملاقات کے وقت مسنون ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا رسول اللہ ﷺ، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، یہ عمل روافض کی ایجاد اور بدعت ہے، فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے انتہائی وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ اس بدعت کا ارتکاب کرنے والے کو سختی سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ یہی حکم نماز کے بعد فوراً معانقہ کرنے کا ہے، ویسے عید کے دن بوقتِ ملاقات مصافحہ ومعانقہ کرنا درست ہے۔

کسی مصلحت سے بدعت کا یا کسی اور گناہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں، البتہ دوسروں کو منع کرنا اس وقت ضروری ہے جبکہ ماننے کی امید ہو، ورنہ روکنا ضروری نہیں۔ غرضیکہ نمازِ عید کے بعد خود کسی سے مصافحہ وغیرہ نہ کرے، البتہ اگر کسی سے ملاقات ہی نماز کے بعد ہوئی ہو تو اس سے مصافحہ کرنا جائز ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳٥٤ ، خیر الفتاویٰ : ۱/٥٦٩ ، إمداد المفتین : ۲/۲۰۳)

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ یا درود پڑھنا:

کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد باعثِ اجر وبرکت ہے، لیکن اس کے لیے نمازوں کے بعد کا وقت خاص کر کے اجتماعی ہیئت بنانا اور آواز سے آواز ملا کر ذکر کرنا جس سے نماز پڑھنے والوں کی نماز متاثر ہوتی ہو، جیسا کہ اس زمانے میں رائج ہے، یہ

جائز نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو بدعت کا مرتکب قرار دے کر مسجد سے نکال دیا تھا، لہٰذا اس بدعت کو چھوڑنا واجب ہے۔ (خیر الفتاوی: ۱/۵۸۲، إمداد المفتین: ۲/۱۰۱)

وفات اور قبروں سے متعلق بدعات

میت کے سینہ پر کلمۂ شہادت لکھنا:

میت کے سینہ، پیشانی یا کفن پر کلمہ شہادت لکھنا جائز نہیں، اس لیے کہ میت کے پھولنے، پھٹنے کی وجہ سے کلمہ شہادت کی بے حرمتی ہوگی، البتہ اگر روشنائی وغیرہ کے بغیر محض انگلی کے اشارے سے اس طرح کلمہ شہادت لکھا جائے کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۵۱، إمداد المفتین: ۲/۹۹)

اسقاطِ مروّج اور اس کا حکم:

بعض علاقوں میں حیلۂ اسقاط کے نام سے جو عمل رائج ہے اس کا قرآن وحدیث اور فقہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے تک اس کا کوئی وجود ہے۔ اگر یہ کوئی کارِ خیر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کے لیے ضرور یہ حیلہ تجویز فرماتے جن کے ذمہ نماز، روزہ وغیرہ قضا واجب تھے، اس لیے کہ عام مؤمنین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثاروں سے زیادہ کوئی اور شفیق نہیں ہوسکتا۔

جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہم اسے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ ہم دینی مسائل کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ غرضیکہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ اور بدعت ہے، لہٰذا مروّج اسقاط بھی بلاشبہ بدعت اور گمراہی ہے۔

نیز اس قبیح رسم سے گناہوں پر لوگوں کی جرأت بڑھتی ہے کہ حیلہ اسقاط سے نماز، روزہ وغیرہ سب کچھ معاف ہو جائے گا اور یہ چیز انتہائی خطرناک ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۴۸، إمداد المفتین: ۲/۱۶۹ ـ ۱/۱۲۲)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا:

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین سے ثابت نہیں، اس لیے فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسے ناجائز اور مکروہ بتایا ہے، چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقیہ امام ابوبکر بن حامد فرماتے ہیں:

((إن الدعاء بعد صلوة الجنازة مكروه)).

یعنی نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد کتب فتاویٰ میں اس کی ممانعت و کراہت منقول ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٣٦)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا:

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی سے بھی کسی ضعیف روایت میں بھی قولاً یا عملاً منقول نہیں، اس لیے بدعت اور ناجائز ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/١٧٦)

دفن کے بعد تین دفعہ دعا مانگنا:

دفن کے بعد میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے، البتہ تین دفعہ دعا کرنا اور اس کا التزام بدعت ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٥٢)

دفن کے بعد اجتماعی دعا:

دفن کے بعد انفرادی دعا ثابت ہے، اجتماعی ثابت نہیں، لہٰذا اجتماعی دعا کو مسنون سمجھنا یا حکم شرعی سمجھنا بدعت ہے، نیز اس پر التزام اور اصرار کرنا یا نہ کرنے والوں پر ملامت کرنا جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل کا حل : ١/١٤٢)

اہلِ میت کی طرف سے دعوت کی رسم:

اہلِ میت کی طرف سے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو دعوت آج کل رائج ہے، یہ بدعت ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ کھانے کی دعوت پہلے، تیسرے اور ساتویں دن مکروہ ہے، گویا تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ سب ناجائز ہے، غرضیکہ احادیثِ مبارکہ اور فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق مذکورہ بالا ہر قسم کی دعوت وضیافت ناجائز اور مکروہ ہے۔

حدیث کی رو سے میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کو حکم ہے کہ وہ میت کے گھر والوں کے لیے صبح وشام کا کھانا تیار کر کے بھیجیں۔ فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والوں کی طرف سے دعوت کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ دعوت وضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، نہ کہ مصیبت کے وقت۔ علاوہ ازیں ایسی دعوت و ضیافت میں اور بھی کئی خرابیاں ہیں، مثلاً: اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو جائز نہیں۔ اس دعوت کو لازم سمجھا جاتا ہے جبکہ جو چیز لازم نہ ہو اس کو لازم سمجھنا ناجائز ہے۔ دعوت میں جو رقم خرچ ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے جبکہ نابالغ کا مال صدقہ وخیرات میں دینا اس کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔ اسی طرح اس قسم کی دعوتوں سے

ایصالِ ثواب مقصود نہیں ہوتا بلکہ دکھاوا مطلوب ہوتا ہے یا پھر لوگوں کے طعنوں سے بچنے کے لیے دعوت کی جاتی ہے جو شرک اصغر ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۱/۳۵۵، خیر الفتاوی: ۱/۵۷٤)

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات لکھنا:

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات لکھنے کا اکثر علاقوں میں رواج ہے، اس میں قرآنی آیات کی بے ادبی کا خطرہ ہے، نیز یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (أحسن الفتاوی: ٤/۲۳۰)

وفات کے موقع پر جائز کاموں کی تفصیل:

میت کی وفات پر چونکہ بہت سارے افعال ورسوم رائج ہیں، عام طور پر لوگوں کو ان میں جائز اور ناجائز کا فرق معلوم نہیں ہوتا، اس لیے ان جائز کاموں کی تفصیل لکھی جاتی ہے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے:

۱- میت کے کفن دفن میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

۲- غسل کی جگہ پردہ کر کے میت کو پردے میں غسل دینا مستحب ہے، غسل دینے والے اور اس کے ساتھ مدد کرنے والے کے علاوہ دوسرے لوگ میت کو نہ دیکھیں۔

۳- اگر غسل دیتے وقت میت میں کوئی ناگوار بات نظر آئے تو اس کو چھپائیں، دوسروں سے تذکرہ نہ کریں۔

۴- میت کو ایک دو میل منتقل کر کے دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵- موت کی اطلاع دینا تاکہ لوگ جنازہ میں شریک ہو جائیں، جائز ہے۔

٦- جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔

۷- میت کے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو تسلی دینا اور تعزیت کرنا مستحب ہے۔

۸- میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کو چاہیے کہ اس کے گھر والوں کو وفات کے دن صبح اور شام کا کھانا کھلائیں، یہ بھی مستحب ہے۔

۹- اہلِ میت تین دن تک اپنے مکان یا بیٹھک میں تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے بیٹھ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس دوران کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں۔ (خیر الفتاوی: ۱/۵۹۵)

ایصالِ ثواب:

میت کو اعمالِ صالحہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ عملِ خیر چاہے بدنی ہو یا مالی، دونوں کا ثواب بخشنے سے میت کو پہنچ جاتا ہے۔

ایصالِ ثواب کی چند صورتیں یہ ہیں:

۱- میت کے لیے نفل نماز، نفل روزہ، نفل حج یا عمرہ یا قرآن پاک کی تلاوت بخشیں تو ان کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

۲- خدمتِ خلق کا کوئی کام مثلاً: کوئی فلاحی وقف، کوئی مسجد یا دینی مدرسہ بنا کر میت کے لیے ثواب کی نیت کی جائے۔

۳- فقراء، مساکین، یتیموں اور ناداروں کو کھانا، کپڑا یا نقدی دے کر میت کو ایصالِ ثواب کرنا۔

ایصالِ ثواب ہر وقت کیا جا سکتا ہے، اس کے لیے کسی خاص دن کی تعیین، کسی خاص طریقے کو عملاً یا اعتقاداً لازم سمجھنا درست نہیں۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۵۹۵)

ضروری مسئلہ:

میت کیلئے ایصالِ ثواب سے زیادہ ضروری چیز جس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی ادائے حقوق ہے، یعنی میت کے ذمے دوسروں کے قرضے اور حقوق ہوں تو ان کو ادا کرنے کی کوشش کریں، یہ نفلی ایصالِ ثواب سے بڑھ کر ضروری اور اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس شخص کا جنازہ بھی نہیں پڑھاتے تھے جس پر قرض ہوتا اور اس کا مال اس قرضے کی ادائیگی کیلئے کافی نہ ہوتا۔

خیرات:

آج کل لوگوں میں ایصالِ ثواب کا ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے یعنی دیگیں چڑھا کر کھانا کھلانا، اس کھانے کو وہ قرضوں سے بھی مقدم سمجھتے ہیں، نیز یہ کھانا میت کے ترکہ سے تیار کیا جاتا ہے، حالانکہ ترکہ میں تمام ورثہ کا حق شامل ہے جن میں بسا اوقات نابالغ بھی ہوتے ہیں، سب ورثہ کی رضامندی بھی ضروری نہیں سمجھی جاتی حالانکہ تمام ورثہ کی رضامندی ضروری ہے، ورنہ وہ خیرات ثواب کی بجائے گناہ کا باعث بنے گی، نیز نابالغ وارث اگر اجازت بھی دے تو بھی اس کی اجازت کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ نیز اس خیرات میں ریا کا زیادہ احتمال ہوتا ہے، اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اگر میت کے لیے خیرات کرنے والوں کو یہ کہا جائے کہ یہ رقم جو اس طرح کھانا پکا کر کھلانے میں صرف ہوگی اور اس میں امیر و غریب تھوڑا تھوڑا کھالیں گے اور صرف ایک وقت کا گزارہ ہوگا، بجائے اس طرح خرچ کرنے کے غریب، یتیم اور دیگر مستحق افراد میں بانٹ دو، تاکہ ان کی مختلف ضروریات حل ہوسکیں اور ان کا چند دن گزر اوقات آسانی سے ہو تو بعض لوگ تو اس کو میت کے لیے خیرات ہی نہیں سمجھتے، کیونکہ ان کے ہاں خیرات وہ ہوتی ہے جس میں دھوم دھام اور بھیڑ و ازدحام ہو، لوگ آئیں جائیں، تاکہ معلوم ہو کہ خیرات ہوئی ہے، ورنہ کیا معلوم کہ خیرات ہوئی یا نہیں۔ یہ تو سراسر ریاکاری ہے جس کا کوئی ثواب نہیں، بلکہ الٹا گناہ ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

بعض لوگ اگرچہ چپکے سے مستحقین کو دینے کو بھی خیرات سمجھتے ہیں، لیکن رسم پڑنے کی وجہ سے عمومی کھانا کھلانے کو ہی ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ مستحقین کو دینے سے جتنا ثواب میت کو ملتا ہے اتنا عام کھانا کھلانے سے نہیں ملتا، لہٰذا میت کے لیے خیرات کی چند شرائط لکھی جاتی ہیں جن کے مطابق خیرات کرنے سے میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب ملنے کی امید ہے۔

١- میت کے لیے جو بھی خیرات کی جائے اس میں یتیم کا مال نہ ہونا چاہیے، ورنہ کھانے اور کھلانے والے دونوں گناہ گار ہوں گے، میت کو ثواب پہنچنا تو دور کی بات ہے۔

٢- خیرات مستحقین اور غریب افراد کو دی جائے، مالدار لوگ کھا گئے تو غریبوں کو کھلانے والا ثواب نہیں ملے گا۔

(فتاویٰ رشیدیہ : ٢٣١)

٣- خیرات میں دکھلاوا و نمائش مقصود نہ ہو، ورنہ ثواب کی بجائے گناہ ہوگا اور میت کو کوئی ثواب نہیں پہنچے گا۔

٤- کھانا کھلانا ہو یا کوئی اور کارِ خیر، اس کے لیے کسی خاص دن کو اس طرح مقرر کرنا کہ اس کی رسم پڑ جائے اور اس دن نہ کرنے میں لوگ ثواب میں کمی محسوس کریں، یہ جائز نہیں، کسی بھی دن کی رسم ڈالے بغیر خیرات کریں۔

٥- مسکینوں کو کھانا کھلانا الگ کارِ خیر ہے اور قرآن مجید کی تلاوت الگ عبادت ہے، ان دونوں کو ضرور اکٹھا کرنا یعنی کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور فاتحہ سے پہلے کسی کو کھانا نہ دینا ایک ناجائز رسم ہے اس کو چھوڑنا واجب ہے۔ بعض جگہ دیگوں کے پاس قرآن خوانی کرائی جاتی ہے، یہ بھی ایک ناجائز رسم ہے، نیز اس میں قرآن مجید کی بے ادبی ہے کہ دیگیں پک رہی ہوں اور قاری صاحبان کو وہیں بلا کر پڑھوایا جا رہا ہو۔

٦- میت کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچانے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کے ساتھ نقدی کی شکل میں تعاون کیا جائے تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکیں، ورنہ بسا اوقات ان کو علاج کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے، کپڑے نہیں ہوتے، قرضوں کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے اور ان کو عمدہ کھانا کھلا دیا جاتا ہے، حالانکہ ان ضروریات کے لیے کھانا کھلانا کافی نہیں۔ (خیر الفتاویٰ : ١/٥٩٧)

تعزیت کا مسنون طریقہ:

تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس گھر میں غمی ہو ان کے پاس جا کر میت کے متعلقین کو تسلی دے، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرے اور صبر کے فضائل اور اس کا عظیم الشان اجر و ثواب سنا کر ان کو صبر کی ترغیب دے اور ان کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرتے اور ترغیب دیتے

تھے۔

تعزیت کے وقت یہ الفاظ کہنا مسنون ہیں:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى ، وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى)).

یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

((أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ)).

تعزیت تین دن کے اندر اندر مسنون ہے، اس کے بعد مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی شخص موجود نہیں تھا، بعد میں آیا تو وہ تین دن کے بعد بھی تعزیت کرسکتا ہے۔

لیکن دورانِ تعزیت بار بار ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جو طریقہ آج کل رائج ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا تعزیت کے لیے جانے والوں کا دعا کے لیے بار بار ہاتھ اٹھانا اور دیگر حاضرین کا بھی ان کی پیروی میں ہاتھ اٹھانا اور دعا کے لیے ہاتھ نہ اٹھانے والوں پر ملامت کرنا سراسر ناجائز اور بدعت ہے، اس طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/٢١٤)

کھانے پر فاتحہ کا حکم:

میت کے ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا غریبوں کو کھلایا جاتا ہے اس پر فاتحہ پڑھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ فاتحہ سے پہلے کسی کو کھانے کی اجازت نہیں دی جاتی، یہ ایک بے اصل رسم ہے، کھانے پر فاتحہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں، اسے لازم یا مسنون سمجھنا ناجائز ہے اور اس کا التزام کرنا بدعت ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/١٥٧)

تیجہ، جمعرات، گیارہویں چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ:

میت کیلئے ایصالِ ثواب کے کچھ من گھڑت طریقے مسلمانوں میں رائج ہو چکے ہیں ان میں تیجہ، جمعرات، گیارہویں، چہلم، چھ ماہی اور برسی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ رسوم جس انداز سے رائج ہیں اور ان کا جس طرح فرض سے بڑھ کر التزام ہوتا ہے اور ان کو مسنون و باعثِ ثواب سمجھا جاتا ہے یہ ناجائز، بے اصل اور بدعت ہے۔ ان رسوم کو جس طرح ہو سکے مٹانا چاہیے، ان رسوم کی وجہ سے لوگ خواہ مخواہ قرضے لیتے پھرتے ہیں اور خوار ہوتے ہیں اور دین اور دنیا دونوں کا خسارہ مول لیتے ہیں۔

(إمداد المفتين : ٢/١٥٧)

قبر کے کتبوں پر قرآنی آیات لکھنا:

بوقتِ ضرورت اگر پہچان کے لیے قبر کے کتبہ پر میت کا نام لکھ دیا جائے تو مضایقہ نہیں، مگر قرآنی آیات یا اشعار وغیرہ لکھنا

مکروہ ہے۔اس میں قرآنی آیات کی سخت بے ادبی ہوتی ہے،جیسا کہ عام مشاہدہ ہے۔(آپکے مسائل کا حل : ١٤٣/١)

کفن میں عہد نامہ رکھنا:

کفن میں عہد نامہ وغیرہ رکھنے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کی بے ادبی ہے،علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر مفصل بحث کر کے اس کو ممنوع قرار دیا ہے۔(آپ کے مسائل کا حل : ١٤٣/١)

میت کے گھر تین دن تک کھانا پکانے کو معیوب سمجھنا:

میت کے گھر والوں کا اپنے لیے کھانا پکانا پہلے دن بھی ممنوع یا معیوب نہیں، بالکل جائز ہے،البتہ اہل میت کی طرف سے دوسرے لوگوں کی دعوت کرنا جائز نہیں۔رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو چاہیے کہ اہل میت کے ساتھ اس غم کے موقع پر ہمدردی و خیر خواہی کا معاملہ کریں اور ان کے لیے ایک دن رات کے کھانے کا انتظام کریں،اس سے زیادہ کی شرعاً ترغیب نہیں، بلکہ بعض فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔(آپ کے مسائل کا حل : ١٤٨/١)

برسی منانا:

برسی منانے اور کسی بھی بڑی شخصیت کا دن منانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ ایک قبیح رسم ہے۔کسی کی موت سے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔(آپ کے مسائل کا حل : ١٥٥/١)

مروّج قرآن خوانی:

اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا ثابت ہے،مگر آج کل قرآن خوانی محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے،اگر اس سے مقصد ایصالِ ثواب ہے تو اس کے لیے اجتماع کی کوئی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے اپنے مقام پر تلاوت کر کے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ثواب کے لیے کی جانے والی قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا ممنوع ہے،جبکہ آج کل اکثر ایسے مواقع پر کھانا یا مٹھائی وغیرہ کھلانے کا دستور ہے، یہ بھی اجرت میں داخل ہے، نیز ایصالِ ثواب کے لیے دعوت کرنا بذاتِ خود بدعت اور ناجائز ہے۔(أحسن الفتاوی : ٣٦١/١)

ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام:

اپنے طور پر نفلی صدقہ یا تلاوت قرآنِ کریم یا تسبیح وتہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا حدیث سے ثابت ہے،البتہ ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کا اہتمام اور اس میں اپنی طرف سے قیود ورسوم، نیز اہلِ میت کی طرف سے دعوت کرنا یہ سب امور

بدعت اور ناجائز ہیں۔ (أحسن الفتاویٰ : ١/٣٦٢ ، إمداد المفتین : ١/٩٨)

قبروں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی چادر ڈالنا:

قبروں پر قرآنی آیات لکھی ہوئی چادر ڈالنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں آیاتِ قرآنیہ کی توہین ہے۔

(خیر الفتاویٰ : ١/٥٥٠)

قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا:

قبروں پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ان کاموں کو باعث اجر وثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے، نیز اس میں اسراف اور فضول خرچی بھی ہے جو حرام ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ١/١٤٥)

قبر پختہ کرنا اور اس پر گنبد بنانا:

قبروں کو پختہ بنانا اسی طرح ان پر گنبد وغیرہ بنانا ناجائز وحرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے، ان پر کوئی چیز تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (إمداد المفتین : ١/٩٢)

عرس کا حکم:

عرس (یعنی کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر ان کی قبر پر سالانہ اجتماع کرنا اور میلہ لگانا) کا صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین بلکہ ان کے بعد بھی صدیوں تک کہیں نام ونشان نہیں تھا، بعد میں لوگوں نے اسے ایجاد کیا ہے، یہ بہت ساری بدعات اور مشرکانہ افعال کا مجموعہ ہے، اس لیے بدعت اور ناجائز وحرام ہے۔

عرس میں پائی جانے والی چند بدعات اور شرکیہ افعال مندرجہ ذیل ہیں:

١- قبر پر چراغ جلانا جو بنص حدیث حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ جلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

٢- پھول اور چادر وغیرہ چڑھانا، جس کا صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کے دور میں کوئی ثبوت نہیں۔

٣- بزرگوں کے نام کی نذر ومنت ماننا، جو بالکل حرام ہے۔

٤- اس نذر کی حرام مٹھائی کو تبرک سمجھ کر کھانا اور تقسیم کرنا، حالانکہ اس کو حلال اور تبرک سمجھنے میں اندیشۂ کفر ہے۔

٥- ڈھول باجے وغیرہ بجانا، جس کی حرمت وممانعت پر احادیثِ کثیرہ صریحہ ہیں۔

٦- فاحشہ عورتوں کا قبروں پر گانا اور اجتماع جو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۷- عام عورتوں کا قبروں پر جمع ہونا، جس پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔

۸- قبر کا طواف کرنا جو قطعاً حرام ہے۔

۹- قبر کو سجدہ کرنا، جو عبادت کی نیت سے تو کفرِ صریح ہے اور عبادت کی نیت نہ ہو تو بھی انتہائی درجہ کا گناہِ کبیرہ ہے۔

(تلخیص از إمداد المفتین : ۲/۱۵۹ ـ ۱٦۰)

قبروں پر دیگیں دینا:

قرآن وسنت میں قبروں پر دیگیں دینے کا کوئی ثبوت نہیں، نیز یہ مخلوق کے نام پر نذر ہے، جو جائز نہیں، اس لیے نذر ایک عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں، علاوہ ازیں اگر دیگیں دینے والا صاحبِ قبر بزرگ کو نفع ونقصان کا مالک ومختار سمجھ کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیگیں دے رہا ہے تو یہ شرک ہے۔ اگر نفع ونقصان کا مالک نہیں سمجھتا مگر اس مخصوص انداز میں دینے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھتا ہے تو یہ بدعت وناجائز ہے۔ (از إمداد الفتاویٰ : ۵/۳۴۳)

عید کے دن عورتوں کا قبرستان جانا:

مُردوں کے لیے دعا کرنے اور عبرت حاصل کرنے کے لیے قبرستان جانا مستحب ہے، لیکن عید کا دن قبرستان جانے کے لیے خاص کرنا اور اس میں زیادہ ثواب سمجھنا بدعت ہے، نیز عورتوں کا قبرستان جانا ویسے بھی ممنوع ہے۔ اولاً اس لیے کہ فتنہ کے اس دور میں ان کا قبرستان جانا فساد سے خالی نہیں، ثانیاً اس لیے کہ عورتیں قبرستان جا کر غم کو تازہ کرتی رہتی ہیں اور نوحہ کرتی ہیں۔ عورتوں کے اس طرح جانے پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے، البتہ اگر بوڑھی عورت رونے دھونے اور دوسرے منکرات وبدعات سے اجتناب کرتے ہوئے محض عبرت حاصل کرنے اور مُردوں کے لیے دعا کرنے کی نیت سے جائے تو جائز ہے، جوان عورت کے لیے اس نیت سے جانا بھی مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/۱۸۸)

روزانہ اکٹھے ہو کر قبرستان جانا:

میت کی وفات کے دوسرے اور تیسرے دن خصوصی طور پر اس کے رشتہ دار اور دوسرے لوگ فجر کے بعد اجتماعی طور پر قبرستان جا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور پھر اہلِ میت کے ہاں آ کر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتے ہیں، چائے وغیرہ پی کر رخصت ہو جاتے ہیں، پھر دوپہر کو، پھر شام کو یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، یہ سب بے بنیاد رسمیں ہیں اور شریعتِ مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ ہیں جو جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۸۱)

قرآن کریم سے متعلق بدعات

تقریبات کے افتتاح میں قرآن خوانی:

فی نفسہٖ قرآن کریم کی تلاوت ایصالِ ثواب کے لیے یا خیر و برکت کے لیے بلا شبہہ بہت اہمیت رکھتی ہے، مگر آج کل لوگوں نے اسے ایک رسم بنالیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے لیے اجتماع کا اہتمام اور اسے ضروری سمجھنا، اسی طرح دعوت و غیرہ کا التزام کرنا یہ سب امور بدعت کے زمرے میں آتے ہیں، اس لیے یہ جائز نہیں۔ (أحسن الفتاوی : ١/٣٦٢)

تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی کا التزام:

تراویح میں ختمِ قرآن پر مٹھائی کی تقسیم کی کوئی شرعی بنیاد نہیں، اسے باعثِ ثواب سمجھنا جائز نہیں، اس کو ہمیشہ کرنا اور کسی حال میں اس کو نہ چھوڑنا، لوگوں سے بہر صورت چندہ وصول کرنا، چاہے وہ دلی طور پر اس کے لیے تیار ہوں یا نہ ہوں، ناجائز ہے۔ اگر اسے ہمیشہ نہ کیا جائے اور لوگ خوشی سے دیتے ہوں تو بھی اس میں اس مروّجہ رسم کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔ (از أحسن الفتاویٰ : ١/٣٧٧ ، إمداد الفتاویٰ : ٥/٢٨٩)

خواتین کا قرآن خوانی کے لیے اجتماع:

ایصالِ ثواب یا کسی جائز مقصد کے لیے انفرادی طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہ صرف جائز، بلکہ مستحب ہے، لیکن اس کے لیے اجتماع ثابت نہیں، خصوصاً عورتوں کا اس مقصد کے لیے اپنے گھروں سے نکلنا اور اجتماع کرنا اور بھی قبیح ہے۔

(آپ کے مسائل کا حل : ١/١٥٩)

شادی بیاہ سے متعلق رسوم و بدعات

محرم میں شادی بیاہ کو ممنوع سمجھنا:

بعض لوگ محرم میں شادی بیاہ اور دیگر خوشی کی تقریبات کو ممنوع سمجھتے ہیں اور اس ماہ کو غم کا مہینہ قرار دیتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا غم ایسی چیز نہیں کہ صرف اس دن یا صرف اسی ماہ میں ہوا کرے، بلکہ وہ ہر مسلمان کو ہر وقت ہوتا ہے، لیکن غم کا دن منانا شریعت میں جائز نہیں، نیز شوہر کے سوا کسی اور کی موت پر سوگ کی شرعاً اجازت نہیں، لہٰذا دس محرم یا محرم کے دیگر ایام میں شادی بیاہ جائز ہے۔ (إمداد المفتین : ٢/١٥٦)

سہرا باندھنا:

شادی میں دولہا کے سر پر سہرا باندھنے کی رسم ہندوؤں سے لی گئی ہے، مسلمانوں کے لیے ہندوانہ شکل وصورت اختیار کرنا جائز نہیں، لہٰذا سہرا باندھنے سے اجتناب لازم ہے۔ (كفايت المفتى : ٤٩/٤ ، خير الفتاوىٰ : ٥٦٧/١)

شادی کی چند قبیح رسمیں:

شادی میں مہندی، سہرابندی، جوتا چھپائی، دودھ پلائی وغیرہ یہ سب ہندوانہ رسمیں ہیں، شادی جیسی مبارک خوشی کو ان جیسی ہندوانہ رسوم سے آلودہ کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ شادی سنت کے مطابق انتہائی سادگی سے انجام دینی چاہیے، البتہ اگر شادی کے موقع پر عورتیں اپنے طور پر مہندی لگائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (آپ کے مسائل کا حل : ١٦٥/١)

شادی کے بعد پہلا رمضان میکے میں گذارنا:

شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، شریعت کی طرف سے آزادی ہے، لڑکی شوہر کی مرضی سے چاہے میکے میں رمضان گذارے یا شوہر کے گھر گذارے۔ شریعت کی دی ہوئی اس آزادی کو اپنی طرف سے ختم کرنا اور لڑکی اور اس کے شوہر کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس رسم پر مجبور کرنا غلط ہے، ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ١٦٥/١)

منگنی یا شادی کے موقع پر مٹھائی اور کپڑوں کا لین دین:

عموماً ایسے مواقع پر مٹھائی اور کپڑے وغیرہ دینے کو لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جاتی ہے، چنانچہ ملامت کے خوف سے غریب آدمی قرض لے کر یا ناجائز طریقوں سے کما کر ان رسموں کو پورا کرنے کو ضروری سمجھتا ہے۔ نیز یہ چیزیں قرض سمجھ کر دی اور لی جاتی ہیں، پھر دوسرے موقع پر واپس کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے، اس لیے اس قسم کی رسموں سے احتراز لازم ہے، البتہ اگر کہیں مذکورہ قباحتیں نہ ہوں اور حسب استطاعت رسم سے مجبور ہوئے بغیر خوشی سے ایسا کیا جائے تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ١٦٦/١)

رسمِ جہیز کی شرعی حیثیت:

شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنی استطاعت کے مطابق کوئی تحفہ دینا چاہے تو دیدے، لیکن نہ وہ شادی کے لیے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا مانیں یا لڑکی کو طعنہ دیں اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان وشوکت کا اظہار کیا جائے۔

مگر آج کل شادی کے موقع پر جہیز کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ نمود ونمائش کے لیے اور لوگوں کے طعن وتشنیع کے خوف سے اور لازم سمجھ کر دیا جاتا ہے۔ قرض لے کر دینا اس کی دلیل ہے، اس معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب والدین کے لیے اپنی بچیوں کا نکاح کرنا وبال جان بن گیا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ١/١٦٧)

جہیز کے مفاسد:

موجودہ دور میں شادی کے موقع پر طرفین کا ایک دوسرے کو تحفے اور لڑکی کو جہیز دینے میں جس قدر غلو ہونے لگا ہے اس میں درجِ ذیل قباحتیں عموماً پائی جاتی ہیں:

١- یہ سامان رسم سے مجبور ہو کر دیا جاتا ہے، نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، بلکہ بعض جگہ لڑکے والے بڑی جرأت اور بے باکی سے مانگتے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا؟ اتنا نہ ملا تو ہم شادی نہیں کریں گے۔ گویا جبراً وصول کرتے ہیں اور جبراً وصول کیا ہوا مال حرام ہے، حدیث میں ہے کہ کسی شخص کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال حلال نہیں۔

معلوم نہیں ان مردوں کی غیرت کہاں گئی جو مطالبہ کر کے ایک کمزور عورت سے مال لے کر اپنا گھر سجاتے ہیں، جبکہ شریعت نے گھر کا ذمہ دار اور منتظم اعلیٰ شوہر کو بنایا ہے۔ بیوی کا نفقہ، خرچ اور گھر کے تمام اخراجات چاہے کھانے پینے کے ہوں یا رہنے سہنے اور پہننے کے ہوں، ان سب کا ذمہ دار مرد ہے۔

٢- دینے والے کی نیت ریا، شہرت اور ناموری کی ہوتی ہے، اس لیے اس کی خوب نمائش کی جاتی ہے، دور ونزدیک کی خواتین بڑے اہتمام سے اسے دیکھنے آتی ہیں، بلکہ دیتے وقت نامحرم مردوں کے مجمع کے سامنے بھی لڑکی کو دیے جانے والے کپڑوں تک کی نمائش جیسا شرمناک عمل دہرایا جاتا ہے، جبکہ شہرت کی نیت سے جائز عمل بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو سنانے یا دکھانے کی نیت سے کوئی عمل کرے گا (تاکہ لوگ سن کر یا دیکھ کر اس کی تعریف کریں) تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن لوگوں کے سامنے) اُس کی اِس حرکت کو ظاہر کریں گے (تاکہ سب کے سامنے ذلیل ہو)۔

٣- اس کے علاوہ آج کل عموماً جہیز اتنی زیادہ مقدار میں دیا جاتا ہے جس سے حج فرض ہو جاتا ہے، مگر حج نہیں کرواتے۔ اسی طرح بعض لوگ بچی کے پیدا ہوتے ہی جہیز جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں، اگر اس وقت سے لڑکی کو مالک بنا دیا تو بالغ ہونے کے بعد ہر سال اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے، اگر والدین کی ملکیت میں ہو تو ان پر لازم ہے کہ زکوٰۃ بھی ادا کریں، ورنہ دہرے گناہ کے مرتکب ہوں گے، ایک جہیز کی رسم کا گناہ اور دوسرا زکوٰۃ نہ دینے کا۔

٤- اس قبیح رسم کی وجہ سے غریب آدمی کے لیے لڑکی کی شادی وبال جان بن گئی ہے، وہ جہیز کی مطلوبہ مقدار پوری

کرنے کے لیے جائز و ناجائز کی پروا کیے بغیر پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ بعض لوگ اس من گھڑت ضرورت کے لیے زکوٰۃ وصدقات مانگتے پھرتے ہیں، بلاضرورت مانگنا حرام اور ایسے شخص کو دینا بھی حرام ہے۔

۵۔ مطلوب مقدار مہیا نہ ہونے کی بنا پر رشتہ دینے کے بعد نکاح کرنے بلکہ بسا اوقات نکاح کے بعد رخصتی میں اس قدر تاخیر کی جاتی ہے کہ لڑکیوں کی عمریں تیس تیس چالیس چالیس سال تک ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں برائیاں جنم لیتی ہیں یا عزت وعفت محفوظ رکھنے والی لڑکیاں گھٹ گھٹ کر مر جاتی ہیں یا نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیں بلکہ بعض کو مختلف جسمانی امراض لاحق ہو جاتے ہیں، اصول حفظانِ صحت کے لحاظ سے بھی شادی میں زیادہ تاخیر صحت کے لیے مضر ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ ایک نماز جب اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب اس کے جوڑ کا رشتہ مل جائے۔''

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی اولاد (لڑکا یا لڑکی) ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم وتربیت اچھی کرے، جب بالغ ہو جائے تو نکاح کر دے۔ بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہوگا۔

٦۔ جہیز کی ایک نحوست یہ بھی ہے کہ کئی خاندانوں میں بیوی آتے ہی اپنی برتری جتانا شروع کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ سارا کچھ تو میں لائی ہوں، شوہر تو میرا محتاج ہے، چار پائی سے لے کر کھانے پینے کے برتنوں تک میں لائی ہوں، پھر آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، آخر کار نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو بیٹی سے محبت کی بنا پر دے رہے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ ایسے لوگ ذرا غور کریں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائیگی۔ سوچیے! بیٹی کے پیدا ہونے سے لیکر شادی تک اور شادی سے لیکر مرتے دَم تک محبت رہے گی یا شادی کے بعد ختم ہو جائے گی؟ تو شادی کے وقت محبت کا ایسا جوش کیوں اٹھتا ہے کہ کچھ بھی ہو جائے جہیز کی رسم مروّج طریقے سے ہی ضرور پوری کریں گے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو ناک کٹ جائے گی، لوگوں میں عزت نہیں رہے گی، لوگ طعنے دیں گے کہ بیٹی کی شادی تھی یا جنازہ؟ اگر واقعۃً آپ محبت کی وجہ سے اسے کچھ دینا چاہتے ہیں تو اظہارِ محبت کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: اسے جائیداد میں شریک کرلیں، کارخانے یا تجارت میں شریک کرلیں، بالفرض اگر اسی وقت دینا ہی ہے تو نقدی کی صورت میں دیں تا کہ وہ جہاں چاہیں اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کریں۔ (آپ کے مسائل کا حل: ١/ ١٧٠)

نسخۂ محبت:

بہت سی لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ اگر جہیز زیادہ لے گئیں تو شوہر خوش ہوگا اور محبت بڑھے گی، حالانکہ یہ خیال غلط ہے، جس محبت کی بنیاد مال و دولت پر ہو وہ عارضی اور چند دن کی ہوتی ہے۔ اگر واقعۃً شوہر کو اپنا بنانا ہو، زندگی بھر اس کی محبت حاصل کرنی ہو اور مرتے دَم تک گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہو تو شریعت کی مکمل پابندی کی جائے، شوہر جو کچھ دے اس پر شکر ادا کرنا چاہیے، اپنی طرف سے فرمائش نہ کی جائے، شوہر اگرچہ مفلس ہو لیکن دل میں استغنا پیدا کیا جائے اور شوہر کی اطاعت کو لازم سمجھا جائے، شوہر کی راحت و آرام کا خیال رکھا جائے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے دل میں ایک دوسرے کی محبت و قدر پیدا فرما دیں گے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ١٧٢/١)

اب سوچئے! رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے ساتھ عشق و محبت کے بلند بانگ دعوے کرتے رہتے ہیں اور ہمیں انہی کی اقتدا کا حکم ملا ہے، آخر وہ بھی ان مراحل سے گذرے تھے، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے، ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی بھی شادیاں ہوتی تھیں، ان حضرات کا بھی داماد سے واسطہ پڑتا تھا، کیا وہ بھی اس رسم کا اہتمام کرتے تھے؟ کیا وہ جہیز کو نکاح کا حصہ سمجھتے تھے؟ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو دیکھ لیجئے کہ کتنی سادگی سے انجام پائی؟ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شادی اور خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی رخصتی کتنی سادگی سے ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لختِ جگر کو جہیز کے نام پر کوئی چیز بھی نہیں دی اور نہ آپ ﷺ نے مطالبہ کیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی دیکھ لیجئے کہ وہ خود بھی ازدواجی زندگی میں منسلک ہوئے، اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی بھی شادیاں کروائیں، لیکن کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا کہ کسی نے جہیز دیا ہو، اس کے برعکس مہر ادا کرنے کی تاکید پر بہت سی احادیث ہیں اور شریعت نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

آج کل مسلمان یہ فرض ادا کرنے کا اہتمام تو کرتے نہیں اور عموماً بیویوں سے زبردستی معاف کروایا جاتا ہے یا بیوی مروت میں آکر معاف کر دیتی ہے، جبکہ وہ معاف کرنے پر دل سے راضی نہیں ہوتی اور ایسی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور یہ حق ادا کرنا شوہر کے ذمہ بدستور باقی رہتا ہے، پھر طلاق کی نوبت آجائے تو جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں نوجوانوں کو ہمت سے کام لینا چاہیے اور جہیز کی مروّجہ لعنت کے خلاف بھرپور تحریک چلانی چاہیے اور اپنے والدین کے سامنے اس کی قباحتیں بیان کر کے انہیں اس پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ جہیز کے بغیر شادیاں کرنے کو رواج دیں تاکہ اس بری رسم کا خاتمہ ہو سکے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ١٧٣/١)

نیوتہ کی قبیح رسم:

بعض جگہ یہ دستور ہے کہ شادی کے موقع پر کھانا کھانے کے بعد لوگ پیسے دیتے ہیں، دینے والوں کے نام رجسٹر میں درج کیے جاتے ہیں، جب ان کے ہاں شادی ہوتی ہے تو کچھ روپے بڑھا کر یہ رقم واپس کی جاتی ہے۔

یہ انتہائی قبیح رسم اور سودے بازی ہے، مہمانوں کو کھانا کھلا کر ان سے قیمت وصول کرنا عقل اور غیرت کے خلاف ہے، اس کے علاوہ اس میں درجِ ذیل برائیاں بھی پائی جاتی ہیں:

۱- یہ رقم جبراً وصول کی جاتی ہے، بایں طور کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے اور کسی کی دلی خوشی کے بغیر جبراً کچھ وصول کرنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

۲- یہ رقم قرض سمجھ کر وصول کی جاتی ہے، حالانکہ بلاضرورت قرض لینا ممنوع ہے۔

۳- اس قرض کو دوسرے موقع پر اضافے کے ساتھ واپس کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ اضافہ سود کے حکم میں ہے۔

۴- قرض سے متعلق حکم یہ ہے کہ جب بھی استطاعت ہو ادا کر دیا جائے۔ اگر زندگی میں ادا نہ کیا گیا تو مرنے کے بعد ترکہ میں سے ادا کیا جائے لیکن نیوتہ کی رقم مرنے کے بعد ادا کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۷۷)

بوقتِ نکاح دلہن کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجنا:

لڑکی کا ولی اس کا والد، دادا یا بھائی ہوتا ہے۔ اگر لڑکی پہلے سے اپنی رضامندی ظاہر کر چکی ہے تو نکاح کے وقت لوگوں کو دلہن کے پاس بھیج کر اس کی رضا معلوم کرنا ضروری نہیں، بالخصوص جب وہ غیر محرم ہوں تو یہ انتہائی بے حیائی اور قبیح فعل ہے۔ اگر حکومت کے کسی قانون کی وجہ سے وکالتِ نکاح کے گواہ بنانا ضروری ہو تو یہ کام نکاح سے پہلے کیا جائے اور محرم افراد کو وکیل اور گواہ بنایا جائے۔ نکاح کے وقت اس کا اہتمام محض ایک لغو رسم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۷۹)

نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر:

ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح ہو جانے کے بعد بلاوجہ رخصتی میں تاخیر کرنا انتہائی قبیح رسم ہے، اس لیے نکاح کے بعد رخصتی حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸۰)

جوان لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا:

حدیث میں آتا ہے کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرو: ’’نماز جب اس کا وقت آ جائے، جنازہ جب تیار ہو جائے لڑکی یا لڑکا جب اس کے جوڑ کا رشتہ مل جائے۔‘‘

دورِ حاضر میں لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ان کی شادی کرانے میں والدین محض مال کی ہوس اور غیر شرعی دنیوی مصلحتوں کی بنا پر بہت زیادہ تاخیر کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض کی عمریں چالیس چالیس سال ہوجاتی ہیں اور اس ظلم کے نتیجہ میں بعض غیر فطری طریقوں سے اپنی خواہش کو تسکین دیتے ہیں، بعض نشہ کے عادی ہوجاتے ہیں، بعض سلیم الطبع یا دیندار ذہن رکھنے والے اگر برائی سے بچ بھی جائیں تو کڑھتے رہتے ہیں، جس سے ان کی صحت کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے اور وہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔

غرض حُبِّ دنیا کے مہلک مرض میں مبتلا والدین کے اس طرزِ عمل سے لڑکے اور لڑکیاں مختلف برائیوں اور جنسی بے راہ رویوں کا شکار ہوکر اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ کردیتے ہیں اور والدین کے لیے بھی پریشانی کا ذریعہ بنتے ہیں، مگر ہوس پرست والدین اپنے خودساختہ معیار کا رشتہ نہ ملنے کا فضول عذر پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگر شادی میں بلا وجہ تاخیر کی وجہ سے اولاد کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی تو حدیث کے مطابق اس گناہ میں والد بھی شریک ہوگا۔

اگر والدین مال و دولت اور دنیوی جاہ وجلال سے بے نیاز ہوکر محض دینداری کو پیش نظر رکھیں تو ایسے رشتے بہت آسانی سے میسر آسکتے ہیں جو دنیا میں بھی چین وسکون کا ذریعہ ہوں گے اور ان کے اور ان کی اولاد کے دین کی حفاظت کا ذریعہ بھی۔

(آپ کے مسائل کا حل: ۱/۱۸۰)

متفرق بدعات

میلاد کا حکم:

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اور حالات سے مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیماتِ اسلامیہ کا خلاصہ یہی ہے، اسی میں مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی منحصر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بڑے سرور اور فرحت کا باعث ہے اور یہ خوشی کسی وقت اور جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر مسلمان کے رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے۔ مگر اس زمانے میں رائج محفلِ میلاد کئی مفاسد کی وجہ سے ناجائز ہے، مثلاً:

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، جبکہ یہ واضح کفر ہے جس کی حرمت قرآنِ کریم کی آیات اور فقہ کی عبارات سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ جو شخص کہے کہ مشائخ اور بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس کو کافر سمجھا جائے گا۔ فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت

کہے کہ میرے گواہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح محفل میلاد میں مٹھائی وغیرہ کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور خود محفلِ میلاد کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ اگر کسی جائز کام کو بھی ضروری سمجھا جانے لگے تو وہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے، نیز میلاد کے لیے شریعت میں دن اور مہینہ کی کوئی تعیین نہیں جبکہ اس دور میں اہلِ بدعت نے اپنی طرف سے یہ تعیین بھی کر رکھی ہے جو سراسر شریعت پر زیادتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا مفاسد کی بنا پر محفلِ میلاد قائم کرنا جائز نہیں۔

(أحسن الفتاوی : ۱/ ۳۴۷ ، إمداد المفتین : ۱/ ۹۸ ، خیر الفتاوی : ۱/ ۵۸۵)

مروّج صلوٰۃ وسلام:

خوب یاد رکھنا چاہیے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے اس کے مقابلہ میں کسی اور کا خود ساختہ طریقہ نہ شریعت میں قابلِ قبول ہے اور نہ ہی اس میں اجر و ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت کے مطابق ایک موقع پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درود شریف پڑھنے کا طریقہ سکھانے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

یہ تعلیم کا موقع ہے، ظاہر ہے کہ جس طرح درود شریف کی تعلیم اس حدیث میں دی گئی اس میں اور مروّجہ درود و سلام پڑھنے میں کوئی تعلق نہیں، سوچنے کی بات ہے کہ اگر صلاۃ وسلام کا یہی مروّجہ طریقہ درست ہوتا تو یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طریقہ کی تعلیم فرماتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ یہ خود ساختہ اور من گھڑت ہے اور من گھڑت چیزوں کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے۔ غرضیکہ دورِ حاضر میں نمازِ جمعہ اور دوسرے اوقات میں بھی کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا جو طریقہ رائج ہے اس کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور نہ ہی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہے۔

(صحیح بخاری : ۱/ ۴۷۷ ، أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۶۲)

رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر کھڑا ہونا:

بعض لوگ آنحضرت ﷺ کا نام سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کو ضروری اور تعظیم کا ایک مسنون طریقہ سمجھتے ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ کی محبت سب سے زیادہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل میں تھی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ کوئی شخص محبِّ رسول ﷺ نہیں بن سکتا، لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کی آمد پر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ آپ ﷺ اپنے لیے کھڑے ہونے کو ناپسند فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ : ۲/ ۴۰۳)

پس اگر تعظیم کا یہ طریقہ مستحسن ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اسے اپنا لیتے اور آپ ﷺ اس کو ناپسند نہ فرماتے۔ جب خود آنحضرت ﷺ کی آمد پر کھڑا ہونا ثابت نہیں، بلکہ اس کے خلاف منقول ہے تو آپ ﷺ کے نام کے تذکرے پر کھڑا ہونا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ (خیر الفتاویٰ : ۱/ ۵۵۰)

رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا:

اذان و اقامت میں رسول اللہ ﷺ کا نام نامی آجانے پر انگوٹھے چومنے کا کسی بھی صحیح حدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی تمام روایات کو موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ اس کو مسنون سمجھنا بدعت ہے۔ آج کل اہلِ بدعت اسے سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھتے ہیں اور انگوٹھے نہ چومنے والوں کو ملامت کرتے ہیں، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱/ ۱۸۹)

صفر کے آخری بدھ کو عمدہ کھانا پکانا:

بعض لوگ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو اس عقیدہ سے عمدہ کھانا پکاتے ہیں یا مٹھائی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کو مرض سے شفاء ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا، یہ غلط اور من گھڑت عقیدہ ہے، اس لیے یہ رسم ناجائز اور گناہ ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/ ۳۶۰ ، فتاویٰ محمودیہ : ۱۵/ ۴۱۰)

رجب کے کونڈوں کی حقیقت:

۲۲ / رجب کو کونڈے کی رسم حقیقت میں دشمنانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے ایجاد کی ہے، اس لیے کہ ۲۲ / رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ لوگ اس رسمِ بد کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے

خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے، ۲۲ / رجب کا حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس تاریخ میں آپ کی ولادت ہوئی اور نہ ہی وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت ۸ / رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی، لہٰذا ایسی بری رسم میں کسی طرح بھی شریک ہونا جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۶۸ ، خیر الفتاویٰ : ۱/۵۷۲)

روزہ کشائی کی رسم:

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب بچے کو پہلا روزہ رکھواتے ہیں تو افطار کے وقت اس کے گلے میں ہار ڈالتے ہیں اور کھانا پکا کر دوست احباب اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں اور مسجد میں بھی افطار کے لیے کھانا بھیجا جاتا ہے، اس رسم کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس کو ثواب سمجھ کر کرنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۰)

اسی طرح قبر پر چراغ جلانا بھی بدعت ہے، جو لوگ قبر پر چراغ جلاتے ہیں ان پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۱ ، فتاویٰ محمودیہ : ۲/۴۰۰)

خطبۃ الوداع پڑھنا:

رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں وداعی خطبہ پڑھنے اور اس میں الوداع اور الفراق جیسے الفاظ کہنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ ممنوع و بدعت ہے۔

(أحسن الفتاویٰ : ۱/۳۷۱ ، فتاویٰ محمودیہ : ۱۲/۱۸۴)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع:

عیدین، نصف شعبان، رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور دوسری مبارک راتوں میں مساجد میں آکر عبادت کرنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ بغیر اہتمام کے اتفاقاً مسجد میں آکر عبادت کرنا جائز ہے البتہ نوافل و ذکر گھر میں کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

نوافل کے لیے مسجد میں آنے کا اہتمام کرنا اور اس کو زیادہ فضیلت کا باعث سمجھنا بدعت ہے، اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اور یہ شریعت میں اضافہ ہے، احادیثِ مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ نوافل گھروں میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

اگر ان برکت والی راتوں میں اجتماعی شکل میں عبادت کا اہتمام کیا جائے، مثلاً: نوافل کی جماعت کی جائے تو یہ بھی

بدعت ہے اور اس میں مزید ایک خرابی یہ ہے کہ نفلی عبادت کے لیے اجتماعی شکل پیدا کی گئی ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٧١)

شدید بارش یا وبا کے وقت اذان دینا:

بارش اور وبا کے وقت اذان دینا شرعاً ثابت نہیں، اس کو سنت یا مستحب سمجھنا درست نہیں۔

(أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٧٥ ، فتاوىٰ رشيديه : ١٥٢)

اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا:

نمازِ جمعہ کے بعد اجتماعی طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر کسی درخت کے بیجوں پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگرچہ کبھی کبھی بلا اہتمام ایسا کرنا جائز ہے، مگر آئندہ چل کر ایسی چیزیں بدعت کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، ان کا التزام و اہتمام ہونے لگتا ہے اور ان میں طرح طرح کی قیود کا اضافہ ہونے لگتا ہے، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ شریعت میں اپنی طرف سے اضافہ ہے، اس لیے ایسے امور سے اجتناب ضروری ہے۔ اپنے طور پر ہر شخص جتنا چاہے درود شریف پڑھے، باعثِ برکت ہے۔

(أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٨٠)

گیارہویں کا کھانا:

ہر ماہ کے گیارہویں روز کھانا بنانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور غوثِ اعظم کی نیاز کے نام سے ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، یہ کھانا اگر پیرانِ پیر کی ہی نذر کے طور پر ہو تو حرام اور غیر اللہ کے نام کی قربانی میں شامل ہے اور اگر صرف ایصالِ ثواب مقصد ہو تو یہ کھانا حرام نہیں ہوگا، لیکن خاص گیارہویں تاریخ کا تعین کر کے کھلانا اور اس کا التزام کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

(إمدادالمفتين : ٢/١٧٥ ، خير الفتاوىٰ : ١/٥٥٦ ، أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٨٢)

شبِ برات:

شبِ برأت میں عید منانا، حلوہ اور کھانا پکانا اور اس کا اس حد تک اہتمام والتزام کرنا کہ کسی طور پر نہ چھوٹے، جیسے: آج کل رائج ہے، یہ بدعت ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔ اگر التزام نہ ہو اور ثواب نہ سمجھا جائے تو بھی اس کو نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے مروّجہ رسم کی تائید ہوتی ہے۔ (إمداد المفتين : ٢/٢١١ ، أحسن الفتاوىٰ : ١/٣٨٥)

تبرکات کی زیارت:

بزرگانِ دین اور سلف صالحین کے آثار و تبرکات کو دیکھنے اور چھونے سے برکت حاصل کرنا جائز و مستحب ہے، لیکن تاریخ

اور دن مقرر کر کے زیارت کے لیے جمع ہونا التزام مالایلزم (غیر لازم کام کو اپنے اوپر لازم کرنا) ہے جو مروّجہ بدعات کی اصل اور بنیاد ہے، اس لیے یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ (إمداد المفتين : ۹۹/۱)

بیٹی کے ہاں کھانے پینے کو حرام سمجھنا:

بیٹی کے گھر پڑے رہنا حسن معاشرت کے خلاف ہے، لیکن اس قدر احتیاط کہ کھانے پینے کو ہی حرام سمجھنا بھی غلو اور جہالت کی بات ہے۔ اسلام میں اعتدال کی تعلیم ہے کہ زیادہ آمد و رفت جس سے بیٹی کے سسرال والوں کو دقت ہو شرعاً وعرفاً معیوب ہے، لیکن کبھی کبھی ملاقات کے لیے جانے اور اس کے ہاں کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

(آپ کے مسائل کا حل : ۱۷۷/۱)

کسی کے اکرام میں کھڑا ہونا:

آنے والے کے اکرام کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے، بشرطیکہ جس کے لیے کھڑا ہوا جاتا ہے وہ خود اپنے لیے کھڑے ہونے کو پسند نہ کرتا ہو یا اس کے دل میں تکبر پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ ایسے شخص کے لیے کھڑے ہونا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل کا حل : ۱۹۰/۱)

بوقتِ رخصت خدا حافظ کہنا:

''خدا حافظ'' ایک دعا ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ آپ کی حفاظت کرے۔ اسی طرح کی ایک دعا نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو دی تھی اور فرمایا تھا «حفظك الله» کہ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ بوقتِ رخصت اگرچہ ان الفاظ کو رسماً استعمال کیا جاتا ہے، تاہم اگر اس کو سنت یا لازم نہ سمجھا جائے اور السلام علیکم کے بعد کہا جائے تو گنجائش ہے، رخصت کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے السلام علیکم کہنے کی تعلیم دی ہے اور جاتے وقت سلام کہنے کو ملاقات کے سلام سے زیادہ بہتر قرار دیا ہے، اس لیے سلام کو زیادہ اہمیت دی جائے کیونکہ یہ ایک مسنون عمل ہے، اسے چھوڑ کر صرف ''خدا حافظ'' کہنے کو عادت بنا لینے سے سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل : ۱۹۵/۱)

ٹیلی فون پر ''ہیلو'' کہنا:

اسلام میں زندگی کے ہر گوشے کے لیے بہترین رہنمائی موجود ہے، رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے گھر پر جاتے تو اجازت کے لیے ''السلام علیکم'' فرماتے اور آپ ﷺ کے دروازے پر اگر کوئی دستک دیتا تو آپ پوچھتے ''کون ہے؟'' آمنے سامنے ملاقات کے وقت نبی کریم ﷺ نے سلام کرنے کی تعلیم دی۔ ٹیلی فون بھی دستک دینے اور گفتگو کا ہی ایک جدید آلہ ہے، باقی

موقع و محل وہی ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ تعلیم دے چکے، لہٰذا اس موقع پر ایک مسلمان کو اسی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے، یعنی ٹیلی فون پر یوں بھی کہہ سکتے ہیں ''جی، کون ہے؟'' اور السلام علیکم بھی کہہ سکتے ہیں۔ جب خود فون کریں اور دوسری طرف کوئی فون اٹھائے تو السلام علیکم ہی کہنا چاہیے۔ اس بامقصد، بامعنی، خوبصورت طرزِ تکلم اور مفید دعا کو چھوڑ کر ''ہیلو'' کہنا جو بظاہر بے معنی قسم کا لفظ ہے، تہذیب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی دینی غیرت، آزادی اور خودداری کے بھی خلاف ہے کہ اپنی دستار کو چھوڑ کر دشمن کے چیتھڑے سر پر رکھتا ہے۔ (آپ کے مسائل کا حل: ۱۹۶/۱)

کتاب الترغیب والترہیب

اعمالِ صالحہ کی ترغیب

نیت خالص رکھنا:

حدیث: ایک شخص نے پوچھا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان کیا چیز ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیت کو خالص رکھنا۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیت صحیح ہو تو نیک کام پر ثواب ملتا ہے، ورنہ نہیں ملتا اور اگر نیت بری ہو تو گناہ ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس وقت میری امت میں دین کا بگاڑ پیدا ہو جائے اس وقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے گا اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن، دوسری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی حدیث۔

اچھے یا برے طریقے کی بنیاد ڈالنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی اچھے طریقے کی بنیاد ڈالے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص کسی برے طریقے کی بنیاد رکھے، پھر لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنوں نے اس کی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔''

تشریح: مثلاً کسی نے اپنی اولاد کی شادی میں رسمیں ختم کردیں یا کسی بیوہ نے نکاح کرلیا اور اس کی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی ہمت ہوئی یا کسی نے کوئی اور نیک کام شروع کیا اور دوسروں نے اس کا اتباع کیا تو اس شروع کرنے والے کو ہمیشہ ثواب

ملتا رہے گا۔

علمِ دین کی طلب:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپا لے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

تشریح: اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور آپ کو وہ مسئلہ خوب یاد ہو تو سستی یا بخل کی وجہ سے انکار نہ کرنا چاہیے، اچھی طرح سمجھا دیا کریں اور اگر اچھی طرح یاد نہ ہو تو بغیر تحقیق کے ہرگز نہ بتائیں۔

حفظِ حدیث کی فضیلت:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی چالیس حدیثیں یاد کر کے میری امت کو پہنچائے تو وہ قیامت کے دن علماء کے ساتھ اٹھے گا۔''

وضو میں خوب اہتمام سے پانی پہنچانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب طبعی سستی کی وجہ سے وضو مشکل معلوم ہو رہا ہو تو اس وقت اچھی طرح وضو کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو دیکھا جو وضو کر چکے تھے مگر ایڑیاں کچھ خشک رہ گئی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔''

تشریح: وضو اور غسل کرتے وقت انگوٹھی، چھلا، چوڑیاں وغیرہ اچھی طرح ہلا کر پانی پہنچایا کریں، سردی میں اکثر پاؤں سخت اور خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر پوری طرح پانی نہیں بہتا، اس لیے اعضائے وضو کو پانی سے خوب تر کیا کریں، لوگ عموماً چہرہ سامنے سے دھو لیتے ہیں، کانوں کی لو اور ٹھوڑی کے نیچے تک پانی نہیں پہنچاتے، اسی طرح بازو دھوتے ہوئے کہنیوں تک پانی نہیں پہنچاتے اور پاؤں دھوتے وقت ایڑیاں اچھی طرح نہیں دھوتے جس کی وجہ سے وضو ناقص رہ جاتا ہے۔ ان سب باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مسواک کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھنا ان ستر رکعتوں سے افضل ہیں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائیں۔

نماز کی پابندی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے دروازے کے سامنے ایک گہری نہر بہتی ہو اور وہ اس میں پانچ وقت نہایا کرے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جیسے اس شخص کے بدن پر ذرا میل بھی نہیں رہے گا، اسی طرح جو شخص پانچ وقتوں کی نماز پابندی سے پڑھے گا اس کے سارے گناہ دھل جائیں گے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔''

اوّل وقت میں نماز پڑھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اوّل وقت میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔''

قرض دینے کا ثواب:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے شبِ معراج میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا، خیرات کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گنا۔''

غریب قرض دار کو مہلت دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک قرض ادا کرنے کے وعدے کا وقت نہ آیا ہو اس وقت تک اگر کسی غریب کو مہلت دے تو ہر روز ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس قرضے کے برابر خیرات دے دی اور جب اس کا وقت آجائے اور پھر مہلت دی تو ہر روز ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اس سے دوگنا خیرات کر دیا۔''

تشریح: اگر قرض دار تنگ دست ہو تو اس کو پریشان مت کریں بلکہ اس کو مہلت دے دیں، ہو سکے تو کچھ قرضہ یا سارا قرضہ معاف کردیں۔

قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھتا ہے تو اس کو ایک حرف پر ایک نیکی ملتی ہے اور نیکی کا قاعدہ ہے کہ اس کے بدلے دس حصے ملتے ہیں اور میں (الٓمٓ) کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے، لٓ ایک حرف اور مٓ ایک حرف ہے۔''

اس حساب سے ان تین حرفوں پر تیس نیکیاں ملیں گی۔

حدیث شریف میں ہے: ’’تم میں سے کوئی بھی اپنے پروردگار سے جس وقت بھی گفتگو کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ قرآن مجید پڑھے (یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنا گویا اللہ تعالیٰ سے بات چیت کرنا ہے) لوگوں میں زیادہ مالدار وہ ہیں جو قرآن کے اٹھانے والے ہیں (یعنی) وہ لوگ کہ جن کے سینہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو رکھا ہے۔‘‘

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بہت آتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھو۔ وہ چلا گیا اور پھر نہیں آیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ملے اور دوبارہ نہ ملنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ چیز پائی جس نے مجھے عمر کے دروازے سے بے نیاز اور بے پرواہ کردیا۔ یعنی قرآن مجید میں ایسی آیت مل گئی جس کی برکت سے میری نظر مخلوق سے ہٹ گئی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہوگیا۔ تمہارے پاس دنیا کی ضرورت لے کر آتا تھا اب آکر کیا کروں؟ غالباً اس سے مراد اس قسم کے مضامین ہوں گے جو اس آیت میں مذکور ہیں ﴿ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ یعنی ’’تمہاری روزی آسمان ہی میں ہے اور جس چیز کا تم وعدہ کیے گئے ہو وہ بھی آسمان میں ہی ہے۔‘‘ یعنی تمہاری روزی وغیرہ سب کاموں کا بندوبست ہمارے ہی دربار سے ہوتا ہے، پھر دوسری طرف متوجہ ہونے سے کیا فائدہ۔

حدیث شریف میں ہے: ’’تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن مجید پڑھا اور قرآن پڑھایا۔‘‘

حدیث شریف میں ہے: ’’جس نے قرآن پڑھا یا اور اس کے احکام پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسے تاج پہنائے جائیں گے کہ جن کی روشنی سورج کی اس وقت کی روشنی سے بھی زیادہ عمدہ ہوگی جب وہ تمہارے گھروں میں روشن ہوتا ہے، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جس نے اس پر عمل کیا۔‘‘

حدیث شریف میں ہے: ’’جس نے قرآن کریم پڑھا، پھر اسے یہ خیال آیا کہ جو نعمت اس کو عطا کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اس سے بھی بڑی نعمت دی گئی ہے تو یقیناً اس نے اس چیز کو حقیر جانا جس کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مرتبہ دیا ہے اور اس چیز کو بڑا سمجھا جس کو اللہ تعالیٰ نے کم درجے کا بنایا ہے۔ حاملِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی تیزی دکھانے والے سے تیزی اور سختی کے ساتھ پیش آئے بلکہ قرآن کے احترام اور اعزاز کے پیش نظر اس کو معاف کرے اور درگزر کرے۔‘‘

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قرآن پاک اللہ تعالیٰ کو آسمان، زمین اور ان میں بسنے والے تمام لوگوں سے زیادہ پسند ہے۔‘‘

حدیث شریف میں ہے: ’’جس نے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت سکھائی تو وہ اس کا مالک ہوگیا۔ اس

طالب علم کے لیے مناسب نہیں کہ (موقع پر) اس کی مدد نہ کرے اور نہ یہ کہ اس پر کسی اور کو (جس کا مرتبہ استاذ سے بڑا نہ ہو) ترجیح دے۔ اگر کسی طالب علم نے ایسا کیا تو اس نے اسلام کے حلقوں میں سے ایک حلقہ کو توڑ دیا۔''

حدیث شریف میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا اور ہمارے چھوٹے پر شفقت نہیں کی اور ہمارے عالم کے حق کو نہیں پہچانا وہ میری امت سے نہیں۔'' یعنی ایسا شخص ہمارا امتی کہلانے کا مستحق نہیں، اس کا ایمان کمزور ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ''جس شخص نے قرآن کریم پڑھا، اس کی تفسیر اور معنی سمجھے اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالیا۔'' مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر اس پر عمل نہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے، مگر جاہل، بے عمل کو یہ سوچ کر خوش نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے قرآن پڑھا ہی نہیں اس لیے اگر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ایسے جاہل کو دو گناہ ہوئے، ایک قرآن کریم نہ سیکھنے کا اور دوسرا اس پر عمل نہ کرنے کا۔

حدیث شریف میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ساری رات قرآن پڑھتا ہے، پھر جب صبح قریب ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کا قرآن پڑھنا عنقریب اس کو روک دے گا'' یعنی قرآن کی تلاوت کی برکت سے یہ حرکت چھوٹ جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص قرآن کریم پڑھے اور اس کو حفظ کرلے اور اس کے حلال کو حلال سمجھے اور اس کے حرام کو حرام سمجھے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے خاندان میں سے ایسے دس آدمیوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جن پر دوزخ واجب ہوچکی ہوگی۔''

حدیث شریف میں ہے: ''باوضو ہوکر اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف سنا اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ معاف کردیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کیے جائیں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے (نفل) نماز میں بیٹھ کر ایک حرف پڑھا تو اس کے لیے پچاس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے پچاس گناہ معاف کردیے جائیں گے اور اس کے پچاس درجے بلند ہوں گے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھڑے ہوکر ایک حرف پڑھا اس کے لیے سو نیکیاں اور اس کے سو گناہ معاف کیے جائیں گے اور اس کے سو درجے بلند ہوں گے اور جس نے قرآن پڑھا اور اس کو ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس ایک دعا لکھے گا جو فی الحال قبول ہوجائے یا کچھ مدت کے بعد قبول ہو۔''

حدیث شریف میں ہے: ''جس نے قرآن پڑھا اور پروردگار کی تعریف کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اور اپنے رب سے

بخشش طلب کی سو بے شک اس نے ایسے طریقے سے بھلائی مانگی جو بھلائی مانگنے کا اصلی طریقہ ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہونے کے طریقہ کو اس نے اختیار کیا۔

حدیث شریف میں ہے: ''اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ، اس لیے کہ بے شک وہ سورت مالی سہولت کی ہے،'' یعنی اس کو پڑھنے سے رزق کی تنگی نہیں ہوگی جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو رزق میں کبھی تنگی نہیں ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے: ''قرآن پڑھنے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جب وہ قرآن پڑھے تو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہے۔''

یعنی تلاوت کرنے والے کو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح اہتمام سے پڑھے جیسے کہ ڈرنے والا اہتمام سے کلام کرتا ہے کہ حاکم کے سامنے کوئی نامناسب حرکت نہ ہو جائے اور قرآن مجید کے پڑھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ باوضو ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے عاجزی کے ساتھ تلاوت کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے اور اگر معنی جانتا ہو تو معنی پر غور کرے اور جہاں رحمت کی آیت آئے وہاں رحمت کی دعا مانگے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں دوزخ سے پناہ مانگے اور جب تلاوت ختم کر لے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور جناب رسولِ مقبول ﷺ پر درود پڑھ کر مغفرت طلب کرے اور جو چاہے دعا مانگے اور پھر درود شریف پڑھے اور تلاوت کے دوران اس بات کا بھی حتی الامکان خیال رکھے کہ کوئی دوسرا خیال نہ آنے دے، اگر کوئی خیال آئے تو اس کی طرف توجہ نہ کرے وہ خیال خود جاتا رہے گا اور تلاوت کے وقت لباس بھی جہاں تک ہو سکے صاف ستھرا پہنے۔

مزدور کی اجرت فوراً دے دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مزدور کو اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دیا کرو۔''

حدیث: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تین آدمیوں پر میں خود دعویٰ کروں گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا، اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہیں دی۔''

اولاد کی موت پر صبر کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو میاں بیوی مسلمان ہوں اور ان کے تین بچے مر جائیں اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کریں گے۔'' بعض صحابہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! اگر دو مرے ہوں۔'' آپ نے

فرمایا: ''دو میں بھی یہی ثواب ہے۔'' پھر پوچھا کہ اگر ایک مرا ہو تو آپ نے ایک میں بھی یہی فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''قسم کھاتا ہوں اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو حمل گر گیا ہو وہ بھی اپنی ماں کو نال سے پکڑ کر جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا، اگر ماں نے ثواب کی نیت کی ہو۔''

تشریح: یعنی ثواب کی امید سے صبر کیا ہو۔

رحم اور شفقت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص آدمیوں پر رحم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔''

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے کوئی بات خلافِ شرع دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹا دے اور اگر بس نہ چلے تو زبان سے منع کر دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا سمجھے اور یہ دل سے برا سمجھنا ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

تشریح: اپنے بچوں اور ماتحتوں پر ہر ایک کو اختیار ہے لہٰذا ان کو ناجائز کام سے زبردستی منع کرنا واجب ہے۔

مسلمان کا عیب چھپانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کا عیب چھپائیں گے اور جو شخص مسلمان کا عیب کھول دے اللہ تعالیٰ اس کا عیب کھول دیں گے، یہاں تک کہ کبھی اس کو گھر میں بیٹھے رسوا کر دیتے ہیں۔''

ماں باپ کو خوش رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔''

یتیم بچوں کی پرورش کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور جو شخص یتیم کا خرچ اپنے ذمے رکھے، جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے۔'' (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا اور دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ رہنے دیا)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اور صرف اللہ ہی کی خاطر پھیرے تو جتنے بالوں

پراس کا ہاتھ گزرے گا اس کو اتنی ہی نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی یتیم کے ساتھ احسان کرے جو اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ساتھ ساتھ ہیں۔''

مسلمان کی حاجت پوری کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتے ہیں۔''

حیااور بے حیائی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شرم ایمان کی بات ہے اور ایمان جنت میں پہنچاتا ہے اور بے شرمی بدخوئی کی بات ہے اور بدخوئی دوزخ میں لے جاتی ہے۔''

خوش خُلقی اور بدخُلقی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوش خلقی گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے جس طرح پانی نمک کے پتھر کو پگھلا دیتا ہے اور بدخلقی عبادت کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سب میں مجھ کو زیادہ پیارا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک وہ شخص ہے جس کی اخلاق اچھے ہوں اور تم سب میں زیادہ مجھ کو برا لگنے والا اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے دور رہنے والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق برے ہوں۔''

نرمی اور سخت مزاجی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر ایسی نعمتیں دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔''

مسلمان کا عذر قبول کر لینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عذر پیش کرے اور وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے تو ایسا شخص میرے پاس حوضِ کوثر پر نہیں آئے گا۔''

تشریح: یعنی اگر کوئی کسی قسم کی غلطی کر بیٹھے اور پھر وہ معافی مانگے تو معاف کر دینا چاہیے۔

کم بولنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چپ رہتا ہے وہ بہت سی آفتوں سے بچا رہتا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ذکر کے سوا اور باتیں زیادہ مت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔''

تواضع اور عاجزی:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے واسطے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔''

سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سچ بولنے کے پابند رہو، کیونکہ سچ بولنا نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور سچ اور نیکی دونوں جنت میں لے جاتے ہیں اور جھوٹ بولنے سے بچا کرو، کیونکہ جھوٹ بولنا بدی کی راہ دکھاتا ہے اور جھوٹ اور بدی دونوں دوزخ میں لے جاتے ہیں۔''

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص جا رہا تھا، راستے میں اس کو کانٹے دار ٹہنی پڑی ہوئی ملی، اس نے اس کو راستے سے ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی بڑی قدر کی اور اس کو بخش دیا۔''

تشریح: اس سے معلوم ہو کہ راستے میں تکلیف دہ چیزیں ڈالنا ٹھیک نہیں۔

وعدہ اور امانت کی پاسداری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔'' یعنی ایسے لوگوں کا ایمان اور دین ناقص ہے۔

دنیا کی حرص نہ رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی حرص نہ کرنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور بدن کو بھی آرام ملتا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر بہت سی بکریوں میں دو خونخوار بھیڑیئے چھوڑ دیے جائیں جو ان کو خوب چیر پھاڑ کھائیں تو اتنی بربادی ان بھیڑیوں سے بھی نہیں ہوتی جتنی بربادی آدمی کے دین کو اس بات سے ہوتی ہے کہ مال کی

حرص کرے اور شہرت کو پسند کرے۔''

موت کو یاد رکھنا، لمبی امیدیں نہ باندھنا اور نیک کاموں کے لیے وقت کو غنیمت سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس چیز کو بہت یاد کیا کرو جو ساری لذتوں کو ختم کرنے والی ہے، یعنی موت۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب صبح ہو تو شام کے لیے فکر مند مت ہو جاؤ اور جب شام ہو تو صبح کے لیے فکر مند مت ہو جاؤ۔ بیماری آنے سے پہلے تندرستی سے کچھ فائدہ لے لو اور مرنے سے پہلے اپنی زندگی سے کچھ پھل حاصل کر لو۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھو اور نیک کام میں اس کو لگائے رکھو، ورنہ بیماری اور موت کے وقت پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔

مصیبت میں صبر کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو دکھ، مصیبت، بیماری، رنج پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کسی فکر میں جو تھوڑی سی پریشانی ہوتی ہے، ان سب میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔''

بیمار کی عیادت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت کرے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

مردے کو غسل و کفن دینا اور اس کے گھر والوں کو تسلی دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مردے کو غسل دے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور جو کسی مردے پر کفن ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے اور جو کسی غمزدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو پرہیزگاری کا لباس پہنائیں گے اور اس کی روح پر رحمت بھیجیں گے اور جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے جوڑوں میں سے ایسے قیمتی جوڑے پہنائیں گے کہ ساری دنیا بھی قیمت میں ان کے برابر نہیں ہو گی۔''

برے کاموں سے بچنے کی ترغیب

رِیا کاری:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی تشہیر کریں گے اور جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب دکھائیں گے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تھوڑی سی رِیا کاری بھی شرک ہے۔''

علم پر عمل نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علم جتنا ہوتا ہے وہ علم والے پر وبال ہوتا ہے سوائے اس شخص کے جو اس کے مطابق عمل کرے۔''

تشریح: برادری یا نفس کی پیروی کی وجہ سے شریعت کے خلاف عمل کرنا وبال اور نقصان ہے۔

پیشاب سے احتیاط نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پیشاب سے خوب احتیاط کیا کرو، کیونکہ قبر کا عذاب اکثر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

نماز میں خشوع وخضوع کا اہتمام نہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بے وقت نماز پڑھے، وضو اچھی طرح نہ کرے، دل لگا کر نہ پڑھے اور رکوع وسجدہ اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز کالی اور بے نور ہو کر جاتی ہے اور یوں کہتی ہے: خدا تجھے برباد کرے جیسا تو نے مجھ کو برباد کیا۔ یہاں تک کہ جب اپنی خاص جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ کو منظور ہو تو پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔''

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نماز میں اوپر مت دیکھا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہاری نگاہ چھین لی جائے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھے اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو اسی پر لوٹا دیتے ہیں۔''

تشریح: یعنی قبول نہیں کرتے، مطلب یہ ہے کہ پورا ثواب نہیں ملتا۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو خبر ہوتی کہ اسے کتنا بڑا گناہ ہوتا ہے تو سامنے سے گزرنے سے چالیس سال تک کھڑا رہنا اس کے نزدیک بہتر ہوتا۔''

تشریح: لیکن اگر نمازی کے سامنے ایک ہاتھ کے برابر یا اس سے زیادہ کوئی چیز کھڑی ہو تو اس چیز کے سامنے سے گزرنا درست ہے۔

جان بوجھ کر نماز قضا کر دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز کو چھوڑ دے وہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو وہ اس پر غضبناک ہوں گے۔''

اپنی جان یا اولاد کو بد دعا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تو اپنے لیے بد دعا کیا کرو اور نہ اپنی اولاد کے لیے اور نہ اپنے خادم کے لیے اور نہ اپنے مال و متاع کے لیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کوسنے کے وقت قبولیت کی گھڑی ہو اور اس میں خدا سے جو مانگو اللہ تعالیٰ وہی کر دیں۔''

حرام کمانا اور اس کو استعمال کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو گوشت اور خون حرام مال سے بڑھا ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا، دوزخ ہی اس کے لائق ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کوئی کپڑا دس درہم کا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کریں گے۔'' (ثواب سے محروم رہے گا)

دھوکہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ہم لوگوں سے دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔''

تشریح: چاہے کسی چیز کے بیچنے میں دھوکہ ہو یا اور کسی معاملے میں۔

قرض لینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ کسی کا کوئی درہم یا دینار رہ گیا ہو تو وہ اس کی نیکی

سے پورا کیا جائے گا، جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا۔'' (یعنی قیامت کے دن)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرض دو طرح کا ہوتا ہے، جو شخص مر جائے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا مددگار رہوں اور جو شخص مر جائے اور اس کی نیت ادا کرنے کی نہ ہو تو اس شخص کی نیکیوں سے لے لیا جائے گا اور اس روز دینار و درہم کچھ نہ ہوگا۔''

تشریح: مددگار کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کا قرضہ اتار دوں گا۔

استطاعت کے باوجود کسی کا حق ٹالنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ استطاعت کے باوجود کسی کا قرضہ دینے میں بلا وجہ پس و پیش کرتے ہیں اور خواہ مخواہ اس کا حق روکے رکھتے ہیں، یہ ظلم ہے۔

سود لینا دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق دبا لے اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔''

عورت کا نامحرم کے سامنے عطر لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اگر عطر لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے۔'' (یعنی بری ہے)

تشریح: عورت کو چاہیے کہ جہاں دیور، جیٹھ، بہنوئی یا چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد یا کسی اور نامحرم کا آنا جانا ہو وہاں خوشبو نہ لگائے۔

عورت کا باریک کپڑا پہننا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بعض عورتیں ویسے تو کپڑا پہنے ہوتی ہیں مگر حقیقت میں ننگی ہوتی ہیں، ایسی عورتیں

جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھنے پائیں گی۔''

مردوں کا عورتوں اور عورتوں کا مردوں کی شکل وصورت بنانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا سا لباس پہنے اور اس مرد پر جو عورتوں جیسا حلیہ اختیار کرے۔

فخر وتکبر کے لیے کپڑا پہننا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی دنیا میں نام ونمود کے لیے کپڑا پہنے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت میں ذلت کا لباس پہنا کر اس میں دوزخ کی آگ لگائیں گے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو اس نیت سے کپڑا پہنے کہ میری خوب شان بڑھے، سب کی نگاہ میرے ہی اوپر پڑے۔

کسی پر ظلم کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے پوچھا: ''تم جانتے ہو کہ مفلس کیسا ہوتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''ہم میں مفلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس مال ودولت نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں بڑا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ سب لے کر آئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ کسی کو برا بھلا کہا تھا، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھالیا تھا، کسی کا خون کیا تھا اور کسی کو مارا تھا۔ بس اس کی کچھ نیکیاں ایک کو مل گئیں، کچھ دوسرے کو مل گئیں اور اگر ان حقوق کے ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو چکیں تو ان حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔''

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر مت کرو، اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم کردیں گے اور تم کو اس میں پھنسا دیں گے۔''

کسی کو طعنہ دینا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائے تو جب تک یہ عار دلانے والا اس گناہ کو نہ کرلے گا اس وقت تک نہ مرے گا۔''

تشریح: یعنی جس گناہ سے کسی نے توبہ کرلی ہو پھر اس کو یاد دلا کر شرمندہ کرنا بری بات ہے اور اگر توبہ نہ کی ہو تو نصیحت کے

طور پر کہنا درست ہے لیکن اپنے آپ کو پاک سمجھ کر یا اس کو رسوا کرنے کے لیے کہنا پھر بھی برا ہے۔

صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مواخذہ کرنے والا بھی موجود ہے۔''

تشریح: یعنی فرشتہ ان کو بھی لکھتا ہے، پھر قیامت میں حساب ہوگا اور عذاب کا ڈر ہے۔

رشتے داروں سے بدسلوکی کرنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر جمعہ کی رات تمام آدمیوں کے اعمال اور عبادات بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ جو شخص رشتہ داروں سے بدسلوکی کرے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔''

پڑوسی کو تکلیف دینا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو شخص اپنے پڑوسی سے لڑا وہ مجھ سے لڑا اور جو مجھ سے لڑا وہ اللہ تعالیٰ سے لڑا۔''

کسی کے گھر میں جھانکنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک اجازت نہ لے کسی کے گھر میں جھانک کر نہ دیکھے اور اگر ایسا کیا تو یوں سمجھو کہ اندر ہی چلا گیا۔''

کسی کی باتوں کی طرف کان لگانا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کی باتوں کی طرف کان لگائے اور وہ لوگ اسے ناگوار سمجھیں، قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں سیسہ ڈال دیا جائے گا۔''

غصہ کرنا:

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غصہ مت کرنا، تیرے لیے جنت ہے۔''

کسی سے بولنا چھوڑ دینا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا

چھوڑ دے اور جو تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔''

کسی کو بے ایمان کہنا یا اس پر لعنت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کہہ دے کہ اے کافر! تو یہ ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کر دے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر لعنت کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس کو قتل کر ڈالنا۔ یعنی دونوں گناہ ایک ہی ہیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو پہلے وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں تو وہ زمین کی طرف اترتی ہے، وہ بھی بند کر لی جاتی ہے تو وہ دائیں بائیں پھرتی ہے، جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی تو اس کے پاس جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس لائق ہو تو ٹھیک اور اگر نہیں تو وہ کہنے والے پر پڑتی ہے۔''

کسی مسلمان کو ڈرانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی طرف ناحق اس طرح نگاہ بھر کر دیکھے کہ وہ ڈر جائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ڈرائیں گے۔''

تشریح: اگر کسی نے خطا وقصور کیا ہو تو ضرورت کے مطابق درست ہے۔

چغلی کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔''

غیبت کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے گا یعنی غیبت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردار کا گوشت اس کے پاس لائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ جیسا تو نے زندہ کھایا تھا اب مردہ بھی کھاؤ۔ پس وہ شخص اس کو کھائے گا اور ناک بھوں چڑھاتا جائے گا اور واویلا کرتا جائے گا۔''

کسی پر بہتان لگانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ

اس کو دوزخیوں کے خون اور پیپ کے جمع ہونے کی جگہ میں ٹھکانہ دیں گے، یہاں تک کہ اپنے کہے سے باز آئے اور توبہ کرے۔"

اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔"

دوُرخا ہونا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دو چہروں والا ہوگا قیامت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

تشریح: دو چہروں کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے پاس جا کر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر کچھ اور کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا یوں فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔" (یہ کفر وشرک حقیقی نہیں، بلکہ ظاہری اعتبار سے کفر وشرک والے کام ہیں)

تشریح: کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اس طرح قسم کھاتے ہیں: تیری جان کی قسم، اپنی آنکھوں کی قسم، اپنے بچے کی قسم، یہ سب منع ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر ایسی قسم کبھی منہ سے نکل جائے تو فوراً کلمہ پڑھ لے۔

ایسی قسم کھانا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو ایمان نصیب نہ ہو:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص قسم میں یہ کہے کہ مجھے ایمان نصیب نہ ہو تو اگر وہ جھوٹا ہوگا تب تو جس طرح اس نے کہا ہے اسی طرح ہو جائے گا اور اگر سچا ہوگا تب بھی ایمان پورا نہیں رہے گا۔"

تشریح: اسی طرح یوں کہنا کہ کلمہ نصیب نہ ہو یا دوزخ نصیب ہو، یہ سب ممنوع ہیں یہ عادت چھوڑ دینی چاہیے۔

فال والے یا نجومی کے پاس جانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی نجومی یا فال والے کے پاس آئے اور کچھ باتیں پوچھے اور اس کو سچا جانے، اس شخص کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔"

کتا پالنا اور تصویر رکھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے۔"

تشریح: یعنی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ بچوں کی تصویر والے کھلونے بھی منع ہیں۔

کسی عذر کے بغیر الٹا لیٹنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، آپ نے اس کو اپنے پاؤں سے اشارہ کیا اور فرمایا: ''اس طرح لیٹنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔''

کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں بیٹھنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح بیٹھنے کو منع فرمایا ہے کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں۔

بدشگونی اور ٹوٹکا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جادو ٹونا شرک ہے۔''

بین کرنا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے بین کر کے رونے والی عورت پر اور جو اسے سنے، اس پر لعنت فرمائی ہے۔

یتیم کا مال کھانا:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں بعض لوگ اس طرح قبروں سے اٹھیں گے کہ ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔'' کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ کون لوگ ہوں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹ میں انگارے بھر رہے ہیں۔''

قیامت کے دن کا حساب و کتاب

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت میں کوئی شخص اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے گا جب تک کہ چار باتیں اس سے نہ پوچھ لی جائیں۔ ایک تو یہ کہ عمر کس چیز میں گزاری؟ دوسری یہ کہ علم پر کتنا عمل کیا؟ تیسری یہ کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ چوتھی یہ کہ اپنے بدن کو کس چیز میں لگایا؟“

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت میں سارے حقوق ادا کرنے پڑیں گے، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کی خاطر بدلہ لیا جائے گا۔“

جنت اور جہنم کو یاد رکھنا:

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: ”دو چیزیں بہت بڑی ہیں ان کو مت بھولنا یعنی جنت اور دوزخ۔“ پھر یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آخرت کی باتیں جتنی میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائیں تو جنگلوں کی طرف نکل جاؤ اور اپنے سر پر خاک ڈالتے پھرو۔“

قیامت کی علامات اور حالات

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب لوگ بیت المال کو اپنی ملک سمجھنے لگیں اور زکوٰۃ کو تاوان کی طرح مشکل سمجھیں، امانت کو غنیمت کا مال سمجھیں، مرد بیوی کی تابعداری اور ماں کی نافرمانی کرے، باپ کو غیر سمجھیں اور دوست کو اپنا سمجھیں، دین کا علم دنیا کمانے کے لیے حاصل کریں، حکمرانی اور حکومت ایسوں کو ملے جو سب سے زیادہ نکمے ہوں یعنی بد ذات، لالچی اور بد اخلاق ہوں اور جو جس کام کے لائق نہ ہوں وہ کام ان کے سپرد ہو، لوگ ظالموں کی تعظیم اس خوف سے کریں کہ یہ ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں، شراب کھلم کھلا پی جانے لگے، ناچنے گانے والی عورتوں کا رواج ہو جائے، موسیقی کے آلات کثرت سے ہو جائیں، پچھلے لوگ امت کے پہلے بزرگوں کو برا بھلا کہنے لگیں تو ایسے وقت میں تم لوگ سرخ آندھی آنے، آسمان سے پتھر برسنے، صورتیں بدل جانے اور ایسی آفتوں کا انتظار کرو جو لگا تار اس طرح آنے لگیں گی جیسے بہت سے دانے کسی دھاگے میں پرو رکھے ہوں اور وہ دھاگہ ٹوٹ جائے اور سب دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگیں۔“

یہ نشانیاں بھی آئی ہیں کہ دین کا علم کم ہو جائے گا، جھوٹ بولنا ہنر سمجھا جائے گا، امانت کا خیال دلوں سے جاتا رہے گا، حیاو شرم جاتی رہے گی، ہر طرف کافروں کا غلبہ ہو جائے گا، نئی نئی غلط سلط باتیں ایجاد ہونے لگیں گے اور اس وقت ملک شام میں ایک شخص پیدا ہوگا جو سیدوں کا خون کرے گا اور مصر و شام میں اس کا حکم چلے گا۔ جب یہ ساری نشانیاں ہو جائیں گی اس وقت سب ملکوں میں عیسائیوں کی حکمرانی ہو جائے گی۔ اسی عرصے میں روم کے مسلمان بادشاہ کی عیسائیوں کی ایک جماعت سے لڑائی ہوگی اور عیسائیوں کی دوسری جماعت سے صلح ہو جائے گی، دشمن جماعت شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے قبضہ کرے گی، وہ بادشاہ اپنا ملک چھوڑ کر شام کے ملک میں چلا جائے گا اور عیسائیوں کی جس جماعت سے صلح ہوئی تھی اس کو اپنے ساتھ شامل کر کے اس دشمن جماعت سے بھر پور لڑائی لڑے گا اور اسلام کے لشکر کو فتح ہوگی۔ ایک دن حلیف عیسائیوں میں سے ایک شخص ایک مسلمان کے سامنے کہنے لگے گا کہ ہماری صلیب کی برکت سے فتح ہوئی۔ مسلمان اس کے جواب میں کہے گا کہ اسلام کی برکت سے فتح ہوئی، اسی میں بات بڑھ جائے گی یہاں تک کہ دونوں اپنے اپنے مذہب والوں کو پکار کر جمع کرلیں گے اور آپس میں لڑائی ہوگی، اس میں اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور شام کے ملک میں بھی عیسائیوں کی عملداری ہو جائے گی اور یہ عیسائی اس دشمن جماعت سے صلح کرلیں گے۔ بچے کچھے مسلمان مدینہ کو چلے جائیں گے اور خیبر تک عیسائیوں کی حکمرانی ہو جائے گی، اس وقت مسلمانوں کو فکر لاحق ہو جائے گی کہ حضرت مہدی کو تلاش کرنا چاہیے تاکہ ان مصیبتوں سے جان چھوٹے۔ اس وقت حضرت مہدی مدینہ منورہ میں ہوں گے اور اس ڈر سے کہ کہیں لوگ حکومت قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کریں، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو چلے جائیں گے اور اس زمانے کے ولی جو ابدال کا درجہ رکھتے ہیں سب حضرت مہدی کی تلاش میں ہوں گے اور بعض لوگ مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے کرنا شروع کردیں گے۔ غرض حضرت مہدی خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہوں گے کہ بعض نیک لوگ ان کو پہچان لیں گے اور اصرار کر کے حاکم بنانے کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے اور اسی بیعت میں ایک آواز آسمان سے آئے گی جس کو وہاں موجود سب لوگ سنیں گے، وہ آواز یہ ہو گی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ یعنی حاکم بنائے ہوئے حضرت مہدی ہیں اور حضرت مہدی کے ظہور سے قیامت کی بڑی نشانیاں شروع ہو جائیں گی۔ جب آپ کی بیعت کا واقعہ مشہور ہوگا تو مدینہ منورہ میں جو فوجیں مسلمانوں کی ہوں گی وہ مکہ چلی آئیں گی اور ملک شام، عراق اور یمن کے ابدال اور اولیا سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور بھی عرب کی بہت سی فوجیں اکٹھی ہو جائیں گی۔ جب یہ خبر مسلمانوں میں مشہور ہوگی، ایک شخص خراسان سے حضرت مہدی کی مدد کے لیے ایک بڑی فوج لے کر چلے گا، جس کے لشکر کے آگے چلنے والے حصے کے سردار کا نام منصور ہوگا، وہ راستے میں بہت سے بددینوں کا صفایا کرتا ہوا

جائے گا، جس شامی شخص کا اوپر ذکر آیا کہ سیدوں کا دشمن ہوگا چونکہ حضرت مہدی بھی سید ہوں گے وہ شخص حضرت مہدی سے لڑنے کے لیے ایک فوج بھیجے گا، جب یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان کے جنگل میں پہنچے گی اور ایک پہاڑ کے نیچے ٹھہرے گی تو یہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے، صرف دو آدمی بچ جائیں گے جن میں سے ایک تو حضرت مہدی کو جا کر خبر دے گا اور دوسرا اس شامی کو خبر پہنچائے گا۔ عیسائی ہر طرف سے فوجیں جمع کریں گے اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں گے۔ اس لشکر میں اس روز اسّی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ہوں گے، کل نو لاکھ ساٹھ ہزار آدمی ہوں گے۔ حضرت مہدی مکہ سے چل کر مدینہ تشریف لائیں گے اور وہاں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک کی زیارت کر کے شام کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر دمشق تک پہنچنے پائیں گے کہ دوسری طرف سے عیسائیوں کی فوج مقابلہ میں آ جائے گی۔ حضرت مہدی کی فوج تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک حصہ تو بھاگ جائے گا، ایک حصہ شہید ہو جائے گا اور ایک حصے کو فتح ہوگی اور اس شہادت اور فتح کا قصہ یہ ہوگا کہ حضرت مہدی عیسائیوں سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کریں گے اور بہت سے مسلمان آپس میں قسم کھائیں گے کہ فتح کیے بغیر نہیں ہٹیں گے، پس اکثر مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ صرف تھوڑے سے بچیں گے جن کو لے کر حضرت اپنے لشکر میں چلے آئیں گے۔ اگلے دن پھر اسی طرح ہوگا کہ قسم کھا کر جائیں گے اور تھوڑے سے بچ کر آئیں گے، تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔ آخر چوتھے دن یہ تھوڑے سے آدمی مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو فتح دیں گے۔ پھر کافروں کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد حضرت مہدی ملک کا بندوبست شروع کریں گے اور ہر طرف فوجیں روانہ کریں گے اور خود ان سارے کاموں سے نمٹ کر قسطنطنیہ فتح کرنے کو چلیں گے۔ جب دریائے روم کے کنارے پر پہنچیں گے تو بنو اسحاق کے ستر ہزار آدمیوں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کو فتح کرنے کے لیے بھیج دیں گے، جب یہ لوگ شہر کی فصیل کے مقابل پہنچیں گے تو «اللہ أکبر، اللہ أکبر» بآواز بلند کہیں گے، اس نام کی برکت سے شہر پناہ کی سامنے کی دیوار گر پڑے گی اور مسلمان حملہ کر کے شہر کے اندر گھس جائیں گے اور کفار کو قتل کر دیں گے اور خوب عدل وانصاف سے ملک کا بندوبست کریں گے۔ حضرت مہدی سے جب بیعت ہوئی تھی اس وقت سے اس فتح تک چھ سال یا سات سال کی مدت گزرے گی۔ حضرت یہاں کے بندوبست میں لگے ہوں گے کہ ایک جھوٹی خبر مشہور ہوگی کہ شام میں دجال آ گیا ہے اور تمہارے خاندان میں فتنہ وفساد کر رہا ہے، اس خبر پر حضرت مہدی شام کی طرف سفر کریں گے اور تحقیق حال کے لیے نو یا پانچ سواروں کو آگے بھیج دیں گے، ان میں سے ایک شخص آ کر خبر دے گا کہ وہ خبر محض غلط تھی، ابھی دجال نہیں نکلا، حضرت کو اطمینان ہو جائے گا اور پھر سفر میں جلدی نہیں کریں گے، اطمینان کے ساتھ درمیان کے ملکوں کا بندوبست دیکھتے بھالتے شام پہنچیں

گے، وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی دن گزریں گے کہ دجال بھی نکل آئے گا۔ دجال یہودیوں کی قوم میں سے ہوگا۔ پہلے شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور نبوت کا دعویٰ کرے گا، پھر اصفہان میں پہنچے گا اور وہاں کے ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر خدائی کا دعویٰ شروع کر دے گا۔

اسی طرح بہت سے ملکوں سے گزرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہنچے گا اور ہر جگہ سے بہت سے بد دین ساتھ ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے قریب آ کر ٹھہرے گا، لیکن فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے شہر کے اندر نہ جانے پائے گا، پھر وہاں سے مدینہ کا ارادہ کرے گا اور وہاں بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا جس سے اندر نہ جانے پائے گا، اس عرصے میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا اور جتنے آدمی دین میں سست اور کمزور ہوں گے سب زلزلہ سے ڈر کر مدینہ سے باہر نکل کھڑے ہوں گے اور دجال کے پھندے میں پھنس جائیں گے، اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے خوب بحث کریں گے۔ دجال جھنجھلا کر ان کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کر کے پوچھے گا اب تو مجھے خدا مانتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ اب تو اور بھی یقین ہو گیا کہ تو دجال ہے، پھر وہ ان کو مارنا چاہے گا مگر اس کا کچھ بس نہ چلے گا اور ان پر کوئی چیز اثر نہیں کرے گی۔ وہاں سے دجال ملک شام کو روانہ ہوگا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے گا تو حضرت مہدی وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور لڑائی کی تیاری میں مشغول ہوں گے کہ عصر کا وقت آ جائے گا اور مؤذن اذان کہے گا، لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے نظر آئیں گے اور جامع مسجد کے مشرقی مینارے پر آ کر ٹھہریں گے اور وہاں سے زینہ لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت مہدی سب لڑائی کا انتظام ان کے سپرد کرنا چاہیں گے، وہ فرمائیں گے لڑائی کا انتظام آپ ہی کریں، میں صرف دجال کے قتل کے لیے آیا ہوں۔ جب صبح ہوگی حضرت مہدی لشکر کو آراستہ فرمائیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑا اور ایک نیزہ منگوا کر دجال کی طرف بڑھیں گے اور اہلِ اسلام دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے اور بہت سخت لڑائی ہوں گی، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس میں یہ تاثیر ہوگی کہ جہاں تک نگاہ جائے وہاں تک سانس پہنچ سکے گی اور جس کافر کو سانس کی ہوا لگا دیں گے وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا۔ آپ اس کا پیچھا کریں گے، یہاں تک کہ بابِ لُد کے مقام پر پہنچ کر نیزے سے اس کا کام تمام کر دیں گے اور مسلمان دجال کے لشکر کو قتل کرنا شروع کریں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر شہر تشریف لے جا کر جتنے لوگوں کو دجال نے ستایا تھا سب کو تسلی دیں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی کافر روئے زمین پر نہیں رہے گا، پھر حضرت مہدی کا انتقال ہو جائے گا اور سارا انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، ان کے رہنے

کی جگہ جہاں شمال کی طرف آبادی ختم ہوتی ہے اس سے بھی آگے ہے اور ادھر کا سمندر زیادہ سردی کی وجہ سے ایسا جما ہوا ہے کہ اس میں جہاز بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طور پہاڑ پر لے جائیں گے اور یا جوج ماجوج بڑی تباہی مچائیں گے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئیں گے اور چالیس برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال فرمائیں گے اور آپ ﷺ کے روضہ میں دفن ہوں گے۔

آپ کی گدی پر ملک یمن کا رہنے والا بیٹھے گا، جس کا نام جہجاح ہوگا اور وہ قحطان کے قبیلے سے ہوں گے جو بہت دینداری اور انصاف کے ساتھ حکومت کریں گے۔ ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ ہوں گے، پھر رفتہ رفتہ نیک باتیں کم ہونا شروع ہوں گی اور بری باتیں بڑھنے لگیں گی، اس وقت آسمان پر ایک دھواں سا چھا جائے گا اور زمین پر برسے گا جس سے مسلمانوں کو زکام اور کافروں کو بیہوشی ہوگی۔ چالیس روز کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا اور اس وقت قریب قریب بقرعید کا مہینہ ہوگا۔ دسویں تاریخ کے بعد دفعۃً ایک رات اتنی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا جائے گا اور بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے اور چوپائے جانور جنگل میں جانے کے لیے چلانے لگیں گے اور کسی طرح صبح نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تمام آدمی ہیبت اور گھبراہٹ سے بے قرار ہو جائیں گے۔ جب وہ رات تین راتوں کے برابر ہو جائے گی اس وقت سورج تھوڑی روشنی لیے ہوئے (جیسے گہن لگنے کے وقت ہوتا ہے) مغرب کی طرف سے نکلے گا، اس وقت کسی کا ایمان یا توبہ قبول نہیں ہوگی۔ جب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا دوپہر سے پہلے ہوتا ہے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب ہی کی طرف لوٹ جائے گا اور معمول کے مطابق غروب ہوگا، پھر ہمیشہ اپنے قدیم معمول کے مطابق روشن اور چمکدار نکلتا رہے گا، اس کے تھوڑے ہی دن کے بعد صفا پہاڑ جو مکہ میں ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس جگہ سے بہت عجیب شکل وصورت کا ایک جانور نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیزی سے ساری زمین میں گھومتا جائے گا اور ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے اس کا سارا چہرہ روشن ہو جائے گا اور بے ایمان کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا جس سے اس کا سارا چہرہ میلا ہو جائے گا اور یہ کام کر کے وہ غائب ہو جائے گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے نہایت فرحت دینے والے ایک ہوا چلے گی، اس سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مر جائیں گے، جب سب مسلمان مر جائیں گے تو ساری دنیا میں حبشی کافروں کی عملداری ہو جائے گی اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے، حج بند ہو جائے گا، قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا، اللہ تعالیٰ کا خوف اور مخلوق کی شرم اٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی، لوگ اونٹوں، سواریوں

پراور پیدل ادھر نکل پڑیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی ان سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی اور اس میں حکمت یہ ہے کہ قیامت کے روز ساری مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال میں گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔ اوّل اوّل ہلکی ہلکی آواز ہوگی، پھر اس قدر بڑھے گی کہ اس کی ہیبت سے سب مر جائیں گے۔ زمین و آسمان پھٹ جائیں گے اور دنیا فنا ہو جائے گی۔ جب آفتاب مغرب سے نکلا تھا اس وقت سے صور کے پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہوگا۔ یہاں سے قیامت کا دن شروع ہوگا۔

قیامت کے دن کا ذکر:

جب صور پھونکنے سے پوری دنیا فنا ہو جائے گی اور چالیس برس اس ویرانی کی حالت میں گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور زمین آسمان پہلے کی طرح ہو جائیں گے اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑیں گے اور قیامت کے میدان میں اکٹھے کر دیے جائیں گے اور سورج بہت نزدیک ہو جائے گا جس کی گرمی سے لوگوں کے دماغ پکنے لگیں گے اور جیسے جیسے لوگوں کے گناہ ہوں گے اتنا ہی زیادہ پسینہ نکلے گا اور لوگ اس میدان میں بھوکے پیاسے کھڑے کھڑے پریشان ہو جائیں گے۔ جو نیک لوگ ہوں گے ان کے لیے اس زمین کی مٹی میدے کی طرح بنا دی جائے گی، اس میں سے کھا کر بھوک کا علاج کریں گے اور پیاس بجھانے کے لیے حوضِ کوثر پر جائیں گے۔ پھر جب میدانِ حشر میں کھڑے کھڑے تنگ ہو جائیں گے اس وقت سب مل کر پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس اس بات کی سفارش کرانے کے لیے جائیں گے کہ ہمارا حساب و کتاب اور فیصلہ جلدی ہو جائے۔ سارے انبیائے کرام علیہم السلام کوئی نہ کوئی عذر کر دیں گے اور سفارش کا وعدہ نہیں کریں گے۔ آخر میں ہمارے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی درخواست کریں گے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے قبول فرما کر مقامِ محمود میں (ایک مقام کا نام ہے) تشریف لے جا کر شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ ہم نے سفارش قبول کی، اب ہم زمین پر اپنی تجلی فرما کر حساب کتاب کیے دیتے ہیں۔ پہلے آسمان سے فرشتے بہت کثرت سے اترنا شروع ہوں گے اور تمام آدمیوں کو ہر طرف سے گھیر لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کا عرش اترے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال نامے اڑائے جائیں گے۔ ایمان والوں کے دائیں ہاتھ میں اور بے ایمان کے بائیں ہاتھ میں وہ خود بخود آ جائیں گے اور اعمال تولنے کی ترازو کھڑی کی جائے گی جس سے سب کی نیکیاں اور برائیاں معلوم ہو جائیں گی اور پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا جس کی

نیکیاں تول میں زیادہ ہوں گی وہ پل سے پار ہو کر جنت میں جا پہنچے گا اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے، اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کردیے ہوں گے تو وہ دوزخ میں گر جائے گا اور جس کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے وہ ''اعراف'' میں رہ جائے گا جو جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ ہے، اس کے بعد ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ اور دوسرے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، علمائے کرام، اولیائے کرام، شہدا، حفاظِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے گنہگاروں کو بخشوانے کے لیے شفاعت کریں گے، ان کی شفاعت قبول ہوگی۔ جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ اعراف میں ہوں گے وہ بھی آخر میں جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور دوزخ میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو بالکل کافر اور مشرک ہیں اور ایسے لوگوں کو کبھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ جب سب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانوں میں جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ دوزخ اور جنت کے درمیان میں موت کو ایک دنبہ کی صورت میں ظاہر کر کے سب جنتیوں اور دوزخیوں کو دکھا کر ذبح کرا دیں گے اور فرمائیں گے اب نہ جنتیوں کو موت آئے گی اور نہ دوزخیوں کو۔ سب کو اپنے اپنے ٹھکانے پر ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا، اس وقت نہ جنتیوں کی خوشی کی کوئی حد ہوگی اور نہ دوزخیوں کے صدمے اور رنج کی کوئی انتہا ہوگی۔

جنت کی نعمتوں کا ذکر:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال آیا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی عمارت میں ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی اور اینٹوں کے جوڑنے کا گارا خاص مشک کا ہے اور جنت کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور وہاں کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں چلا جائے گا چین وسکون سے رہے گا، رنج وغم نہیں دیکھے گا، ہمیشہ کے لیے اسی میں رہے گا، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوں گے، نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں دو باغ ایسے ہیں کہ وہاں کے برتن اور سارا سامان چاندی کا ہوگا اور دو باغ ایسے ہیں کہ وہاں کے برتن اور سارا سامان سونے کا ہوگا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں اوپر تلے سو درجے ہیں اور ایک درجے سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان میں فاصلہ ہے یعنی پانچ سو برس کا۔ ان درجوں میں بڑا درجہ فردوس کا ہے اور اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں یعنی دودھ، شہد، شرابِ طہور اور پانی کی نہریں اور اس سے اوپر عرش ہے۔ تم جب اللہ سے مانگو تو

فردوس مانگا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ ان میں ایک ایک درجہ اتنا بڑا ہے کہ اگر تمام دنیا کے آدمی ایک میں بھر دیے جائیں تو اچھی طرح سما جائیں۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں جتنے درخت ہیں سب کا تنا سونے کا ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے جو لوگ جنت میں جائیں گے اُن کا چہرہ ایسا روشن ہوگا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ پھر جو ان کے بعد جائیں گے ان کا چہرہ تیز روشنی والے ستارے کی طرح ہوگا۔ نہ وہاں پیشاب کی ضرورت ہوگی، نہ پاخانے کی، نہ تھوک کی، نہ رینٹھ کی۔ کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا۔'' کسی نے پوچھا کہ پھر کھانا کہاں جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک ڈکار آئے گی جس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والوں میں جو سب سے ادنیٰ درجہ کا ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ اگر تجھے دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کے برابر دے دیں تو راضی ہو جائے گا؟ وہ کہے گا: اے پروردگار! میں راضی ہوں۔ ارشاد ہوگا جا تجھ کو اس کے پانچ گنا کے برابر دیا۔ وہ کہے گا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔ پھر ارشاد ہوگا جا تجھ کو اتنا دیا اور اس سے دس گنا زیادہ دیا اور اس کے علاوہ جس چیز کو تیرا جی چاہے گا اور جس سے تیری آنکھ کو لذت ہوگی وہ تجھ کو ملے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ کے برابر اس کو ملے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے پوچھیں گے کیا تم خوش بھی ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ بھلا خوش کیوں نہ ہوتے؟ آپ نے تو ہمیں وہ چیزیں دیں ہیں جو آج تک کسی مخلوق کو نہیں دیں۔ ارشاد ہوگا: میں تمہیں ایسی چیز دوں جو ان سب سے بڑھ کر ہو۔ وہ عرض کریں گے کہ ان سے بڑھ کر کیا چیز ہوگی؟ ارشاد ہوگا کہ وہ چیز یہ ہے کہ میں تم سے ہمیشہ خوش رہوں گا، کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنت والے جنت میں جا چکیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم اگر اور کچھ چاہتے ہو تو میں تمہیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمارے چہرے آپ نے روشن کر دیے، ہمیں جنت میں داخل کر دیا، ہمیں دوزخ سے نجات دے دی، ہمیں اور کیا چاہیے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائیں گے اور اپنے بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے، اللہ تعالیٰ کے دیدار میں جو لذت ہوگی ایسی لذت اور نعمت کہیں نہیں ہوگی۔''

جہنم کے حالات:

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کو ہزار برس تک دھونکا گیا یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہو گیا، پھر ہزار

برس تک دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار برس اور دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔ اب وہ بالکل سیاہ تاریک ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ جس کو جلاتے ہو دوزخ کی آگ سے تیزی میں ستر حصے کم ہے اور وہ ستر حصے اس سے زیادہ تیز ہے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک بڑا بھاری پتھر دوزخ کے کنارے سے چھوڑا جائے اور وہ ستر برس تک مسلسل گرتا رہے تب جا کر اس کی تہہ تک پہنچے گا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر ایک لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے، جس سے اس کو قابو کیے ہوئے ہوں گے۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے پاؤں میں صرف آگ کی دو جوتیاں ہوں گی مگر اس سے بھی اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابلتا رہے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے بڑھ کر کسی کو عذاب نہیں ہو رہا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں اونٹ کے برابر بڑے سانپ ہیں، اگر ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس سال تک زہر چڑھا رہے اور ایسے بڑے بچھو ہیں جیسے پالان کسا ہوا خچر، وہ اگر کاٹ لیں تو چالیس سال تک ان کے زہر کی لہر اٹھتی رہے گی۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''میں نے آج نماز میں جنت اور دوزخ کا ہو بہو نقشہ دیکھا، آج تک میں نے جنت سے زیادہ کوئی اچھی چیز اور دوزخ سے زیادہ کوئی تکلیف دہ چیز نہیں دیکھی۔''

ایمان کے شعبے

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کے ستر سے کچھ زائد شعبے ہیں، ان میں سے سب سے بڑا کلمہ طیبہ ((لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ہے اور سب سے چھوٹی بات یہ ہے کہ راستہ میں کوئی کانٹا، لکڑی، پتھر پڑا ہو جس سے چلنے والوں کو تکلیف ہو اس کو ہٹا دے اور شرم وحیا بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔''

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جب اتنی باتیں ایمان سے تعلق رکھتی ہیں تو پورا مسلمان وہی ہوگا جس میں سب باتیں ہوں گی اور جس میں کوئی ایک بات ہو، دوسری نہ ہو وہ ادھورا مسلمان ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ مسلمان پورا ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ہر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ ان سب باتوں کو اپنے اندر پیدا کرے اور کوشش کرے کسی بات کی کسر نہ رہ جائے۔ ذیل میں ایمان کے شعبوں کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ وہ کل ستتر (۷۷) ہیں:

تیس دل سے متعلق ہیں:

۱ — اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا۔

۲ — یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزیں پہلے موجود نہ تھیں، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئیں۔

۳ — یہ یقین کرنا کہ فرشتے موجود ہیں۔

۴ — یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں پیغمبروں پر اُتاری ہیں وہ سب سچی ہیں، البتہ اب چونکہ قرآن مجید کے سوا دوسری کتابیں اصلی حالت میں محفوظ نہیں، اس لیے ان پر عمل نہیں رہا۔

۵ — یہ یقین کرنا کہ سب پیغمبر سچے ہیں، البتہ اب صرف رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنے کا حکم ہے۔

۶ — یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو سب باتوں کی پہلے ہی سے خبر ہے اور جو ان کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

۷ — یہ یقین کرنا کہ قیامت آنے والی ہے۔

۸ — جنت کو ماننا۔

۹ — دوزخ کو ماننا۔

۱۰ — اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا۔

۱۱ — رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا۔

۱۲- کسی سے بھی اگر محبت یا دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کرنا۔

۱۳- ہر کام میں اللہ کی رضا کی نیت کرنا۔ ۱۴- گناہوں پر پچھتانا۔

۱۵- اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ۱۶- اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا۔

۱۷- شرم کرنا۔ ۱۸- نعمت کا شکر کرنا۔

۱۹- وعدہ پورا کرنا۔ ۲۰- صبر کرنا۔

۲۱- اپنے آپ کو دوسروں سے کم سمجھنا۔ ۲۲- مخلوق پر رحم کرنا۔

۲۳- جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس پر راضی رہنا۔ ۲۴- اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

۲۵- اپنی کسی خوبی پر نہ اترانا۔ ۲۶- کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھنا۔

۲۷- حسد نہ کرنا۔ ۲۸- غصہ نہ کرنا۔

۲۹- کسی کا برا نہ چاہنا۔ ۳۰- دنیا سے محبت نہ رکھنا۔

سات باتیں زبان سے متعلق ہیں:

۳۱- زبان سے کلمہ پڑھنا۔ ۳۲- قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

۳۳- علم سیکھنا۔ ۳۴- علم سکھانا۔

۳۵- دعا کرنا۔ ۳۶- اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

۳۷- لغو اور گناہ کی بات، جیسے: جھوٹ، غیبت، گالی، گانا وغیرہ سے بچنا۔

چالیس باتیں تمام بدن سے متعلق ہیں:

۳۸- وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے کا پاک رکھنا۔ ۳۹- نماز کا پابند رہنا۔

۴۰- زکوٰۃ، صدقہ فطر دینا۔ ۴۱- روزہ رکھنا۔

۴۲- حج کرنا۔ ۴۳- اعتکاف کرنا۔

۴۴- جہاں رہنے میں دین کا نقصان ہو وہاں سے ہجرت کرنا۔

۴۵- نذر پوری کرنا۔ ۴۶- جائز کام کی قسم پوری کرنا۔

۴۷- قسم توڑنے کے بعد اس کا کفارہ دینا۔ ۴۸- ستر چھپانا۔

۴۹- قربانی کرنا۔

۵۰- مردے کا کفن دفن کرنا۔

۵۱- قرض خواہ کا قرض ادا کرنا۔

۵۲- لین دین میں خلافِ شرع باتوں سے بچنا۔

۵۳- سچی گواہی کا نہ چھپانا۔

۵۴- اگر نفس تقاضا کرے تو نکاح کر لینا۔

۵۵- اپنے ماتحتوں کا حق ادا کرنا۔

۵۶- ماں باپ کو آرام پہنچانا۔

۵۷- اولاد کی پرورش کرنا۔

۵۸- رشتہ داروں سے بدسلوکی نہ کرنا۔

۵۹- آقا کی تابعداری کرنا۔

۶۰- انصاف کرنا۔

۶۱- مسلمانوں کی جماعت سے الگ کوئی طریقہ نہ نکالنا۔

۶۲- جائز امور میں حاکم کی اطاعت کرنا۔

۶۳- جھگڑنے والوں میں صلح کرا دینا۔

۶۴- نیک کام میں مدد دینا۔

۶۵- نیکی کا حکم دینا۔

۶۶- برائی سے روکنا۔

۶۷- دین کے دشمنوں سے جہاد کرنا۔

۶۸- امانت ادا کرنا۔

۶۹- ضرورت والے کو قرضہ دے دینا۔

۷۰- پڑوسی کا خیال رکھنا۔

۷۱- حلال کمانا۔

۷۲- شریعت کے مطابق خرچ کرنا۔

۷۳- سلام کا جواب دینا۔

۷۴- چھینکنے والے کو «یَرْحَمُكَ اللّٰه» کہنا۔

۷۵- کسی کو ناحق تکلیف نہ دینا۔

۷۶- خلافِ شرع کھیل تماشوں سے بچنا۔

۷۷- راستہ میں سے ڈھیلا، پتھر، کانٹا، لکڑی ہٹا دینا۔

کتاب الآداب والأخلاق

وضو اور طہارت کے آداب:

ادب: تازہ وضو کا ثواب زیادہ ہے۔

ادب: قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف رُخ اور پشت نہ کرو۔

ادب: کسی سوراخ میں پیشاب مت کرو، شاید اس میں سے کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ نکل آئے۔

ادب: جہاں غسل کرنا ہو وہاں پیشاب مت کرو۔

ادب: قضائے حاجت کے وقت باتیں مت کرو۔

ادب: جب سو کر اُٹھو تو ہاتھ اچھی طرح دھونے سے پہلے پانی کے اندر نہ ڈالو۔

ادب: جو پانی دھوپ سے گرم ہوا ہو، اسے استعمال مت کرو۔ اس سے برص کی بیماری کا اندیشہ ہے، جس سے بدن پر سفید سفید داغ ہو جاتے ہیں۔

نماز کے آداب:

۱۔ نماز وقت پر پڑھو۔ رکوع، سجدہ اچھی طرح کرو۔ دھیان سے نماز پڑھو۔

۲۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی تاکید کرو، جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھواؤ۔

۳۔ ایسے کپڑے پر یا ایسی جگہ میں نماز پڑھنا اچھا نہیں جس کے نقش و نگار میں دھیان لگ جانے کا اندیشہ ہو۔

۴۔ فرض پڑھ کر بہتر ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر سنت اور نوافل پڑھو۔

۵۔ نفلیں اور وظیفے اتنے شروع کرو جس کو پورا کر سکو۔

زکوٰۃ اور صدقات کے آداب:

ادب: زکوٰۃ اور صدقات جہاں تک ہو سکے ایسے لوگوں کو دیے جائیں جو مانگتے نہیں، خودداری کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔

ادب: خیرات میں تھوڑی چیز دینے سے مت شرماؤ، جو توفیق ہو دیدو۔

ادب: اپنے رشتہ داروں کو دینے سے دہرا اجر و ثواب ملتا ہے۔ ایک خیرات کا، دوسرا رشتہ دار سے احسان کرنے کا۔

ادب: غریب پڑوسیوں کا خیال رکھا کرو۔

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب:

ادب: اگر قرآن پاک کی تلاوت اچھی طرح نہ کرسکو تو گھبرا کر مت چھوڑو۔ پڑھتے جاؤ، ایسے شخص کو دوہرا اجر ملتا ہے۔

ادب: اگر قرآن مجید پڑھا ہو تو اُس کو مت بھلاؤ بلکہ ہمیشہ پڑھتے رہو۔ قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔

ادب: قرآن مجید دھیان اور توجہ سے پڑھا کرو۔

دُعا اور ذکر کے آداب:

ادب: دعا مانگنے میں ان باتوں کا خیال رکھو:

۱- خوب شوق سے دعا مانگو۔

۲- گناہ کی چیز مت مانگو۔

۳- اگر کام ہونے میں دیر ہو جائے تو تنگ ہو کر دعا مت چھوڑو، قبول ہونے کا یقین رکھو۔

ادب: جہاں بیٹھ کر دنیا کی باتوں اور دھندوں میں لگو، وہاں تھوڑا بہت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر بھی ضرور کرلیا کرو۔

ادب: استغفار کثرت سے کیا کرو، اس سے مشکل آسان اور روزی میں برکت ہوتی ہے۔

ادب: اگر بدقسمتی سے گناہ ہو جائے تو توبہ میں دیر مت لگاؤ۔ اگر دوبارہ گناہ ہو جائے تو پھر جلدی سے توبہ کرو۔ یہ مت سوچو کہ جب توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو پھر ایسی توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

کھانے پینے کے آداب:

۱- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، البتہ اگر برتن میں کئی قسم کی چیزیں ہوں تو جس چیز کو دل چاہے، جس طرف سے چاہو اُٹھالو۔

۲- کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لیا کرو اور برتن میں اگر تھوڑا سا سالن رہ جائے تو اس کو بھی صاف کرلیا کرو۔

۳- لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اگر دل چاہے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھالو۔

۴- خربوزے کی قاشیں ہوں یا کھجور اور انگور کے دانے یا مٹھائی کی ڈلیاں ہوں تو ایک ایک اٹھاؤ۔ دو دو مت لو۔

۵- اگر کوئی بد بودار چیز کھائی ہو جیسے: کچی پیاز، لہسن وغیرہ تو محفل میں جانے سے پہلے منہ صاف کرلو تاکہ بو نہ رہے۔

۶- کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرو۔

۷- کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھولو اور کلی بھی کرلو۔

۸- زیادہ گرم کھانا مت کھاؤ۔

۹- مہمان کا اکرام کرو۔ اگر تم مہمان بن جاؤ تو اتنا مت ٹھہرو کہ دوسرے کو بوجھ محسوس ہونے لگے۔

۱۰- کھانا مل کر کھانے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

۱۱- کھانا کھانے کے بعد دسترخوان اٹھائے جانے سے پہلے نہیں اٹھنا چاہیے اور جب تک ساتھی کھانا کھا رہے ہوں، ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تاکہ وہ شرم کی وجہ سے سیر ہو کر کھانے سے محروم نہ رہ جائیں۔ اگر اٹھنے کی ضرورت ہو تو ساتھیوں سے عذر بیان کر دینا چاہیے۔

۱۲- مہمان کو دروازے تک پہنچانا سنت ہے۔

۱۳- پانی تین سانس میں پینا چاہیے۔ شروع میں ''بسم اللہ'' اور آخر میں ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے اور سانس لیتے وقت برتن منہ سے الگ کر دینا چاہیے۔

۱۴- جس برتن سے زیادہ پانی آجانے کا اندیشہ ہو یا جس برتن کے اندر کا حال معلوم نہ ہو کہ اس میں شاید کوئی کیڑا، کانٹا وغیرہ ہو تو ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۵- بلاضرورت کھڑے ہو کر پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۶- دوسرے لوگوں کو پانی دیتے وقت دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔

۱۷- برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی نہیں پینا چاہیے۔

۱۸- رات کو بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کرنا چاہیے، برتنوں کو ڈھانک دینا چاہیے، چراغ سوتے وقت گل کر دینا چاہیے، چولہے کی آگ بجھا دینا چاہیے۔

۱۹- کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس بھیجنا ہو تو ڈھانک کر بھیجو۔

پہننے اوڑھنے کے آداب:

۱- ایک جوتی پہن کر مت چلو۔

۲- چادر وغیرہ اس طرح نہیں لپیٹنا چاہیے کہ جلدی سے ہاتھ نکالنے میں مشکل ہو۔

۳- کپڑا دائیں طرف سے پہننا شروع کرو۔ مثلاً: دائیں آستین، دایاں پائنچہ، دائیں جوتی۔

۴- بائیں طرف سے اُتارنا شروع کرنا چاہیے۔

۵- کپڑا پہن کر یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ)).

٦- ایسا لباس مت پہنو جس میں بے پردگی ہو۔

۷- کپڑوں میں پیوند لگانے کو ذلت مت سمجھو۔

۸- لباس میں بہت زیادہ تکلف نہ کرو اور نہ ہی میلا کچیلا رہو۔ صفائی کا خیال رکھو، بالوں کو بنا سنوار کر رکھو، البتہ ہر وقت اسی میں نہ لگے رہو۔

۹- دونوں آنکھوں میں سرمہ تین تین سلائی لگاؤ۔

بیماری اور علاج کے آداب:

۱- بیمار کو کھانے پینے پر مجبور مت کرو۔

۲- بیماری میں بد پرہیزی مت کرو۔

۳- خلافِ شرع تعویذ، گنڈا، ٹوٹکا ہرگز استعمال مت کرو۔

۴- اگر کسی کو نظر لگ جائے تو جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے تو اس سے کسی برتن میں وضو کروا کر وہ پانی متاثر شخص کے اوپر ڈال دیا جائے، نظر کا اثر زائل ہو جائے گا۔

۵- جن بیماریوں سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے، جیسے: خارش، خون خراب ہو جانا وغیرہ، ایسے بیمار کو چاہیے کہ حتی الامکان خود ہی سب سے الگ رہے، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

خواب کے آداب:

۱- اگر ڈراؤنا خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھوک دو اور تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر کروٹ بدل لو اور کسی سے ذکر مت کرو، ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

۲- اگر خواب بیان کرنا ہو تو ایسے شخص سے بیان کرو جو عقلمند اور تمہارا خیر خواہ ہو تاکہ بری تعبیر نہ بتائے۔

۳- جھوٹا خواب بنانا بڑا گناہ ہے۔

سلام کے آداب:

۱- سلام کرتے وقت السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دوسرے سب طریقے خلافِ سنت ہیں۔

۲- سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔

۳- کسی نے دوسرے کا سلام پہنچایا ہو تو جواب میں «وعليك وعليه السلام» کہنا چاہیے۔

۴- اگر کئی آدمیوں میں سے ایک نے سلام کرلیا تو سب کی طرف سے ہو گیا، اسی طرح ساری مجلس میں سے ایک نے جواب دے دیا وہ بھی سب کی طرف سے ہو گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے وقت جھکنا منع ہے۔

۵- اگر کسی کو دور سے سلام کرنا ہو یا سلام کا جواب دینا ہو تو ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے، لیکن زبان سے بھی سلام کے الفاظ کہنے چاہئیں۔

۶- غیر مسلموں کے لیے السلام علیکم کے الفاظ کہنا جائز نہیں، بوقتِ ضرورت ان کو سلام کرتے وقت «اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ التَّبعِ الْهُدٰی» اور جواب میں صرف «وعلیکم» کہنا چاہیے۔

نشست و برخاست کے آداب:

۱- اتراتے ہوئے مت چلو۔

۲- الٹا مت لیٹو۔

۳- ایسی چھت پر مت سوؤ جس کی منڈیر نہ ہو، شاید لڑھک کر گر پڑو۔

۴- کچھ دھوپ میں کچھ سائے میں مت بیٹھو۔

مجلس میں بیٹھنے کے آداب:

۱- کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود وہاں نہ بیٹھو۔

۲- کوئی شخص مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا اور قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ واپس آئے گا تو ایسی حالت میں اس کی جگہ کسی اور کو نہیں بیٹھنا چاہیے، وہ جگہ اُسی کا حق ہے۔

۳- اگر دو آدمی قصداً مجلس میں اکٹھے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان بیٹھنا منع ہے، البتہ وہ اگر

اجازت دیدیں تو کوئی حرج نہیں۔

۴- جو شخص ملنے آئے، اس کو دیکھ کر ذرا اپنی جگہ سے کھسک جاؤ جس سے وہ یہ سمجھے کہ اس نے میری قدر کی۔

۵- مجلس میں نمایاں ہوکر بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ جہاں جگہ میسر ہو، عام لوگوں کی طرح بیٹھ جاؤ۔

۶- جب چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو اور پست آواز سے چھینکو۔

۷- جمائی کو جہاں تک ہو سکے روکو۔ اگر نہ رکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لو۔

۸- بہت زور سے مت ہنسو۔

۹- ناک منہ چڑھا کر تکبر کے ساتھ نہ بیٹھو۔

۱۰- موقع کی کوئی بات ہو تو بولنے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ گناہ کی بات مت کرو۔

۱۱- مجلس میں بلاضرورت پاؤں مت پھیلاؤ۔

زبان کی حفاظت:

۱- سوچے سمجھے بغیر کوئی بات مت کہو، جب سوچ کر یقین ہو جائے کہ یہ بات کسی طرح بری نہیں تب بولو۔

۲- کسی کو بے ایمان کہنا یا یوں کہنا کہ فلاں پر اللہ کی مار، اللہ کی پھٹکار، اللہ کا غضب پڑے، دوزخ نصیب ہو، چاہے آدمی کو کہے یا جانور کو، یہ سب گناہ ہے، جس کو کہا گیا ہے اگر وہ ایسا نہ ہوا تو یہ سب پھٹکار لوٹ کر اس کہنے والے پر پڑتی ہے۔

۳- اگر تمہیں کوئی نامناسب بات کہہ دے تو بدلے میں اتنا ہی کہہ سکتے ہو جتنا اس نے کہا، اگر ذرا بھی زیادہ کہا تو تم گنہگار ہو جاؤ گے۔

۴- دوغلی بات یعنی ایک کے سامنے اس کے مطلب کی اور دوسرے کے سامنے اس کے مطلب کی بات مت کرو۔

۵- چغل خوری ہرگز نہ کرو اور نہ کسی کی چغلی سنو۔

۶- جھوٹ ہرگز مت بولو۔

۷- خوشامد سے کسی کی منہ پر تعریف مت کرو اور پیٹھ پیچھے بھی حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔

۸- کسی کی غیبت ہرگز نہ کرو۔ کسی کے بارے میں پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اور وہ بات اس میں پائی جاتی ہو تو یہ غیبت ہے۔ اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ بہتان ہے، اس میں اور بھی زیادہ گناہ ہے۔

۹- کسی سے بحث و تکرار مت کرو، اپنی بات پر اصرار مت کرو۔

۱۰- زیادہ مت ہنسو، اس سے دل کی رونق جاتی رہتی ہے۔

۱۱- جس شخص کی غیبت کی ہے اگر اس سے معاف نہ کرا سکو تو اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کیا کرو۔ امید ہے کہ قیامت میں معاف کردے۔

۱۲- جھوٹا وعدہ مت کرو۔

۱۳- ایسا مزاح مت کرو جس سے دوسرا ذلیل ہو جائے۔

۱۴- اپنی کسی چیز یا کسی خوبی پر بڑائی مت جتلاؤ۔

۱۵- سنی سنائی باتیں مت کیا کرو کیونکہ اکثر ایسی باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

۱۶- لوگوں کو نیکی کی دعوت دو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو، البتہ اگر ماننے کی امید بالکل نہ ہو یا اندیشہ ہو کہ تکلیف پہنچائے گا تو خاموشی جائز ہے مگر دل سے بری بات کو برا سمجھو اور کسی ضرورت کے بغیر ایسے لوگوں سے میل جول مت رکھو۔
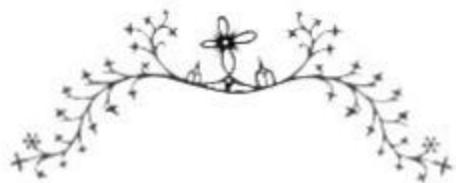
مسنون دعائیں

سوتے وقت کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْیٰی)).

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی کے نام کے ساتھ میں مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔

سوکر اٹھنے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرُ)).

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اُٹھنا ہے۔

صبح کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَیْنَا ، وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَإِلَیْكَ النُّشُوْرُ)).

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کی قدرت سے صبح کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں ہم اور آپ ہی کی طرف اُٹھنا ہے۔

شام کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ بِكَ أَمْسَیْنَا وَبِكَ أَصْبَحْنَا ، وَبِكَ نَحْیٰی وَبِكَ نَمُوْتُ ، وَإِلَیْكَ النُّشُوْرُ)).

ترجمہ: یا اللہ! ہم نے آپ ہی کی قدرت سے شام کی اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور ہم آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف اُٹھنا ہے۔

کھانا کھانے کی دعا:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کھانے کے بعد کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَکَفَانَا وَاٰوَانَا)).

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے کیا اور ہماری کفایت کی اور حفاظت کی۔

فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ)).

ترجمہ: یا اللہ! مجھ کو دوزخ سے پناہ دیجیے۔

فجر اور مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھنے کی دعا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ، وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ"

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں کہ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین اور آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔

سواری پر سوار ہونے کی دعا:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے بس میں کر دیا اس کو اور ہم اس کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

دعوت کھانے کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ)).

ترجمہ: یا اللہ! ان کے لیے اس چیز میں برکت دیجیے جو تو نے ان کو عطا فرمائی اور ان کی خطاؤں کو بخشئے اور ان پر رحم کیجیے۔

چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْإِیْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ ، رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ)).

ترجمہ: اے اللہ! اس چاند کو ہم پر برکت، ایمان، خیریت اور اسلام کے ساتھ نکال۔

(اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا)).

ترجمہ: شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھے اس مصیبت سے کہ جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

(لیکن ذرا آہستہ سے پڑھیں کہ اس کو سن کر افسوس نہ ہو)

رخصت کرنے کی دعا:

((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ)).

ترجمہ: میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

نکاح کی مبارک باد کی دعا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ)).

ترجمہ: اللہ تعالیٰ برکت دے تم دونوں کو اور برکت نازل کرے تم دونوں پر اور ملاپ رکھے تم دونوں میں خیر کے ساتھ۔

مصیبت کے وقت کی دعا:

((يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ)).

ترجمہ: اے اللہ! حی و قیوم! میں مدد چاہتا ہوں آپ کی رحمت کے ساتھ۔

ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت کی دعائیں:

((أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ، وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ)). (تین مرتبہ)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے، وہی ہے
زندہ اور قائم اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

((لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ)).

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا ملک اسی کا ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے
اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ایک مرتبہ)

سُبْحَانَ اللّٰهِ . (تینتیس مرتبہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ . (تینتیس مرتبہ)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ . (چونتیس مرتبہ) قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ (آخر تک) (ایک مرتبہ)

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ (آخر تک) (ایک مرتبہ)

آیۃ الکرسی ایک مرتبہ، صبح کے وقت سورۂ یٰسین ایک مرتبہ، مغرب کے بعد، سورۂ واقعہ ایک مرتبہ، عشاء کے بعد، سورۂ ملک ایک مرتبہ، جمعہ کے دن، سورۂ کہف ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ ﴾ بھی سورت کے ختم تک پڑھ لیا کرو۔ جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کیا کرو۔

اَخلاق وعاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (شمائل)

نام مبارک ونسب شریف:

آپ کا مشہور مبارک نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ ان کے والد کا نام عبدالمطلب، ان کے والد کا نام ہاشم اور ان کے والد کا نام عبدمناف ہے۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ ہے، ان کے والد کا نام وہب، ان کے والد کا نام عبد مناف اور ان کے والد کا نام زہرہ ہے۔ یہ عبدمناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کے والد کے علاوہ دوسرے شخص ہیں۔

پیدائش اور حیاتِ مبارکہ کے مختلف ادوار:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز ربیع الاوّل کے مہینے میں اس سال پیدا ہوئے جس سال حبشہ کا کافر بادشاہ ابرہہ ہاتھی لے کر کعبہ کو گرانے کے لیے حملہ آور ہوا تھا۔ جب کہ آپ ابھی رحمِ مادر میں تھے اور آپ کے والد انتقال کر گئے تھے۔ جب آپ پانچ سال اور دو روز کے تھے، آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ نے آپ کو آپ کی والدہ کے پاس واپس پہنچا دیا۔ جب آپ چھ سال کے ہوگئے تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے ننھیال بنی نجار کے ہاں گئیں اور ایک مہینے کے بعد واپس آتے ہوئے مقام ابواء میں انتقال کر گئیں۔ آپ کی باندی امِ ایمن بھی ساتھ تھیں، وہ آپ کو مکہ لے آئیں۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش شروع کی، پھر آپ کے دادا کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی پرورش کی اور وہ آپ کو شام کی طرف تجارت کے لیے لے جا رہے تھے کہ راستے میں نصاریٰ کے ایک عبادت گزار عالم "بحیرا" نے آپ کو دیکھا اور آپ کے چچا کو تاکید کی کہ وہ آپ کی حفاظت کریں اور اس نے یہ بھی کہا کہ یہ نبی ہیں۔ "بحیرا" نے آپ کو مکہ واپس کرا دیا، پھر آپ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف چل دیے، راستے میں نصاریٰ کے ایک عالم "نسطورا" نے آپ کے نبی ہونے کی گواہی دی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہوگئی۔ اس وقت آپ کی عمرِ مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چالیس سال کی تھیں۔ پھر چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی اور آپ باون یا ترپن سال کے تھے کہ واقعۂ معراج پیش آیا۔

نبوت کے بعد تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے، پھر جب کافروں نے بہت تکلیف دی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ مدینہ منورہ چلے گئے۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر پیش آیا، اس کے بعد اور غزوات ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب چھوٹی بڑی

ملا کر پینتیس جنگیں لڑیں۔ (غزوات اور سرایا کی صحیح مقدار کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے)

نکاح اور ازواجِ مطہرات:

آپ ﷺ نے گیارہ ازواجِ مطہرات سے نکاح کیا، جن میں سے دو یعنی حضرت خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں انتقال کر گئیں اور نو آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں، جن کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت سودہ ۲- حضرت عائشہ ۳- حضرت حفصہ ۴- حضرت ام سلمہ

۵- حضرت زینب بنت جحش ۶- حضرت ام حبیبہ ۷- حضرت ام جویریہ ۸- حضرت میمونہ

۹- حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین)

اولاد:

آپ ﷺ کی اولاد چار صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑی حضرت زینب، ان سے چھوٹی حضرت رقیہ، ان سے چھوٹی حضرت ام کلثوم اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔

آپ ﷺ کی نرینہ اولاد تین مشہور ہیں: قاسم، طیب، ابراہیم۔ بعض نے طاہر اور عبداللہ کا نام بھی لکھا ہے، اس طرح آپ کی نرینہ اولاد پانچ ہوگئی۔ بعض نے کہا ہے کہ طاہر اور عبداللہ ایک ہیں تو پھر چار صاحبزادے ہوں گے اور اگر عبداللہ، طیب اور طاہر کو ایک شمار کیا جائے تو تین ہوں گے۔ ابراہیم آپ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے، ابراہیم کے علاوہ باقی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہوئی۔

مزاج وعاداتِ مبارکہ:

آپ ﷺ دل کے بہت سخی تھے، کسی سوالی کو "نہیں" کبھی نہیں کہا۔ اگر کچھ ہوتا تو دے دیتے، نہ ہوتا تو نرمی سے سمجھا دیتے اور کسی اور وقت دینے کا وعدہ فرماتے۔ آپ ﷺ بات کے بڑے سچے تھے۔ آپ کی طبیعت بہت نرم تھی، سب باتوں میں سہولت اور آسانی کا معاملہ فرماتے۔ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کا بڑا خیال رکھتے کہ ان کو کسی طرح تکلیف نہ پہنچے، یہاں تک کہ اگر رات کو اٹھ کر باہر جانا ہوتا تو بہت ہی آہستہ جوتے پہنتے، بہت آہستہ سے کواڑ کھولتے، بہت وقار کے ساتھ چلتے۔ اگر گھر میں تشریف لاتے اور گھر والے سو رہے ہوتے تو بھی سب کام چپکے چپکے کرتے تا کہ کسی کی نیند خراب نہ ہو جائے۔ نگاہ ہمیشہ نیچی رکھتے، بہت سے آدمیوں کے ساتھ چلتے تو اوروں سے پیچھے رہتے، جو سامنے آتا اس کو پہلے خود سلام کرتے۔ جب بیٹھتے تو بہت عاجزی کی صورت بنا کر۔ جب کھانا کھاتے تو بہت ہی غریبوں کی طرح بیٹھ کر، پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ تکلف

کی تشتریوں میں کبھی نہیں کھایا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے غمگین رہتے، ہر وقت اسی سوچ میں لگے رہتے، اسی غم میں کروٹ چین نہ آتا۔ زیادہ وقت خاموش رہتے، بدونِ ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے۔ جب بولتے تو ایسا صاف کہ دوسرا آدمی خوب سمجھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ تو اتنی لمبی ہوتی کہ ضرورت سے زیادہ ہو اور نہ اس قدر کم ہوتی کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آئے۔ بات میں ذرا بھی سختی نہ تھی، نہ برتاؤ میں کسی طرح کی سختی تھی۔ اپنے پاس آنے والے کی بے قدری نہیں کرتے تھے۔ کسی کی بات نہیں کاٹتے تھے، البتہ اگر کوئی خلافِ شرع کوئی بات کرتا تو منع فرما دیتے یا وہاں سے خود اٹھ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کیسی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، کبھی اس میں عیب نہ نکالتے تھے، البتہ جس چیز کو دل نہ چاہتا اس کو خود نہ کھاتے اور نہ اس کی تعریف کرتے، نہ اس میں عیب نکالتے۔ دنیا کی کیسی ہی بات ہو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ نہ آتا، مثلاً: کسی کے ہاتھ سے نقصان ہو گیا، کسی نے کوئی کام بگاڑ دیا، یہاں تک کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، ان دس سالوں میں کسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا کہ کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا؟ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بعض افراد (کسی غلطی پر) مجھے ملامت کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے اور فرماتے کہ جو کچھ تقدیر میں تھا وہ ہو گیا، البتہ اگر کوئی بات خلافِ شرع ہو جاتی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی کوئی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

اپنے ذاتی معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی غصہ نہیں کیا۔ اگر کسی سے ناراض ہوتے تو صرف منہ پھیر لیتے، یعنی زبان سے کچھ سخت وسست نہ فرماتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ نیچی فرما لیتے۔ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیا تھی، قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے بلکہ صرف مسکرا دیتے تھے۔

سب کے ساتھ مل جل کر رہتے، یہ نہیں کہ اپنی شان بڑھانے کے لیے لوگوں سے کھنچنے لگیں بلکہ کبھی کبھی کسی کا دل خوش کرنے کیلئے ہنسی مذاق بھی فرما لیتے، اس میں بھی وہی بات فرماتے جو سچی ہوتی۔ نفلیں اس قدر پڑھتے کہ کھڑے کھڑے دونوں پاؤں سوج جاتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے یا سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت سے روتے۔ مزاج میں اس قدر عاجزی تھی کہ اپنی اُمت کو حکم فرمایا کہ بڑھا چڑھا کر میری تعریف مت کرو۔ بیمار کی عیادت کرتے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کسی کا انتقال ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نمازِ جنازہ کے لیے تشریف لے جاتے۔ کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو قبول فرما لیتے۔ اگر کوئی جو کی روٹی اور بدمزہ چربی کی دعوت کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی انکار نہ فرماتے۔ زبان سے کوئی بے فائدہ بات نہ نکلتی۔ سب کی دلجوئی کرتے، کوئی ایسا برتاؤ نہ فرماتے جس سے کسی کو گھبراہٹ ہو۔ ظالموں اور شر پسندوں کے شر سے حسنِ تدبیر کے ساتھ اپنا بچاؤ بھی

کرتے مگران کے ساتھ اسی خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے۔ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے والوں میں سے اگر کوئی نہ آتا تو اس کے بارہ میں دریافت فرماتے۔ ہر کام کو نظم وضبط سے کرتے۔ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کو یاد فرماتے۔ جب کسی محفل میں تشریف لے جاتے تو مجلس کے کنارے پر بیٹھ جاتے، نہ یہ کہ سب کو پھاند کر بڑی جگہ بنا کر بیٹھتے۔ اگر بات کرنے کے وقت کئی آدمی ہوتے تو باری باری سب کی طرف رُخ کر کے بات کرتے، ایسا نہ ہوتا کہ ایک طرف تو توجہ ہو اور دوسروں کو دیکھیں بھی نہیں۔ سب کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے کہ ہر شخص یوں سمجھتا کہ مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اگر کوئی پاس آ کر بیٹھتا یا بات شروع کرتا تو اس کی خاطر بیٹھے رہتے، جب پہلے وہ خود اٹھ جاتا تو آپ اٹھتے۔ آپ کے اخلاق سب کے لیے عام تھے۔ گھر میں جا کر آرام کے لیے مسند پر تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ کبھی بکری کا دودھ نکال لیا، کبھی اپنے کپڑے صاف کر لیے، اپنا کام اکثر اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے۔ کیسا ہی برے سے برا آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا، اس سے بھی مہربانی کے ساتھ ملتے اور اس کی دل شکنی نہ فرماتے۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔

اگر کسی سے کوئی ناپسندیدہ بات ہو جاتی تو کبھی اس کے سامنے نہ جتلاتے۔ نہ طبیعت میں سختی تھی اور نہ کبھی سختی کی صورت بناتے، جیسے: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کسی کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بتکلف غصہ کی صورت بنا کر ویسی ہی باتیں کرنے لگتے ہیں، نہ آپ ﷺ کی عادت چلّانے کی تھی۔ جو کوئی آپ ﷺ کے ساتھ برائی کرتا آپ ﷺ کبھی اس کے ساتھ برائی نہ فرماتے، بلکہ معاف اور درگزر فرما دیا کرتے۔ کبھی اپنے ہاتھ سے کسی غلام، خدمت گار یا عورت کو بلکہ کسی جانور کو بھی نہیں مارا، البتہ شریعت کے حکم سے سزا دینا اور بات ہے۔ اگر آپ ﷺ پر کوئی زیادتی کرتا تو اس کا بدلہ نہ لیتے۔ ہر وقت ہنس مکھ رہتے اور ناک بھوؤں نہ چڑھاتے۔ مزاج بہت نرم تھا، نہ بات میں سختی تھی اور نہ برتاؤ میں سختی اور نہ بیبا کی تھی کہ جو چاہا پھٹ سے کہہ دیا۔ نہ کسی کا عیب بیان فرماتے، نہ کسی چیز کے دینے میں دریغ فرماتے۔ اپنی بڑائی ظاہر نہ کرتے، کسی سے بحث مباحثہ نہ فرماتے، جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس میں مشغول نہ ہوتے، نہ کسی کی برائی کرتے، نہ کسی کے عیب کی کھود کرید کرتے اور وہی بات منہ سے نکالتے جس میں ثواب ملتا ہے۔ کوئی باہر کا پردیسی آ جاتا اور بول چال یا سوال کرنے میں ادب کا خیال نہ کرتا تو آپ ﷺ اس کو برداشت فرماتے۔ کسی کو اپنی تعریف نہ کرنے دیتے۔ احادیث میں آپ ﷺ کے عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔

حلیۂ مبارکہ اور اوصافِ طیبہ:

۱۔ بیہقی نے حضرت براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ

خوش اخلاق تھے۔ نہ بہت لمبے تھے، نہ پستہ قد تھے۔

۲- ابن سعد نے اسماعیل بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے تکلیف دینے پر سب سے زیادہ صبر فرماتے تھے۔

۳- ترمذی نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ چلتے وقت قوت سے پاؤں اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ گویا آگے کو جھک جاتے۔ اس طرح تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے کہ گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی چیز کی طرف دیکھتے تو پورا رُخ پھیر کر اس کی طرف دیکھتے۔ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف بہت زیادہ رہتی تھی اور آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے چلا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی عام عادتِ مبارکہ کن انکھیوں سے دیکھنے کی تھی۔

مطلب یہ ہے کہ انتہا درجے کی حیا کی وجہ سے پورا سر اٹھا کر اور نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ سے ملتا تو پہلے آپ ﷺ ہی اس کو سلام کرتے تھے۔

۴- ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے کلام میں ترتیل ہوتی تھی۔

یعنی آپ ٹھہر ٹھہر کر بات چیت فرماتے تھے تاکہ مخاطب اچھی طرح سمجھ لے، لیکن اس قدر ٹھہر ٹھہر کر نہیں جس سے مخاطب اکتا جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ ایک بات کو تین بار دہرایا کرتے تھے، غرض یہ کہ آپ ﷺ موقع کے مطابق نہایت عمدہ طریقہ سے گفتگو فرماتے تھے۔

بعض مخاطب بیدار مغز اور جلدی سمجھنے والے ہوتے ہیں ان کے لیے ایک بات کو بار بار لوٹانا نامناسب ہے اور بعض مخاطب دیر سے بات سمجھتے ہیں ان کو کئی بار سنانا مناسب ہے اور جہاں ہر قسم کے لوگ ہوں وہاں تین بار بات کو لوٹانا مناسب ہے، اس لیے کہ بعض اعلیٰ درجہ کے سمجھدار ہوتے ہیں، وہ پہلی ہی دفعہ سمجھ لیں گے اور بعض اوسط درجے کی سمجھ رکھتے ہیں وہ دو بار کہنے سے سمجھ لیں گے اور بعض غبی ہوتے ہیں، وہ تین بار کہنے سے بخوبی سمجھ لیں گے اور اگر کہیں اس مقدار سے بھی زیادہ کی ضرورت ہو تو خوش اخلاقی کی بات یہ ہے کہ اس سے بھی دریغ نہ کرے۔ جناب رسولِ مقبول ﷺ کو خوش اخلاقی کا اعلیٰ ترین درجہ عطا ہوا تھا، جو نہ کسی کو پہلے میسر ہوا اور نہ آئندہ میسر ہوگا۔ خوش اخلاقی کا برتاؤ بہت بڑا کمال ہے۔ حضور ﷺ کی عادتِ مبارک یہ تھی کہ آپ ﷺ کام خود کرتے تھے۔ اس میں خوب اچھی طرح قواعد کی پابندی فرماتے تھے اور دوسروں سے اگر ان امور میں غلطی یا کوتاہی ہوتی تھی تو ڈانٹتے نہ تھے، البتہ ان کی اصلاح کی غرض سے باقاعدہ اہتمام کرتے اور نرمی سے نصیحت فرما

دیتے تھے۔

۵۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کا کلام جدا جدا ہوتا تھا، جو شخص اس کو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔

٦۔ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تمام بری عادتوں میں سے جھوٹ سب سے زیادہ ناگوار ہوتا تھا۔

۷۔ بیہقی، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو سب کپڑوں میں یمنی چادر سب سے زیادہ پسند تھی، جس میں کئی رنگ ہوتے ہیں اور عزیزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن ارسلان رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کپڑے کے پسندیدہ ہونے کی یہ حکمت نقل کی ہے کہ وہ کپڑا بہت زیادہ زینت والا نہیں ہوتا بلکہ سادہ ہوتا ہے اور وہ میلا بھی کم ہوتا ہے۔

۸۔ بخاری اور ابن ماجہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ عبادت زیادہ محبوب تھی جو ہمیشہ ادا ہو سکے۔

یعنی نماز وغیرہ نفلی عبادت اس قدر کرنی چاہیے جس کی پابندی کر سکے، یہ نہیں کہ ایک دن تو بہت زیادہ عبادت کر لی اور دوسرے دن کچھ بھی نہیں کیا، تھوڑی عبادت جو ہمیشہ ہو سکے وہ اس زیادہ عبادت سے بہتر ہے کہ جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔

۹۔ ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو بکری کے گوشت میں اس کا اگلا حصہ یعنی دستی کا گوشت زیادہ پسند تھا۔

۱۰۔ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پینے کی چیزوں میں آپ ﷺ کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی زیادہ محبوب تھا۔

۱۱۔ ابن السنی اور ابونعیم رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو پینے کی چیزوں میں شہد کا شربت بہت زیادہ محبوب تھا۔

۱۲۔ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کے سالن میں سرکہ زیادہ محبوب تھا۔

۱۳۔ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا اور

عزیزی میں ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو اکٹھا کر لیتی تھیں اور دوسری خوشبو میں ملا لیتی تھی، کیونکہ وہ خوشبودار ہوتا تھا۔

۱۴۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ میوہ جات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تازہ کھجوریں اور خربوزہ زیادہ محبوب تھا۔

۱۵۔ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت دوسرے حصوں کے گوشت سے زیادہ پسند تھا۔

۱۶۔ امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ تعالیٰ نے بسند صحیح حضرت ابو واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام ہوتے تھے تو نماز بہت مختصر پڑھتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو بہت طویل پڑھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں کے ساتھ اس لیے مختصر نماز پڑھتے تھے کہ ان کو تکلیف نہ ہو اور تنہا اس لیے لمبی نماز پڑھتے کہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین وسکون حاصل ہوتا تھا اور اس سے بڑھ کر کیا چین ہوگا کہ محبوبِ حقیقی کے سامنے عاجزانہ کھڑا ہو کر اس سے التجا کرے۔ مختصر اور لمبی پڑھنے کی مقدار دوسری احادیث میں تفصیل کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

۱۷۔ امام احمد اور ابو داؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے، بلکہ دائیں یا بائیں طرف کھڑے ہوتے اور فرماتے: ’’السلام علیکم‘‘۔

یہ طریقہ سنت ہے کہ کہیں جائے تو دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو، دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو، اس لیے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں کسی کی بے پردگی کا اندیشہ نہیں، البتہ اگر دروازہ بند ہو تو دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بھی مضایقہ نہیں۔ گھر والے کو اپنے آنے کی اطلاع اس طرح کرے کہ ’’السلام علیکم‘‘ کہے، اگر وہ پہلی بار نہ سنے تو دوبارہ یہی الفاظ کہے۔

۱۸۔ ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ (اس سے غرض یہ ہوتی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مانوس ہو جائے)

۱۹- ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی شخص آتا اور اس کا نام آپ ﷺ کو ناپسند ہوتا تو اس نام کو بدل دیتے تھے۔

۲۰- امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ لاتا تھا (تا کہ آپ ﷺ اس کو مناسب جگہ پر خرچ کر دیں) تو آپ ﷺ فرماتے تھے: ''اے اللہ! فلاں شخص پر رحمت فرما۔''

ہمیں بھی یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جب کوئی ہمارے ذریعہ سے صدقات تقسیم کرائے یا کسی چندہ میں رقم دلائے تو ہم اس کو یہی دعا دیں۔

۲۱- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کو کوئی خوشی پیش آتی تھی تو فرماتے تھے:

((الحمدللّٰہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات)).

اور جب کوئی ناگواری پیش آتی تو فرماتے:

((الحمدللّٰہ علی کل حال)).

۲۲- امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حصے میں (جہاد میں) لونڈی اور غلام آتے تو آپ ﷺ تمام گھر والوں کو بانٹ دیتے تا کہ ان میں باہم تفریق نہ ہو جائے (یعنی اگر کسی کو ملے اور کسی کو نہ ملے تو اندیشہ ہے کہ ان لوگوں میں باہم رنجش پیدا ہو جائے) ہم لوگوں کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جب کوئی چیز تقسیم کریں تو ہر موقع پر اس کا خیال رکھیں کہ ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے باہم لوگوں میں رنجش پیدا ہو اور کوئی فساد اور خرابی پیدا ہو، چاہے برادری میں تقسیم کی جائے یا اہل وعیال میں یا شاگردوں و مریدوں میں۔

۲۳- خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے سامنے کھانا لایا جاتا (اور دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوتے) تو آپ ﷺ اپنے آگے سے کھاتے اور جب آپ ﷺ کے پاس چھوہارے لائے جاتے تو ہر طرف سے لے لیتے تھے۔

۲۴- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس (موسم کا) پہلا پہلا پھل لایا جاتا تو آپ ﷺ اس کو دونوں آنکھوں سے لگاتے، پھر دونوں ہونٹوں سے لگاتے اور فرماتے: ((اَللّٰھُمَّ کَمَا أَرَیْتَنَا اَوَّلَہٗ فَاَرِنَا آخِرَہٗ)) پھر پاس بیٹھے ہوئے بچوں کو دے دیتے۔

۲۵- ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اور حضرت قاسم بن محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس برتن میں خوشبو دار تیل وغیرہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس تیل میں انگلیاں تر فرما کر استعمال فرماتے۔

۲۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب سونے کے لیے لیٹتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔

۲۷- شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے القاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب (سر میں) تیل لگانے کا قصد فرماتے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈال کر ابرو سے لگانا شروع کرتے، پھر دونوں آنکھوں پر لگاتے، پھر سر پر لگاتے۔

۲۸- ابوداؤد، ترمذی اور طیالسی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنے کپڑے کو اس وقت تک نہ اُٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے، تاکہ بغیر ضرورت ستر نہ کھلے۔

ستر کھولنے کی ضرورت تو اسی وقت ہوتی ہے جب قضائے حاجت کے لیے آدمی بیٹھ جائے، پہلے سے ستر کھولنے کی چونکہ کوئی حاجت نہیں، اس لیے آپ ﷺ عین ضرورت کے وقت ستر کھولتے تھے۔

۲۹- ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں (بغیر غسل کیے) سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے اور جب غسل کرنے سے پہلے کھانے یا پینے کا ارادہ ہوتا تو دونوں ہاتھ (گٹوں تک) دھو لیتے، پھر کھاتے پیتے۔

۳۰- حاکم و ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ لشکر کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكُمْ وَاَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِكُمْ)).

۳۱- خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو جمعہ کو پہنتے تھے۔

۳۲- حکیم ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ

ﷺ جب مسواک فرمالیتے تو آپ کے پاس جو بڑا شخص ہوتا اس کو عنایت فرمادیتے تھے اور جب کچھ پانی وغیرہ پیتے تو بچا ہوا اس شخص کو عنایت فرماتے جو آپ کی دائیں طرف ہوتا۔

۳۳- ابن السنی اور طبرانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب شمالی ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شَرِّ مَاۤ اَرۡسَلۡتَ فِیۡھَا)).

ترجمہ: ''یا اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کو آپ نے اس ہوا میں بھیجا ہے۔''

۳۴- امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہلِ بیت میں سے کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے ایک دفعہ بھی جھوٹ بولا ہے تو آپ ﷺ اس وقت تک اس سے ناراض رہتے جب تک کہ وہ شخص توبہ نہ کرلیتا اور جب توبہ کرلیتا تو آپ اس سے راضی ہوجاتے۔

۳۵- شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غمگین ہوتے تو ڈاڑھی مبارک ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اس کو دیکھتے رہتے۔

۳٦- ابن السنی اور نعیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ جب غمگین ہوتے تو بکثرت ڈاڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔

۳۷- امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو طاق عدد سے سلائی آنکھوں میں پھیرتے تھے۔ دوسری حدیث میں جس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، یہ بات ہے کہ ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ لگاتے تھے۔

۳۸- مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کھانا کھاتے تو اپنی ان تین انگلیوں کو جن سے آپ کھایا کرتے تھے، چاٹ لیا کرتے تھے۔

۳۹- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کو کوئی دشواری پیش آتی تو سر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا کر ((سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ)) پڑھتے۔

۴۰- ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرمادیتے کہ لوگوں کو خوش خبری سنایا کرو، ان کو نفرت نہ دلاؤ، آسانی کرو، سختی نہ کرو۔

۴۱- ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت صخر بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ جب لشکر کو روانہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو دن کے شروع میں روانہ فرماتے تھے۔ (کیونکہ وہ برکت کا وقت ہے)

۴۲- ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ ﷺ کو کسی شخص کی کوئی بات بری معلوم ہوتی تو آپ اس کو نصیحت کے وقت یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے کہ وہ ایسا کام کرتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے، بلکہ یوں فرماتے تھے: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی ایسی باتیں (یعنی بری باتیں) کہتے ہیں اور ایسے ایسے (یعنی برے) کام کرتے ہیں۔''

سبحان اللہ! کیا حسن اخلاق تھے رسول اللہ ﷺ کے اور کیا دانائی تھی کہ نصیحت بھی اس طرح فرماتے تھے جس سے مقصود بھی حاصل ہو جائے اور وہ مجرم رسوا بھی نہ ہو اور اس کو شرمندگی بھی نہ ہو بلکہ نصیحت کی قدر کرے اور اس پر عمل کرے۔

۴۳- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کھانا کھا لیتے تھے تو شام کو نہ کھاتے تھے اور جب شام کو کھا لیتے تھے تو صبح کو نہ کھاتے تھے۔

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ دن میں ایک وقت کھانا کھاتے تھے، کبھی صبح کو اور کبھی شام کو۔

۴۴- ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو اگر مکروہ وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو پڑھ لیتے تھے، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے۔

۴۵- خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب سردی کا موسم آتا تو آپ ﷺ جمعہ کی رات سے مکان کے اندر سونا شروع فرماتے تھے اور جب گرمی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات سے باہر سونا شروع فرماتے اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور پرانا کپڑا کسی ضرورت مند کو عطا فرما دیتے۔

۴۶- بیہقی اور خطیب رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بن محمد بن علی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب مال آتا تو اگر صبح کے وقت آتا تو دوپہر تک نہیں رکھتے تھے اور اگر شام کے وقت آتا تو رات تک نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ:

یعنی فوراً خرچ فرما دیا کرتے تھے۔

۴۷- محدث بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب زیادہ ہنسی آتی تو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔

۴۸- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے اور بات چیت فرماتے، پھر وہاں سے اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو استغفار پڑھتے۔

فائدہ:

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ وہ استغفار یہ تھا:

((اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَاۤاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ)).

۴۹- ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے اور باتیں کرتے تھے تو کثرت سے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے۔

۵۰- امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی دشواری پیش آتی تو نفل نماز پڑھتے۔

۵۱- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن حکیم سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی چیز اچھی لگتی اور اس کو نظر لگ جانے کا اندیشہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْہِ وَلَا تَضُرَّہٗ)).

فائدہ:

آپ ﷺ کی نظر سے کسی کو برائی نہیں پہنچ سکتی تھی مگر باوجود اس کے آپ ﷺ اُمت کو تعلیم دینے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے۔

۵۲- ابن سعد نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیتے تھے اور وہ منظور نہ ہوتا تو دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرماتے تھے (یعنی اصرار نہیں فرماتے تھے، اگر پیغام منظور ہو جاتا تو نکاح فرما لیتے ورنہ خاموش رہتے) اور کسی پر دباؤ نہیں ڈالتے تھے۔

آپ ﷺ نے ایک عورت کو پیغامِ نکاح دیا، اس نے انکار کیا، پھر خود اس نے آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے دوسری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔''

۵۳- ابن سعداور ابن عساکر رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے ساتھ اکیلے ہوتے تھے تو بہت نرمی اور خوب خاطر داری اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

۵۴- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حبیب بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو جوتے پہن کر جاتے اور سر کو ڈھک لیتے تھے۔

۵۵- بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مریض کی عیادت فرماتے تو اس سے یہ کہتے تھے:

((لَا بَاسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)).

۵۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔(پھر دوسروں کے لیے دعا کرتے تھے)

۵۷- نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کسی بات سے پریشان ہوتی تو یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَهٗ)).

۵۸- ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بات یا کسی کام سے راضی ہوتے تو خاموشی اختیار فرماتے تھے۔

۵۹- ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب ازواجِ مطہرات میں سے کسی کی آنکھ دکھتی تو آرام ہونے تک ان سے ہم بستری چھوڑ دیتے تھے۔

۶۰- ابن المبارک و ابن سعد رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جنازہ پر تشریف لے جاتے تو بہت خاموشی اختیار فرماتے تھے اور موت کو یاد فرماتے تھے۔

۶۱- حاکم، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو چھینک آتی تو اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرما لیتے تھے۔

۶۲- مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کوئی عمل شروع فرماتے تو پھر اس کو ہمیشہ کیا کرتے تھے۔

۶۳- ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آتا تو آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور جب بیٹھنے کی حالت میں غصہ آتا تو آپ ﷺ لیٹ جاتے۔

۶۴- ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مردہ کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو قبر پر کچھ دیر ٹھہرتے تھے اور آپ کے ساتھی بھی ٹھہر جاتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اپنے مردہ بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (یعنی منکر ونکیر کے سوال کا وقت ہے، اس لیے اس کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو تا کہ مردے کو پریشانی نہ ہو)

۶۵- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کرتہ پہنتے تھے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے۔ (یعنی پہلے دایاں ہاتھ اس میں داخل فرماتے تھے)

۶۶- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارک یہ تھی کہ جب آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی آپ سے ملتا اور وہ آپ کے ساتھ ٹھہر جاتا تو آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ شخص چلا نہ جاتا تو آپ ٹھہرے رہتے اور جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے اس وقت تک نہ نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا (اور ابن المبارک کی روایت میں یہ بھی ہے کہ) آپ اپنا چہرہ اس کے سامنے سے نہ پھیرتے تھے جب تک کہ وہ اپنا چہرہ آپ کے سامنے سے نہ پھیر لیتا تھا اور آپ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی سے ملاقات فرماتے تھے اور وہ صحابی آپ کے کان کے قریب ہونا چاہتے (سرگوشی کے لیے) تو آپ ان کے قریب اپنا کان کر دیتے اور اپنے کان کو نہ ہٹاتے جب تک کہ وہ شخص بات پوری کر کے خود نہ ہٹ جاتا۔

۶۷- نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ کے صحابہ میں سے کوئی ملتا تھا تو آپ مصافحہ فرماتے تھے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

۶۸- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ صحابہ سے ملتے تو مصافحہ نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ سلام کر لیتے (یعنی پہلے سلام کرتے تھے پھر مصافحہ فرماتے تھے)

۶۹- ابن السنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو پکارنا چاہتے تھے اور اس کا نام یاد نہ ہوتا تھا تو ''یا ابن عبداللہ'' کہہ کر پکارتے تھے۔ (یعنی اے اللہ کے بندے کے بیٹے)

۷۰- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ چلتے تھے تو ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔

۷۱- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا۔

۷۲- حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کرتہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا (یعنی نصف پنڈلیوں تک، جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے) اور آپ کے کرتہ کی آستینیں انگلیوں کے برابر ہوتی تھیں اور دوسری حدیث میں جس کو ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے آستین کی لمبائی ہاتھوں کے گٹوں تک وارد ہوئی ہے۔ (غرض دونوں طرح آپ کا پہننا ثابت ہے، پس آپ ﷺ کے کرتے کی آستینیں کبھی گٹوں تک ہوتی تھیں اور کبھی انگلیوں کے برابر)

۷۳- امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔

۷۴- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معمولی درجہ کے چھوہارے بھی اس قدر میسر نہ آتے تھے جس سے آپ شکم سیر ہو جاتے۔

۷۵- ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کل کے لیے کوئی چیز جمع نہیں رکھتے تھے۔

۷۶- طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ چلتے تھے تو لوگوں کو آپ کے آگے سے نہ ہٹایا جاتا تھا اور نہ مارا جاتا تھا۔ (جیسا کہ متکبرین کی عادت ہوتی ہے کہ خادم سامنے سے لوگوں کو ہٹاتا ہے، جھڑکتا ہے تاکہ اُن کے لیے راستہ خالی ہو جائے)

۷۷- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم نہیں فرماتے تھے۔

۷۸- ابن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ آپ کسی جائز کام

(کے کرنے) سے منع نہیں فرماتے تھے۔ پس جب آپ سے کوئی سوال کیا جاتا اور آپ اس سوال کے پورا کرنے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ''ہاں'' اور اگر اس کے پورا کرنے کا ارادہ (کسی مجبوری سے) نہ ہوتا تھا تو خاموش رہتے تھے۔

کتاب السلوک والاحسان

اخلاقِ ذمیمہ اور ان کا علاج

((عَن أَبِی هُرَيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ لَايَنظُرُ إِلٰى اَجسَامِكُم وَلَا إِلٰى صُوَرِكُم ، وَلٰكِن يَّنظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُم وَأَعمَالِكُم)). (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتے ہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اعمال کو قبول نہیں فرماتے جو بظاہر اچھے معلوم ہوں مگر حقیقت میں اخلاص اور توجۂ قلب سے خالی ہوں، مثلاً: کوئی شخص بظاہر عبادت میں مشغول ہے مگر اس کے دل میں غفلت چھائی ہوئی ہے اور اس بات کی طرف توجہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے یا کوئی اور کام کر رہا ہے تو عبادت مقبول نہیں ہوگی اگرچہ اس صورت میں بھی فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر مکمل ثواب سے محروم رہے گا، اس لیے کہ دل جسم کا بادشاہ ہے، جب تک اس کی اصلاح نہیں ہوگی اس وقت تک دوسرے اعمال درست نہیں ہوں گے۔

لوگ آج کل اس میں بہت بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال تو تھوڑے بہت کرتے ہیں اور ان کا علم بھی کسی حد تک حاصل کرتے ہیں مگر باطنی اصلاح اور قلب کی درستگی کی کچھ بھی فکر نہیں کرتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ امراضِ باطنیہ، ریا، کینہ، حسد وغیرہ کا علاج کوئی ضروری نہیں، فقط ظاہری اعمال ہی نجات کے لیے کافی ہیں، حالانکہ اصل مقصود اصلاحِ قلب ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ہیں قلب کے درست ہونے کا اور ظاہر اور باطن میں کچھ ایسا قدرتی تعلق ہے کہ بغیر ظاہری حالت درست کیے باطنی حالت درست نہیں ہوتی اور جب تک ظاہری اعمال پر دوام (ہیشگی اور پابندی) نہ ہو، اصلاحِ باطن دائم نہیں رہتی اور جب باطنی حالت درست ہو جاتی ہے تو ظاہری اعمال خوب اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح اعمالِ ظاہرہ صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا ادا کرنا اور ان کے ادا کرنے کا طریقہ جاننا واجب ہے، اسی طرح قلب کو باطنی امراض، ریا، نمود، کینہ، حسد اور بغض وغیرہ سے صاف رکھنا اور ان مہلک امراض سے قلب کی صفائی کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے۔

حدیث میں ہے:

عن النعمان بن بشیرمرفوعاً فی حدیث طویل : ((اَلَا وَإِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّه، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّه، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)). (متفق علیه)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ فاسد ہوجاتا ہے تو تمام بدن فاسد اور خراب ہوجاتا ہے اور آگاہ رہو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعضا کی درستی اور اطاعتِ خداوندی بجالانا دل کے درست ہونے پر موقوف ہے کیونکہ دل جسم کا بادشاہ ہے اور رعیت کی اصلاح موقوف ہوتی ہے بادشاہ کے نیک ہونے پر، پس اعضا نیک کام اس وقت ہی کریں گے، جب دل نیک ہوگا، لہٰذا دل کی اصلاح کی کوشش کرنا واجب ہے۔

دیکھئے شریعت نے ایسی حالت میں جبکہ انسان کو کھانے کی شدید خواہش ہو اور اس حالت میں نماز پڑھنے سے طبیعت پریشان ہو تو یہ حکم دیا ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ پہلے کھانا کھالو پھر نماز پڑھو، بشرطیکہ نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے، تو اس میں حکمت یہ ہے کہ عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور بندگی کا اظہار ہے، اس طرح کہ ظاہر و باطن اس کی عبادت میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف حتی الامکان توجہ نہ رہے اور جب بھوک لگی ہوگی تو اگرچہ ظاہر بدن نماز میں مشغول ہوگا لیکن دل پریشان ہوگا اور چاہے گا کہ جلدی سے نماز سے فارغ ہوجائیں تاکہ جلد کھانا مل جائے، پس اللہ تعالیٰ کے سامنے جس طرح حاضری چاہیے تھی، اس میں بہت بڑا خلل واقع ہوگا، لہٰذا ایسی حالت میں نماز کو مکروہ کہا گیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ نظرِ خداوندی کا محل قلب ہے۔ شریعتِ مقدسہ نے اس کی اصلاح کا بہت بڑا انتظام کیا ہے، بزرگانِ دین نے اصلاحِ قلب کے لیے برسوں مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔

حدیث میں ہے:

عن ابن عباس مرفوعا قال : ((رکعتان مقتصدتان خیر من قیام لیلة والقلب ساه)).

رواه ابن ابی الدنیا فی التفکر ، کذا فی کنز العمال .

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''میانہ روی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا بہتر ہے، رات بھر ایسی حالت میں نماز پڑھنے سے کہ دل غافل ہو۔'' مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اس کے فرائض، واجبات اور سنن کو حضورِ قلب کے ساتھ ادا کرے، اگرچہ قیام وقراءت وغیرہ طویل نہ ہو، ایسی دو رکعتیں رات بھر غفلتِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنے

سے زیادہ بہتر اور مقبول ہیں۔ اس حدیث سے اہتمام قلب کی کس قدر تاکید معلوم ہوتی ہے!!! وجہ یہ ہے کہ فی الحقیقت فعل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ کیسا کام کیا اور مقدار مطلوب نہیں ہے کہ کتنا کام کیا۔ کام با قاعدہ اور عمدہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب اور مقبول ہے اگر چہ تھوڑا ہی ہو اور اگر بہت زیادہ کام ہو، لیکن بے قاعدہ اور بے ضابطہ اور غفلت سے ہو تو وہ ناپسند ہے۔

زیادہ کھانے کی حرص اور اس کا علاج:

بہت سے گناہ پیٹ کے زیادہ پالنے سے ہوتے ہیں، اس میں کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ مزیدار کھانے کی پابندی نہ کرو۔ حرام روزی سے بچو۔ حد سے زیادہ پیٹ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمے کی بھوک رکھ کر کھانا چھوڑ دو۔ اس میں بہت ساری فائدے ہیں، مثلاً: دل صاف رہتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر آتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے، جس سے دعا اور ذکر میں لذت معلوم ہوتی ہے۔ نفس میں بڑائی اور سرکشی نہیں پیدا ہوتی۔ نفس کو تھوڑی سی تکلیف پہنچتی ہے اور تکلیف کو دیکھ کر اللہ کا عذاب یاد آتا ہے، اس وجہ سے نفس گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہ کی رغبت کم ہوتی ہے۔ طبیعت ہلکی رہتی ہے۔ نیند کم آتی ہے، تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں رہتی۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ بولنے کی حرص اور اس کا علاج:

نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزہ آتا ہے اور اس سے وہ کئی گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا، کسی کو طعنہ دینا، اپنی بڑائی جتلانا، خواہ مخواہ کسی سے بحث و تکرار کرنا، مالداروں کی خوشامد کرنا، ایسا مزاح کرنا جس سے کسی کا دل دکھے۔ ان سب آفتوں سے بچنا جب ہی ممکن ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے اور اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات کہنی ہو تو وہ ذہن میں آتے ہی نہ کہہ ڈالے، بلکہ پہلے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لے کہ اس بات میں گناہ ہے یا ثواب، یا یہ کہ نہ گناہ ہے نہ ثواب۔ اگر وہ بات ایسی ہے کہ جس میں گناہ ہے تو بالکل اپنی زبان بند رکھو، اگر اندر سے نفس تقاضا کرے تو اس کو اس طرح سمجھاؤ کہ اس وقت تھوڑا سا صبر کر لینا آسان ہے، مگر دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے اور اگر وہ بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو اور اگر نہ گناہ ہے نہ ثواب ہے تو بھی مت کہو اور اگر بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی بات کر کے خاموش ہو جاؤ۔ ہر بات اسی طرح سوچ سمجھ کر کرتے رہیں گے تو تھوڑے دنوں میں بری بات کہنے سے خود ہی نفرت ہو جائے گی۔ زبان کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو۔ تنہائی میں خود ہی زبان خاموش رہے گی۔

غصہ اور اس کا علاج:

غصے میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس لیے زبان سے بھی موقع بے موقع بات نکل جاتی ہے اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے، اس لیے غصے کو قابو میں رکھنا چاہیے اور اس کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کے سامنے سے فوراً ہٹ جائے۔ پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ کا قصوروار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کر دیں، ایسے ہی مجھے بھی چاہیے کہ میں اس شخص کا قصور معاف کر دوں اور زبان سے ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ)) بار بار پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کر لے، اس سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، پھر جب عقل ٹھکانے آ جائے تو اس وقت اگر اس قصور پر سزا دینا مناسب معلوم ہو، مثلاً: سزا دینے میں اس قصوروار کی بھلائی ہے، جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا اور مظلوم کی مدد کرنا اور اس کا بدلہ لینا ضروری ہے تو پہلے خوب سمجھ لے کہ شریعت کے مطابق اس غلطی کی کتنی سزا ہونی چاہیے؟ پھر اسی قدر سزا دیدے۔ چند روز اس طرح غصہ روکنے سے خود بخود قابو آ جائے گا اور تیزی نہیں رہے گی۔ بغض وعداوت بھی اسی غصے سے پیدا ہو جاتی ہے، جب غصہ کی اصلاح ہو جائے گی تو بغض بھی دل سے نکل جائے گا۔

حسد اور اس کا علاج:

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا دیکھ کر دل میں جلنا اور اس شخص کی نعمت کے زوال سے خوش ہونا اس کو حسد کہتے ہیں، یہ بہت بری چیز ہے۔ اس میں گناہ بھی ہے، ایسے شخص کی ساری زندگی تلخی میں گزرتی ہے۔ غرض اس کی دنیا اور دین دونوں بے لذت ہیں، اس لیے اس آفت سے نکلنے کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے یہ سوچے کہ میرے حسد سے میرا ہی نقصان ہے کہ میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں، اس کا کیا نقصان ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہیں تھا اور اس کو نعمت کیوں دی، گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے، غرض یہ کہ حسد بہت بڑا گناہ ہے اور حاسد کا تکلیف میں رہنا ظاہر ہے کہ وہ ہمیشہ رنج وغم میں رہتا ہے اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ حسد سے وہ نعمت ختم نہیں ہوگی، بلکہ اس کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی۔ یہ سوچ لینے کے بعد اپنے دل پر جبر کر کے جس شخص پر حسد پیدا ہوا ہے، زبان سے دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کرو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو مزید دے اور اگر اس شخص سے ملاقات ہو تو اس کا احترام کرو اور اس

کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ شروع شروع میں ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی، مگر رفتہ رفتہ آسانی ہو جائے گی اور حسد جاتا رہے گا۔

دنیا کی محبت اور اس کا علاج:

مال کی محبت ایسی بری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی، کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی فکر رہے گی کہ مال کس طرح آئے اور کیونکر جمع ہو؟ اتنی چیزیں ہو جائیں، ایسا گھر بنانا چاہیے، باغ لگانا چاہیے اور جائیداد خریدنا چاہیے۔ جب دن رات دل اسی میں رہے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی؟ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اس کو برا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی یہ سارا مزا چھن جائے گا۔ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے، اس کو حرام حلال کا کچھ خیال نہیں رہتا، اپنے اور دوسرے کے حق میں فرق نہیں رہتا، نہ جھوٹ اور دھوکہ کی پروا ہوتی ہے، بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے آئے اور ہم اس کو سمیٹیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہیے کہ اس سے بچے اور اپنے دل سے اس دنیا کی محبت نکالنے کی کوشش کرے۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب کچھ ایک دن چھوڑنا ہے۔ پھر اس میں دل لگانے کا کیا فائدہ؟ بلکہ جس قدر زیادہ دل لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ تعلقات زیادہ نہ بڑھائے، ضرورت سے زیادہ سامان اور جائیداد وغیرہ جمع نہ کرے۔ غرض مال واسباب مختصر رکھے۔ تیسرے یہ کہ فضول خرچی نہ کرے کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آمدنی کی حرص بڑھتی ہے اور حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھا یہ کہ متوسط کھانے کپڑے کی عادت رکھے۔ پانچواں یہ کہ غریبوں کے ساتھ زیادہ بیٹھے۔ مالداروں سے کم ملے، کیونکہ مالداروں سے ملنے سے چیزوں کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹا یہ کہ جن بزرگوں نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی ہے، ان کے قصے اور حکایتیں مطالعہ کیا کرے۔ ساتواں یہ کہ جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو، اس کو خیرات کردے یا بیچ دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور دل میں جو دور دور کی امنگیں پیدا ہوتی ہیں کہ یوں جمع کریں، یوں سامان خریدیں، یوں اولاد کے لیے مکان اور جائیداد چھوڑ جائیں جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ امنگیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

کنجوسی اور اس کا علاج:

بہت سے حق جن کا ادا کرنا فرض اور واجب ہے، جیسے: زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے

ساتھ حسن سلوک کرنا، کنجوسی میں یہ حق ادا نہیں ہوتے۔ اس کا گناہ ہوتا ہے، یہ دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل و بے قدر رہتا ہے، یہ دنیا کا نقصان ہے۔ اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے۔ جب اس کی محبت نہ رہے گی تو کنجوسی کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، طبیعت پر زور ڈال کر وہ کسی کو دے دیا کرے، اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کر لے۔ جب تک کنجوسی کا اثر دل سے بالکل نہ نکل جائے، اسی طرح کرتا رہے۔

شہرت پسندی اور اس کا علاج:

جب آدمی کے دل میں شہرت کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ دوسرے شخص کی برائی اور ذلت سن کر خوش ہوتا ہے، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی دوسرے کا برا چاہے اور اس میں یہ برائی بھی ہے کہ کبھی ناجائز طریقوں سے نام پیدا کیا جاتا ہے، مثلاً: شہرت کے لیے شادی وغیرہ میں خوب مال اڑایا، فضول خرچی کی اور وہ مال کبھی رشوت سے جمع کیا، کبھی سودی قرض لیا۔ یہ سارے گناہ اسی شہرت کے شوق کی بدولت ہوئے اور دنیا کا نقصان اس میں یہ ہے کہ ایسے شخص کے حاسد اور دشمن بہت ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس کو ذلیل اور بدنام کرنے اور اس کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ جن لوگوں کی نگاہ میں ناموری اور تعریف ہوگی نہ وہ رہیں گے اور نہ میں رہوں گا، تھوڑے دنوں کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں، تو ایسی بے بنیاد چیز پر خوش ہونا نادانی کی بات ہے۔

غرور و تکبر اور اس کا علاج:

غرور اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو علم، دینداری، حسب و نسب، مال و جاہ اور عقل وغیرہ میں اوروں سے بڑا سمجھے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر جانے، یہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن بن جاتے ہیں، اگرچہ ڈر کے مارے ظاہری طور پر آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ایک برائی یہ بھی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا، حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا، بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں۔ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اگر وہ چاہے تو ابھی سب لے لے، پھر تکبر کس بات پر کروں۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے تو اس وقت اپنی بڑائی پر نگاہ نہیں جائے گی اور جس

کو اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کیا کرے، بڑائی دل سے نکل جائے گی۔ اگر زیادہ ہمت نہ ہو تو اتنی ہی پابندی کر لے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی ملے تو اس کو پہلے خود سلام کر لیا کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی دل میں بہت زیادہ عاجزی پیدا ہوگی۔

خود پسندی اور اس کا علاج:

اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھے، اگرچہ دوسروں کو برا اور کم نہ سمجھے تو یہ بھی بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ خصلت دین کو برباد کرتی ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ایسا آدمی اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کو اپنی برائیاں کبھی نظر نہیں آئیں گی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو سوچا اور دیکھا کرے اور یہ سمجھے کہ میرے اندر جو خوبیاں ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں اور یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے اور دعا کیا کرے کہ ''اے اللہ! مجھے اس نعمت سے کبھی محروم نہ فرمانا۔''

ایک قابلِ توجہ بات:

باطنی امراض کے جو علاج مذکور ہوئے، ان پر ایک دو مرتبہ عمل کرنے سے باطنی اصلاح نہیں ہوتی اور اندورنی برائیاں ختم نہیں ہوتیں، بلکہ ان تدابیر کو مسلسل اختیار کیا جائے اور ہر وقت اصلاح کی فکر رہے، کیونکہ انسان کا نفس شریر ہے اور برائی کا ہر وقت حکم دیتا ہے، اس کی طرف ہمیشہ دھیان رہے۔

دل کی جتنی برائیاں ہیں اور ہاتھ پاؤں سے جتنے گناہ ہوتے ہیں، ان کے علاج کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جب نفس سے کوئی برائی یا گناہ کا کام ہو جائے تو اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دو سزائیں آسان ہیں، اس لیے کہ انہیں ہر شخص کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اپنے ذمہ جرمانے کے طور پر کچھ صدقہ مقرر کر لے، جب کوئی بری بات سرزد ہو جایا کرے تو وہ جرمانہ غریبوں میں بانٹ دیا کرے، اگر پھر گناہ ہو جائے تو دوبارہ اسی طرح کرے۔ دوسری سزا یہ ہے کہ ایک دو وقت کا کھانا نہ کھایا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب برائیاں چھوٹ جائیں گی۔

اخلاقِ حمیدہ اور ان کے حصول کے طریقے

توبہ اور اس کا طریقہ:

توبہ ایسی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں، جو شخص بھی اپنی حالت میں غور کرے گا، اسے محسوس ہوگا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ ہو ہی جاتا ہے، اس لیے ہر شخص کو توبہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں گناہوں پر جو وعیدیں آئی ہیں، ان کو یاد کرے اور انجام کو سوچے، اس سے گناہ ہونے پر دل دکھے گا۔ اس وقت چاہیے کہ زبان سے بھی توبہ کرے اور جو نماز، روزہ وغیرہ فوت ہوئے ہوں، ان کی قضا کرے۔ اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہوں تو ان سے معاف کرالے یا ادا کردے اور جو ان کے علاوہ گناہ ہوئے ہوں تو اُن پر خوب کڑھے اور رونے کی شکل بنا کر اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگے۔

خوفِ خدا اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ مجھ سے ڈرو۔ خوفِ خدا ایسی چیز ہے کہ آدمی اس کی بدولت گناہوں سے بچتا ہے۔ اس کا طریقہ وہی ہے جو توبہ کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو سوچا کرے، جس سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم حق تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہوجاؤ۔ امید ایسی چیز ہے، جس سے نیک کام کرنے اور توبہ کرنے کی ہمت بڑھتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

صبر اور اس کا طریقہ:

نفس کو دین کی باتوں کا پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا، اس کو صبر کہتے ہیں اور اس کے کئی مواقع ہیں۔ ایک موقع یہ ہے کہ آدمی امن وسلامتی کی حالت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہو۔ مال ودولت عزت، آل اولاد، گھر بار، ساز وسامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ آدمی مال ودولت کی وجہ سے بگڑ نہ جائے، اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جائے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھے، ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کرتا رہے۔

دوسرا موقع عبادت کا وقت ہے کہ اس وقت نفس سستی یا کنجوسی کرتا ہے، جیسے: نماز کے لیے اٹھنے یا زکوۃ خیرات دینے

میں۔ ایسے موقع پر تین طرح کا صبر درکار ہے۔ ایک عبادت سے پہلے کہ نیت درست رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے وہ کام کرے، نفس کی کوئی غرض نہ ہو۔ دوسرے عبادت کے وقت، کہ کم ہمتی نہ ہو۔ جس طرح اس عبادت کا حق ہے، اسی طرح ادا کرے۔ تیسرے عبادت کے بعد کہ کسی کے سامنے اس کا ذکر نہ کرے۔

تیسرا موقع گناہ کا وقت ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔

چوتھا موقع وہ وقت ہے کہ جب اس شخص کو کوئی مخلوق تکلیف پہنچائے، برا بھلا کہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے، خاموش ہو جائے۔

پانچواں موقع مصیبت، بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز وقریب کے مرجانے کا ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلافِ شرع کوئی کلمہ نہ کہے۔ چیخ چیخ کر نہ روئے۔

صبر کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ ان سب مواقع میں صبر کے ثواب کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ بے صبری کرنے سے تقدیر تو ٹلتی نہیں، تو پھر صبر کا ثواب کیوں ضائع کیا جائے۔

شکر اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اس کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نعمتیں عطا فرماتا ہے تو اس کی خوب عبادت کی جائے اور ایسی نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑی بے مروّتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے شکر کا۔ ظاہر ہے کہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں، اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی بندے کا فائدہ ہے اس لیے وہ بھی نعمت ہے۔ جب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہی نعمت ہے تو پھر ہر وقت دل میں یہ خواہش اور محبت رہنی چاہیے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا کرے اور ان کو خوب سوچا کرے۔

توکل اور اس کا طریقہ:

یہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر نہ کوئی نفع حاصل ہو سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے انسان پر لازم ہے کہ کسی بھی کام میں اپنی تدبیر پر بھروسہ نہ کرے یعنی تدبیر کرے، کیونکہ تدبیر کرنا اللہ پاک کا حکم ہے، مگر اس کو مستقل نہ سمجھے، بلکہ یہ یقین رکھے کہ کام کا پورا ہونا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اگر وہ چاہیں گے تو تدبیر اثر کرے گی، ورنہ نہیں۔ نظر اللہ تعالیٰ پر رکھے اور کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے، نہ کسی سے زیادہ ڈرے، یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے

کے بغیر کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کو بھروسہ اور توکل کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو اور مخلوق کے محتاج ہونے کو خوب سوچے اور یاد کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھنچنا اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سن کر اور ان کے کاموں کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا کثرت سے ورد کرے، اس کی صفاتِ کمال کو یاد کیا کرے اور اللہ تعالیٰ کو جو بندے کے ساتھ محبت ہے، اس میں غور کرے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہنا اور اس کا طریقہ:

جب مسلمان کو یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ہوتا ہے، اس میں بندے کا فائدہ اور خیر ہے تو پھر ہر بات پر راضی رہنا چاہیے اور کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس بات کا دھیان رہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے، اس میں خیر ہوتی ہے۔

صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ:

کوئی شخص دین کا کوئی کام کرے تو اس میں دنیا کا کوئی مفاد نہ ہو، نہ تو دکھلاوا ہو اور نہ کوئی اور مطلب ہو، جیسے: کسی کے پیٹ میں گرانی ہے، اس نے اس نیت سے روزہ رکھ لیا کہ ثواب بھی ملے گا اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو، مگر گرمی کی وجہ سے وضو دوبارہ کرلے کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ یا کسی سائل کو اس لیے دے دیا کہ اس کے سوال سے جان چھوٹے اور صدقہ بھی ہو جائے۔ یہ سب باتیں سچی نیت کے خلاف ہیں۔

صدقِ نیت کا طریقہ یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے کہ نیت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور چیز کا شائبہ ہو تو دل کو اس سے صاف کرلے۔

مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا اور اس کا طریقہ:

دل میں ہر وقت یہ دھیان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے تمام ظاہری اور باطنی حالات کی خبر ہے، اگر کوئی برا کام ہوگا یا برا خیال لایا جائے گا تو اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سزا دیں گے۔ عبادت کے وقت یہ خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہا ہے، اس لیے اچھی طرح ادا کرنا چاہیے۔ یہ سوچنے سے تھوڑے دنوں میں اس کا دھیان جم جائے گا، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بات اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوگی۔

قرآنِ کریم کی تلاوت میں دل لگانے کا طریقہ:

قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے کہے کہ ہمیں تھوڑا سا قرآن سناؤ، تا کہ ہم دیکھیں کہ کیسا پڑھتے ہو تو اس وقت جہاں تک ہو سکتا ہے پڑھنے والا خوب بنا سنوار کر اور سنبھال کر پڑھے گا، لہٰذا جب قرآن مجید کی تلاوت کا ارادہ ہو تو دل میں یہ سوچ لیا کرو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے قرآن مجید سنانے کی فرمائش کی ہے اور یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں، نیز یہ خیال کرو کہ کسی آدمی کے کہنے سے میں بنا سنوار کر پڑھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے تو خوب اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ یہ سب باتیں سوچ کر اب پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو، یہی باتیں ذہن میں رکھو اور جب پڑھنے میں بگاڑ ہونے لگے یا توجہ ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لیے پڑھنا روک کر ان باتوں کے سوچنے کو پھر تازہ کر لو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر کچھ مدت تک اسی طرح پڑھتے رہو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ:

نماز کا کوئی عمل (قیام، قراءت، رکوع، سجود اور تسبیحات وغیرہ) بے توجہی سے ادا نہ ہو، بلکہ ہر عمل دھیان اور توجہ سے ادا ہو، مثلاً: تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت یہ دھیان رکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا اس کی عبادت کر رہا ہوں، پھر ثنا پڑھتے وقت یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہا ہوں۔ اسی طرح قراءت، تسبیحات اور دیگر ارکان میں سے ہر ایک کو اس طرح ادا کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تعالیٰ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس دھیان اور توجہ سے چند دن جب نماز پڑھے گا تو اس کے بعد اس کی توجہ نماز میں نہیں بٹے گی اور نماز میں سرور آئے گا۔

اپنے نفس اور دوسروں کے شر سے بچنے کا طریقہ:

اوپر جتنی اچھی اور بری باتوں اور ثواب وعذاب کی چیزوں کا بیان آیا ہے ان میں سے دو چیزیں خرابی پیدا کر دیتی ہیں۔ ایک تو خود اپنا نفس کہ ہر وقت طرح طرح کی باتیں سمجھاتا ہے، نیک کاموں میں بہانے نکالتا ہے اور برے کاموں میں اپنی ضرورتیں یاد دلاتا ہے۔ عذاب سے ڈراؤ تو اللہ تعالیٰ کا غفور ورحیم ہونا یاد دلاتا ہے، اوپر سے شیطان اس کو سہارا دیتا ہے۔ دوسرے فساد ڈالنے والے وہ آدمی ہیں، جو اس سے کسی طرح کا تعلق رکھتے ہیں، یا تو عزیز واقارب ہیں یا جان پہچان والے ہیں یا برادری کنبے والے ہیں۔ کچھ گناہ تو اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے سے ان کی بری باتوں کا اثر اس میں آجاتا ہے اور بعض گناہ ان کی خاطر داری کی وجہ سے ہوتے ہیں اور بعض اس لیے ہوتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں ہلکا پن نہ ہو اور بعض

گناہ اس لیے ہو جاتے ہیں کہ لوگ اس کے ساتھ برائی کرتے ہیں، کچھ وقت اس برائی کے رنج میں، کچھ وقت ان کی غیبت میں اور کچھ وقت ان سے بدلہ لینے کی فکر میں خرچ ہوتا ہے اور پھر اس سے طرح طرح کے گناہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض ساری خرابی اس نفس کی تابعداری کی وجہ سے ہے، اس لیے اس کی خرابی سے بچنے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں:

ایک تو اپنے نفس کو دبانا اور اس کو کبھی بہلا پھسلا کر، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کر دین کی راہ پر لگانا، دوسرے لوگوں سے زیادہ لگاؤ نہ رکھنا اور اس بات کی پرواہ نہ کرنا کہ وہ اچھا کہیں گے یا برا کہیں گے، اس لیے ان دونوں ضروری باتوں کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔

نفس کے ساتھ معاملہ:

پابندی کے ساتھ تھوڑا سا وقت صبح کو اور تھوڑا سا وقت شام کو یا سوتے وقت مقرر کرلو۔ اس وقت اکیلے بیٹھ کر جہاں تک ہو سکے دل کو سارے خیالوں سے خالی کر کے اس سے یوں باتیں کیا کرو اور نفس سے یوں کہا کرو کہ اے نفس! خوب سمجھ لے کہ تیری مثال دنیا میں ایک تاجر کی سی ہے، پونجی تیری عمر ہے اور نفع اس کا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کی بھلائی یعنی آخرت کی نجات حاصل کرے۔ اگر یہ دولت حاصل کرلی تو تجارت میں نفع ہوا اور اگر اس عمر کو یونہی کھو دیا اور بھلائی اور نجات حاصل نہ کی تو اس تجارت میں بڑا نقصان اٹھایا کہ پونجی بھی گئی اور نفع بھی نصیب نہ ہوا اور یہ پونجی ایسی قیمتی ہے کہ اس کی ایک ایک گھڑی بلکہ ایک ایک سانس بے انتہا قیمت رکھتا ہے اور کوئی خزانہ کتنا ہی بڑا ہو، اس کی برابری نہیں کر سکتا، ایک تو اس لیے کہ خزانہ اگر جاتا رہے تو کوشش اور محنت سے اس کی جگہ دوسرا خزانہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ عمر جتنی گزر جاتی ہے اس کی ایک پل بھی لوٹ کر نہیں آ سکتی، نہ دوسری عمر مل سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس عمر سے کتنی بڑی دولت کما سکتے ہیں یعنی ہمیشہ کے لیے جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور دیدار، اتنی بڑی دولت کسی خزانہ سے کوئی نہیں کما سکتا۔ اس واسطے یہ پونجی بہت ہی قیمتی ہے اور اے نفس! اللہ تعالیٰ کا احسان مان کہ ابھی تیری موت نہیں آئی، جس سے یہ عمر ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آج زندگی کا ایک اور دن عطا فرمایا ہے۔ اگر تو مرنے لگے تو دل و جان سے آرزو کرے کہ مجھے ایک دن کی عمر اور مل جائے تاکہ اس ایک دن میں سارے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کرلوں اور اللہ تعالیٰ سے پکا وعدہ کرلوں کہ پھر ان گناہوں کے پاس نہ پھٹکوں گا اور وہ سارا دن اللہ تعالیٰ کی یاد اور تابعداری میں گزاروں۔

جب مرنے کے وقت تیرا یہ حال اور یہ خیال ہوتا ہے تو اپنے دل میں تو یونہی سمجھ لے کہ گویا میری موت کا وقت قریب آیا تھا اور میرے مانگنے سے اللہ تعالیٰ نے یہ دن مزید دے دیا ہے اور اس دن کے بعد معلوم نہیں کہ کوئی اور دن نصیب ہوگا یا نہیں؟ لہٰذا اس دن کو تو اسی طرح گزارنا چاہیے کہ گویا یہ عمر کا آخری دن ہے یعنی سب گناہوں سے پکی توبہ کرلے اور اس دن میں کوئی

چھوٹی یا بڑی نافرمانی نہ کرے اور پورا دن اللہ تعالیٰ کے دھیان اور خوف میں گزار دے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہ چھوڑے۔ جب وہ سارا دن اسی طرح گزر جائے، پھر اگلے دن یونہی سوچے کہ شاید عمر میں سے یہی ایک دن باقی ہے اور اے نفس! اس دھوکے میں نہ آنا کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے، کیونکہ اوّل تو تجھے کیسے معلوم ہوا کہ معاف ہی کر دیں گے اور سزا نہ دیں گے، اگر سزا ہونے لگے تو اس وقت کیا کرے گا اور اس وقت کتنا پچھتانا پڑے گا اور اگر معاف ہی کر دیا تب بھی تو نیک کام کرنے والوں کو جو انعام اور مرتبہ ملے گا وہ تجھ کو نصیب نہ ہوگا۔ پھر جب تو اپنی آنکھ سے دوسروں کو نعمتیں ملنا اور اپنا محروم ہونا دیکھے گا تو کس قدر حسرت اور افسوس ہوگا؟ اس پر اگر دل میں یہ خیال آئے کہ پھر میں کیا کروں اور کس طرح کوشش کروں تو یہ سوچ لو کہ جو چیز تجھ سے مر کر چھوٹنے والی ہے یعنی دنیا اور بری عادتیں تو اس کو ابھی چھوڑ دے اور جس سے تجھ کو سابقہ پڑنے والا ہے اور اس کے بغیر تیرا گذارا نہیں ہوسکتا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کو راضی کرنے کی باتیں اس کو ابھی سے اختیار کرلے اور اس کی یاد اور تابعداری میں لگ جائے۔

اپنے نفس سے کہے کہ اے نفس! تیری مثال بیمار کی سی ہے اور بیمار کو پرہیز کرنا پڑتا ہے اور گناہ کرنا بد پرہیزی ہے، اس لیے اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے اور یہ پرہیز اللہ تعالیٰ نے ساری عمر کے لیے بتایا ہے۔ سوچ تو سہی، اگر دنیا کا کوئی ادنیٰ سا حکیم کسی سخت بیماری میں تجھے یہ بتادے کہ فلاں مزیدار چیز کھانے سے بیماری بہت بڑھ جائے گی اور تو سخت تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا اور فلاں کڑوی اور بدمزہ دوا روزمرہ کھاتے رہو گے تو صحت مند رہو گے اور تکلیف کم ہوجائے گی تو یقینی بات ہے کہ اس حکیم کے کہنے سے کیسی ہی مزیدار چیز ہو اس کو ساری عمر کے لیے چھوڑ دے گا اور دوا کیسی ہی بدمزہ اور ناگوار ہو، آنکھ بند کر کے روزانہ اس کو نگل جایا کرے گا۔ مانا کہ گناہ اگرچہ بظاہر بڑے مزیدار ہیں اور نیک کام نفس کو ناگوار ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان مزیدار چیزوں کو نقصان دہ بتایا ہے اور ان ناگوار کاموں کو فائدہ مند فرمایا ہے، پھر نقصان اور فائدہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کا ہے، جس کا نام دوزخ اور جنت ہے تو اے نفس! تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ جان کی محبت میں ادنیٰ حکیم کے کہنے کا تو یقین کرلے اور اس کا پابند ہو جائے اور اپنے ایمان کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے کہنے پر دل کو نہ جمائے اور گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت نہ کرے اور نیک کاموں سے پھر بھی جی چرائے تو پھر تو کیسا مسلمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ایک چھوٹے سے حکیم کے کہنے کے برابر بھی نہیں سمجھتا اور کیسا بے عقل ہے کہ جنت کے ہمیشہ ہمیشہ کے آرام کی دنیا کے تھوڑے دنوں کے آرام کے برابر بھی قدر نہیں کرتا اور دوزخ کی اتنی سخت اور دائمی تکلیف سے دنیا کی تھوڑے دنوں کی تکلیف کے برابر بھی بچنے کی کوشش نہیں کرتا؟

نفس سے یوں کہو کہ اے نفس! دنیا سفر کا مقام ہے اور سفر میں پورا آرام ہرگز میسر نہیں ہوا کرتا، طرح طرح کی تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں، مگر مسافر اس لیے ان تکلیفوں کو برداشت کر لیتا ہے کہ گھر پہنچ کر آرام مل جائے گا۔ اگر ان تکلیفوں سے گھبرا کر کسی سرائے میں ٹھہر کر اس کو اپنا گھر بنا لے اور آرام و آسائش کا سارا سامان وہاں جمع کر لے تو ساری عمر بھی گھر پہنچنا نصیب نہ ہو۔ اسی طرح دنیا میں جب تک رہنا ہے محنت و مشقت کو برداشت کرنا چاہیے۔ عبادت میں بھی محنت ہے اور گناہوں کے چھوڑنے میں بھی مشقت ہے اور بھی طرح طرح کی مشکلات ہیں، لیکن آخرت ہمارا اصلی گھر ہے، وہاں پہنچ کر ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی۔

غرض نفس سے ایسی ایسی باتیں کر کے اس کو صحیح راستہ پر لگانا چاہیے اور روزمرہ اسی طرح سمجھانا چاہیے اور یاد رکھو کہ اگر آدمی خود اپنی بھلائی اور درستی کی کوشش نہیں کرے گا تو اور کون اس کی خیر خواہی کرے گا؟

عام لوگوں کے ساتھ معاملہ:

لوگ تین طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن سے دوستی اور رشتہ داری کا تعلق ہے۔ دوسرے وہ جن سے صرف جان پہچان ہے۔ تیسرے وہ جن سے جان پہچان بھی نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ جن سے جان پہچان بھی نہیں اگر ان کے ساتھ میل جول رکھنا پڑے تو ان باتوں کا خیال رکھو کہ وہ جو ادھر ادھر کی باتیں اور خبریں بیان کریں، ان کی طرف کان مت لگاؤ، ان سے بہت زیادہ مت ملو، ان سے کوئی امید اور التجا مت کرو اور اگر کوئی بات ان میں خلافِ شرع دیکھو تو اگر یہ امید ہو کہ نصیحت مان لیں گے تو نرمی سے سمجھا دو۔ جن لوگوں سے دوستی اور تعلق ہے ان میں اس کا خیال رکھو کہ اوّل تو ہر کسی سے دوستی اور راہ و رسم مت پیدا کرو کیونکہ ہر آدمی دوستی کے قابل نہیں ہوتا، البتہ جس میں یہ پانچ باتیں ہوں اس سے راہ و رسم رکھنے میں کوئی حرج نہیں:

پہلی بات یہ کہ وہ عقلمند ہو، کیونکہ بیوقوف آدمی سے ایک تو دوستی کا نباہ نہیں ہوتا، دوسرے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے، مگر بیوقوفی کی وجہ سے الٹا نقصان کر گزرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس کے اخلاق و عادات درست ہوں، اپنے مطلب کی دوستی نہ رکھے اور غصے کے وقت آپے سے باہر نہ ہو جائے، ذرا ذرا سی بات میں طوطے کی سی آنکھیں نہ بدلے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دیندار ہو، کیونکہ بے دین شخص جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتا تو تمہیں اس سے کیا امید ہے کہ اس سے وفا ہوگی؟ دوسری خرابی یہ ہے کہ جب تم بار بار اس کو گناہ کرتے دیکھو گے اور دوستی کی وجہ سے نرمی کرو گے تو خود تمہیں بھی

اس گناہ سے نفرت نہیں رہے گی۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کی بری صحبت کا اثر تم پر بھی پڑے گا اور تم سے بھی ویسے ہی گناہ ہونے لگیں گے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اس کو دنیا کی حرص نہ ہو، کیونکہ حرص والے کے پاس بیٹھنے سے ضرور دنیا کی حرص بڑھتی ہے۔ جب ہر وقت اس کو اسی دھن اور اسی چرچے میں دیکھو گے، کہیں پیسے کا ذکر ہے، کہیں عمدہ لباس کی فکر ہے، کہیں گھر کے سامان کا دھندا ہے تو تمہیں بھی ضرور حرص ہو گی۔ جس کو خود حرص نہ ہو، کم قیمت کپڑا پہنتا ہو، ادنیٰ درجہ کا کھانا کھاتا ہو، ہر وقت دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کرتا ہو، اس کے پاس بیٹھ کر جو کچھ تھوڑی بہت حرص ہوتی ہے، وہ بھی دل سے نکل جاتی ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اس کی عادت جھوٹ بولنے کی نہ ہو، کیونکہ جھوٹ بولنے والے آدمی کا کوئی اعتبار نہیں، خدا جانے اس کی کس بات کو سچا سمجھ کر آدمی دھوکے میں آجائے۔

ان پانچ باتوں کا خیال تو دوستی کا تعلق قائم کرنے سے پہلے کر لینا چاہیے اور جب کسی میں یہ پانچوں باتیں دیکھ لیں اور تعلق پیدا کر لیں تو اب اس کے حقوق اچھی طرح ادا کریں۔ وہ حقوق یہ ہیں کہ جہاں تک ہو سکے ضرورت کے وقت اس کے کام آؤ، اگر اللہ تعالیٰ گنجائش دیں تو اس کی مدد کرو، اس کا بھید کسی سے مت کہو، جو کوئی اس کو برا کہے، اس کو نہ بتاؤ۔ جب وہ بات کرے تو کان لگا کر سنو۔ اگر اس میں کوئی عیب دیکھو تو نرمی اور خیر خواہی سے تنہائی میں سمجھاؤ۔ اگر اس سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرو اور اس کی بھلائی کے لیے دعا کرتے رہو۔

اب رہ گئے وہ آدمی جن سے صرف جان پہچان ہے، ایسے آدمیوں سے بڑی احتیاط درکار ہے، کیونکہ جو دوست ہیں وہ تمہارے فائدے میں ہیں اور جن سے جان پہچان بھی نہیں وہ اگر فائدے میں نہیں تو برائی میں بھی نہیں اور جن سے نہ دوستی ہے اور نہ بالکل ناواقف ہیں، زیادہ تکلیف ایسوں ہی سے پہنچتی ہے کہ زبان سے تو دوستی اور خیر خواہی کا دَم بھرتے ہیں اور پس پردہ جڑیں کھودتے، حسد کرتے ہیں۔ ہر وقت عیب ڈھونڈا کرتے ہیں اور بدنام کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اس لیے جہاں تک ہو سکے کسی سے خواہ مخواہ جان پہچان پیدا مت کرو۔ اُن کی دنیا کو دیکھ کر حرص مت کرو اور ان کی خاطر اپنا دین برباد مت کرو۔ اگر کوئی تم سے دشمنی بھی کرے تو تم اس سے دشمنی مت کرو، اس کی طرف سے پھر تمہارے ساتھ اور زیادہ برائی ہو گی جس کو برداشت نہیں کر سکو گے اور اسی دھندے میں لگ جاؤ گے، جس سے دین اور دنیا کا نقصان ہو گا، اس واسطے درگزر ہی بہتر ہے۔ جو کوئی تمہاری غیبت کرے تو سن کر نہ غصہ ہو، نہ یہ تعجب کرو کہ اس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا اور میرے حق کا یا میرے احسان کا یا میرے بڑے ہونے کا یا میرے تعلق کا کوئی خیال نہیں کیا، کیونکہ اگر انصاف سے دیکھو تو تم بھی خود سب کے

ساتھ ہر وقت ایک حالت پر نہیں رہ سکتے ہو۔ سامنے اور برتاؤ ہوتا ہے اور پس پشت اور۔ پھر جس مصیبت میں خود مبتلا ہو، دوسروں پر کیوں تعجب کرتے ہو؟ کسی سے امیدیں وابستہ مت کرو۔

خلاصہ یہ کہ کسی سے کسی طرح کی کوئی توقع مت رکھو، نہ تو کسی قسم کا فائدے پہنچنے کی، نہ کسی کی نظر میں عزت بڑھنے کی اور نہ کسی کے دل میں محبت پیدا ہونے کی۔ جب کسی سے کوئی امید نہ رکھو گے تو پھر کوئی تم سے کیسا ہی برتاؤ کرے گا تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوگی اور خود جہاں تک ہو سکے سب کو فائدہ پہنچاؤ۔ اگر کسی کے لیے کوئی بھلائی کی بات سمجھ میں آئے اور یہ یقین ہو کہ وہ مان لے گا تو اس کو بتا دو، ورنہ خاموش رہو۔ اگر کسی سے کوئی فائدہ پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اس شخص کے لیے دعا کرو اور اگر کسی سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے تو یہ سمجھو کہ یہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو اور اس شخص سے بغض مت رکھو۔ غرض یہ کہ مخلوق کی بھلائی کو نہ دیکھو، بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ پر نگاہ رکھو، اسی سے تعلق رکھو اور اسی کی تابعداری اور یاد میں لگے رہو، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

شیخِ کامل کے ساتھ تعلق

پیری مریدی کا بیان:

کسی اللہ والے بزرگ سے اصلاحی تعلق رکھنے کے کئی فائدے ہیں:

ایک فائدہ یہ ہے کہ اصلاحِ باطن کے جو طریقے مذکور ہوئے اُن پر عمل کرنے میں کبھی کم فہمی سے غلطی ہو جاتی ہے، شیخِ کامل اس کا صحیح راستہ بتا دیتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ کتاب میں پڑھنے سے بسا اوقات اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا شیخ کے وعظ و نصیحت اور ہدایات سے ہوتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ پیر سے اعتقاد اور محبت ہو جاتی ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ جو اس کا طریقہ ہے ہم بھی اسی کے مطابق چلیں۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ پیر اگر نصیحت کرنے میں سختی یا غصہ کرتا ہے تو ناگوار نہیں ہوتا، پھر اس نصیحت پر عمل کرنے کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

شیخِ کامل کی علامات:

اگر کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنے کا ارادہ ہو تو پہلے درجِ ذیل باتوں کا اطمینان کر لیں جس میں یہ باتیں نہ ہوں اس سے تعلق قائم نہ کریں:

۱ — پیر دین کے ضروری مسائل جانتا ہو، شریعت سے ناواقف نہ ہو۔

۲ — اس کے عقائد قرآن و سنت کے مطابق ہوں، جن کا ذکر اس کتاب کے شروع میں ''کتاب العقائد'' میں آ چکا ہے، نیز شریعت کے احکام اور اصلاحِ باطن کے جو طریقے اس کتاب میں مذکور ہوئے ہیں کوئی بات اس میں ان کے خلاف نہ ہو۔

۳ — پیری مریدی محض پیشہ کے لیے نہ کرتا ہو۔

۴ — کسی ایسے بزرگ کا خلیفۂ مجاز ہو جس کو دیندار لوگ بزرگ سمجھتے ہوں۔

۵ — اس پیر کو بھی نیک لوگ اچھا کہتے ہوں۔

۶۔ اس کی تعلیم میں یہ اثر ہو کہ دین کی محبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ یہ بات اس کے مریدوں کا حال دیکھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ اگر دس مریدوں میں پانچ چھ مرید بھی اچھے ہوں تو سمجھو کہ یہ پیر تاثیر والا ہے اور ایک آدھ مرید کے برے ہونے سے شبہ مت کرو اور تم نے جو سنا ہوگا کہ بزرگوں میں تاثیر ہوتی ہے وہ تاثیر یہی ہے، تاثیر کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جو کچھ کہہ دیتے ہیں اسی طرح ہوتا ہے۔ ان کے ایک پھونک مارنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے یا جس کام کے لیے تعویذ دیتے ہیں وہ کام مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے یا ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ آدمی پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ ان تاثیروں سے کبھی دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

۷۔ اس پیر میں یہ بات ہو کہ دین کی نصیحت کرنے میں مریدوں کا لحاظ نہ کرتا ہو، ہر خلافِ شرع اور نامناسب کام سے روک دیتا ہو۔ جب کوئی ایسا پیر مل جائے تو اچھی نیت سے یعنی خالص اصلاحِ باطن کی نیت سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ اگر مذکورہ بالا اوصاف کا حامل کوئی شیخ میسر نہ ہو تو مرید بننا فرض تو ہے نہیں، البتہ دین کی راہ پر چلنا فرض ہے، مرید ہوئے بغیر بھی اس راہ پر چلتے رہو۔

مرشد سے تعلق کے آداب:

اپنے شیخ اور مرشد کا خوب ادب کرے۔ ذکر و اذکار کے جو طریقے وہ بتائے ان کی پابندی کرے۔ اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ اصلاحی تعلق رکھنے میں مجھے جتنا فائدہ ان سے پہنچ سکتا ہے اتنا اس زمانے کے کسی اور بزرگ سے نہیں پہنچ سکتا۔

اگر بے دین پیر سے تعلق ہو جائے:

اگر غلطی سے کسی بے دین پیر سے تعلق ہو جائے یا پہلے وہ صالح تھا، بعد میں بگڑ گیا تو اس سے تعلق ختم کر کے کسی متبع شریعت بزرگ سے متعلق ہو جائے، لیکن اگر کوئی ہلکی سی بات کبھی کبھار پیر سے ہو جائے تو یوں سمجھے کہ آخر یہ بھی تو انسان ہے، فرشتہ نہیں، اس سے غلطی ہوگئی جو توبہ سے معاف ہو سکتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر اعتقاد خراب نہ کرے، البتہ اگر وہ اس خلافِ شرع بات پر ڈٹا رہے تو پھر تعلق توڑ دے۔ پیر کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس کو ہر وقت ہماری حالت کا علم ہوتا ہے بہت بڑا گناہ ہے۔ پیری مریدی کے متعلق ایسی کتابیں کبھی نہ دیکھے جن کا ظاہری مطلب خلافِ شرع ہے۔ اسی طرح جو اشعار خلافِ شرع ہیں ان کو کبھی نہ پڑھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت یعنی پیری مریدی اور چیز ہے۔ یہ لوگ گمراہ ہیں، انہیں جھوٹا سمجھنا فرض ہے۔ اگر پیر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے تو اس پر عمل درست نہیں۔ اگر وہ اس پر ضد کرے تو اس

سے تعلق ختم کردے۔

اگر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی برکت سے دل میں کوئی اچھی حالت پیدا ہو یا اچھے خواب نظر آئیں یا جاگتے میں کوئی آواز یا روشنی معلوم ہو تو اپنے پیر کے علاوہ کسی سے ذکر نہ کرے، نہ کبھی اپنے وظائف اور عبادت کا کسی سے اظہار کرے۔ اگر پیر نے کوئی وظیفہ یا ذکر بتایا اور کچھ مدت تک اس کا اثر یا مزہ معلوم نہ ہو تو اس سے تنگ دل یا پیر سے بداعتقاد نہ ہو بلکہ یوں سمجھے کہ بڑا اثر یہی ہے کہ اللہ کا نام لینے کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے اور اس نیک کام کی توفیق ہوتی ہے اور ایسے اثر کا کبھی دل میں خیال نہ لائے کہ مجھے خواب میں بزرگوں کی زیارت ہوا کرے، مجھے ہونے والی باتیں معلوم ہو جایا کریں، مجھے خوب رونا آیا کرے، مجھے عبادت میں ایسا انہماک حاصل ہو جائے کہ دوسری چیزوں کی خبر ہی نہ رہے۔ کبھی کبھی یہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں، اگر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اگر نہ ہوں یا ہو کر کم ہو جائیں تو تو پریشان نہ ہو، البتہ خدانخواستہ اگر شریعت کی پابندی میں کمی ہونے لگے یا گناہ سرزد ہونے لگیں تو یہ بات پریشانی کی ہے۔ جلدی ہمت کر کے اپنی حالت درست کرے اور پیر کو اطلاع دے اور وہ جو ہدایت دے اس پر عمل کرے۔

دوسرے بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرے، نہ کسی اور بزرگ کے مریدوں سے یوں کہے کہ ہمارا پیر تمہارے پیر سے بڑھ کر ہے۔ ایسی باتوں سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی پیر بھائی پر پیر کی توجہ زیادہ ہو یا اس کو وظیفہ و ذکر سے زیادہ فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو اس پر حسد نہ کرے۔

مرید بلکہ ہر مسلمان کی روزمرہ زندگی کے آداب:

۱۔ ضرورت کے بقدر دین کا اتنا علم حاصل کرے کہ زندگی شریعت کے مطابق گزار سکے۔

۲۔ گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے۔

۴۔ کسی کا حق نہ دبائے۔

۵۔ مال کی محبت اور شہرت کی خواہش نہ رکھے، پُرتکلف کھانے اور لباس کی فکر میں نہ رہے۔

۶۔ اگر غلطی پر کوئی ٹوکے تو اپنی غلطی تسلیم کر کے فوراً اقرار اور توبہ کرے۔

۷۔ سخت ضرورت کے بغیر سفر نہ کرے۔ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں، بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں، وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے، وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸- زیادہ نہ ہنسے، نہ زیادہ بولے۔

۹- کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔

۱۰- شریعت کے احکام کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱- عبادت میں سستی نہ کرے۔

۱۲- زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳- اگر دوسروں سے ملنا جلنا پڑے تو تواضع اور انکساری سے پیش آئے اور اپنی بڑائی نہ جتلائے۔

۱۴- مالداروں سے بلاضرورت زیادہ نہ ملے۔

۱۵- بے دین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶- دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بدگمانی نہ کرے، اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔

۱۷- نماز کو اپنے وقت پر اہتمام سے ادا کرنے کی پابندی کرے۔

۱۸- دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کو یاد کرتا رہے، کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹- اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

۲۰- بات نرمی سے کرے۔

۲۱- اپنے معمولات کے لیے وقت مقرر کرلے اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲- کوئی مصیبت، پریشانی یا غم پیش آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو اور تصور کرے کہ اس میں مجھے ثواب ملے گا۔

۲۳- ہر وقت دل دنیا کے کاموں اور کاروبار میں مگن نہ رہے، بلکہ حتی الامکان دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور رکھے۔

۲۴- جہاں تک ہوسکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے، چاہے دنیا کا ہو یا دین کا۔

۲۵- کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہوجائے، نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے لالچ نہ رکھے کہ فلاں جگہ سے ہمیں یہ فائدہ ہوجائے۔

۲۷- اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے بے چین رہے۔

۲۸- نعمت تھوڑی ہو یا زیادہ اس پر شکر بجالائے اور فقر وفاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹- اپنے ماتحتوں کی خطا وقصور سے درگزر کرے۔

۳۰- کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے، البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تمہیں معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۱- مہمانوں، مسافروں، غریبوں اور علما کی خدمت کرے۔

۳۲- نیک صحبت اختیار کرے۔

۳۳- ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

۳۴- موت کو یاد رکھے۔

۳۵- روزانہ کسی وقت بیٹھ کر اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے، جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے، گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶- جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

۳۷- جو مجلس خلافِ شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸- شرم وحیا اور وقار کے ساتھ رہے۔

۳۹- اس پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰- اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔
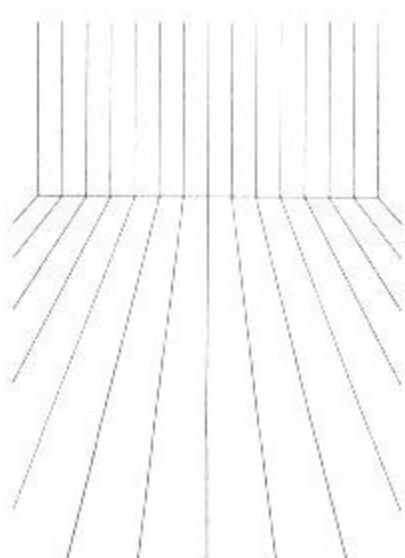
کتابُ الطَّہارۃ

وضواور غسل کی فضیلت:

حدیث میں ہے کہ جو کوئی وضو کرتے وقت ((بسم اللّٰہ)) پڑھے، پھر ہر عضو دھوتے وقت یہ پڑھے: ((أَشْهَدُ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))۔ اور فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ))۔ تو اس کے لیے مرنے کے بعد جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو اور اگر فوراً دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں قرآن پڑھے اور اس کو جان لے (یعنی حضورِ قلب سے پڑھے تاکہ معلوم رہے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں) اور تمام نماز اسی طرح حضورِ قلب سے پڑھے تو وہ نماز سے ایسے حال میں فارغ ہوگا کہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوگا جس طرح نومولود بچہ ہوتا ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ نئے سرے سے عمل کر اس وقت تک کے گناہ معاف ہوگئے۔

(رواه الحافظ المستغفری و حسنه كذا فی أحياء السنن)

حدیث میں ہے کہ جو مسلمان وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو اس کی آنکھوں نے کیا تھا، پھر جب دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کے وہ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو ہاتھوں سے کیا تھا، پھر جب دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ دور ہو جاتے ہیں جن کو پاؤں سے کیا تھا یہاں تک کہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

ان گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے اور آنکھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نظر سے دیکھنا اور ہاتھ کا گناہ، جیسے: کسی کو بری نیت سے ہاتھ لگانا اور پاؤں کا گناہ، جیسے: بری نیت سے کہیں جانا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس برس تک حضور ﷺ کی خدمت کی ہے۔ ان سے ایک طویل حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے انس! جنابت کا غسل اچھی طرح کیا کر، پس بیشک تو نہانے کی جگہ سے ایسے حال میں نکلے گا کہ کوئی گناہ اور خطا تجھ پر کچھ باقی نہ رہے گی۔'' (یہاں بھی گناہِ صغیرہ کی معافی مراد ہے) میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اچھی طرح غسل کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا (وہ یہ ہے) کہ تو بالوں کی جڑیں تر کرے اور بدن کو خوب صاف کرے۔ (بدن کو مل کر صاف کرنا مستحب ہے اور اچھی طرح صفائی، بغیر ملنے کے نہیں ہوتی) اور رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو ہر وقت وضو سے رہ سکے تو ایسا کر، پس جس کو موت اس حالت میں آئے کہ وہ باوضو ہو تو اسے شہادت کا ثواب ملے گا۔'' (مسند أبو يعلى)

وضو کا بیان

وضو کرنے کا طریقہ:

وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو سے پہلے طہارت کی نیت کرلے، بغیر نیت کے وضو کا ثواب نہ ہوگا، اگرچہ وضو ہو جائے گا۔ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے تاکہ چھینٹیں نہ پڑیں۔ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے، پھر تین دفعہ کلی کرے اور مسواک کرے، اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کرلے تاکہ میل کچیل دور ہو جائے۔ اگر روزے سے نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح پورے منہ میں پانی پہنچائے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے، کیونکہ اس سے حلق میں پانی جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اس طرح ناک صاف کرے کہ ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچ جائے۔ جس کا روزہ ہو وہ نرم ہڈی سے اوپر پانی نہ لے جائے۔ پھر سر کے بالوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک تین دفعہ چہرہ دھوئے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے بھی پانی پہنچائے تاکہ کہیں کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، پھر تین بار دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھوئے۔ پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے۔ انگوٹھی، چھلا وغیرہ جو کچھ ہاتھ میں پہنا ہوا ہو اسے ہلالے تاکہ کہیں اس کے نیچے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پھر ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے، پھر کان کا مسح کرے۔ کان کے اندر کے حصے کا شہادت کی انگلی سے اور کان کے اوپر کے حصے کا انگوٹھوں سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔ کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے۔ تین بار دایاں پاؤں ٹخنے سمیت دھوئے، پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

یہ وضو کا تفصیلی طریقہ ہے، وضو میں بعض چیزیں فرض ہیں، جن کے چھوڑ دینے سے وضو نہیں ہوتا۔ بعض چیزیں سنت

ہیں، جن کے کرنے کی شریعت میں تاکید آئی ہے، کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو صرف ثواب میں کمی آتی ہے اور ان کو چھوڑنے کی عادت بنانے سے انسان قابلِ ملامت اور گنہگار رہو جاتا ہے اور بعض چیزیں مستحب ہیں جن کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

وضو کے فرائض اور ان سے متعلقہ مسائل:

وضو میں صرف چار چیزیں فرض ہیں:

۱- ایک مرتبہ پورا چہرہ دھونا۔

۲- ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

۳- ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴- ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

ان میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی یا کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱ جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے، دھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا، چاہے وضو کا ارادہ ہو یا نہ ہو، جیسے: کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر جائے یا بارش میں باہر کھڑا ہو جائے اور وضو کے یہ اعضاء دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا، لیکن وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔

مسئلہ ۲ انگوٹھی، چھلا وغیرہ اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ ہلائے بغیر بھی ان کے نیچے پانی پہنچ جائے تب بھی ان کا ہلا لینا مستحب ہے اور اگر ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو ان کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے۔

مسئلہ ۳ اگر کسی کے ناخن میں آٹا وغیرہ لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا، جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو اسے چھڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹائے۔

مسئلہ ۴ ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ اس پر بال نہ ہوں یا اس قدر کم ہوں کہ کھال نظر آئے۔

مسئلہ ۵ ہونٹ کا جو حصہ منہ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ ۶ ڈاڑھی یا مونچھ یا بھنویں اتنی گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو کھال کا دھونا فرض نہیں، بلکہ وہ بال ہی کھال کے قائم مقام ہیں، ان پر پانی بہا دینا کافی ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ بھنویں یا ڈاڑھی یا مونچھ اس قدر گھنی ہوں کہ اس کے نیچے کی کھال چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو ایسی صورت میں اتنے بالوں کا دھونا فرض ہے جو چہرے کی حد کے اندر ہیں، باقی بال جو حد مذکور سے آگے بڑھ گئے ہوں ان کا دھونا فرض نہیں۔

﴿مسئلہ۸﴾ جو حصہ رخسار اور کان کے درمیان ہے اس کا دھونا فرض ہے، چاہے اس جگہ ڈاڑھی نکلی ہو یا نہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر آنکھ یا منہ کو زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ کا کچھ حصہ خشک رہ گیا یا آنکھ کے کونے میں پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ وضو کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی ہے تو وہاں پر فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں، بلکہ پانی بہانا فرض ہے۔

وضو کی سنتیں:

۱- نیت کرنا
۲- پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھونا
۳- بسم اللہ کہنا
۴- کلی کرنا
۵- ناک میں پانی ڈالنا
۶- مسواک کرنا
۷- پورے سر کا مسح کرنا
۸- ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا
۹- کانوں کا مسح کرنا
۱۰- ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا
۱۱- ڈاڑھی کا خلال کرنا
۱۲- ترتیب سے وضو کرنا
۱۳- مسلسل وضو کرنا کہ ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا طریقے سے وضو کرنا سنت ہے، اگر کبھی اس کے خلاف کیا، مثلاً: خلافِ ترتیب وضو کیا، مثلاً: سب سے پہلے ہاتھ دھونے کے بجائے پہلے پاؤں دھوئے، پھر چہرہ وغیرہ دھوئے یا ایک عضو دھونے کے بعد دوسرا عضو دھونے میں قصداً اتنی تاخیر کرے کہ پہلا عضو خشک ہو جائے یا وضو کی کوئی اور سنت چھوڑ دی تو بھی وضو ہو جائے گا، لیکن سنت کے مطابق نہیں ہوگا اور اگر کوئی اس طرح کرنے کی عادت بنالے تو گنہگار ہوگا۔

وضو کے مستحبات سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ۱۱﴾ ہر عضو دھوتے وقت مناسب ہے کہ اس پر ہاتھ بھی پھیر لیا کرے تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے، پوری طرح

پانی پہنچ جائے۔

﴿مسئلہ ١٢﴾ وقت آنے سے پہلے ہی وضو کر کے نماز کی تیاری کر لینا بہتر اور مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ١٣﴾ وضو کے دوران اور اس سے فارغ ہونے کے بعد مسنون دعائیں پڑھے۔[وضو کے دوران یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی، وَبَارِكْ لِی فِی رِزْقِی)).]

﴿مسئلہ ١٤﴾ وضو کرنے کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو بہتر ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ اس نماز کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کا بڑا ثواب آیا ہے۔

﴿مسئلہ ١٥﴾ اگر ایک نماز کے وقت وضو کیا تھا پھر دوسری نماز کا وقت آ گیا اور ابھی وضو نہیں ٹوٹا تو اسی وضو سے دوسری نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ١٦﴾ وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِینَ)).

مکروہاتِ وضو سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ١٧﴾ جب تک مجبوری نہ ہو خود اپنے ہاتھ سے وضو کرے، کسی اور سے پانی نہ ڈلوائے۔

﴿مسئلہ ١٨﴾ وضو کے دوران بلاضرورت دنیا کی باتیں نہ کرے۔ ضرورت کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ١٩﴾ پانی کتنا ہی زیادہ ہو جیسے: کوئی دریا کے کنارے پر ہو پھر بھی پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کرے اور نہ پانی استعمال کرنے میں اتنی کمی کرے کہ اعضا اچھی طرح نہ دھل سکیں۔

﴿مسئلہ ٢٠﴾ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ نہ دھوئے۔[البتہ اگر کوئی جگہ خشک رہ گئی ہو تو دھونا ضروری ہے۔]

﴿مسئلہ ٢١﴾ چہرہ دھوتے وقت پانی کا چھینٹا زور سے نہ مارے، نہ پھنکار کر چھینٹ اڑائے۔

﴿مسئلہ ٢٢﴾ چہرہ دھوتے ہوئے منہ اور آنکھیں بہت زور سے بند نہ کرے۔

﴿مسئلہ ٢٣﴾ جب ایک دفعہ وضو کر لیا اور وہ ابھی تک ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کر لے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔ چنانچہ اگر نہاتے وقت کسی نے دضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا چاہیے، اس وضو کے ہوتے ہوئے دوسرا وضو نہ کرے، ہاں اگر کم از کم دو رکعت نماز اس وضو سے پڑھ چکا ہو تو دوسرا وضو کرنے میں حرج نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

اضافہ

مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال:

مسئلہ ١ مسواک کی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس حیثیت سے عین اسی طریقہ کو اختیار کرنا ضروری ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک میں جو طریقہ منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی استعمال فرمایا کرتے تھے، لکڑی موجود نہ ہونے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح جن کے دانت نہ ہوں انہیں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کی سنت اور عبادت اسی وقت ادا ہو سکتی ہے جب لکڑی یا انگلی سے دانت ملے جائیں۔

مسواک کی دوسری حیثیت ایک عام انسانی عادت کی ہے کہ مسواک کا مقصد دانتوں کی صفائی اور بد بو کا ازالہ ہے۔ اس لحاظ سے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال بھی کافی ہے۔ (جدید فقھی مسائل : ٤٥)

اخبار میں لکھی ہوئی آیات کو بلا وضو چھونا:

مسئلہ ٢ جس جگہ قرآن کی آیت لکھی ہو صرف اس جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا منع ہے، دوسری جگہوں کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔ (أحسن الفتاوی : ٢/ ١٨)

وضو اور غسل میں مصنوعی اعضا کا حکم:

مسئلہ ٣ مصنوعی اعضا اور دانت وغیرہ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو مستقل طور پر لگا دیئے جائیں اور پھر انہیں آسانی سے نکالا نہ جا سکے۔ دوسرے وہ جو بنائے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ حسبِ ضرورت ان کا استعمال کیا جائے اور پھر ان کو نکالا جا سکے۔ (جدید فقھی مسائل : ٤١)

پہلی صورت میں یہ اعضا اور دانت وغیرہ اصل کا درجہ رکھتے ہیں، اس لیے ان کا حکم اصلی اعضا اور اصل دانتوں ہی کا ہوگا۔ وضو اور غسل میں ان تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا، ان اعضا اور دانتوں کو نکال کر ان کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں۔

دوسری صورت میں ان کی حیثیت ایک زائد چیز کی ہوگی یعنی وضو اور غسل اسی وقت درست ہوگا جب ان کو نکال کر اصل جسم تک پانی پہنچائے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو وضو اور غسل درست نہیں ہوگا۔

دانتوں پر سونے اور چاندی کا خول ہو تو وضو و غسل کا حکم:

مسئلہ۴ علاج کے طور پر دانت کے سوراخ میں سونا، چاندی، سیسہ وغیرہ میں سے کوئی چیز ڈال کر دانت بند کر دیا جائے تو وہ ڈالی ہوئی چیز بدن کا جز بن جائے گی اور وضو و غسل میں اس چیز کو پانی پہنچانا کافی ہو جائے گا، اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۸/۴)

سرخی پاؤڈر اور کریم لگا کر وضو کرنا:

مسئلہ۵ سرخی پاؤڈر اور کریم میں اگر کوئی ناپاک چیز ملی ہوئی نہ ہو تو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر ان میں سے کسی چیز کی بھی تہہ جم جاتی ہو تو وضو کے صحیح ہونے کے لیے اس کا اتارنا واجب ہے۔ تہہ اتارے بغیر وضو صحیح نہیں ہوگا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۲/۲)

وِگ کا استعمال اور وضو:

مسئلہ۶ وِگ یعنی مصنوعی بال اگر انسان کے ہوں تو ان کا لگانا گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی ہے اور اگر کسی دوسرے جانور کے ہوں تو لگانا جائز ہے، البتہ بہر صورت وضو میں مسح کے وقت ان کو اتارنا ضروری ہے اگر ان پر مسح کر لیا تو وضو نہیں ہوگا۔ (أحسن الفتاویٰ: ۷۵/۸، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۶/۲)

وضو توڑنے والی چیزیں

مسئلہ۱ پاخانہ، پیشاب اور ہوا جو پاخانہ کے مقام سے نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہوا نکلے جیسا کہ کبھی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ۲ عورت کو ہاتھ لگانے یا عورتوں کا خیال کرنے سے آگے کی راہ سے جو پانی آجائے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو جو جوش کے وقت نکلتا ہے "مذی" کہتے ہیں۔

مسئلہ۳ مرد کے پیشاب کے مقام سے جب عورت کا پیشاب کا مقام مل جائے اور کچھ کپڑا وغیرہ بیچ میں نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، چاہے کچھ نکلے یا نہ نکلے۔

مسئلہ۴ بواسیر کا مسہ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ۵ منی اگر بغیر شہوت خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، مثلاً: کسی نے کوئی بوجھ اٹھایا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑا

اور چوٹ کی وجہ سے منی بغیر شہوت خارج ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۶﴾ آگے یا پیچھے کی راہ سے کوئی چیز جیسے: کیڑا، کنکری وغیرہ نکلے تو وضوٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر عورت نے اپنی شرمگاہ کے اندر تیل ٹپکایا یا مرہم لگائی تو اس کے باہر نکل آنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ بواسیر کے علاج کے لیے کوئی تیل یا مرہم پاخانے کے مقام کے اندر لگایا۔ اگر وہ باہر نکل آئے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ عورتوں میں بیماری کی وجہ سے جو لیس دار پانی آگے کی طرف سے آتا ہے وہ پانی نجس ہے اور اس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو ہوا مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

[﴿مسئلہ ۱۱﴾ عورت کے اندرونی معائنہ کے لیے اگر لیڈی ڈاکٹر نے شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو وضوٹوٹ جائے گا۔]

[﴿مسئلہ ۱۲﴾ ولادت سے پہلے جو پانی نکلتا ہے وہ نفاس نہیں، بلکہ نجس رطوبت ہے جس سے وضوٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس کے نکلنے سے نماز معاف نہیں ہوگی۔]

خون پیپ وغیرہ نکلنا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کسی کے کان یا زخم سے کیڑا نکلے یا کچھ گوشت کٹ کر گر پڑے اور خون نہ نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ خون نکلوانے، نکسیر پھوٹنے اور بدن کے کسی بھی حصے میں پھوڑے پھنسی یا زخم سے خون یا پیپ نکلنے سے وضوٹوٹ جائے گا، البتہ اگر خون یا پیپ زخم سے آگے نہیں بڑھا تو وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اگر کسی کو سوئی (وغیرہ) چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر ذرا بھی بہہ پڑا ہو تو وضوٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر کسی نے ناک صاف کی اور اس سے جمے ہوئے خون کے ٹکڑے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ وضو جب ٹوٹتا ہے کہ پتلا خون نکلے اور بہہ پڑے۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنی ناک میں انگلی ڈالی پھر جب اس کو نکالا تو انگلی میں خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون اتنا زیادہ نہیں کہ بہہ جائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں پھیل گیا لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا اور اگر آنکھ سے باہر پانی نکل پڑا تو وضوٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر کان کے اندر دانہ ہو اور ٹوٹ جائے تو جب تک خون یا پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تب تک

وضو نہیں ٹوٹا اور جب اس جگہ تک بہہ کر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا اور اس کے نیچے خون یا پیپ دکھائی دینے لگا لیکن خون یا پیپ اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے، کسی طرف نکل کر بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کسی کے پھوڑے میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون یا پیپ اس گھاؤ کے سوراخ کے اندر ہے، باہر نکل کر بدن پر نہ آئے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر پھوڑے پھنسی کا خون خود سے نہیں نکلا بلکہ اس نے دبا کر نکالا اور خون بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون نکلنے لگا، اس نے اس پر مٹی ڈال دی یا کپڑے سے پونچھ لیا، پھر ذرا سا نکلا پھر اس نے پونچھ ڈالا، اسی طرح کئی دفعہ کیا اور خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچے: اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر پونچھا نہ جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایسا ہو کہ پونچھا نہ جاتا تب بھی نہ بہتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ کسی کے تھوک میں خون معلوم ہو تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے اور تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے اور رنگ سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر دانت سے کوئی چیز (سیب وغیرہ) کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی لیکن تھوک میں بالکل خون کا رنگ معلوم نہیں ہوتا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ کسی نے جونک لگوائی اور اس میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ سے کاٹ دو تو خون بہ پڑے تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر اتنا نہ پیا ہو بلکہ بہت کم پیا ہو کہ بہنے کے قابل نہ ہو تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر مچھر یا مکھی یا کھٹمل نے خون پیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ زکام کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور ان میں چبھن ہوتی ہو اور اس سے صاف پانی نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ جب آنکھوں سے چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ کسی کے کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکلتا ہے تو یہ پانی نجس ہے، جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اگر ناف سے کسی بیماری کی وجہ سے پانی نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر عورت کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ نجس ہے، اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر

درد نہیں ہے تو نہ نجس ہے اور نہ اس سے وضو ٹوٹے گا۔

قے ہونا:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر قے ہو اور اس میں کھانا یا پانی یا پت گرے تو اگر منہ بھر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔ منہ بھر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ مشکل سے منہ میں رکے۔ اگر قے میں بلغم گرا تو وضو نہیں ٹوٹا چاہے بلغم جتنا بھی ہو، منہ بھر ہو یا نہ ہو، سب کا ایک حکم ہے۔ اگر قے میں خون گرے تو اگر پتلا اور بہنے والا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، چاہے کم ہو یا زیادہ، منہ بھر ہو یا نہ ہو اور اگر خون جمے ہوئے ٹکڑوں کی صورت میں ہو اور منہ بھر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں ہوتی تو منہ بھر جاتا تو اگر ایک ہی متلی مسلسل باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایک ہی متلی مسلسل نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی ختم ہو گئی تھی اور طبیعت ٹھیک ہو گئی، پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہو گئی، پھر جب متلی ختم ہو گئی تو تیسری دفع پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ جس چیز کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں۔ تو اگر ذرا سا خون نکلا جو زخم کے منہ سے بہا نہیں یا ذرا سی قے ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت یا جما ہوا خون نکلا تو یہ خون اور یہ قے نجس نہیں ہے، اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں اور اگر منہ بھر قے ہوئی یا خون زخم سے بہ گیا تو وہ نجس ہے، اس کا دھونا واجب ہے اور اگر اتنی قے کر کے کٹورے یا لوٹے کو منہ لگا کر کلی کے واسطے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جائے گا، اس لیے چلو سے پانی لینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ چھوٹا بچہ جو دودھ کی قے کرتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر منہ بھر نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب منہ بھر ہو تو نجس ہے۔ اگر اس کے دھوئے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔

نیند، بے ہوشی اور نشہ:

﴿مسئلہ ۳۳﴾ لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے یا سجدے کی حالت میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹا لیکن اگر عورت سجدے میں سو گئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ [لأن هيئة سجودها مرخاة للمفاصل]

﴿مسئلہ ۳۴﴾ اگر نماز سے باہر بیٹھے بیٹھے سو جائے اور اپنا مقعد ایڑی سے دبا لے اور دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک بھی نہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑا تو اگر گرتے ہی فوراً آنکھ کھل گئی ہو تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر گرنے کے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بیٹھا جھومتا رہا، گرا نہیں تب بھی وضو نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ اگر بے ہوشی ہوگئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا، چاہے بے ہوشی یا جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشہ کی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہو گیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو ٹوٹ گیا۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ اگر کسی کے حواس میں خلل ہو جائے لیکن یہ خلل جنون اور مدہوشی کی حد کو نہ پہنچا ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ہنسی اور قہقہہ:

﴿مسئلہ ۳۸﴾ نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ اگر نماز میں اتنے زور سے ہنسی نکل گئی کہ خود اس نے اور اس کے پاس والوں نے بھی آواز سن لی تو وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی اور اگر خود کو آواز سنائی دے مگر پاس والے نہ سن سکیں، اگرچہ بالکل قریب والا سن لے تو اس سے نماز ٹوٹ جائے گی لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے، آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز ٹوٹی۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، البتہ وہ نماز اور سجدہ ٹوٹ جائے گا۔

متفرق:

﴿مسئلہ ۴۱﴾ وضو کے بعد اگر کسی عضو کے نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک رفع کرنے کے لیے بائیں پاؤں کو دھوئے۔ اسی طرح وضو کے درمیان کسی عضو کے بارے میں یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں آخری عضو کو دھوئے، مثلاً: کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پاؤں دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو کہنیوں تک ہاتھ دھو ڈالے۔ یہ اس وقت ہے کہ کبھی کبھی شبہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو اکثر اس قسم کا شبہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شبہ کی طرف خیال نہ کرے اور اپنے وضو کو کامل سمجھے۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ مسجد کے فرش پر وضو کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے

تو کوئی حرج نہیں۔ اس میں اکثر جگہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ وضو ایسی جگہ کیا جاتا ہے کہ وضو کا پانی مسجد کے فرش پر بھی گرتا ہے۔

جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا:

مسئلہ ۴۳ وضو کے بعد ناخن کٹائے یا زخم کے اوپر کی کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا۔

مسئلہ ۴۴ وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا یا اپنا ستر کھل گیا یا ننگا ہو کر نہایا اور ننگے ہی وضو کیا تو اس کا وضو درست ہے، دوبارہ وضو دہرانے کی ضرورت نہیں، البتہ بغیر شدید مجبوری کے کسی کا ستر دیکھنا یا اپنا دکھانا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۴۵ اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضو ٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ ٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اس کا وضو باقی سمجھا جائے گا، اسی سے نماز درست ہے، لیکن دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۴۶ جس کو وضو کے دوران شک ہوا کہ فلاں عضو دھویا یا نہیں تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیے اور اگر وضو کرنے کے بعد شک ہوا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، وضو ہو گیا، البتہ اگر یقین ہو جائے کہ کوئی عضو دھونے سے رہ گیا ہے تو اس کو دھو لے۔

بے وضو ہونے کی حالت کے احکام:

مسئلہ ۴۷ بے وضو قرآن مجید کا چھونا درست نہیں، البتہ اگر ایسے کپڑے سے چھو لے جو بدن سے جدا ہو تو درست ہے۔ کُرتے کے دامن وغیرہ سے جب کہ اس کو پہنے ہوئے ہو چھونا درست نہیں، ہاں اگر اترا ہوا ہو تو اس سے چھونا درست ہے۔ زبانی پڑھنا درست ہے اور اگر قرآن مجید کھلا ہوا رکھا ہے اور اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھا لیکن ہاتھ نہیں لگایا یہ بھی درست ہے۔ اسی طرح بے وضو ایسے تعویذ اور طشتری (پلیٹ) کا چھونا بھی درست نہیں جس میں قرآن کی آیات لکھی ہوں۔

مسئلہ ۴۸ قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چھونا ناجائز ہے چاہے لکھی ہوئی جگہ کو چھوئے یا سادہ جگہ کو اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلی وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہوئی ہو، باقی حصہ سادہ ہو تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے جب کہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ ۴۹ قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں، بشرطیکہ ہاتھ خالی جگہ پر رہے، لکھے ہوئے کو نہ لگے اور یہ حکم جب ہے کہ قرآن شریف اور سیپاروں کے علاوہ کسی کاغذ یا کپڑے وغیرہ میں کوئی آیت لکھے۔

مسئلہ ۵۰ اگر کتاب وغیرہ میں لکھے تو ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں اور قرآن شریف میں لکھے تو ایک آیت سے کم کا لکھنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۵۱ نابالغ بچوں کو وضو نہ ہونے کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۵۲ قرآن مجید کے سوا دیگر آسمانی کتابوں تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کے صرف لکھی ہوئی جگہ کا چھونا مکروہ ہے۔ خالی جگہ کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید کی ان آیات کا ہے جن کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے۔
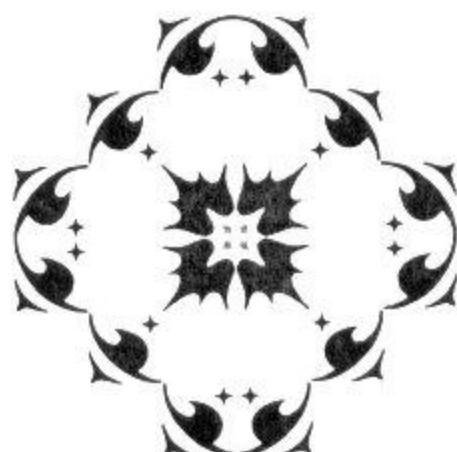
معذور کے احکام

مسئلہ ۱ جس کی ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے، کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا، یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرے آتے رہتے ہیں، اتنا وقت نہیں ملتا کہ وضو سے نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو معذور کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے، جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا، البتہ جس بیماری میں مبتلا ہے اس کے سوا اگر کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی نکسیر پھوٹی کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی، اس نے ظہر کے وقت وضو کرلیا تو جب تک ظہر کا وقت رہے گا نکسیر کے خون کی وجہ سے اس کا وضو نہ ٹوٹے گا، البتہ اگر پاخانہ، پیشاب کیا یا بدن کے کسی حصے سے خون نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور عصر کا وقت شروع ہو جائے تو اس کا وضو ختم ہو جائے گا، اب دوبارہ وضو کرے۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور اس وضو سے فرض اور نفل جو نماز چاہے پڑھے۔

مسئلہ ۲ اگر فجر کے وقت وضو کیا تو سورج نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا، دوبارہ وضو کرنا ضروری ہے اور اگر سورج نکلنے کے بعد وضو کیا ہے تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے، ظہر کے وقت نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں، جب عصر کا وقت آئے گا تب نیا وضو کرنا پڑے گا۔

کسی کو ایسا زخم تھا کہ ہر وقت بہتا رہتا تھا، اس نے وضو کیا، پھر دوسرا زخم پیدا ہو گیا اور بہنے لگا تو وضو ٹوٹ گیا، پھر وضو کرے۔

مسئلہ ۳ ظہر کا کچھ وقت گزر جانے کے بعد زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو وقت کے آخر تک انتظار کرے، اور آخر وقت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر اگر عصر کے وقت میں بھی اسی طرح بہتا رہا کہ وضو سے نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملی تو اب عصر کا وقت گذرنے کے بعد معذور ہونے کا حکم لگائیں گے۔ اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی خون بند ہو گیا تو وہ معذور نہیں ہے، جو نمازیں اس دوران پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں، دوبارہ پڑھے۔ [یاد رہے کہ عصر کے وقت بھی مکروہ وقت تک انتظار کرے۔ اگر پھر بھی خون بہنا بند نہ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لے، پھر اگر وقت ہی کے اندر بہنا بند ہو گیا، اگرچہ وہ وقت مکروہ ہو تو یہ شخص معذور نہ ہوگا اور وقت کی جو نماز پڑھ لی ہے قضا کرنی ہوگی، اگرچہ اتنا وقت اب نہیں رہا کہ وضو کے فرائض ادا کر کے نماز ادا کر سکے، البتہ اگر نفل یا سنت پڑھی ہوں تو ان کی قضا واجب نہیں۔[1]]

(۱) حاشیہ بہشتی زیور، بتصرف

مسئلہ ۴: آدمی معذور جب بنتا ہے اور یہ حکم (کہ ہر نماز کے وقت وضو کرے اور جب تک وہ وقت رہے گا اس کا وضو باقی رہے گا) اس وقت لگاتے ہیں کہ پورا ایک وقت اسی طرح گذر جائے کہ خون مسلسل بہتا رہے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز وضو سے پڑھ سکے۔ اگر اتنا وقت مل گیا کہ اس میں وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو معذور نہیں کہیں گے اور جو حکم ابھی بیان ہوا ہے اس پر نہیں لگائیں گے۔ البتہ جب پورا ایک وقت اسی طرح گذر گیا کہ اس کو وضو سے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو یہ معذور ہو گیا، اب اس کا وہی حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لیا کرے اور اس وقت کے اندر ایک ہی وضو سے جتنی نمازیں فرائض اور نوافل وغیرہ پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ پھر جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں بلکہ پورے وقت میں اگر ایک دفعہ بھی خون آ جایا کرے باقی سارا وقت بند رہے تو بھی معذور کا حکم باقی رہے گا۔ ہاں اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گذر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا، اب اس کا حکم یہ ہے کہ جب بھی خون نکلے گا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ ۵: ایسے معذور (یعنی جس کو نکسیر وغیرہ کی وجہ سے خون بہتا تھا) نے پیشاب، پاخانہ کی وجہ سے وضو کیا اور وضو کرتے وقت خون بند تھا، وضو کرنے کے بعد پھر خون بہنے لگا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، البتہ جو وضو نکسیر وغیرہ کی وجہ سے کیا ہے وہ نکسیر کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۶: اگر معذور کا یہ خون کپڑے وغیرہ میں لگ جائے تو اگر ایسا ہو کہ دھونے کے بعد نماز ختم کرنے سے پہلے ہی پھر لگ جائے گا تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اتنی جلدی پھر نہ لگے گا بلکہ نماز طہارت سے ادا ہو جائے گی تو دھو ڈالنا واجب ہے، اگر یہ خون ایک روپے (یعنی ہتھیلی کے گہراؤ) سے بڑھ جائے تو بغیر دھوئے نماز نہیں ہوگی۔

اضافہ

قطرہ کے مریض کے لیے نماز پڑھنے کا آسان طریقہ:

مسئلہ ۱: جس کو بہت دیر تک قطرہ آتا ہو اس کو چاہیے کہ وقت سے پہلے پیشاب کر لیا کرے یا پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز، مثلاً: ٹشو پیپر یا روئی وغیرہ اس طرح رکھ لیا کرے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطروں کو جذب کر لے اور تری باہر نہ آنے پائے۔[1]

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۳۷ بحوالہ شامی

ہوا کے مریض کی نیند:

﴿مسئلہ۲﴾ جس شخص کو ہوا خارج ہونے کا مرض ہو اور وہ شرعاً معذور ہو اس کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وضو ٹوٹنے کا سبب ہوا کا خارج ہونا ہے، جو اس کے لیے وقت کے اندر ناقض وضو نہیں۔(۱)

معذور کے حکم میں داخل ہونے یا نہ ہونے کو معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

﴿مسئلہ۳﴾ ایک دفعہ ایسی نماز کا وقت منتخب کرے جو کم سے کم ہو، مغرب کا وقت سب اوقات سے کم ہوتا ہے۔ شفق احمر (سرخ روشنی) کے غروب کو وقتِ مغرب کی انتہا قرار دیا جاسکتا ہے۔ پس کسی روز بوقتِ مغرب خوب اہتمام سے اس کی کوشش کرے کہ پورے وقت میں ایسا موقع مل جائے جس میں وضو کے صرف فرائض پورے کر کے فرض نماز مختصراً پڑھ سکے یعنی سنتوں اور مستحبات کے بغیر صرف فرائض پورے کر کے سلام تک بغیر وضو ٹوٹے پہنچ سکے۔ اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو وہ شخص معذور کی تعریف میں داخل ہے، آئندہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ پورا وقت بیٹھ کر انتظار کرتا رہے بلکہ صرف پورے وقت میں ایک دفعہ عذر کا پایا جانا کافی ہے، جب تک یہ حالت رہے گی وہ معذور شمار ہوگا۔ ہر وقت کے لیے نیا وضو ضروری ہوگا، اس وقت کے اندر اس وضو سے جو چاہے پڑھے۔ وقت کے اندر عذر پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

غرض یہ کہ صرف ایک وقت میں صرف ایک مرتبہ اگر عذر ثابت ہوگیا تو آئندہ کے لیے کوئی تکلیف نہیں، صرف اس کا خیال رکھیں کہ ہر نماز کے پورے وقت میں ایک دفعہ عذر پیش آتا ہے یا نہیں۔ اگر پورے وقت میں ایک دفعہ بھی عذر پیش نہ آیا تو معذور کا حکم ختم ہوجائے گا۔ معذور کا حکم ختم ہونے کی صورت میں مزید اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نماز کا جو پورا وقت عذر سے خالی گذرا ہے اس سے پہلے وقت میں اگر عذر کی حالت میں وضو کیا مگر نماز پوری کرنے سے پہلے عذر ختم ہوگیا اور پھر دوسری نماز کا پورا وقت بھی بغیر عذر کے گزر گیا تو اس پہلے وقت کی نماز کی قضا فرض ہے، مثلاً: ظہر کا وضو عذر کی حالت میں کیا مگر ظہر کے فرض شروع کرنے سے پہلے یا نماز کے دوران سلام پھیرنے سے پہلے عذر ختم ہوگیا، پھر عصر کا پورا وقت بھی بلا عذر گزر گیا تو نمازِ ظہر کی قضا کرے۔ ہاں اگر ظہر کے فرض کا سلام پھیرنے کے بعد عذر ختم ہوا تو قضا فرض نہیں۔ ظہر کی قضا کی صورت میں صاحبِ ترتیب کی بھی عصر کی نماز ہوگئی، کیونکہ نمازِ ظہر کے صحیح نہ ہونے کا علم عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے۔

اگر مغرب کی نماز باوضو پڑھنے کا موقع مل گیا تو پھر کسی اور وقت کا تجربہ کرے۔ عشاء کا وقت زیادہ وسیع ہونے کی وجہ سے اس کے تجربہ میں اگرچہ مشقت زیادہ ہوگی مگر اس لحاظ سے اس میں فائدہ ہے کہ عشاء کی نماز سب نمازوں سے زیادہ طویل

(۲) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۷۸

ہے، اس لیے کہ اس میں وتر بھی شامل ہیں، چار فرض اور تین وتر سات رکعات پڑھنے تک اگر وضو نہ ٹھہرا تو وہ شخص معذورین کی فہرست میں داخل ہو جائے گا۔ سفید شفق کے غروب سے لیکر صبح صادق تک عشاء کا وقت ہے۔ عشاء کے پورے وقت میں یہ کوشش کرے کہ جلدی جلدی اس طرح وضو کرے کہ صرف ان چار اعضاء کو دھوئے جن کا دھونا فرض ہے۔ وضو کی سنتیں چھوڑ دے، پھر چار رکعات فرض اور تین رکعات وتر اس طرح پڑھے کہ ان میں صرف فرائض اور واجبات ادا کرے، سنتیں چھوڑ دے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع میں ثناء، اعوذ باللہ اور بسم اللہ چھوڑ دے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد آمین نہ کہے، پھر کہیں سے اتنا قرآن پڑھے کہ کل تیس حروف ہو جائیں، رکوع اور سجدہ میں صرف ایک تسبیح کہے، قومہ میں « ربنا لك الحمد » چھوڑ دے، فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ ایک بار « سبحان ربی الأعلیٰ » کہنے کی مقدار قیام کرکے رکوع کرلے، آخر میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے اور وتر میں مسنون دعاءِ قنوت کی بجائے کوئی مختصر دعا مثلاً: ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا ﴾ الخ یا « رب اغفرلی » وغیرہ پڑھے۔

اگر کسی پر معذور کا حکم ثابت نہ ہو تو وضو کر کے نماز شروع کر دیا کرے۔ اگر درمیان میں بلا اختیار وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لیا کرے، مگر بنا کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔[1]

گرمی دانہ کے پانی کا حکم:

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر دانہ ٹوٹنے سے پانی از خود نہیں بہا، بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر پانی زخم سے ابھر کر اوپر آ گیا اور دانہ کے سوراخ سے زائد جگہ میں پھیل گیا مگر اوپر ابھرنے کے بعد نیچے نہیں اترا تو راجح یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (أحسن الفتاوی : ۲/۲۸ ـ ۲۹)

وریدی انجکشن ناقض وضو ہے:

﴿مسئلہ ۵﴾ وریدی انجکشن میں سوئی کے ورید میں پہنچنے کا یقین حاصل کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ سرنج میں خون آ جائے، جب تک سرنج میں خون نظر نہیں آتا اس وقت تک دوا بدن میں داخل نہیں کی جاتی، اس لیے وریدی انجکشن ناقض وضو ہے۔ عضلاتی اور جلدی انجکشن میں خون نہیں نکلتا، اس لیے عضلاتی اور جلدی انجکشن ناقض وضو نہیں۔

(أحسن الفتاوی : ۲/۲۳)

---

(۱) احسن الفتاوی

غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر استنجا کرے، ہاتھ اور استنجے کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو، پھر بدن پر جہاں نجاست لگی ہو وہ پاک کرے پھر وضو کرے۔ وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے، پھر تین مرتبہ دائیں کندھے پر، پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر اس طرح پانی ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔

غسل کے فرائض اور ان کے متعلقہ مسائل:

غسل میں فقط تین چیزیں فرض ہیں:

۱- اس طرح کلی کرنا کے پورے منہ میں پانی پہنچ جائے۔

۲- ناک کے نرم حصے تک پانی پہنچانا۔

۳- پورے بدن پر پانی بہانا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ پورے بدن پر اچھی طرح ہاتھ پھیر کر پانی بہائے تاکہ سب جگہ اچھی طرح پانی پہنچ جائے، کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جب پورے بدن پر پانی پہنچ جائے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہو جائے گا، چاہے غسل کی نیت کی ہو یا نہیں، لہٰذا کوئی بارش میں کھڑا ہو گیا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے حوض میں اتر گیا اور اس کا پورا بدن بھیگ گیا اور کلی بھی کرلی اور ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر پورے بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گیا یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا واجب نہیں، صرف خشک جگہ کو دھولے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں بلکہ تھوڑا پانی لے کر اس جگہ بہالے۔ اگر کلی کرنا بھول گیا تھا تو اب کلی کرلے، اسی طرح اگر ناک میں پانی نہیں ڈالا تو اب ڈال لے۔ غرض یہ کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کرلے، نئے سرے سے پورا غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر ناخن میں آٹا وغیرہ لگ کر خشک ہو گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا۔ جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھڑا کر پانی ڈال لے، اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹائے۔

﴿مسئلہ۷﴾ ہاتھ پیر پھٹ گئے اور اس میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر لی تو اس کے اوپر پانی بہا لینے سے وضو اور غسل ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۸﴾ کان اور ناف میں بھی اہتمام سے پانی پہنچانا چاہیے، پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر نہاتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کے پانی پی لیا کہ پورے منہ میں پانی پہنچ گیا تو بھی غسل ہو گیا کیونکہ مقصد تو پورے منہ میں پانی پہنچانا ہے، البتہ اگر اس طرح پانی پئے کہ پورے منہ میں پانی نہ پہنچے تو یہ کافی نہیں ہے، کلی کرنا ضروری ہے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اگر بالوں یا ہاتھ پاؤں میں تیل لگا ہوا ہے اور بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں، جب پورے بدن اور سر پر پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر دانتوں کے بیچ میں چھالیہ وغیرہ کسی چیز کا ٹکڑا پھنس گیا تو اس کو خلال سے نکال دے، اگر اس کی وجہ سے دانتوں کے درمیان میں پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ کسی کی آنکھیں دکھنے کی وجہ سے آنکھوں سے لیس دار مادہ نکلا اور ایسا خشک ہو گیا کہ اگر اس کو نہ چھڑائے تو اس کے نیچے آنکھ کے کونے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کا چھڑانا واجب ہے، اس کو چھڑائے بغیر نہ وضو درست ہے نہ غسل۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ عورت کو پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہنچانا غسل میں فرض ہے، اگر پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔ اگر مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کھال کے کھولنے میں دقت نہ ہو تو کھال کے اندر پانی ڈالنا فرض ہے اور اگر دِقّت ہو تو فرض نہیں۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ اگر عورت کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سارے بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا بھگونا ضروری نہیں، البتہ جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے، ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پائے۔ اگر بغیر کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو کھول لے اور بالوں کو بھی بھگوئے۔

﴿مسئلہ۱۵﴾ عورت کو چاہیے کہ نتھ، بالیوں، انگوٹھی اور چھلوں کو خوب ہلا لے تاکہ پانی سوراخوں میں پہنچ جائے اور اگر بالیاں نہ پہنی ہوں تب بھی اچھی طرح سوراخوں میں پانی ڈال لے۔ ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہنچے اور غسل صحیح نہ ہو۔

﴿مسئلہ۱۶﴾ ماتھے پر افشاں چنی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا لے اور افشاں دھوڈالے، اگر گوند کے نیچے پانی نہیں پہنچے گا، اوپر ہی اوپر بہہ جائے گا تو غسل نہیں ہوگا۔

غسل کی سنتیں:

[۱- غسل کی نیت (ارادہ) کرنا۔

۲- بسم اللہ پڑھنا۔

۳- جسم کو ملنا۔

۴- غسل کا مسنون طریقہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق غسل کرنا۔]

غسل کے مستحبات:

﴿مسئلہ۱۷﴾

۱- غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔

۲- پانی بہت زیادہ نہ بہائے اور نہ بہت کم لے کہ اچھی طرح غسل نہ کرسکے۔

۳- ایسی جگہ غسل کرے کہ کوئی نہ دیکھے۔

۴- غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے۔

۵- غسل کے بعد کسی کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے۔

۶- بدن ڈھکنے میں بہت جلدی کرے یہاں تک کہ اگر وضو کرتے وقت پاؤں نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

﴿مسئلہ۱۸﴾ اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ سکے تو ننگے ہو کر نہانا بھی درست ہے، چاہے کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر اور چاہے غسل خانہ کی چھت ہو یا نہ ہو لیکن بیٹھ کر نہانا بہتر ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک دوسرے کے سامنے بدن کھولنا ناجائز اور گناہ ہے۔

غسل کے مکروہات:

۱- قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

۲- ستر کھلے ہوئے بلاضرورت بات کرنا۔

۳- پانی کے استعمال میں بے جا اسراف یا حد سے زیادہ کمی کرنا۔

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے:

ایسی ناپاکی جس سے غسل فرض ہوتا ہے اسے حدثِ اکبر کہتے ہیں۔ حدث اکبر کے چار اسباب ہیں:

۱- منی کا نکلنا۔

۲- صحبت کرنا چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔

۳- حیض سے پاک ہونا۔

۴- نفاس سے پاک ہونا۔

تنبیہ:

جوانی کے جوش کے وقت جو پتلا پانی نکلتا ہے جس کے نکلنے سے جوش زیادہ ہو جاتا ہے، اس کو مذی کہتے ہیں اور خوب مزہ آ کر جی بھر جانے کے وقت جو نکلتا ہے اس کو منی کہتے ہیں۔ پہچان ان دونوں کی یہی ہے کہ منی نکلنے کے بعد جی بھر جاتا ہے اور جوش ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور مذی نکلنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ مذی پتلی ہوتی ہے اور منی گاڑھی، مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۹ حدثِ اکبر کا ایک سبب منی ہے یعنی منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا، چاہے سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں، جماع سے یا بغیر جماع کے، کسی خیال وتصور سے یا خاص حصے کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

مسئلہ ۲۰ اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر خاص عضو سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا، مثلاً: منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا یا روئی وغیرہ رکھ لی، تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت نکل گئی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۱ کسی کے خاص حصے سے کچھ منی نکلی اور اس نے غسل کر لیا، غسل کے بعد دوبارہ کچھ منی بغیر شہوت کے نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا، دوبارہ غسل فرض ہے، بشرطیکہ یہ باقی منی سونے، پیشاب کرنے، چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے سے قبل نکلے، مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھ لی ہو تو وہ نماز صحیح رہے گی، اس کا دہرانا لازم نہیں۔

﴿مسئلہ۲۲﴾ اگر آنکھ کھلی اور کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو بھی غسل کرنا واجب ہے، چاہے سوتے میں کوئی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

﴿مسئلہ۲۳﴾ سوتے میں عورت کے پاس رہنے اور صحبت کرنے کا خواب دیکھا، لیکن آنکھ کھلی تو دیکھا کہ منی نہیں نکلی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں، البتہ اگر منی نکل آئی تو غسل واجب ہے اور اگر کپڑے یا بدن پر کچھ بھیگا بھیگا معلوم ہو لیکن یہ خیال ہو کہ یہ مذی ہے، منی نہیں ہے تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۲۴﴾ اگر کوئی مرد سو کر اٹھنے کے بعد اپنے خاص عضو پر تری دیکھے اور سونے سے قبل اس کے خاص حصے کو انتشار ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی، بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اگر ران وغیرہ یا کپڑوں پر بھی تری ہو تو غسل بہر حال واجب ہے۔

﴿مسئلہ۲۵﴾ بیماری کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے خود بخود منی نکل آئی مگر جوش اور خواہش بالکل نہیں تھی تو غسل واجب نہیں، البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ۲۶﴾ میاں بیوی دونوں ایک پلنگ پر سو رہے تھے، جب اٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سوتے میں خواب کا دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے اور نہ عورت کو، تو احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں نہالیں کیونکہ معلوم نہیں یہ کس کی منی ہے۔

﴿مسئلہ۲۷﴾ کسی کے خاص حصے سے پیشاب کے بعد منی نکلی تو اس پر غسل فرض ہوگا، بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

﴿مسئلہ۲۸﴾ اگر کسی مرد یا عورت کو سو کر اٹھنے کے بعد اپنے جسم یا کپڑے پر تری معلوم ہو تو اس کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے مندرجہ ذیل آٹھ صورتوں میں غسل فرض ہے:

۱۔ یقین یا غالب گمان ہو جائے کہ یہ منی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۲۔ یقین ہو جائے کہ منی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳۔ یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۴۔ شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۵۔ شک ہو کہ منی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۶۔ شک ہو کہ یہ مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۷۔ شک ہو کہ یہ منی، مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد ہو۔

۸- شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی اور احتلام یاد نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر کسی شخص کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی خاص حصہ کے سوراخ سے باہر نکل کر اس کھال کے اندر رہ جائے جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے تو اس پر غسل فرض ہو جائے گا، اگرچہ منی اس کھال سے باہر نہ نکلی ہو۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ جب مرد کی سپاری عورت کی آگے کی راہ میں چلی جائے اور چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ چاہے کچھ بھی نکلا نہ ہو اور اگر پیچھے کی راہ میں گئی ہو تب بھی غسل واجب ہے، لیکن پیچھے کی راہ میں کرنا اور کرانا بڑا گناہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ منی اگر اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا نہ ہو تو اگرچہ خاص عضو سے باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا، مثلاً: کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا بلندی سے نیچے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس تکلیف کی وجہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر کسی شخص کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس پر منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ سو کر اٹھنے کے بعد کپڑوں پر تری دیکھے تو ان صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا:

۱- یقین ہو جائے کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۲- شک ہو کہ یہ منی ہے یا ودی اور احتلام یاد نہ ہو۔

۳- شک ہو کہ یہ مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

۴- یقین ہو جائے کہ یہ ودی ہے اور احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔

۵- شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی ہے یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو۔

البتہ پہلی، دوسری اور پانچویں صورت میں احتیاطاً غسل کر لینا واجب ہے، اگر غسل نہ کرے گا تو نماز نہیں ہوگی اور سخت گناہ ہوگا کیونکہ اس میں امام ابو یوسف اور طرفین (امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف نے غسل واجب نہیں کہا اور طرفین نے واجب کہا ہے اور فتویٰ طرفین کے قول پر ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ ۳۶ اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتے ہوئے دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو مگر کپڑوں پر کوئی تری اور اثر معلوم نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے:

۱- اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالتِ کفر میں اس کو حدثِ اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا ہو مگر شرعاً غسل صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا واجب ہے۔

۲- اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اسے احتلام ہو تو اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے اور اس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد احتلام ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔

۳- مسلمان مردے کو نہلانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت ہے:

۱- جمعہ کے دن نمازِ فجر کے بعد سے لے کر جمعہ تک ان لوگوں کے لیے غسل کرنا سنت ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہو۔

۲- عیدین کے دن فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

۳- حج یا عمرے کے اِحرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

۴- حج کرنے والے کے لیے عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل مستحب ہے:

۱- اسلام لانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے، اگر حدثِ اکبر سے پاک ہو، [ورنہ واجب ہے]

۲- کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک جوانی کی کوئی علامت اس میں نہ پائی جائے تو اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۳- پچھنے لگوانے، جنون اور بے ہوشی ختم ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

۴- مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۵- شب برأت یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا مستحب ہے۔

۶- لیلۃ القدر کی راتوں میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو لیلۃ القدر معلوم ہوئی ہو۔

۷- مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۸- مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد غسل مستحب ہے۔

۹- طواف زیارت کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۰- کنکری پھینکنے (رمی جمرات) کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۱- کسوف (سورج گرہن)، خسوف (چاند گرہن) اور استسقاء کی نمازوں کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۲- خوف اور مصیبت کی نماز کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۳- کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے غسل مستحب ہے۔

۱۴- سفر سے واپس آنے والے کے لیے وطن پہنچ کر غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۵- عام مجلس میں جانے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۶- نئے کپڑے پہننے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

۱۷- جس کو (قصاص وغیرہ میں) قتل کیا جاتا ہو اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

حدثِ اکبر کے احکام:

مسئلہ ۳۷ جس پر غسل فرض ہو، اس کے لیے مسجد میں داخل ہونا حرام ہے، البتہ اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے، مثلاً: کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور اس کے نکلنے کا سوائے اس کے دوسرا کوئی راستہ نہ ہو اور نہ اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کے لیے تیمّم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے۔ یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ہو تو اس مسجد میں تیمّم کر کے جانا جائز ہے۔

مسئلہ ۳۸ عیدگاہ، مدرسے اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

مسئلہ ۳۹ حیض ونفاس کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے اور عورت کی ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا جب کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو، جائز نہیں۔

مسئلہ ۴۰ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا، جھوٹا پانی وغیرہ پینا، اس سے لپٹ کر سونا، اس کے ناف اور ناف کے اوپر، زانو اور زانو کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا، اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو، ناف اور زانو کے درمیان میں کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے، بلکہ حیض کی وجہ سے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۴۱ جس پر نہانا واجب ہے وہ اگر نہانے سے پہلے کھانا پینا چاہے تو اپنے ہاتھ منہ دھولے اور کلی کر کے کھائے

پیئے اور اگر بغیر ہاتھ منہ دھوئے کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ ۴۲ جن پر غسل فرض ہے ان کے لیے کلام مجید کا چھونا، پڑھنا جائز نہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا، کلمہ پڑھنا، درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ ۴۳ تفسیر کی کتابوں کو جنابت کی حالت میں اور بغیر وضو کے چھونا مکروہ ہے اور ترجمے والے قرآن کو چھونا حرام ہے۔

مسئلہ ۴۴ کسی پر غسل فرض ہوا اور پردہ کی کوئی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہوکر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے بھی نہانا واجب ہے اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورتوں کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمم کرے۔

اضافہ

غبارے کے استعمال سے غسل کا حکم:

مسئلہ ۱ غبارے کے ساتھ جماع کی صورت میں بھی غسل واجب ہوگا۔

(جدید فقهی مسائل : ٤٩ ، نظام الفتاویٰ : ١/٢٦)

پانی کا بیان

جس پانی سے طہارت جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ آسمان سے برسے ہوئے پانی، ندی، نالے، چشمے، کنویں، تالاب اور دریاؤں کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے، چاہے میٹھا پانی ہو یا کھارا۔

مطہر پانی کے احکام:

﴿مسئلہ ۲﴾ جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ، مزہ یا بو میں کچھ فرق آ گیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا، جیسے: بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت خفیف سا رنگ آ گیا، یا صابن پڑ گیا، یا اسی طرح کی کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں وضو اور غسل درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے وضو کرے، صرف اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو، اگر اس کے ہوتے ہوئے تیمّم کرے گا تو تیمّم نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ کسی کنویں وغیرہ میں درخت کے پتے گر پڑے اور پانی میں بد بو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک پانی اسی طرح پتلا باقی رہے، گاڑھا نہ ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ بڑا حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے، یہ بھی بہتے پانی کے حکم میں ہے، ایسے حوض کو "دَہ دردَہ" (۱۰X۱۰) کہتے ہیں۔ اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہیں دیتی، جیسے: پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف سے وضو کرنا درست ہے، جدھر سے چاہے وضو کرے اور اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو دکھائی دیتی ہے، جیسے: مردہ جانور وغیرہ تو جس طرف پڑا ہوا ہو اس طرف سے وضو نہ کرے، اس کے سوا اور جس طرف سے چاہے کرے، البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جائے یا بد بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو تو وہ حوض بھی دَہ دردَہ کی طرح ہے۔

[دَہ دردَہ حوض کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کل رقبہ یعنی طول وعرض کا حاصل ضرب سو ذراع=۲۲۵ فٹ=۹ء۲۰ میٹر ہو۔ گول حوض کا قطر ۹۳ء ۱۶=۱۶ء ۵ میٹر ہو تو یہ حوض دہ دردہ ہوگا، گہرائی کا اعتبار نہیں۔ [1]]

مسئلہ ۷ دَہ دردَہ حوض میں جہاں پر مستعمل پانی گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھائے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۸ اگر کوئی کافر یا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا، لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے جب تک کوئی اور پانی ملے اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۹ جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جائے جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر جائے تو پانی نجس نہیں ہوتا، جیسے: مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو، شہد کی مکھی وغیرہ۔

مسئلہ ۱۰ جس کی پیدائش پانی کی ہو اور پانی ہی میں رہتا ہو اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے: مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ اور اگر پانی کے سوا اور کسی چیز میں مر جائے، جیسے: سرکہ، شیرہ، دودھ وغیرہ تو وہ بھی ناپاک نہیں ہوتا (خشکی اور پانی دونوں کے مینڈک کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں کے مرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا) لیکن اگر خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہوتا ہو تو اس کے مرنے سے پانی وغیرہ ناپاک ہو جائے گا۔

فائدہ:

دریائی مینڈک کی پہچان یہ ہے کہ اس کی انگلیوں کے بیچ میں جھلی لگی ہوتی ہے اور خشکی کے مینڈک کی انگلیاں الگ الگ ہوتی ہیں۔

مسئلہ ۱۱ جو چیز پانی میں رہتی ہو لیکن اس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اس کے مر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے، جیسے: بطخ اور مرغابی، اسی طرح باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۲ مینڈک کچھوا وغیرہ اگر پانی میں مر کر بالکل گل جائے اور ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں مل جائے تو بھی پانی پاک ہے، لیکن اس کا پینا اور اس سے کھانا پکانا درست نہیں، البتہ وضو اور غسل اس سے کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۱۳ جو پانی گھاس، تنکے، پتے وغیرہ کو بہا لے جائے وہ جاری پانی ہے، چاہے اس کی رفتار کتنی ہی آہستہ کیوں نہ ہو۔ ایسا پانی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کے رنگ یا مزے یا بو میں فرق نہ آئے۔

(۱) حاشیہ اصلی بہشتی زیور

غیر مطہر پانی اور اس کے احکام:

مسئلہ۱۴ کسی پھل یا درخت یا پتوں سے نچوڑے ہوئے عرق سے وضو کرنا درست نہیں، اسی طرح جو پانی تربوز سے نکلتا ہے اس سے اور گنے وغیرہ کے رس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ۱۵ جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی میں کوئی چیز پکالی گئی اور ایسا ہو گیا کہ عرف میں اس کو پانی نہیں بلکہ کوئی اور نام دیا جاتا ہے، جیسے: شربت، شیرہ، شوربا، سرکہ، گلاب اور عرق گاؤزبان وغیرہ.....ایسی چیز سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ۱۶ اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکانے سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضو درست نہیں، البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے رنگ یا مزہ نہیں بدلا تو اس سے وضو درست ہے، جیسے: مردہ نہلانے کے لیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ۱۷ کپڑا رنگنے کے لیے زعفران گھولا یا پڑیا گھولی تو اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ۱۸ اگر پانی میں دودھ مل گیا اور دودھ کا رنگ اچھی طرح پانی میں آ گیا تو وضو درست نہیں اور اگر پانی میں دودھ کا رنگ نہیں آیا تو وضو درست ہے۔

مسئلہ۱۹ جس پانی میں نجاست گر جائے اس سے وضو اور غسل درست نہیں، چاہے وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت، البتہ اگر جاری پانی ہو تو وہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے رنگ، مزہ یا بو میں فرق نہ آئے اور جب نجاست کی وجہ سے رنگ یا مزہ بدل گیا یا بو آنے لگی تو بہتا ہوا پانی بھی ناپاک ہو جائے گا، اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ۲۰ چھت پر نجاست پڑی ہو اور بارش برسنے کی وجہ سے پرنالہ چلے تو اگر آدھی یا آدھی سے زیادہ چھت ناپاک ہو تو وہ پانی نجس ہے اور اگر چھت آدھی سے کم ناپاک ہو تو وہ پانی پاک ہے اور اگر نجاست پرنالے کے پاس ہی ہو اور اتنی ہو کہ سب پانی اس سے مل کر آتا ہے تو وہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ۲۱ اگر پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کریں تاکہ استعمال شدہ پانی دوبارہ ہاتھ میں نہ آجائے۔

مستعمل اور غیر مستعمل پانی کے مسائل:

مسئلہ۲۲ اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا پاگل وضو کرے تو پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

مسئلہ۲۳ پاک کپڑا، برتن اور دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے،

بشرطیکہ پانی گاڑھا نہ ہوجائے اور محاورے میں اس کو ''ماءِ مطلق'' یعنی صرف پانی کہتے ہوں اور اگر پانی سے ایسے برتن وغیرہ دھوئے جائیں جن میں کھانے پینے کی چیز لگی ہو تو ایسے پانی سے وضو اور غسل کے جواز کی شرط یہ ہے کہ پانی کے تین وصفوں (رنگ، مزہ، بو) میں سے دو وصف باقی ہوں، اگر چہ ایک وصف بدل گیا ہو اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔

مسئلہ ۲۴ مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے اور وضو و غسل اس سے درست نہیں، البتہ ایسے پانی سے نجاست دھونا درست ہے۔

مسئلہ ۲۵ زمزم کے پانی سے بے وضو شخص کو وضو نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح جس شخص کو نہانے کی حاجت ہو اُسے اس سے غسل نہ کرنا چاہیے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر مجبوری ہو کہ پانی ایک میل سے قریب نہ مل سکے اور ضروری طہارت کسی اور طرح حاصل نہ ہو سکتی ہو تو یہ سب کام زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

مسئلہ ۲۶ عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل نہ کرنا چاہیے، اگر چہ ہمارے نزدیک اس سے وضو وغیرہ جائز ہے مگر امام احمد کے نزدیک جائز نہیں اور اختلاف سے بچنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۷ جن جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی قوم پر آیا ہے، جیسے: ثمود اور عاد کی قوم، اس جگہ کے پانی سے وضو اور غسل نہ کرنا چاہیے۔ مسئلہ بالا کی طرح اس میں بھی اختلاف ہے، یہاں بھی اختلاف سے بچنا اولیٰ ہے اور مجبوری میں اس کا وہی حکم ہے جو زمزم کے پانی کا حکم ہے۔

مسئلہ ۲۸ دھوپ میں گرم کیے ہوئے پانی سے سفید داغ ہو جانے کا ڈر ہے اس لیے اس سے وضو و غسل نہ کرنا چاہیے۔

[یہ حکم طبی لحاظ سے ہے، شرع کے اعتبار سے نہیں یعنی اس میں گناہ ثواب نہیں۔ [1]]

پانی کے متفرق احکام:

مسئلہ ۲۹ ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ، بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح درست نہیں، نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا درست ہے، مگر ایسے گارے سے مسجد نہ لیپے۔

(۱) حاشیۂ اصلی بہشتی زیور

مسئلہ ۳۰ دریا، ندی اور وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ کنواں جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو، جیسے: کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو استعمال کا یہ طریقہ درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقۂ استعمال سے منع کر دے۔

مسئلہ ۳۱ اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ کنویں یا نہر والا اس سے کچھ قیمت لے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۳۲ دریا، تالاب، کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن مثلاً: بالٹی، ڈرم وغیرہ میں پانی بھرے تو وہ اس پانی کا مالک ہو جائے گا، اس پانی کو اس شخص کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے استعمال کرنا درست نہیں، البتہ اگر پیاس سے بے قرار ہو جائے تو زبردستی بھی چھین لینا جائز ہے جبکہ پانی والے کی بنیادی ضرورت سے زائد موجود ہو مگر اس پانی کا ضمان دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۳۳ لوگوں کے پینے کے لیے جو پانی رکھا ہوا ہو، جیسے: گرمیوں میں راستوں پر پانی رکھ دیتے ہیں اسے وضو اور غسل کے لیے استعمال کرنا درست نہیں، البتہ اگر زیادہ ہو تو مضایقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس سے پینا درست ہے۔

مسئلہ ۳۴ کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں، چشمہ، حوض یا نہر وغیرہ ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے سے یا جانوروں کو پانی پلانے یا وضو وغسل کے لیے پانی لینے سے یا بالٹی بھر کر اپنے گھر کے درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں سب کا حق ہے، البتہ اگر جانوروں کی کثرت کی وجہ سے پانی ختم ہونے کا یا نہر وغیرہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو روکنے کا اختیار ہے اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری ہو سکتی ہے، مثلاً: کوئی دوسرا کنواں وغیرہ ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر موجود ہے اور وہ کسی کی مملوک زمین میں بھی نہیں تو اس زمین والے کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر اس کی ضرورت دوسری جگہ سے پوری نہیں ہو سکتی تو اس کنویں والے سے کہا جائے گا کہ یا تو اس شخص کو اپنے کنویں یا نہر وغیرہ پر آنے کی اس شرط سے اجازت دے دے کہ نہر وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچائے گا ورنہ اس کو جتنے پانی کی ضرورت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اس کے حوالہ کرو، البتہ اپنے کھیت یا باغ کو پانی دینا بغیر اس شخص کی اجازت کے دوسرے لوگوں کے لیے جائز

نہیں، اس سے منع کر سکتا ہے۔

کنویں کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ نجاست گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے، چاہے نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اور سارا پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے، لہٰذا کنویں میں جب کوئی نجاست گر جائے تو سارا پانی نکالنا چاہیے البتہ کنویں کے اندر کنکر، دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں، وہ سب خود بخود ہی پاک ہو جائیں گے۔ اسی طرح رسی اور ڈول جس سے پانی نکالا ہے، کنویں کے پاک ہونے سے خود بخود پاک ہو جائے گا۔ ان دونوں کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ:

سارا پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی اتنا کم ہو جائے کہ آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کنویں میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر جائے تو نجس نہیں ہوتا۔ مرغی اور بطخ کی بیٹ سے نجس ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ کتا، بلی، گائے یا بکری وغیرہ پیشاب کر دے یا کوئی اور نجاست گر جائے تو سارا پانی نکالا جائے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر آدمی، کتا، بکری یا ان کے برابر کوئی اور جانور گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالا جائے اور اگر باہر مرے پھر کنویں میں گر جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ سارا پانی نکالا جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کوئی جاندار چیز کنویں میں مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے تب بھی سارا پانی نکالا جائے، چاہے چھوٹا جانور ہو یا بڑا، لہٰذا اگر چوہا یا چڑیا مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو سارا پانی نکالنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر چوہا، چڑیا یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر گئی لیکن پھولی پھٹی نہیں تو بیس ڈول نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکال لیں تو بہتر ہے، لیکن پہلے چوہا نکال لیں تب پانی نکالنا شروع کر دیں، چوہا نکالے بغیر پانی نکالنے کا کوئی اعتبار نہیں، چوہا نکالنے کے بعد پھر اتنا ہی پانی نکالنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے، اس کا حکم بھی یہی ہے کہ جب مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالنا ضروری ہے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے اور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کنویں میں ایک دو مینگنیاں گر جائیں اور وہ ثابت نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا، چاہے وہ کنواں

جنگل کا ہو یا بستی کا اور کنویں کا منڈیر ہو یا نہ ہو۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر کبوتر یا مرغی یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر جائے اور پھولے نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول نکال دینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے، اسی کے حساب سے نکالنا چاہیے اور اگر اتنے بڑے ڈول سے نکالا جس میں زیادہ پانی آتا ہے تو اس کا حساب لگا لینا چاہیے۔ اگر اس میں دو ڈول پانی سماتا ہے تو دو ڈول سمجھیں اور اگر چار ڈول سماتا ہو تو چار ڈول سمجھنا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جتنے ڈول پانی آتا ہوگا اسی کے حساب سے نکالا جائے گا۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر کنویں میں پانی اتنی تیزی سے آتا ہے کہ سارا پانی نہیں نکل سکتا، جیسے: ہی پانی نکالتے ہیں اتنے میں اس میں سے اور پانی نکلتا رہتا ہے تو جتنا پانی اس میں اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اس قدر نکال لیں۔

فائدہ:

پانی کے اندازہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مثلاً: پانچ ہاتھ پانی ہے تو جلدی جلدی مسلسل بیس ڈول پانی نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا؟ اگر مثلاً: ایک ہاتھ کم ہوا تو اسی سے حساب لگا لو کہ بیس ڈول میں ایک ہاتھ پانی کم ہوا تو پانچ ہاتھ پانی سو ڈول میں نکل جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کی پہچان ہو اور اس کا اندازہ کر سکتے ہوں، ایسے دو دیندار مسلمانوں سے اندازہ کرا لو، جتنا وہ کہیں نکلوا دو اور اگر یہ دونوں باتیں مشکل ہوں تو تین سو ڈول نکلوا دیں، کنواں پاک ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ کنویں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی جانور نکلا گیا اور یہ معلوم نہیں کہ کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا بھی نہیں ہے، تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے ایک دن رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں انہیں دوبارہ دھولے اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔

یہ بات تو احتیاط کی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے، اس سے پہلے کی نماز، وضو سب درست ہے، اگر کوئی اس پر عمل کرے تو یہ بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ جس کو نہانے کی ضرورت ہے وہ ڈول تلاش کرنے کے لیے کنویں میں اترا اور اس کے بدن اور کپڑے پر نجاست لگی ہوئی نہیں تھی تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر کافر اترے اور اس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہ ہو تب بھی کنواں پاک ہے، البتہ اگر جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالنا پڑے گا اور اگر شک ہو

کہ معلوم نہیں کپڑا پاک ہے یا ناپاک، تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن اگر دل کی تسلی کے لیے بیس یا تیس ڈول نکلوا دیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۴ کنویں میں بکری یا چوہا گر گیا اور زندہ نکل آیا تو پانی پاک ہے، کچھ نہ نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۵ چوہے کو بلی نے پکڑا اور اس کے دانت لگنے سے زخمی ہوگیا، پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون لگا ہوا کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۶ چوہے کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی اور وہ کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جائے، چاہے کنویں میں مر جائے یا زندہ نکلے۔

مسئلہ ۱۷ چوہے کی دُم کٹ کر گر گئی تو سارا پانی نکالا جائے، اسی طرح وہ چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہو، اس کی دُم گرنے سے بھی سارا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ ۱۸ جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کیسی ہے۔ اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی ہے، جیسے: ناپاک کپڑا، ناپاک گیند، ناپاک جوتا، تب تو اس کا نکالنا ضروری نہیں، ویسے ہی پانی نکال لیں اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے، جیسے: مردہ جانور، چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہوگیا ہے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا اور جب یہ یقین ہو جائے اس وقت سارا پانی نکال دیں، کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۹ جتنا پانی کنویں میں سے نکالنا ضروری ہو، چاہے ایک دَم سے نکالیں چاہے تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ نکالیں، ہر طرح پاک ہو جائے گا۔

اضافہ

ٹنکی اور چھوٹا حوض پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ ۱ ٹنکی اور چھوٹا حوض (جس کا رقبہ سو ہاتھ سے کم ہو) پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین دوز ٹنکی یا حوض میں جب باہر سے پانی آ رہا ہو اس وقت اس کا گولہ اتار لیا جائے یا اس کے ساتھ کوئی وزن وغیرہ باندھ دیا جائے تاکہ گولہ پانی کے ساتھ بلند ہو کر باہر سے آنے والے پانی کا راستہ نہ روکے، اس طرح سے بیرونی پانی آتا رہے گا، جب ٹنکی بھر کر پانی اوپر سے

بہنے لگے تو پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے ٹنکی پاک ہو جائے گی۔

اوپر کی ٹنکی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ موٹر کے ذریعہ اس ٹنکی کو اس حد تک بھرا جائے کہ اوپر کے پائپ سے پانی جاری ہو جائے۔

زمین دوز ٹنکی کو پاک کرنے کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ جس وقت اس میں باہر سے پانی آ رہا ہو اس وقت موٹر کے ذریعہ اس ٹنکی کا پانی کھینچنا شروع کر دیا جائے تو یہ جاری پانی کے حکم میں ہو جائے گا۔

اوپر کی ٹنکی کو یوں پاک کیا جائے کہ موٹر کے ذریعہ اس میں پانی چڑھانا شروع کر دیں اور اس ٹنکی سے غسل خانوں وغیرہ کی طرف آنے والی لائن کھول دیں، اس طرح سے پانی جاری ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاوی: ۲/۴۸ ۔ ۴۹)

ہینڈ پمپ (دستی نلکا) پاک کرنے کا طریقہ:

مسئلہ ۲ دستی نلکے کو پاک کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نلکے کے اوپر سے اتنا پانی ڈالا جائے کہ پائپ بھر کر اوپر سے پانی بہنے لگے۔ اس صورت میں پانی جاری ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاوی: ۲/۵۱)

موٹر سے کنویں کی صفائی:

مسئلہ ۳ بعض حالات میں کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوتا ہے، بعض اوقات کچھ مخصوص ڈول مثلاً: ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰ وغیرہ نکالے جاتے ہیں، تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ پہلے نجاست نکال لی جائے اس کے بعد سارا پانی یا مطلوبہ مقدار نکالیں۔ اگر سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو آبادی کے دوسرے کنوؤں کا اندازہ کر کے اتنے ڈول نکال لیے جائیں۔ ان تمام صورتوں میں اصل مقصود ڈول نہیں، بلکہ پانی کی مطلوبہ مقدار ہے، لہٰذا اگر نجاست نکلنے کے بعد موٹر کے ذریعے اتنی مقدار اندازاً نکال دی جائے تو یہ درست بلکہ نسبتاً زیادہ بہتر ہے۔ (جدید فقہی مسائل: ۵۹)

جھوٹے کا بیان

انسان کا جھوٹا:

آدمی کا جھوٹا پاک ہے، چاہے وہ کافر ہو یا ناپاک ہو یا عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو۔ اسی طرح ان کا پسینہ بھی پاک ہے، البتہ اگر اس کے منہ میں کوئی ناپاک چیز لگی ہو تو اس سے وہ جھوٹا ناپاک ہو جائے گا۔ [جیسے: کسی کے منہ کو خون لگا ہوا تھا یا کسی نے شراب پیتے ہی فوراً پانی پی لیا تو وہ پانی ناپاک ہو گیا اور اگر چند مرتبہ تھوک نکلنے کے بعد پانی پیا تو ناپاک نہیں ہو گا۔(۱)]

﴿مسئلہ ۱﴾ غیر مرد کا جھوٹا، کھانا اور پانی عورت کے لیے (اور غیر عورت کا جھوٹا مرد کے لیے) مکروہ ہے جب معلوم ہو کہ یہ اس کا جھوٹا ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

کتے اور خنزیر کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۲﴾ کتے کا جھوٹا نجس ہے، اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، چاہے مٹی کا برتن ہو یا تانبے وغیرہ کا، دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی لے تاکہ خوب صاف ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ خنزیر کا جھوٹا بھی نجس ہے۔ اسی طرح شیر، بھیڑیا، بندر، گیدڑ وغیرہ جتنے چیر پھاڑ کر کے کھانے والے جانور ہیں، سب کا جھوٹا نجس ہے۔

بلی اور چوہے وغیرہ کا جھوٹا:

﴿مسئلہ ۴﴾ بلی کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن مکروہ ہے، اس لیے دوسرا پانی ہو تو اس سے وضو نہ کرے، البتہ اگر کوئی اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو کر لے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ دودھ سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈال دیا تو اگر گھر میں فراخی ہے تو اسے نہ کھائے اور اگر غریب آدمی ہو تو کھا لے۔ اس میں کوئی حرج اور گناہ نہیں، بلکہ ایسے شخص کے لیے مکروہ بھی نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ بلی نے چوہا کھا کر فوراً برتن میں منہ ڈال دیا تو وہ نجس ہو جائے گا اور اگر تھوڑی دیر ٹھہر کر اپنا منہ زبان سے

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

چاٹ لیا ہو تو نجس نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہوگا۔

﴿مسئلہ۷﴾ جو چیزیں گھروں میں پائی جاتی ہیں، جیسے: سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی وغیرہ ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر چوہا روٹی دانتوں سے کتر لے تو بہتر یہ ہے کہ اس جگہ سے ذرا سی توڑ کر باقی کھائی جائے۔

﴿مسئلہ۹﴾ بلی نے کسی کے ہاتھ وغیرہ چاٹ لیے تو اس جگہ کو دھو لینا چاہیے۔ اگر نہ دھویا اور یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور برا کیا۔

مرغی اور پرندوں کا جھوٹا:

﴿مسئلہ۱۰﴾ کھلی ہوئی مرغی جو ادھر ادھر گندی اور ناپاک چیزیں کھاتی پھرتی ہے، اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ شکار کرنے والے پرندے، جیسے: شکرا، باز وغیرہ ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، لیکن جو پالتو ہو اور مردار نہ کھائے، نہ اس کی چونچ میں نجاست لگے ہونے کا شبہہ ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے اور حلال پرندے، جیسے: مینا، طوطا، فاختہ، چڑیا وغیرہ ان سب کا جھوٹا پاک ہے۔

پالتو جانوروں کا جھوٹا:

﴿مسئلہ۱۲﴾ حلال جانور، جیسے: بکری، بھیڑ، گائے، بھینس، ہرنی وغیرہ کا جھوٹا پاک ہے، اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن ان کے جھوٹے سے وضو ہونے میں شک ہے، لہٰذا اگر کہیں صرف گدھے یا خچر کا جھوٹا پانی ملے اور اس کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اور تیمّم بھی کرے، چاہے وضو پہلے کرے یا تیمّم، دونوں کا اختیار ہے۔

پسینہ کا حکم:

﴿مسئلہ۱۴﴾ جن جانوروں کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

گدھے اور خچر کا پسینہ پاک ہے، کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو دھونا واجب نہیں، لیکن دھو لینا بہتر ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

[جوازِ مسح کی شرائط:

۱- موزے پہننے کے بعد جب وضو توڑنے والی کوئی بات پیش آئی تو اس وقت موزے پہننے والا کامل طہارت کے ساتھ ہو۔

۲- جنابت کی ناپاکی لاحق نہ ہو۔

۳- موزہ ایسا ہو جس سے ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں۔

۴- موزے چمڑے کے ہوں جراب پر مسح کرنا جائز نہیں، ہاں اگر مجلّد یا منعّل (جس پر چمڑا چڑھا ہو یا صرف نیچے چمڑا لگا ہو) تو جائز ہے۔

۵- موزہ اتنا پھٹا ہوا نہ ہو کہ چلتے ہوئے پاؤں کی تین انگلیوں کی بقدر کھل جائے۔

۶- مسح موزے کی اوپر کی سطح پر کرنا۔

۷- کم از کم تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا۔]

[**مسئلہ ۱** اگر کسی کا وضو نہ ہو اور وہ موزہ پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں، اسی طرح صرف پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں۔ اگر پاؤں دھو کر موزے پہنے اور پھر وضو مکمل کر لیا، اس کے بعد وضو ٹوٹا تو مسح جائز ہے اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے، اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر ابھی وضو مکمل نہ کیا تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو مسح جائز نہیں۔[1]]

مسئلہ ۲ اگر وضو کر کے موزے پہن لیے اور پھر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کر لینا درست ہے اور اگر موزہ اتار کر پاؤں دھوئے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

مسح کا مسنون طریقہ:

مسئلہ ۳ موزہ پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف رکھے، اور ہتھیلی موزے سے الگ رکھے، پھر ان کو کھینچ کر ٹخنے کی طرف لے جائے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دے اور ہتھیلی سمیت انگلیوں کو کھینچ

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

کر لے جائے تو بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کوئی الٹا مسح کرے یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لائے تو بھی جائز ہے، لیکن مستحب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اگر لمبائی میں مسح نہ کرے بلکہ موزے کی چوڑائی میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر تلوے کی طرف یا ایڑی پر یا موزہ کے دائیں بائیں مسح کرے تو یہ مسح درست نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر پوری انگلیوں کو موزہ پر نہیں رکھا بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزہ پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو مسح درست نہیں ہوا، البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہہ کر تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جائے تو درست ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ مسح میں مستحب تو یہ ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے مسح کرے اور اگر کوئی انگلیوں کی پشت کی طرف سے مسح کرے تو بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن بارش برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس میں چلنے سے موزہ بھیگ گیا تو بھی مسح ہو گیا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر جراب کے اوپر موزے پہنے ہیں تب بھی موزوں پر مسح درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ بوٹ پر مسح جائز ہے بشرطیکہ پورے پاؤں کو ٹخنوں سمیت چھپائے اور اس کا چاک (کھلا ہوا حصہ) تسموں سے اس طرح بندھا ہو کہ پاؤں کی اتنی کھال نظر نہ آئے جتنی مسح سے مانع ہے۔

مسح کے دو فرض:

﴿مسئلہ ۱۱﴾ ہاتھ کی تین انگلیوں کے برابر ہر موزہ پر مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم پر مسح درست نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ موزہ کے اوپر کی طرف مسح کرے، تلوے کی طرف مسح نہ کرے۔

جن صورتوں میں مسح درست نہیں:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ جو موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر موزہ کی سلائی کھل گئی لیکن اس میں سے پاؤں نظر نہیں آتا تو مسح درست ہے اور اگر چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پاؤں نظر آتا ہے اور نہ چلنے کی حالت میں نظر نہیں آتا تو مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر اتنا کم ہو کہ سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کوئی موزہ پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات گزرنے سے پہلے مسافر ہو جائے تو تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے اور اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ہی ایک دن رات گزر جائے تو مدت ختم ہوگئی، پاؤں دھو کر دوبارہ موزے پہنے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر سفر میں مسح کرنا شروع کیا اور ایک دن رات پورا ہونے کے بعد مقیم ہوگیا تو موزہ اتار دے، اب اس پر مسح درست نہیں اور اگر ایک دن رات پورا نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کرلے، اس سے زیادہ مسح درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کسی نے تیمّم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو ان موزوں پر مسح نہیں کرسکتا، چاہے وہ تیمّم صرف غسل کا ہو یا وضو غسل دونوں کا یا صرف وضو کا ہو۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ غسل کرنے والے کے لیے مسح جائز نہیں۔

مسح کی مدت:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ سفر میں تین دن تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو سفر میں نہ ہو اس کے لیے ایک دن اور ایک رات۔ جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا، جس وقت موزہ پہنا ہے اس وقت سے نہیں، جیسے: کسی نے ظہر کے وقت وضو کرکے موزے پہنے، پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے اور سفر میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک، جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں رہا۔

مسح توڑنے والی چیزیں:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ جو چیز وضو کو توڑ دیتی ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کسی کا وضو نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزے اتار دیئے تو مسح ختم ہوگیا، اب پاؤں دھولے، پورا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۲۳: اگر ایک موزہ اتار دیا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھونا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۴: اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح ختم ہوجائے گا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں اور اگر وضو ٹوٹ گیا تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔

مسئلہ ۲۵: موزہ پر مسح کرنے کے بعد پاؤں پر پانی پڑ گیا جس کی وجہ سے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح باطل ہوگیا، دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھوئے۔

مسئلہ ۲۶: پاؤں کا اکثر حصہ کسی طرح دھل گیا تو موزوں کو اتار کر پاؤں کو دھونا چاہیے۔

مسئلہ ۲۷: معذور کا وضو، جیسے: نماز کا وقت ختم ہونے سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی اس کا مسح بھی باطل ہوجاتا ہے اور اس پر موزے اتار کر پاؤں دھونا واجب ہے، البتہ اگر اس کا مرض وضو کرنے اور موزے پہننے کی حالت میں نہ پایا جائے تو وہ بھی صحیح آدمیوں کی طرح سمجھا جائے گا۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت یہ ہے کہ معذور کی دو حالتیں ہیں:

۱- جتنے وقت میں اس نے وضو کیا اور موزے پہنے ہیں اتنے وقت میں اس کی وہ بیماری جس کی وجہ سے وہ معذور قرار پایا، نہیں پائی گئی۔

۲- دوسرے یہ کہ وہ عذر اس پورے وقت یا اس کے کسی حصے میں پایا گیا۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ اس نے موزے مکمل طہارت پر پہنے ہیں اس لیے اس کا مسح نہیں ٹوٹے گا اور تندرست لوگوں کی طرح اقامت کی حالت میں ایک دن ایک رات اور سفر کی حالت میں تین دن تین رات مسح کر سکے گا۔

دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت ختم ہونے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اسی طرح اس کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا اور اس کو موزے اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔

جرابوں پر مسح کرنے کا حکم:

مسئلہ ۲۸: جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، البتہ اگر ان پر چمڑہ چڑھا دیا گیا ہو یا سارے موزہ پر چمڑہ نہ چڑھایا ہو بلکہ صرف تلوے پر چمڑا لگا دیا گیا ہو یا بہت موٹے اور سخت ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے ٹھہرے رہتے ہوں اور ان کو پہن کر تین چار میل راستہ بھی چلا جا سکتا ہو تو ان سب صورتوں میں جراب پر بھی مسح درست ہے۔ (آج کل کی جرابوں کے تلوے پر چمڑا لگانے کے بعد بھی مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ مسح نہ کیا جائے)

مسئلہ ۲۹ برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

پٹی اور پلستر پر مسح:

مسئلہ ۳۰ کسی کے ہاتھ یا پاؤں پھٹ گئے اور اس میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر لی اور اس کے نکالنے سے ضرر ہوتا ہو تو اگر اس کے نکالے بغیر اوپر ہی پانی بہا دیا تو وضو ہو جائے گا لیکن اگر پھٹن کے اندر پانی پہنچانا نقصان نہ کرتا ہو تو موم نکال کر اندر پانی پہنچانا فرض ہے۔

مسئلہ ۳۱ اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے، وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لے، اس کو مسح کہتے ہیں اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے، اتنی جگہ چھوڑ دے۔

مسئلہ ۳۲ اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقّت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۳ اگر پٹی زخم سے بڑھی ہوئی ہو تو اگر پٹی کھول کر زخم کے آس پاس جگہ کو دھو سکے تو دھولے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کر لے۔

مسئلہ ۳۴ ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت پلستر باندھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے اوپر ہی ہاتھ پھیر لیا کرے۔ زخم کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لے۔

مسئلہ ۳۵ پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ پوری پٹی پر مسح کرے اور اگر پوری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کر لے تو بھی جائز ہے۔ اگر فقط آدھی یا آدھی سے بھی کم پر کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ ۳۶ اگر زخم ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی کھل کر گر جائے تو دوبارہ باندھ لے اور وہی پہلا مسح باقی ہے، دوبارہ مسح کی ضرورت نہیں اور اگر زخم ٹھیک ہو گیا اور باندھنے کی ضرورت نہیں رہی تو مسح ٹوٹ گیا، اب صرف وہی جگہ دھو کر نماز پڑھے، پورا وضو دہرانا ضروری نہیں۔

اضافہ

فوم کے موزوں اور جوتوں پر مسح کا حکم:

مسئلہ ۱ موزوں پر مسح کی اجازت کے لیے تین شرطیں ہیں:

۱۔ ٹخنوں سمیت پاؤں کے جتنے حصے کو دھونا فرض ہے اس کو چھپائے اور تین انگلیوں کے برابر پھٹن نہ ہو۔

۲۔ پاؤں سے لپٹا ہوا ہو۔

۳۔ اس کو پہن کر معمول کی رفتار سے دو میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو، نیز اگر اس کے اوپر والے حصے میں شگاف ہو اور فیتہ کے ذریعے اسے بند کر دیا جائے تو بھی اس پر مسح جائز ہے۔

مذکورہ بالا تین شرائط اگر کسی موزے یا جوتے میں موجود ہوں تو اس پر مسح درست ہے، البتہ جوتے چونکہ عموماً نجاستوں میں لگتے رہتے ہیں، اس لیے ان پر مسح کر کے انہی کے ساتھ نماز پڑھنا خلافِ احتیاط ہے۔

(امداد الفتاویٰ: ۱/۱۵، جدید فقہی مسائل: ۴۷)

تیمّم کا بیان
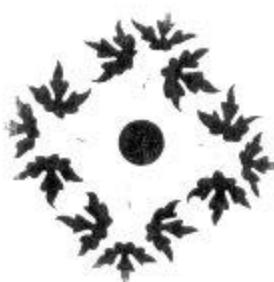
تیمّم کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور پورے چہرے پر مل لے، پھر دوسری مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مارے اور دونوں بازوؤں پر کہنی سمیت ملے، اگر ناخن کے برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ گئی تو تیمّم نہ ہوگا۔ انگوٹھی وغیرہ اتار دے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے اور انگلیوں میں خلال کرلے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ جھاڑ دے تاکہ بازوؤں اور چہرے پر غبار نہ لگ جائے اور صورت نہ بگڑے۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرائط:

۱- نیت:

﴿مسئلہ ۳﴾ تیمّم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمّم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں تو تیمّم ہوجائے گا اور یہ ارادہ کرنا کہ میں وضو کا تیمّم کرتا ہوں یا غسل کا کوئی ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی کو سکھانے کے لیے تیمّم کرکے دکھایا لیکن دل میں اپنے تیمّم کرنے کی نیت نہیں، صرف اس کو سکھانا مقصود ہے تو اس کا تیمّم نہ ہوگا، کیونکہ تیمّم درست ہونے کے لیے تیمّم کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا جب تیمّم کرنے کا ارادہ نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کو سکھانا اور دکھانا مقصود ہو تو تیمّم نہ ہوگا۔

۲- پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا:

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

(ا) علم نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے پانی پر قدرت نہ ہونا:

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر کوئی جنگل میں ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے، نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو ایسی صورتحال میں تیمّم کرنا جائز ہے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر پانی کا پتہ بتایا اور غالب گمان ہو کہ یہ آدمی سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا دل کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی موجود ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو، ضروری ہے، بغیر ڈھونڈے تیمّم کرنا درست نہیں اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک شرعی میل کے اندر ہے تو پانی تلاش کرکے وضو کرنا واجب

ہے، تیمّم کرنا جائز نہیں۔

فائدہ:

میل شرعی میل انگریزی سے ذرا زیادہ ہوتا ہے یعنی انگریزی ایک میل پورا اور اس کا آٹھواں حصہ، یہ سب مل کر ایک میل شرعی ہوتا ہے۔

[میل شرعی ۲۰۰۰ گز اور میل انگریزی ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اور کلومیٹر کے لحاظ سے میل شرعی ۱٫۸۲۸۸۰۰۰ کلومیٹر ہوتا ہے اور میل انگریزی ۱٫۶۰۹۳۴۴۰ کلومیٹر ہوتا ہے۔[1]]

مسئلہ ۶ اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل دور ہے تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں بلکہ تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۷ اگر کوئی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تو بھی تیمّم کر لینا درست ہے، چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو، ویسے ہی تھوڑی دور جانے کے لیے نکلا ہو۔

مسئلہ ۸ اگر پانی اتنا ہو کہ صرف ایک دفعہ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں دھو سکے تو تیمّم کرنا درست نہیں، بلکہ ایک ایک دفعہ ان اعضاء کو دھوئے اور سر کا مسح کر لے، کلی وغیرہ وضو کی سنّتیں چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمّم کر لے۔

مسئلہ ۹ اگر کسی میدان میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور وہاں سے پانی قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی تو تیمّم اور نماز دونوں درست ہیں، معلوم ہونے کے بعد نماز دہرانا ضروری نہیں۔

مسئلہ ۱۰ اگر آگے چل کر پانی ملنے کی امید ہو تو بہتر ہے کہ اوّل وقت میں نماز نہ پڑھے، بلکہ پانی کا انتظار کرے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ وقتِ مکروہ شروع ہو جائے اور اگر پانی کا انتظار نہیں کیا، اوّل وقت میں ہی نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۱ سامان میں پانی موجود تھا لیکن یاد نہیں رہا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی، پھر یاد آ گیا تو اب نماز کا دہرانا واجب نہیں۔

(ب) انتظام نہ ہونے کی وجہ سے قادر نہ ہونا:

مسئلہ ۱۲ کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو جس کو کنویں میں ڈال کر تر کر لے اور اسے نچوڑ کر

---

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۹۳

وضو کرے یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے، ایسی حالت میں تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر پانی قیمتاً بکتا ہے تو اگر کسی کے پاس قیمت نہ ہو تو تیمّم کر لینا درست ہے اور اگر قیمت پاس ہو اور راستہ میں کرایہ وغیرہ کی جتنی ضرورت پڑے گی اس سے زیادہ بھی ہے تو خریدنا واجب ہے، البتہ اگر اتنا مہنگا بیچے کہ عموماً پانی کی اتنی قیمت نہیں ہوتی تو خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے اور اگر کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے زیادہ رقم نہیں، تو بھی خریدنا واجب نہیں، تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر راستے میں کنواں تو مل گیا مگر لوٹا، رسی پاس نہیں، اس لیے کنویں سے پانی نکال نہیں سکتا نہ کسی اور سے مانگ کر مل سکتا ہے تو بھی تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر سفر میں کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے دل میں سوچے، اگر غالب گمان یہ ہو کہ پانی مانگنے پر پانی مل جائے گا تو بغیر مانگے ہوئے تیمّم کر لینا درست نہیں اور اگر یہ گمان ہو کہ مانگنے سے وہ شخص پانی نہیں دے گا تو بغیر مانگے بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے، لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

(ج) مرض کی وجہ سے قادر نہ ہونا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا ٹھیک ہونے میں دیر لگے گی تب بھی تیمّم درست ہے، لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے غسل کرنا واجب ہے، البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کہیں برفباری ہو رہی ہو اور اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہانے کے بعد اس میں خود کو گرم کر لے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں، بلکہ تیمّم کر لے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر غسل سے نقصان کا اندیشہ ہو اور وضو سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو غسل کے لیے تیمّم کرے، پھر اگر غسل کے تیمّم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لیے تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اگر غسل کے تیمّم سے پہلے وضو توڑنے والی کوئی بات پائی گئی اور پھر غسل کا تیمّم کیا ہو تو یہی تیمّم غسل اور وضو دونوں کے لیے کافی ہے۔

(د) پیاس، درندے یا دشمن کی وجہ سے ہلاکت کا خوف:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا ہے کہ مزید پانی نہیں مل سکتا، راستہ میں پیاس کے مارے تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے، تیمّم کر لینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ اگر پانی قریب ہے، لیکن سانپ وغیرہ کوئی جانور یا دشمن پانی کے پاس ہے جس کی وجہ سے پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ ڈر ہے کہ اگر ریل سے اترے گا تو ریل چل پڑے گی اور ریل میں پانی موجود نہیں، تب بھی تیمّم درست ہے۔

(ہ) ایسی نماز فوت ہونے کا خوف جس کا بدل نہ ہو:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ مقتدی کو اندیشہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمّم جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت نکل جانے کا ڈر نہ ہو تو امام کے لیے تیمّم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ مقتدی نے وضو سے عید کی نماز شروع کی پھر وضو ٹوٹ گیا، اب ڈر ہے اگر وضو کرنے جائے گا تو جماعت نہ ملے گی تو تیمّم کر کے بنا کر لے۔

[﴿مسئلہ ۲۶﴾ آج کل عید کی نماز ایک سے زیادہ جگہ پر مختلف اوقات میں ہوتی ہے، تو اگر دوسری جگہ جماعت ملنے کی امید ہو تو وضو کے ساتھ دوسری جگہ جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے۔]

۳- پاک مٹی یا مٹی کی جنس سے تیمّم کرنا:

﴿مسئلہ ۲۷﴾ مٹی اور جو چیز زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمّم درست ہے، جیسے: ریت، پتھر، گچ، چونا، سرمہ، گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی جنس سے نہ ہو اس سے تیمّم درست نہیں، جیسے: سونا، چاندی، گیہوں، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ۔ البتہ اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو تو ان پر تیمّم درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ جو چیز آگ میں نہ جلے اور نہ پگھلے وہ مٹی کی جنس سے ہے، اس پر تیمّم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا پگھل جائے وہ مٹی کی جنس سے نہیں، اس پر تیمّم درست نہیں۔ اسی طرح راکھ پر بھی تیمّم درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ تانبے کے برتن، تکیے، کپڑے اور گدے وغیرہ پر تیمّم کرنا درست نہیں، البتہ اگر اس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ پھیرنے سے ہتھیلیوں میں اچھی طرح لگ جاتی ہے تو تیمّم درست ہے۔ اگر معمولی سی گرد ہو جو ہاتھ پر نہیں لگتی تو اس پر تیمّم

درست نہیں۔ مٹی کے گھڑے اور لوٹے پر تیمّم درست ہے، چاہے اس میں پانی بھرا ہوا ہو یا نہ ہو، لیکن اگر اس پر روغن لگا ہو تو تیمّم درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمّم درست ہے بلکہ اگر پانی سے خوب دھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے۔ ہاتھ پر گرد کا لگنا ضروری نہیں، اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمّم درست ہے، چاہے اس پر گرد ہو یا نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کیچڑ سے تیمّم اگرچہ ہو جاتا ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کہیں کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ طریقہ اختیار کرے کہ اپنے کپڑے پر کیچڑ مل لے جب وہ سوکھ جائے تو اس سے تیمّم کر لے، البتہ اگر نماز کا وقت ہی نکل رہا ہو تو اس وقت جس طرح ہو سکے تیمّم کر لے، نماز قضا نہ ہونے دے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست لگ جائے اور دھوپ سے خشک ہو جائے اور بدبو بھی ختم ہو جائے تو وہ زمین پاک ہو جائے گی، اس پر نماز درست ہے لیکن اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں جب معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

۴۔ تیمّم میں پورا پورا مسح کرنا:

مسح اس طرح کرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے، اگر بال برابر جگہ بھی رہ گئی تو تیمّم نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ انگوٹھی، چھلے، تنگ کنگن اتار دے اور اس جگہ ہاتھ پھیرے، انگلیوں میں بھی خلال کرے۔

[﴿مسئلہ ۳۴﴾ اگر کسی نے بھنوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر کی جگہ کا مسح نہیں کیا تو تیمّم صحیح نہیں ہوا، اسی طرح دونوں نتھنوں کے درمیان جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے۔

۵۔ کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا:

﴿مسئلہ ۳۵﴾ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے، ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶۔ پانی میسر نہ ہونا:

پانی چاہے حقیقتاً موجود نہ ہو یا حکماً مثلاً: کسی عذر کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہیں۔

۷۔ دو ضربیں:

یعنی دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا، پہلی دفعہ چہرے پر مسح کے لیے، دوسری دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔[1]]

---

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۹۳

[تیمّم کی سنتیں:

تیمّم کی آٹھ سنتیں ہیں:

۱- بسم اللہ پڑھنا۔

۲- دونوں ہاتھ ہتھیلیوں کی طرف سے زمین پر رکھنا۔

۳- انہیں آگے لے جانا۔

۴- پھر پیچھے لوٹانا۔

۵- پھران کو جھاڑنا۔

۶- انگلیاں کھلی رکھنا۔

۷- ترتیب (پہلے چہرے کا مسح پھر ہاتھوں کا مسح کرنا)

۸- پے در پے کرنا۔ (دونوں مسحوں کے درمیان تاخیر نہ کرنا)]

تیمّم توڑنے والی چیزیں:

مسئلہ ۳۶ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مل جانے سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔اسی طرح اگر تیمّم کر کے آگے چلا اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمّم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ ۳۷ اگر وضو کا تیمّم ہے تو وضو کے بقدر پانی ملنے سے تیمّم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو جب غسل کے بقدر پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا۔ اگر پانی کم ملا تو تیمّم نہیں ٹوٹا۔[وضواور غسل کے بقدر پانی ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی مل جائے جس سے وضواور غسل کے فرائض ادا ہوسکیں چاہے سنتیں ادا ہوسکیں یا نہیں۔ (۱)]

مسئلہ ۳۸ اگر راستہ میں پانی ملا لیکن اس کو معلوم نہ ہوا کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا۔اسی طرح اگر راستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہوگیا لیکن ریل سے نہ اتر سکا تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ ۳۹ اگر بیماری کی وجہ سے تیمّم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہی کہ وضواور غسل نقصان نہ کرے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا، اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۴۰ پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمّم کرلیا پھر ایسی بیماری پیدا ہوگئی جس میں پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ

---

(۱) تصحیح الاغلاط

ہے، پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمّم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا، دوبارہ تیمّم کرے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہوا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا اور راستے میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے، تالاب وغیرہ نظر آئیں تو اس کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

متفرق:

﴿مسئلہ ۴۲﴾ اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا، لیکن ذرا سا بدن خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو ابھی وہ پاک نہیں، اس کو تیمّم کر لینا چاہیے، جب کہیں پانی ملے تو وہ خشک جگہ دھو لے، دوبارہ سے نہانے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ اگر وضو ٹوٹنے کے بعد پانی ملا تو اس خشک جگہ کو پہلے دھو لے اور وضو کے لیے تیمّم کرلے اور اگر پانی اتنا کم ہے کہ وضو تو ہو سکتا ہے لیکن وہ سوکھی جگہ اتنے پانی میں نہیں دھل سکتی تو وضو کر لے اور اس سوکھی جگہ کے لیے غسل کا تیمّم کر لے، البتہ اگر اس غسل کا تیمّم پہلے کر چکا ہو تو اب پھر تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں، وہی پہلا باقی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ جب تک پانی سے وضو نہ کر سکے مسلسل تیمّم کرتا رہے، چاہے جتنے دن گزر جائیں۔ جتنی پاکی وضو اور غسل کرنے سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمّم سے بھی حاصل ہو جاتی ہے، یہ نہ سمجھے کہ تیمّم سے اچھی طرح پاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ جس طرح وضو کی جگہ تیمّم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمّم درست ہے، وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ اگر زمزم کا پانی پاس موجود ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں۔ اس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ اگر قرآن مجید کے چھونے کے لیے تیمّم کیا تو اس سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر ایک نماز کے لیے تیمّم کیا تو دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمّم سے درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ کسی کو نہانے کی بھی ضرورت ہے اور وضو کی بھی، تو ایک ہی تیمّم کرے، دونوں کے لیے الگ الگ تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۹﴾ کسی نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا اور وقت ابھی باقی ہے تو نماز کا دہرانا واجب نہیں، وہی نماز کافی ہے۔

﴿مسئلہ ۵۰﴾ اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے جائے گا تو وقت ہو جائے گا تو

بھی تیمّم درست نہیں، وضو کرے اور قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ پانی موجود ہوتے وقت قرآن مجید چھونے کے لیے تیمّم کرنا درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ کسی کا کپڑا یا بدن بھی نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھولے اور وضو کے لیے تیمّم کر لے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمّم کیا گیا ہے انسانوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر نہ رہے تو جتنی نمازیں اس تیمّم سے پڑھی ہیں ساری دوبارہ پڑھنا ضروری ہیں، مثلاً: کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی شخص اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، ایسی صورت میں تیمّم سے جو نماز پڑھی ہے اس کو دہرانا لازم ہے۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ ایک مقام سے یا ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمّم کریں تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو، مثلاً: کوئی شخص ریل میں ہو اور اتفاق سے نماز کا وقت آجائے اور پانی اور ایسی چیز نہ ہو جس سے تیمّم درست ہے، جیسے: مٹی اور مٹی کے برتن یا گرد وغبار وغیرہ اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے، اسی طرح جو شخص جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو بغیر وضو اور بغیر تیمّم کے نماز پڑھ لے مگر دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۵۶﴾ جس شخص کو آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمانِ غالب ہو اس کو نماز کے آخری وقتِ مستحب تک پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے، مثلاً: کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ آخری وقت مستحب تک رسی، ڈول وغیرہ مل جائے گا یا کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور غالب گمان ہو کہ آخری وقتِ مستحب تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے تو آخری وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے۔

حیض ونفاس کا بیان

حیض کی تعریف:

عورت کو ہر مہینے آگے کی راہ سے بیماری کے بغیر معمول کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی، سیاہ جس رنگ کا خون آئے سب حیض ہے، جب تک گدی بالکل سفید نہ دکھائی دے اور جب بالکل سفید دکھائی دے جیسی رکھی گئی تھی تو اب عورت حیض سے پاک ہوگئی۔

خون کے حیض ہونے کے شرائط:

حیض ہونا چند باتوں پر موقوف ہے:

۱- حیض آنے کی عمر:

نو برس سے پہلے حیض بالکل نہیں آتا، اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آئے وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا، لیکن آنا ممکن ہے، اس لیے اگر پچپن برس کے بعد خون نکلے تو اگر خون خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد، سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے، البتہ اگر عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جائیں گے۔

۲- حیض کی مدت:

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے۔ کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں، استحاضہ ہے اور اگر دس دن رات سے زیادہ آیا تو دس دن سے زیادہ جتنے دن آیا وہ بھی استحاضہ ہے، اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں، جیسے: جمعہ کو صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کے وقت مغرب کے بعد بند ہوگیا تو یہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔

اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو، جیسے: جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور پیر کے دن سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہوگیا تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

۳- کامل طہر کا وقفہ:

دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ اگر کسی وجہ سے

کسی عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک رہے گی۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کسی کو تین دن رات خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن پندرہ دن کے بعد کے حیض ہیں اور درمیان میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر ایک یا دو دن خون آیا، پھر پندرہ دن پاک رہی، پھر ایک یا دو دن خون آیا تو درمیان میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے اور اس سے پہلے اور بعد میں جو ایک یا دو دن خون آیا ہے وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

حیض کی ابتدا:

جب خون گول سوراخ سے باہر کی طرف کھال میں نکل آئے تب سے حیض شروع ہوتا ہے، اس کھال سے باہر نکلے یا نہ نکلے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر کوئی نیچے کے گول سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک خون سوراخ کے اندر رہے اور باہر والی روئی پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض کا حکم نہ لگائیں گے۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آجائے یا روئی وغیرہ باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ پاک عورت نے رات کو فرج میں گدی رکھ لی، جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو جس وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا وقت شروع سمجھا جائے گا۔

حیض کی عادت سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۵﴾ کسی کو ہمیشہ تین یا چار دن خون آتا تھا پھر کسی مہینے میں زیادہ آگیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا تو وہ سب حیض ہے اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عادت کے ہیں اتنا حیض ہے باقی سب استحاضہ ہے، جیسے: کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لمحہ بھی زیادہ خون آئے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔ ان دنوں کی نمازیں قضا پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ جس عورت کی کوئی عادت مقرر نہیں، کبھی چار دن خون آتا ہے، کبھی سات دن، اسی طرح بدلتا رہتا ہے، کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے۔ ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آئے تو دیکھا جائے گا کہ اس سے پہلے مہینے کتنے دن حیض آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا، پھر ایک مہینے میں پانچ دن خون آیا، اس کے بعد دوسرے مہینے میں بارہ دن خون آیا، تو ان بارہ دنوں میں پانچ دن حیض کے ہیں اور سات دن استحاضہ کے ہیں اور پہلی عادت کا اعتبار نہیں اور یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل کر پانچ دن ہوگئی۔ اس صورت میں دس دن تک خون بند ہونے کا انتظار کرے۔ اب چونکہ دس دن کے بعد خون بند نہیں ہوا تو وہ غسل کر کے نماز شروع کرے اور پانچ دن کی نماز قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی لڑکی کو پہلی مرتبہ خون دس دن یا اس سے کم آئے تو یہ سب حیض ہوگا اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہوگا اور جو اس سے زیادہ ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ کسی کو پہلی بار کئی مہینے تک مسلسل خون آتا رہا تو جس دن خون آیا اس دن سے لے کر دس دن رات تک حیض ہے اور اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

[استحاضہ کا بیان:

استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱- جو خون حیض کی کم سے کم مدت (تین دن) سے کم ہو۔

۲- جو خون حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت (دس دن) سے زیادہ ہو۔

۳- جو خون نفاس کی اکثر مدت (چالیس دن) سے زیادہ ہو۔

۴- حیض ونفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور زیادہ سے زیادہ مدت سے بھی تجاوز کر جائے۔

۵- جو خون دوران حمل آئے، چاہے جتنے دن آئے۔

۶- جو خون نو برس سے کم عمر لڑکی کو آئے۔

۷- جو پچپن برس کی عمر کے بعد آئے، بشرطیکہ وہ خوب سرخ یا سیاہ نہ ہو۔

۸- جو خون ولادت کے وقت آدھا بچہ باہر آنے سے پہلے آئے۔

۹- جو خون پاکی کی کم سے کم مدت (پندرہ دن) سے بھی کم وقفہ سے آئے۔]

استحاضہ کا حکم:

استحاضہ کا حکم وہی ہے جو نکسیر کا ہے، ایسی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے، نماز اور روزے قضا کرنا جائز نہیں اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

[اگر استحاضہ کی بیماری اتنی مسلسل ہو کہ معذور کے حکم میں داخل ہو جائے تو اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے۔]

حیض واستحاضہ کی چند صورتیں اور احکام:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر ایک یا دو دن خون آ کر بند ہو گیا تو نہانا واجب نہیں، وضو کر کے نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آ جائے تب معلوم ہوگا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا۔ حساب سے حیض کے جتنے دن ہوں ان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن درمیان میں گزر گئے اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ استحاضہ تھا، سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں تین دن پورے ہونے پر خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے، نہ نماز پڑھے اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں، قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی ہے، اس لیے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے صرف تین دن تھے، باقی سب استحاضہ ہے، لہٰذا گیارہویں دن نہائے اور سات دن کی نمازیں قضا پڑھے اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت میں خون بند ہوا کہ نماز کا وقت اتنا تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے غسل کے فرائض ادا کر کے نہائے تو نہانے کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی، تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور قضا پڑھنا پڑے گی (لہٰذا اگر غسل اور نیت کا وقت باقی ہو تو نیت کر کے نماز شروع کرے، اگرچہ نیت کرنے کے بعد وہ وقت نکل بھی جائے تو بھی نماز پوری کرے، لیکن اگر فجر کے وقت نیت کرنے کے بعد سورج نکل آئے تو وہ نماز ٹوٹ گئی دوبارہ قضا کرے) اور اگر وقت اس سے بھی کم ہو تو نماز معاف ہے، اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف اتنا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے، اس کی قضا پڑھنا لازم ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا پینا درست نہیں، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے، لیکن اس دن کا روزہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنا پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر پورے دس دن حیض آنے کے بعد ایسے وقت میں پاک ہوئی کہ ذرا سی رات باقی ہے جس میں کم از کم

ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور دس دن سے کم حیض آنے کی صورت میں اگر اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل کے فرائض پورے کر سکتی ہے لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے۔

اگر اتنی رات باقی تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزے کی نیت کر لے اور صبح نہا لے اور اگر اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں، لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے، پھر اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ ۱۶ اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گویا اوّل سے آخر تک برابر خون جاری رہا، لہٰذا جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن حیض کے ہیں، باقی سب استحاضہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے، پھر کسی مہینے میں پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی پھر ایک دن خون آیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا سولہ دن برابر خون آتا رہا۔ ان میں سے پہلے تین دن حیض کے ہیں اور باقی تیرہ دن استحاضہ ہے۔ اگر چوتھی پانچویں چھٹی تاریخ کو حیض کی عادت تھی تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور پہلے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضہ کے ہیں۔

[مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ ہے سولہویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوا تھا، تو ایسی حالت میں جب پہلی بار خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے، اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہے، پھر جب ایک دن کے بعد بند ہوا یہ تو احتمال ہے کہ استحاضہ کا خون تھا اور یہ احتمال بھی ہے کہ حیض ہو، اس لیے قاعدہ کی رو سے اس ایک دن کی نماز قضا پڑھے، پھر جب چودہ روز کے بعد خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض تھا، اس لیے اس وقت تک کی نمازیں نہیں ہوئیں جن میں سے تین دن کی معاف ہوگئیں اور تین دن سے زائد کی قضا کرے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں؟ اگر غسل کر کے نمازیں پڑھی تھیں تب تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہوگئیں اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دنوں کی نمازیں قضا پڑھے اور اب جو خون آرہا ہے اس میں نماز نہ چھوڑے، غسل کر کے نماز پڑھے اور اب وہ مستحاضہ شمار ہوگی۔[1]]

اگر اس کی کوئی عادت نہ ہو بلکہ پہلی بار خون آیا ہو تو پہلے دس دن حیض ہے اور باقی چھ دن استحاضہ ہے۔

نفاس کی تعریف:

بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

ہے اور کم از کم کی کوئی حد نہیں۔ اگر کسی کو ایک لمحہ بھی خون آ کر بند ہو جائے تو وہ بھی نفاس ہے۔

مسئلہ ۱۷ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے اور آدھے سے کم نکلنے کے وقت جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔ اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو اس وقت بھی نماز پڑھے، ورنہ گناہ گار ہوگی، اشارہ سے ہی پڑھ لے مگر قضا نہ کرے لیکن اگر نماز پڑھنے سے بچے کے ضائع ہونے کا ڈر ہو تو نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۸ کسی عورت کا حمل ایسی حالت میں گرا کہ بچہ کا ایک آدھا عضو بن گیا ہو تو گرنے کے بعد جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے اور اگر بالکل کوئی عضو نہیں بنا تو یہ نفاس نہیں، بلکہ اگر وہ خون حیض بن سکے تو حیض ہوگا اور حیض نہ بن سکے مثلاً: تین دن سے کم آئے یا پاکی کا زمانہ ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

[**مسئلہ ۱۹** بڑے آپریشن کے ذریعہ بچہ پیدا ہوا تو بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آئے وہ بھی نفاس ہو۔]

مسئلہ ۲۰ اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر یہ پہلا بچہ تھا تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور اس سے زیادہ ہے تو استحاضہ ہے، لہٰذا چالیس دن کے بعد نہا کر نماز پڑھنا شروع کر دے، خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں بلکہ اس سے پہلے بچے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے، مگر یہ بات چالیس روز کے بعد معلوم ہوگی۔

مسئلہ ۲۱ کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے لیکن تیس دن گزر گئے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی نہ نہائے، پھر اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سارا نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جائیں تو صرف تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سارا استحاضہ ہے۔ اس لیے اب فوراً غسل کرے اور دس دن کی نمازیں قضا پڑھے۔

مسئلہ ۲۲ اگر چھ مہینے کے اندر اندر یکے بعد دیگرے دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچہ سے شروع ہوگی۔ اگر دوسرا بچہ دس بیس دن یا ایک، دو مہینے کے بعد ہوا تو دوسرے بچے سے نفاس کا حساب نہیں کریں گے۔ [مثلاً: کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم کا وقفہ ہے تو پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد سے ہی نفاس سمجھا جائے گا، لہٰذا اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا اور خون آیا تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے، اس کے بعد استحاضہ ہے اور اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد جو خون آیا وہ سارا استحاضہ ہے، نفاس نہیں۔ مگر دوسرا پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو یہ جڑواں نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔ یاد رہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہوتی ہے۔]

نفاس کے چند احکام:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر چالیس دن سے پہلے نفاس کا خون بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمم کر کے نماز شروع کر دے، ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے، روزہ معاف نہیں بلکہ قضا رکھنا فرض ہے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آئے تب بھی جننے کے بعد نہانا واجب ہے۔

حیض ونفاس کے مشترک احکام:

﴿مسئلہ ۲۶﴾ حیض ونفاس کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے، پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضا رکھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ فرض نماز پڑھتے ہوئے حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ بھی معاف ہو گئی، پاک ہونے کے بعد اس کی قضا نہ پڑھے۔ اگر نفل یا سنت نماز میں حیض یا نفاس شروع ہوا تو اس کی قضا پڑھنا ہو گی۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر نماز کے آخری وقت میں حیض یا نفاس شروع ہوا اور ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی تو بھی معاف ہو گئی۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد حیض یا نفاس شروع ہوا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا، جب پاک ہو تو اس کی قضا رکھے۔ اگر نفلی روزہ ہو تو اس کی قضا بھی کرنی ہو گی۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ حیض ونفاس کے زمانہ میں نہ تو جماع کریں اور نہ ہی عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم شوہر کے کسی عضو سے مس ہو اور نہ ہی شوہر اتنے جسم پر نظر ڈالے۔ اس کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا، لیٹنا، باقی جسم کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا وغیرہ سب درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کسی کی عادت پانچ دن یا نو دن کی تھی، اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک نہا نہ لے تب تک صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گزر جائے یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو جائے تب صحبت درست ہے، اس سے پہلے درست نہیں۔

یہی حکم نفاس کا ہے کہ جب عادت پر نفاس کا خون ختم ہو جائے تو عورت کے نہانے یا ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد صحبت درست ہے، اس سے پہلے درست نہیں۔ البتہ حیض و نفاس بند ہو جانے کے بعد غسل کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں، سخت گناہ کا کام ہے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار دن کے بعد ہی بند ہو گیا تو نہا کے نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں، اس لیے کہ شاید پھر خون آ جائے۔

اسی طرح جب نفاس کا خون سابقہ عادت سے پہلے ختم ہو جائے، تو بھی یہی حکم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر پورے دس دن دس راتیں حیض آیا تو جب سے خون بند ہوا ہے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے، چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

جب نفاس کا خون بھی پورے چالیس دن پر ختم ہوا ہو تو اس وقت صحبت کرنا درست ہے لیکن حیض و نفاس دونوں صورتوں میں عورت اگر پہلے نہا لے تو یہ بہتر ہے۔

حیض و نفاس کی حالت میں تلاوت و ذکر وغیرہ کے احکام:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ جو عورت حیض یا نفاس سے ہو اور جس پر کسی اور وجہ سے نہانا واجب ہو، اس کے لیے مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا، قرآن مجید پڑھنا اور قرآن مجید کو چھونا درست نہیں، البتہ اگر قرآن مجید جزدان یا رومال میں لپٹا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی چولی چڑھی ہوئی ہو اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو، بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ کرتہ کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں، البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو، جیسے: رومال، تولیہ وغیرہ تو اس سے پکڑ کر اٹھانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے، لیکن آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ اس کی آدھی کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ الحمد کی پوری سورت یا معوذتین دعا کی نیت سے پڑھنا، دعا یا ثنا کے طور پر آیۃ الکرسی پڑھنا درست ہے، البتہ تلاوت کے طور پر پڑھنا صحیح نہیں، اسی طرح جو دعائیں قرآن مجید میں آئی ہیں، جیسے: ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْأَخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ۝٢٠١ ﴾ اور ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن

نَسِینَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ...... ﴾ الخ وغیرہ، ان کو بھی دعا کے طور پر پڑھنا صحیح ہے، تلاوت کے طور پر صحیح نہیں۔

مسئلہ ۳۸ دعائے قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳۹ اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے کروانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے، بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور تھوڑا تھوڑا کر کے آیت رواں کہلائے۔

مسئلہ ۴۰ لڑکی حفظ کر رہی ہو اور اس دوران اس کو حیض آنا شروع ہو جائے تو حیض کے دنوں میں قرآن پاک نہ پڑھے۔ پڑھا ہوا یاد رکھنے کے لیے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

۱۔ کپڑے وغیرہ سے قرآن پاک کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن پاک میں دیکھ کر دل دل میں پڑھے، زبان نہ ہلائے۔

۲۔ کوئی تلاوت کر رہا ہو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے۔ سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۴۱ کلمہ اور درود شریف پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا، استغفار یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا، جیسے: «لا حول ولا قوة إلا بالله العليّ العظيم» منع نہیں۔ یہ سب درست ہے۔

مسئلہ ۴۲ حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرے تاکہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی نہ گھبرائے۔

نجاستوں کا بیان

نجاست کی قسمیں:

﴿مسئلہ ۱﴾ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے، تھوڑی سی لگ جائے تو بھی دھونے کا حکم ہے، اس کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے، اس کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۲﴾ خون، آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی، شراب، کتے بلی کا پاخانہ، پیشاب، سور کا گوشت، اس کے بال، ہڈی وغیرہ اس کی ساری چیزیں، گھوڑے گدھے خچر کی لید، گائے، بیل، بھینس، وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی، غرض یہ کہ سب جانوروں کا پاخانہ، مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ اور گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاخانہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب، جیسے: بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا دوسرے حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے، جیسے: کبوتر، چڑیا اور مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ مچھلی کا خون نجس نہیں، اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں، اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی نجس نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ دیکھنے سے دکھائی نہ دیں تو اس میں کچھ حرج نہیں یعنی دھونا واجب نہیں ہے۔

نجاست کا حکم:

﴿مسئلہ ۸﴾ نجاستِ غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی کوئی چیز ہتھیلی کے پھیلاؤ کے برابر یا اس سے کم کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو معاف ہے، اس کے دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں۔ اس کو دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ اگر نجاستِ غلیظہ میں سے کوئی گاڑھی چیز لگ جائے، جیسے: پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ، تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو اس کو دھوئے

بغیر نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ لگ جائے تو بغیر دھوئے نماز درست نہیں ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر نجاستِ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو اور گر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاستِ خفیفہ ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے، غرض یہ کہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں، اس کا دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ نجاستِ غلیظہ جس پانی میں گر جائے وہ نجسِ غلیظ ہو جاتا ہے اور نجاست خفیفہ جس میں گر جائے وہ نجسِ خفیف ہو جاتا ہے، چاہے کم گرے یا زیادہ۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ کپڑے میں ہتھیلی کے گہراؤ سے کم نجس تیل لگ جائے پھر ایک دو دن میں پھیل کر زیادہ ہو جائے تو جب تک ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ نہ ہو، معاف ہے اور جب بڑھ جائے تو معاف نہیں بلکہ اب اس کا دھونا واجب ہے اور دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

نجاست دور کرنے کے مختلف طریقے:

۱— دھونا:

﴿مسئلہ۱۲﴾ گلاب، عرقِ گاؤ زبان، کوئی عرق اور سرکہ وغیرہ جو چیزیں پانی کی طرح پتلی اور پاک ہوں، ان سے ناپاک چیز کو دھونا درست ہے اور اس طرح دھونے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ تیل، گھی اور دودھ وغیرہ جن چیزوں میں چکناہٹ پائی جاتی ہے ان سے دھونا درست نہیں اور ایسی چیزوں سے دھونے سے ناپاک چیز پاک نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ اگر نجاست ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا، جیسے: تخت، چٹائی، مٹی، یا چینی کے برتن وغیرہ، بوتل اور جوتا وغیرہ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائے، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھولے، اسی طرح کچھ وقفہ کے بعد جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار پھر دھولے، اس طرح تین دفعہ دھو لینے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ اگر گاڑھی نجاست لگ جائے، جیسے: پاخانہ اور خون وغیرہ تو اتنا دھوئے کہ نجاست زائل ہو جائے اور دھبہ جاتا رہے، چاہے جتنی دفعہ بھی دھونا پڑے، جب نجاست زائل ہو جائے گی تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔

اگر گاڑھی نجاست بدن میں لگ جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر ایک دفعہ دھونے سے ہی نجاست زائل ہوگئی تو دو مرتبہ اور دھولینا بہتر ہے۔ اگر دو دفعہ دھونے سے زائل ہوگئی تو ایک دفعہ اور دھولے غرض یہ کہ تین بار دھولینا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر ایسی نجاست ہے کہ کئی دفعہ دھونے اور نجاست کے زائل ہوجانے کے بعد بھی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا تب بھی کپڑا پاک ہوگیا۔ صابن وغیرہ لگا کر دھبہ ختم کرنا اور بدبو دور کرنا ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست لگ گئی جو گاڑھی نہیں، تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ نچوڑے، بالخصوص تیسری مرتبہ اپنی طاقت کے مطابق خوب زور سے نچوڑے تو کپڑا پاک ہوگا۔ اگر خوب زور سے نہیں نچوڑے گا تو کپڑا پاک نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر پیشاب کی طرح کوئی نجاست جوتے میں یا چمڑے کے موزے میں لگ گئی جو گاڑھی نہیں تو دھوئے بغیر وہ جوتا وغیرہ پاک نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کپڑا اور بدن صرف دھونے سے ہی پاک ہوتا ہے، چاہے گاڑھی نجاست لگے یا پتلی کسی اور طریقہ سے پاک نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ ناپاک رنگ اگر جسم میں یا کپڑے میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہوجائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے، کافی ہے، اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ ایسی ناپاک چیز جو چکنی ہو، جیسے: تیل، گھی، مردار کی چربی وغیرہ اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہوجائے گی، اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جو اینٹیں زمین پر صرف بچھادی گئی ہیں، چونا یا گارے سے ان کو جوڑا نہیں گیا ہے وہ خشک ہونے سے پاک نہیں ہوں گی بلکہ ان کو دھونا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر مٹی کا نیا برتن نجس ہوجائے اور وہ برتن نجاست کو چوس لے تو وہ صرف دھونے سے پاک نہیں ہوگا بلکہ اس میں پانی بھردے پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو گرا کر پھر بھردے، اسی طرح کرتا رہے، جب نجاست کا اثر بالکل ختم ہوجائے، نہ رنگ باقی رہے اور نہ بدبو، تو وہ پاک ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ نجس رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو جب اتنا دھوئے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہوجائے گا، چاہے کپڑے سے رنگ زائل ہو یا نہ ہو۔ مگر تین دفعہ دھولینا چاہیے۔ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۲۴ ناپاک مہندی ہاتھوں یا پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب دھو لینے سے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے، رنگ زائل کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۵ نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں، البتہ اگر پھیل کر آنکھ سے باہر آ گیا تو دھونا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۶ نجس تیل سر میں یا بدن میں لگالیا تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، صابن وغیرہ لگا کر سر سے تیل کا نکالنا واجب نہیں۔

۲- پونچھنا:

مسئلہ ۲۷ آئینہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیور، تانبے، لوہے، گلٹ اور شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ لینے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ لینے سے پاک ہو جاتی ہیں لیکن اگر نقش و نگار والی چیزیں ہوں تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ ۲۸ فصد کے مقام یا اور کسی ایسے عضو کو جو خون یا پیپ نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو صرف تر کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے اور آرام ہونے کے بعد بھی اس جگہ کا دھونا ضروری نہیں۔

۳- خشک ہو کر نجاست کا اثر باقی نہ رہنا:

مسئلہ ۲۹ زمین پر نجاست لگ گئی پھر اس طرح خشک ہو گئی کہ نجاست کا نشان بالکل ختم ہو گیا، نہ تو نجاست کا دھبہ رہا اور نہ ہی بدبو، تو اس طرح خشک ہو جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں یا پتھر چونا یا گارے سے زمین میں خوب جما دئے گئے ہوں کہ بغیر کھودے زمین سے جدا نہ ہو سکیں، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان باقی نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۳۰ زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی خشک ہو جانے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگر گھاس کٹی ہوئی ہو تو دھوئے بغیر پاک نہیں ہو گی۔

مسئلہ ۳۱ پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلا اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہیں ہو گا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا یہ نجس پانی پیر میں لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۳۲ جس زمین کو گوبر سے لیپا گیا ہو وہ نجس ہے، اس پر کوئی پاک چیز بچھائے بغیر نماز درست نہیں۔

مسئلہ ۳۳ گوبر سے لپی ہوئی زمین اگر خشک ہوگئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی کچھ مٹی کپڑے کو لگ جائے۔

۴- جلانا یا آگ پر پکانا:

مسئلہ ۳۴ نجس چاقو، چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

مسئلہ ۳۵ گوبر کے اوپلے، لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے۔ روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۶ نجس مٹی سے بنے ہوئے برتن جب تک پکائے نہیں جائیں گے، ناپاک رہیں گے اور جب پکا لیے جائیں گے تو پاک ہوجائیں گے۔

مسئلہ ۳۷ شہد، شیرہ، گھی یا تیل ناپاک ہوجائے تو جتنا تیل وغیرہ ہو اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکالیا جائے جب پانی جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلائیں۔ اسی طرح تین دفعہ کرنے سے تیل وغیرہ پاک ہوجائے گا یا اس طرح کیا جائے کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلالیں جب تیل وغیرہ پانی کے اوپر آجائے تو کسی طرح اٹھالیں۔ اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اٹھالیں تو پاک ہوجائے گا اور گھی جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دیں جب پگھل جائے تو اس کو نکال لیں۔

مسئلہ ۳۸ تنور اگر ناپاک ہوجائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہوجائے گا بشرطیکہ گرم ہونے کے بعد نجاست کا اثر نہ رہے۔

۵- ماہیت بدل جانا:

مسئلہ ۳۹ ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہوجائے گا۔

مسئلہ ۴۰ شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۴۱ کوئی جانور نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے یا کسی کنویں یا حوض میں گر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہوجائے تو پاک ہے۔

۶- کھرچنا اور رگڑنا:

مسئلہ ۴۲ جوتے اور چمڑے کے موزے میں اگر جسم دار نجاست لگ کر خشک ہوجائے، جیسے: گوبر، پاخانہ، خون، منی

وغیرہ تو زمین پر خوب رگڑ کر نجاست زائل کر دینے سے پاک ہو جاتا ہے، ایسے ہی کھرچنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اگر سوکھی نہ ہو تب بھی اگر اتنا رگڑ دے کہ نجاست کا نام ونشان باقی نہ رہے تو بھی پاک ہو جائے گا۔

متفرقات:

مسئلہ ۴۳ ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست اس طرح چھپا دی جائے کہ نجاست کی بو نہ آئے تو مٹی کا اوپر کا حصہ پاک ہے۔

مسئلہ ۴۴ بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ ۴۵ نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ اگر اتنا بھیگ جائے کہ بچھونے میں سے کچھ نجاست نکل کر بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴۶ کتے نے آٹے میں منہ ڈال دیا یا بندر نے جھوٹا کر دیا تو اگر آٹا گندھا ہوا ہو تو جہاں منہ ڈالا ہے وہاں سے اتنا نکال لیں، باقی کا کھانا درست ہے اور اگر آٹا خشک ہو تو جہاں جہاں اس کے منہ کا لعاب لگا ہو وہاں سے اتنا نکال لیں باقی سب پاک ہے۔

مسئلہ ۴۷ کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں، چنانچہ اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوگا، چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا، البتہ اگر کتے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴۸ نجس پانی میں کوئی کپڑا بھیگ گیا تھا، اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا گیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آ گئی لیکن اس میں نجاست کا رنگ نہیں آیا، نہ ہی بدبو آئی تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ جائے کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جائے گا اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔ اگر پیشاب وغیرہ سے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ پاک کپڑا لپیٹ دیا گیا جس سے پاک کپڑے میں نجاست کی ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴۹ لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہے کہ بیچ سے چر سکتا ہے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

کھال اور ہڈی وغیرہ کا حکم:

مسئلہ ۵۰ مردار کی کھال کو جب دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیں یا کوئی دوا وغیرہ لگا کر اس کو اس طرح درست کر لیں کہ

اس کی رطوبت ختم ہو جائے اور دیر تک رکھنے سے خراب نہ ہو تو پاک ہو جائے گی، اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مشک وغیرہ بنا کر اس میں پانی رکھنا بھی درست ہے، البتہ خنزیر کی کھال پاک نہیں ہوتی، دوسری سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں، مگر آدمی کی کھال سے کوئی کام لینا اور استعمال کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ ۵۱ کتا، بندر، بلی، شیر وغیرہ جن کی کھال درست کرنے سے پاک ہو جاتی ہے، بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے، چاہے اس کو دھوپ میں رکھ کر یا دوا لگا کر درست کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، البتہ ذبح کرنے سے ان کا گوشت پاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۵۲ مردار کے بال، سینگ، ہڈی اور دانت یہ سب چیزیں پاک ہیں اگر پانی میں گر جائیں تو نجس نہیں ہوگا، البتہ اگر ہڈی اور دانت وغیرہ پر اس مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہوئی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵۳ آدمی کی ہڈی اور بال بھی پاک ہیں لیکن ان کو استعمال کرنا اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ احترام سے کسی جگہ دفن کر دینا چاہیے۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل:

مسئلہ ۵۴ کافروں کی پکی ہوئی کھانے کی کوئی چیز اور ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو اس وقت تک ناپاک نہیں کہا جائے گا جب تک اس کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

مسئلہ ۵۵ بعض لوگ شیر وغیرہ کی چربی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں، البتہ اگر ماہر، دین دین طبیب کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوائے شیر وغیرہ کی چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علما کے نزدیک اس کو استعمال کرنا درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلہ ۵۶ راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے، بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو، فتویٰ اسی پر ہے، البتہ جس شخص کی بازار اور راستوں میں زیادہ آمد و رفت نہ ہو اس کے لیے احتیاط یہ ہے کہ اگر اس کے بدن وغیرہ پر کیچڑ یا ناپاک پانی لگ جائے تو وہ بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے، چاہے ناپاکی کا اثر بھی محسوس نہ ہو۔

مسئلہ ۵۷ نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ دھواں اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ بھی پاک ہے، جیسے: نوشادر کے بارے میں کہتے ہیں کہ نجاست کے دھوئیں سے بنتا ہے۔

مسئلہ ۵۸ نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری سے وہ تر نہ ہو گیا ہو۔

مسئلہ ۵۹ نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں، البتہ اگر ان میں جان پڑ گئی ہو تو اس کو کھانا درست نہیں، نیز گولر وغیرہ سب پھلوں کے کیڑوں اور سرکہ، دوا کے کیڑوں کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۶۰ کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور ان سے بو آنے لگے تو ناپاک نہیں ہوتیں، جیسے: گوشت، حلوہ وغیرہ مگر چونکہ ان کے کھانے سے نقصان ہوگا اس لیے ان کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ ۶۱ مشک، اس کا نافہ اور عنبر وغیرہ پاک ہے۔

مسئلہ ۶۲ نیند کی حالت میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ ۶۳ حلال جانور کا گندہ انڈا پاک ہے، بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو۔

مسئلہ ۶۴ سانپ کی کیچلی (سفید جھلی جو اس کے جسم سے اترتی ہے) پاک ہے۔

مسئلہ ۶۵ جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے، چاہے وہ پانی پہلی دفعہ کا ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جائے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جائے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۶۶ مردہ انسان کو جس پانی سے نہلایا جائے وہ نجس ہے۔

مسئلہ ۶۷ سانپ کی وہ کھال جو اس کے بدن سے لگی ہوئی ہو، نجس ہے۔

مسئلہ ۶۸ مردہ انسان کا لعاب نجس ہے۔

مسئلہ ۶۹ ایک تہہ والے کپڑے میں ایک طرف مقدارِ معاف سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف معاف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہوگی، البتہ اگر کپڑا دوہرا ہو یا دو کپڑوں کو ملا کر اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہوگی۔

مسئلہ ۷۰ دودھ دوہتے وقت ایک دو مینگنیاں دودھ میں گر جائیں تو معاف ہے، بشرطیکہ گرتے ہی نکال دی جائیں اور اگر دودھ دوہنے کے وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں ایسا ہوگا تو دودھ ناپاک ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷۱ ٹوٹ کر علیحدہ ہو جانے والے دانت کو اپنی جگہ پر رکھ کر اگر ناپاک چیز سے جما دیا جائے یا اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے

تو ان سب صورتوں میں اس دانت اور ہڈی وغیرہ کو نکالنا ضروری نہیں، بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۷۲﴾ ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں، بشرطیکہ ان چھینٹوں میں اس نجاست کا کوئی اثر نہ ہو۔

﴿مسئلہ۷۳﴾ دوہرا کپڑا یا روئی کا کپڑا اگر ایک جانب سے نجس ہو جائے اور ایک جانب سے پاک ہو تو سارا ناپاک سمجھا جائے گا۔ اس پر نماز درست نہیں، بشرطیکہ اس کا ناپاک حصہ نمازی کے کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے کی جگہ میں ہو اور دوہرے کپڑے کی دونوں جانبیں باہم سلی ہوئی ہوں۔ اگر سلی ہوئی نہ ہوں تو پھر ایک جانب کے ناپاک ہونے سے دوسری جانب ناپاک نہیں ہوگی بلکہ دوسری جانب نماز درست ہے، بشرطیکہ اوپر کی جانب کا کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ اس میں سے نیچے کی نجاست کا رنگ اور بو ظاہر نہ ہوتی ہو۔

﴿مسئلہ۷۴﴾ مرغی یا کسی اور پرندے کو پیٹ چاک کر کے اس کی آلائش نکالنے سے پہلے کھولتے پانی میں جوش دیا جائے، تو وہ کسی طرح پاک نہیں ہوگا۔

[ناپاک چیز کا بطور دوا استعمال:

﴿مسئلہ۷۵﴾ پاخانہ، پیشاب، شراب، مردار، اور خنزیر کا گوشت وغیرہ جو چیز ''نجس العین'' ہے یعنی خود ناپاک ہے ان کا نہ تو بیرونی استعمال جائز ہے کہ جسم پر کہیں لیپ کرے یا ملے اور نہ داخلی استعمال جائز ہے کہ ان کو کھائے۔

﴿مسئلہ۷۶﴾ جو چیز کسی دوسری چیز کے ملانے سے نجس ہوئی ہو، اس کا داخلی استعمال تو جائز نہیں، البتہ خارجی استعمال درست ہے، جیسے: ناپاک پانی یا شراب آمیز ادویہ، بشرطیکہ شراب دوا سے کم ہو۔

لیکن اگر کوئی شخص ایسی ناپاک چیزوں کے خارجی استعمال سے بھی پرہیز کرے تو بہتر ہے، اس لیے کہ بعض اوقات شدید بیماری کی حالت میں خیال نہیں رہتا، جس کی وجہ سے نجس دوا کپڑوں میں بھی لگ جاتی ہے یا بغیر دھوئے ہاتھ کسی برتن میں پڑ جاتا ہے اور وہ برتن اور پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گھر کے دوسرے افراد بھی اس نجاست سے ملوث ہو جاتے ہیں۔

﴿مسئلہ۷۷﴾ خنزیر کے سوا باقی تمام جانوروں شیر، ریچھ وغیرہ کی چربی ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ شیر وغیرہ کو ذبح کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے اسے گولی ماری جائے، جب مرنے لگے تو بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر تلوار اس کی گردن پر ماردی جائے، اس طرح اس کی چربی اور گوشت وغیرہ سب پاک ہو جائیں گے اور ان کا خارجی استعمال درست ہو جائے گا۔

بغیر ذبح کیے ان کی چربی وغیرہ پاک نہیں ہوتی اس لیے اس کا خارجی استعمال جائز نہیں ہوگا۔[1]] (ذبح سے ایسے جانوروں کے گوشت اور چربی کے پاک ہونے میں دو قول ہیں، راجح یہی ہے کہ ذبح سے ان کا گوشت اور چربی پاک نہیں ہوتی، البتہ علاج کی ضرورت کے پیشِ نظر دوسرے قول کے مطابق ان کی چربی کے خارجی استعمال کی گنجائش ہے)

اضافہ

پیشاب فلٹر کرنے کے بعد بھی ناپاک رہے گا:

﴿مسئلہ ۱﴾ فلٹر کرنے سے پیشاب کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کے بدبودار اجزا نکال لیے جاتے ہیں، اس لیے فلٹر کرنے کے بعد بھی پیشاب ناپاک ہی رہے گا اور اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل: ۵۶، نظام الفتاویٰ: ۲۶/۱)

دھوبی کی دھلائی کا حکم:

﴿مسئلہ ۲﴾ جو کپڑا دھوبی کو پاک دیا گیا ہے وہ دھلنے کے بعد بھی پاک ہی رہے گا اور جو کپڑا ناپاک دیا گیا ہے وہ ناپاک رہے گا، اس لیے کہ شریعت کا اصول ہے ((الیقین لا یزول إلا بالیقین)) لہٰذا جب تک پاک کپڑے کی ناپاکی کا اور ناپاک کپڑے کی پاکی کا یقین نہ ہوگا وہ اصلی حالت پر برقرار رہیں گے، البتہ اگر دھوبی جاری پانی میں یا اتنے بڑے حوض میں دھوئے جس کا رقبہ سو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو تو ناپاک کپڑا بھی پاک ہو جائے گا۔ ضرورت کی بنا پر اگر دھوبی "قلتین" کے بقدر یعنی ۲۸۷ء۷ ۲۱ کلوگرام پانی میں کپڑے دھوئے تو بھی گنجائش ہے۔

ڈرائی کلین کا حکم:

﴿مسئلہ ۳﴾ اس کا حکم بھی دھوبی کی دھلائی کی طرح ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ۸۳/۲ ـ ۸۴)

فرش اور قالین پاک کرنے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۴﴾ فرش خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے، قالین وغیرہ تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، اس طرح کہ ہر مرتبہ ٹپکنا بند ہو جائے، بشرطیکہ نچوڑنا مشکل ہو اور اگر نچوڑنا مشکل نہ ہو تو تین بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب کسی برتن یا چھوٹے حوض میں ڈال کر دھویا جائے، اگر اوپر سے پانی ڈالا جائے یا بہتے پانی

(۱) طبی جوہر ملحق اصلی بہشتی زیور

میں ڈالا جائے تو نہ تین مرتبہ دھونا شرط ہے اور نہ نچوڑنا، بلکہ یوں اندازہ لگایا جائے کہ اگر برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈالا جاتا تو جتنے پانی میں کپڑا ڈوب جاتا اس سے تین گنا پانی بہا دینے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (أحسن الفتاویٰ : ۹۲/۲)

ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو نچوڑنا ضروری نہیں:

مسئلہ ۵ جب پاکی حاصل کرنے کے لیے ٹونٹی سے پانی ڈالا جائے تو اس میں نچوڑنا اور تین دفعہ دھونا ضروری نہیں، بلکہ اس پر اتنا پانی بہا دینا کافی ہے جتنا تین دفعہ برتن میں دھونے پر خرچ ہوتا ہے۔ (أحسن الفتاویٰ : ۹۷/۲)

استنجا کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ سو کر اٹھنے کے بعد جب تک گٹے تک ہاتھ نہ دھولے اس وقت تک پانی میں ہاتھ نہ ڈالے، چاہے ہاتھ پاک ہو یا ناپاک۔ اگر پانی لوٹے وغیرہ کی طرح کسی چھوٹے برتن میں رکھا ہو، تو بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے پھر برتن دائیں ہاتھ میں لے کر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور اگر پانی چھوٹے برتن میں نہ ہو بلکہ بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو کسی پیالہ وغیرہ سے نکال لے مگر اس بات کا خیال رکھے کہ انگلیاں پانی میں نہ ڈوبیں۔ اگر پیالہ وغیرہ کچھ نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے چلّو بنا کر پانی نکالے اور جہاں تک ہو سکے پانی میں انگلیاں کم ڈالے اور پانی نکال کر پہلے دایاں ہاتھ دھوئے پھر جتنا چاہے دایاں ہاتھ ڈال دے اور پانی نکال کے بایاں ہاتھ دھوئے۔ ہاتھ دھونے کی یہ ترتیب اس وقت ہے کہ جب ہاتھ ناپاک نہ ہوں اور اگر ناپاک ہوں تو ہرگز مٹکے میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ کسی ایسی ترتیب سے پانی نکالے کہ پانی نجس نہ ہونے پائے، مثلاً: پاک رومال ڈال کر پانی نکالے، پانی کی دھار جو رومال سے بہے اس سے ہاتھ پاک کرلے یا اور جس طرح ممکن ہو، پاک کرلے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ پیشاب، پاخانہ کے مقام سے نجاست نکلنے کے بعد استنجا کرنا سنت ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر نجاست بالکل ادھر ادھر نہ نکلے اور پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ پاک پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کرلے اور اتنا پونچھ ڈالے کہ نجاست جاتی رہے اور بدن صاف ہو جائے تو بھی جائز ہے لیکن یہ بات نظافت کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں، بس اتنا خیال رکھے کہ نجاست ادھر ادھر پھیلنے نہ پائے اور بدن خوب صاف ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل ہے لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے، دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلے سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے لیکن پانی سے پاکی حاصل کرنا اولیٰ ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ پانی سے استنجا کرنے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے، پھر مخرج کو اتنا دھوئے کہ اطمینان ہو جائے کہ اچھی طرح صفائی ہوگئی ہے، البتہ اگر کوئی شخص ایسا وہمی ہو کہ بہت زیادہ پانی خرچ کرنے کے باوجود اس کا اطمینان نہیں ہوتا تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ تین دفعہ دھولے، اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

(مسئلہ۷) اگر کہیں تنہائی کا موقع نہ ملے تو پانی سے استنجا کرنے کے لیے کسی مرد یا عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا درست نہیں، ایسے وقت میں پانی سے استنجا نہ کرے، بلکہ استنجا کیے بغیر نماز پڑھ لے، کیونکہ کسی کے سامنے بدن کھولنا بڑا گناہ ہے۔

(مسئلہ۸) ہڈی، گوبر، لید وغیرہ، کوئلہ، شیشہ، پکی اینٹ، کھانے کی چیز، کاغذ اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا برا اور منع ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی کرلے تو بدن پاک ہوجائے گا۔

(مسئلہ۹) پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے۔

(مسئلہ۱۰) چھوٹے بچے کو قبلہ رُخ بٹھا کر پیشاب یا پاخانہ کروانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

(مسئلہ۱۱) استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا بھی درست ہے، لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

(مسئلہ۱۲) جب قضائے حاجت کے لیے جائے تو بیت الخلاء کے دروازہ سے باہر ہی بسم اللہ کہے اور پھر یہ دعا پڑھے «اللّٰهم إني أعوذبك من الخبث والخبائث» اور بہتر یہ ہے کہ ننگے سر نہ جائے اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نام ہو تو اس کو اندر داخل ہونے سے پہلے اتار دے۔ داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے۔ اگر چھینک آئے تو صرف دل ہی دل میں الحمد للہ کہے۔ زبان سے کچھ نہ کہے اور نہ بلاضرورت وہاں کوئی بات کرے۔ جب نکلے تو دایاں پیر پہلے نکالے اور دروازہ سے نکل کر یہ دعا پڑھے: «غفرانك . الحمدللّٰه الذي أذهب عني الأذىٰ وعافاني» اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو مل کر دھولے۔

قضائے حاجت کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے:

بات کرنا، بلاضرورت کھانسنا، کسی آیت، حدیث یا کسی اور متبرک چیز کا پڑھنا، ایسی چیز جس پر اللہ تعالیٰ، نبی، کسی فرشتے کا نام، کوئی آیت، حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو، اپنے ساتھ رکھنا، البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں۔

(مسئلہ۱۳) بلاضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہوکر پاخانہ یا پیشاب کرنا، تمام کپڑے اتار کر برہنہ ہوکر پاخانہ یا پیشاب کرنا، داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

(مسئلہ۱۴) قضائے حاجت کے وقت چاند یا سورج کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ نہر اور تالاب وغیرہ کے

کنارے پاخانہ یا پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگر چہ اس میں نجاست نہ گرے، اسی طرح ایسے سایہ دار درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں، پھل پھول والے درخت کے نیچے، ایسی جگہ جہاں لوگ سردی کے موسم میں دھوپ سینکنے کے لیے بیٹھتے ہوں، جانوروں کے درمیان، مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب کہ جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو، قبرستان میں، ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں، راستے میں، ہوا کے رُخ پر، کسی بل یا سوراخ میں، راستے کے قریب جہاں قافلہ وغیرہ گزرتا ہو یا کسی مجمع کے قریب پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ حاصل یہ کہ ہر ایسی جگہ جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے، قضائے حاجت کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا درست نہیں:

مسئلہ ۱۵ ہڈی، کھانے کی چیزیں، لید اور تمام ناپاک چیزیں، وہ ڈھیلا یا پتھر جس سے ایک مرتبہ استنجا ہو چکا ہو، پختہ اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا، وغیرہ اور ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کریں، جیسے: سرکہ وغیرہ یا ایسی چیزیں جن کو جانور وغیرہ کھاتے ہوں، جیسے: بھوسہ اور گھاس وغیرہ، یا ایسی چیزیں جو قیمت والی ہوں، چاہے قیمت تھوڑی ہو یا بہت، جیسے: کپڑا، یعنی ایسا کپڑا جس کو اگر استنجا کے بعد دھویا جائے تو اس کی قیمت میں کمی آجائے، جیسے: ریشم وغیرہ کا کپڑا۔ اسی طرح عرق وغیرہ اور آدمی کے اجزا، جیسے: بال، ہڈی، گوشت وغیرہ، مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ، درختوں کے پتے، کاغذ چاہے لکھا ہو یا سادہ، زمزم کا پانی، بغیر اجازت دوسرے کے مال سے، چاہے وہ پانی ہو یا کپڑا یا کوئی اور چیز، روئی اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا جانور نفع اٹھائیں، ایسی تمام چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا درست ہے:

مسئلہ ۱۶ پانی، مٹی کا ڈھیلہ، پتھر، بے قیمت کپڑا اور تمام وہ چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں، بشرطیکہ مال اور محترم نہ ہوں، ان سب سے استنجا درست ہے۔

[جاذِب کاغذ (ٹائلٹ پیپر) جو استنجا کے لیے ہی بنایا جاتا ہے اس سے استنجا جائز ہے۔]

اضافہ

جو استنجا نہ کر سکے:

مسئلہ ۱ جب تک کسی طرح بھی استنجا کرنے پر قدرت ہو، استنجا معاف نہیں، البتہ ایسا عاجز شخص جس کے دونوں

ہاتھ شل ہو گئے ہوں یا ایک ہاتھ شل ہو گیا ہو، مگر کوئی پانی ڈالنے والا نہیں اور جاری پانی بھی نہیں جس میں بیٹھ کر صحیح ہاتھ سے استنجا کر سکے، نیز عورت کا شوہر یا مرد کی بیوی بھی نہیں کہ استنجا کرائے تو اس صورت میں استنجا معاف ہے۔

(أحسن الفتاویٰ: ۲/۱۰۸)

کتاب الصلاۃ

نماز کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کی بہت بڑی فضیلت ہے، کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز سے زیادہ پیاری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں، ان کے پڑھنے کا بڑا ثواب اور ان کا چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جو اچھی طرح سے وضو کرے اور خوب دل لگا کر اچھی طرح نماز پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام صغیرہ گناہ بخش دے گا اور جنت عطا کر دے گا۔'' (جمع الفوائد: ۱/ ۵۳)

دین کا ستون:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نماز دین کا ستون ہے لہٰذا جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین کو ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرا دیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین کو برباد کر دیا۔''

روشن چہرہ:

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ گچھ ہوگی اور نمازیوں کے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ قیامت میں آفتاب کی طرح چمکتے ہوں گے اور بے نمازی اس دولت سے محروم رہیں گے۔''

نمازیوں کا مرتبہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نمازیوں کا حشر قیامت کے دن انبیاء اور اولیاء کے ساتھ ہوگا اور بے نمازیوں کا حشر فرعون، ہامان، قارون اور ان جیسے بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا۔''

اس لیے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کا بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا، بے نمازی کافروں کے برابر سمجھا گیا۔

نماز بے حیائی سے روکتی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ﴾ ''بیشک نماز بے حیائی اور گناہ سے روک دیتی ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ نماز باقاعدہ پڑھنے سے ایسی برکت ہوتی ہے کہ نمازی تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے، اگرچہ اور بھی بعض عبادتیں ایسی ہیں جن سے یہ برکت حاصل ہوتی ہے، مگر نماز کو اس میں خاص دخل ہے اور نماز

اس حوالے سے اعلیٰ درجہ کی تاثیر رکھتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ نماز سنت کے مطابق عمدہ طریقے سے ادا کی جائے، نمازی کے دل میں اللہ پاک کی عظمت ہو، ظاہر اور باطن سکون و عاجزی سے بھرا ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے، جس درجہ نماز کو کامل ادا کرے گا اسی درجہ کی برکت حاصل ہوگی، کوئی عبادت نماز سے زیادہ حق تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ایسی عبادت جو تمام گناہوں سے روک دے اور دوزخ سے نجات دلا دے اس کو نہایت اہتمام سے ادا کرے اور کبھی قضا نہ کرے۔

قبولیتِ نماز کی علامت:

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے ایسی نماز پڑھی کہ نماز نے اس نمازی کو بے حیائی کے (کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے نہ روکا تو وہ شخص اس نماز کے سبب اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اور کسی بات میں نہ بڑھا۔ یعنی اس کو نماز کے سبب قربِ خداوندی اور ثواب میسر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دوری بڑھے گی اور یہ اس بات کی سزا ہے کہ اس نے ایسی پیاری عبادت کی قدر نہ کی اور اس کا حق ادا نہ کیا۔ پس معلوم ہوا کہ نماز قبول ہونے کی کسوٹی اور پہچان یہ ہے کہ نمازی نماز پڑھنے کے سبب گناہوں سے باز رہے اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ”بے شک اس نمازی کی نماز مقبول نہیں ہوتی (اور اس کو ثواب نہیں ملتا اگرچہ بعض صورتوں میں فرض ذِمّے سے اتر جاتا ہے اور کچھ ثواب بھی مل جاتا ہے) جو نماز کی تابعداری نہ کرے اور نماز کی تابعداری (کی پہچان یا اس کا اثر) یہ ہے کہ نماز نمازی کو بے حیائی (کے کاموں) اور گناہ (کی باتوں) سے روک دے۔“

نماز چوری سے روک دے گی:

حدیث میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے (یعنی شب بیدار اور عبادت گذار ہے) پھر جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بیشک عنقریب نماز اس کو اس کام سے روک دے گی جو آپ بتا رہے ہیں۔“ (یعنی چوری کرنا چھوڑ دے گا اور گناہ سے باز آجائے گا)

نماز کا دعا یا بددعا کرنا:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس وقت آدمی وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے (یعنی سنت کے مطابق اچھی طرح وضو کرتا ہے) پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اچھے طریقے سے نماز کا

رکوع کرتا ہے اور خوب اچھی طرح نماز کا سجدہ کرتا ہے اور صحیح طریقے سے نماز میں قرآن پڑھتا ہے (یعنی رکوع، سجدہ، قراءت اچھی طرح ادا کرتا ہے) تو نماز کہتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تیری ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔'' (یعنی میرا حق ادا کیا، مجھے ضائع نہیں کیا) پھر وہ نماز آسمان کی طرف اس حال میں اٹھائی جاتی ہے کہ اس میں چمک اور روشنی ہوتی ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (تا کہ اندر پہنچ جائے اور مقبول ہو جائے) اور اگر آدمی اچھی طرح وضو نہیں کرتا اور رکوع، سجدہ، قراءت اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو وہ نماز کہتی ہے: ''خدا تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا۔'' پھر وہ آسمان کی طرف اس حال میں اٹھائی جاتی ہے کہ اس پر اندھیرا ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں (تا کہ وہاں نہ پہنچے اور مقبول نہ ہو) پھر پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔'' (یعنی قبول نہیں ہوتی اور اس کا ثواب نہیں ملتا)

بڑا چور:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چوروں میں بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔'' عرض کیا گیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کس طرح اپنی نماز چراتا ہے؟'' فرمایا: ''پوری طرح اس کا رکوع اور سجدہ ادا نہیں کرتا اور بخیلوں میں بڑا بخیل وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔''

(رواہ الطبرانی فی الثلثة ورجاله ثقات كذا فی مجمع الزوائد)

غرضیکہ نماز جیسی آسان اور بہترین عبادت کا حق ادا نہ کرنا بڑی چوری ہے، جس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔ مسلمانوں کو غیرت کرنی چاہیے کہ نماز صحیح طریقہ سے ادا نہ کرنے کی وجہ سے ان کو ایسا برا خطاب دیا گیا۔

رکوع وسجدہ صحیح نہ کرنے والے کی نماز قبول نہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص کو مسجد میں دیکھا جو نماز میں رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا نہیں کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی جو رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔''

(رواہ الطبرانی فی الأوسط والصغیر وفیه إبراهیم بن عباد الكرمانی ولم أجد من ذكره كذا فی الزوائد)

اللہ تعالیٰ صرف کامل چیزوں کو قبول کرتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی کی ملکیت میں یہ ستون

ہوتا تو وہ اس بات کو برا سمجھتا کہ اس ستون کو خراب کر دیا جائے۔ تو تم میں سے کوئی ایسا کام کیوں کرتا ہے جس سے اس کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ پس تم با قاعدہ پابندی کے ساتھ اچھی طرح سے نماز ادا کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ صرف کامل چیز کو قبول کرتا ہے۔'' (یعنی ناقص عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں) (رواه الطبرانی فی الأوسط بأسناد حسن)

افضل ترین عمل:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا: ''ایمان کے بعد سب سے افضل عمل کون سا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز'' اس نے عرض کیا: ''اس کے بعد کونسا (عمل افضل ہے)؟'' فرمایا: ''نماز'' اس نے عرض کیا: ''پھر کون سا (عمل افضل ہے)؟'' فرمایا: ''نماز''۔ (یہ ارشاد) تین بار فرمایا۔

(اس قدر تاکید سے نماز کی فضیلت نماز کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے آپ نے بیان فرمائی تا کہ لوگ اس کا خوب اہتمام کریں اور اسے کسی حال میں نہ چھوڑیں) پھر جب اس نے بار بار پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ (اور یہ سوال بظاہر چوتھی بار ہوگا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد'' (یعنی نماز کے بعد کافروں سے لڑنا، سب اعمال سے افضل ہے) اس آدمی نے عرض کیا: ''میرے والدین زندہ ہیں۔ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے والدین سے بھلائی کرنے کا حکم کرتا ہوں'' (یعنی ان سے نیکی کر اور ان کو تکلیف نہ پہنچا کہ ان کو تکلیف دینا حرام ہے۔ اس قدر حق والدین کا فرض اور ضروری ہے کہ جس کام میں ان کو تکلیف ہو وہ نہ کرے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ ہو جس کا درجہ والدین کے حق ادا کرنے سے بڑا ہو اور نہ اس میں حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور تکلیف سے مراد وہ تکلیف ہے جس کو شریعت نے تکلیف شمار کیا ہے اور اس سے زیادہ حق ادا کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں عام لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں۔ اس کو تفصیل کے ساتھ رسالہ " إزالة الرين عن حقوق الوالدين " میں بیان کیا گیا ہے) اس نے عرض کیا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں ضرور جہاد کروں گا اور بے شک ان دونوں (والد اور والدہ) کو چھوڑ جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور جہاد کرنے میں سے جس طرف تیری طبیعت راغب ہو اس کو کرو۔

ایک اشکال کا جواب:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کا درجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے بڑھ کر ہے اور بعض حدیثوں میں فرض نماز

کے بعد حقوق والدین ادا کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس کے بعد جہاد کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں جہاد سے حقوقِ والدین کے افضل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حقوق والدین چونکہ بندوں کے حق ہیں جو بندوں کے معاف کیے بغیر معاف نہیں ہوسکتے، اس اعتبار سے ان کا مرتبہ جہاد سے بڑھ کر ہے کہ اگر کوئی فرض جہاد ادا نہ کرے اور اس کا وقت نکل جائے تو توبہ کر لینے سے یہ گناہ معاف ہوجائے گا مگر حقوق العباد فقط توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف قسم کے سائل حاضر ہوتے تھے اور آپ ہر شخص کو اس کی حالت کے مطابق جواب دیتے تھے۔

(رواه أحمد وفيه ابن لهيعة على زنة فعيلة وهو ضعيف وقد حسن له الترمذي وبقية رجاله رجال الصحيح كذا في مجمع الزوائد)

گناہوں کو مٹا دینے والی چیز:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک ہر نماز (نمازی کے) ان گناہوں کو جو اس نماز سے پہلے کیے ہیں مٹا دیتی ہے۔'' (رواه أحمد بأسناد حسن)

مطلب یہ ہے کہ ہر نماز پڑھنے سے وہ گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں جو اس نماز سے دوسری نماز پڑھنے تک ہوئے ہوں۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ایک فرض نماز دوسری نماز کے ساتھ مل کر (ان گناہوں کو) مٹا دیتی ہے جو اس (نماز) سے پہلے ہوئے۔ (یعنی اس نماز سے پہلے جو گناہ صغیرہ ہوئے وہ معاف ہوگئے۔ اسی طرح دوسری نماز تک جتنے صغیرہ گناہ ہوئے وہ اس سے معاف ہوگئے) اور (نماز) جمعہ ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے جو اس (جمعہ) سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرا جمعہ پڑھے (اور بعض حدیثوں میں اس سے تین دن آگے تک گناہ معاف ہوجانا آیا ہے، یعنی جمعہ کی نماز سے تین دن آگے کے صغیرہ گناہ معاف کیے جاتے ہیں) اور ماہِ رمضان کا روزہ ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اس رمضان سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور حج ان (گناہوں) کو مٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے ہوئے، یہاں تک کہ دوسرا حج کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان عورت کو حج کرنا جائز نہیں، مگر خاوند یا ذی رحم محرم کے ہمراہ۔''

(رواه الطبراني في الكبير وفيه المفضل بن صدقة وهو متروك الحديث)

اگر کوئی کہے کہ جس شخص سے صغیرہ گناہ نہ ہوں، اس کو کیا فضیلت حاصل ہوگی؟ پھر یہ کہ جب نمازوں سے ادھر ادھر کے

سب گناہ معاف ہوگئے تو جمعہ وغیرہ سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؟ اب تو کوئی صغیرہ گناہ رہا ہی نہیں جو معاف ہو، تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں درجے بلند ہوں گے۔

پانچوں نمازوں کی مثال:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پنج وقتہ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے میٹھے پانی کی نہر جو تم میں سے کسی کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہائے، تو کیا اس پر کچھ میل باقی رہے گا؟''

(رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عفیر بن معدان وھو ضعیف جداً کذا فی مجمع الزوائد)

سب سے پہلے حساب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز درست ہوگی تو اس کے باقی تمام اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز خراب ہوگی تو اس کے باقی سب اعمال بھی خراب ہوں گے۔ پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے: ''اے فرشتو! دیکھو میرے بندے کے پاس کچھ نفل نمازیں بھی ہیں؟'' اگر کچھ نفل نمازیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ان نفلوں کے ذریعے اس کے فرضوں کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ اسی طرح باقی فرائض کی کمی نوافل سے پوری کر دی جائے گی، جیسے فرض روزہ کی کمی نفل روزہ سے پوری کی جائے گی۔'' (رواہ ابن عساکر بسند حسن کذا فی کنزالعمال : ج ٤)

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ فرض کو نفل سے پورا کیا جائے گا، ورنہ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ فرض کی تکمیل نفل سے نہ ہو بلکہ جب فرض پورا نہ ہو تو عذاب دیا جائے، مگر سبحان اللہ! رحمتِ خداوندی کا کیا ٹھکانہ ہے اور جس کے فرائض درست نہ ہوں گے اور نوافل بھی نہ ہوں گے تو اسے عذاب دیا جائے گا، البتہ اگر اللہ تعالیٰ رحم کر دے تو یہ دوسری بات ہے۔

افضل ترین عبادت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بندوں پر جو عبادتیں فرض کی ہیں ان میں سے سب سے افضل نماز ہے۔ جو شخص اسے بڑھا سکتا ہے وہ اسے خوب بڑھائے۔'' (کثرت سے نماز پڑھے تاکہ ثواب زیادہ ملے۔)

جنت میں داخلہ کی ذمہ داری:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام

تشریف لائے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محمد! بیشک میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کردی ہیں۔ جس شخص نے ان کو مکمل وضو کے ساتھ اپنے اوقات کے اندر کامل رکوع وسجدہ کے ساتھ پورا پورا ادا کردیا تو اس کے لیے ان نمازوں کی وجہ سے میری یہ ذمہ داری ہے کہ اسے جنت میں داخل کروں اور جو میرے پاس اس حال میں آیا کہ اس نے ان نمازوں میں کوتاہی کی ہوگی، اس کے لیے میری کوئی ذمہ داری نہیں۔ اگر چاہوں تو اسے عذاب دوں اور چاہوں تو اس پر رحم کردوں۔'' (کنز العمال)

تحیۃ الوضو کی فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعت ایسی پڑھیں کہ ان میں اسے بھول اور سہو نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرمادے گا۔''

(رواہ أحمد و أبوداوٗد، والحاکم عن زید بن خالد الجھنی کذا فی الکنز)

دو رکعت نماز اس اہتمام سے ادا کرنا کہ اس میں کوئی سہو نہ ہو ممکن ہے، بہت سہولت سے ادا ہوسکتی ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ غفلت نہ ہو اس لیے کہ سہو اکثر غفلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نور کا باعث:

فرمایا: ''نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، پس جو چاہے اپنے دل کو منور کردے۔'' (رواہ الدیلمی)

افضل ترین فرض:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے توحید اور نماز سے زیادہ کوئی افضل چیز فرض نہیں کی۔ اگر ان سے زیادہ کوئی چیز افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فرض فرماتے۔ فرشتوں میں سے کوئی رکوع کر رہا ہے اور کوئی سجدے کی حالت میں (مشغول عبادت) ہے۔''

یعنی فرشتے چونکہ پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، ان میں عبادت ہی کا مادہ رکھا گیا ہے، اس لیے انہیں عبادت سے خاص لگاؤ ہے، تو اگر کوئی عبادت نماز سے افضل ہوتی تو ان پر فرض کی جاتی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نماز مجموعی ہیئت سے ہم پر فرض ہے، فرشتوں پر اس طرح مجموعی ہیئت سے فرض نہیں بلکہ اس کے مختلف اجزا مختلف فرشتوں پر فرض کیے گئے ہیں (بعض پر رکوع فرض ہے اور بعض پر سجدہ وغیرہ) تو ہماری کتنی خوش نصیبی ہے کہ اس عبادت کے وہ اجزا جو فرشتوں پر تقسیم کرکے فرض کیے گئے ہیں وہ سب مجموعی اعتبار سے ہمیں عطا

ہوئے ہیں، ہماری نماز میں قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ سب کچھ ہے، اس لیے اس نعمت کی بہت قدر کرنی چاہیے۔

آخری نماز:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں اپنی موت کو یاد کرو، جو بھی نماز میں موت کو یاد کرے گا وہ ضرور عمدہ طریقے سے نماز ادا کرے گا اور اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو اپنی زندگی کی آخری نماز پڑھ رہا ہو اور ایسے کام سے بچو جس سے معذرت کرنی پڑے۔“ (رواہ الدیلمی عن أنس مرفوعا وحسنہ الحافظ بن حجر)

افضل نماز:

فرمایا: ”افضل نماز وہ ہے جس میں قیام طویل ہو، یعنی جس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے۔“

(رواہ الطحاوی وسعید بن منصور)

بغیر خشوع کے نماز:

فرمایا: ”اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو نماز میں عاجزی اختیار نہیں کرتا۔“ (رواہ الدیلمی)

حدیث میں ((تخشع)) کا لفظ آیا ہے اس کا معنی عاجزی سے کیا گیا ہے۔ ((تخشع)) کا حقیقی معنی ”سکون“ ہے مگر چونکہ عاجزی کے بغیر سکون میسر نہیں آسکتا اس لیے ترجمہ عاجزی سے کیا گیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی میں عاجزی نہ ہوگی اور بے دھڑک ہوکر بے باکی سے اٹھے بیٹھے گا تو یہ نہیں ہوسکتا کہ ادھر ادھر نہ دیکھے، ہلے جلے نہیں، بلکہ وہ آزاد رہے گا اور جب عاجزی ہوگی تو پورے ادب کے ساتھ ادھر ادھر دیکھے بغیر پورے سکون سے نماز ادا کرے گا۔

آخری وصیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری ارشاد یہ تھا: ”نماز کا اہتمام کرو، باندیوں اور غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔“ (کنز العمال)

یہ دونوں باتیں اتنی اہم تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے روانگی کے وقت بھی ان کا خاص طور سے ذکر فرمایا، اس لیے کہ لوگ نماز میں بھی کوتاہی کرتے ہیں، نیز باندیوں اور غلاموں کو تکلیف دینے اور انہیں حقیر سمجھنے کو معمولی بات خیال کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔

اللہ والوں کو نماز کا شوق:

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں نماز کی اسی اہمیت کی وجہ سے اللہ کے نیک بندوں میں نماز کا خاص ذوق وشوق رہا ہے۔

حضرت منصور بن زاذان رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آفتاب نکلنے کے وقت سے عصر تک (سوائے وقتِ زوال) برابر نماز پڑھتے رہتے تھے، پھر عصر سے لیکر مغرب تک تسبیح پڑھتے تھے، پھر مغرب پڑھتے، ان کا حال یہ تھا کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ ملک الموت دروازے پر کھڑے ہیں تو وہ اپنے عمل میں کچھ زیادتی نہ کرسکتے۔ یعنی پہلے سے ان کے تمام اوقات عبادت واطاعت میں مصروف تھے، ملک الموت کے خوف سے کسی عمل کے اضافے کا موقع ہی نہ تھا اور نہ ضرورت تھی۔

اسی طرح منصور بن المعتمر بڑے درجے کے تابعی ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک ان کا حال یہ رہا کہ وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات بھر عبادت کرتے اور تمام رات (عذاب کے خوف سے) روتے رہتے تھے۔ اگر کوئی ان کو نماز کی حالت میں دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ ابھی یہ مرجائیں گے، یعنی خوف وخشیت کی ایسی کیفیت ان پر طاری رہتی تھی۔ جب صبح ہوتی تو سرمہ لگاتے، ہونٹوں کو تر کرتے اور سر میں تیل لگاتے، (تاکہ تروتازہ معلوم ہوں، رات کی بیداری کے آثار ظاہر نہ ہوں) ان کی ماں ان سے کہتی کہ یہ حالت کیوں بدلتے ہو تو وہ عرض کرتے: ''اس چیز کو میں خوب جانتا ہوں جو میرے نفس نے انجام دی ہے۔'' (اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ میرے نفس نے یہ خواہش کی کہ میری شہرت ہو، عبادت کا چرچا ہو، میری صورت سے عبادت کے آثار ظاہر ہوں اور لوگ بزرگ سمجھیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میرے نفس نے کوئی اچھی عبادت نہیں کی، لیکن میری صورت سے عبادت گزاری معلوم ہورہی ہے۔ اس سے لوگ دھوکہ میں پڑیں گے اور مجھے بزرگ سمجھیں گے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لیے حالت بدلتا ہوں) روتے روتے ان کی بینائی کمزور ہوگئی تھی، ان کو امیر عراق نے ایک بار کوفہ کے عہدۂ قضا کی پیش کش کی تو انہوں نے انکار کردیا، جس پر انہیں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور پھر بعد میں چھوڑ دیا گیا۔

سننِ مؤکدہ کی فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دن رات میں فرض نماز کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار کریں گے۔'' (رواہ فی الجامع الصغیر بسند صحیح) یہاں بارہ رکعتوں سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں، جو یہ ہیں: دو فجر کی، چھ ظہر کی، دو مغرب کی اور دو عشا کے بعد کی۔

اوّابین کی فضیلت:

حدیث میں ہے: ''جس نے مغرب اور عشا کے درمیان چھ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان میں کوئی بری بات نہیں کی، اس کو بارہ سال کی نفل عبادت کے برابر ثواب دیا جائے گا۔'' (رواہ فی الجامع الصغیر بسند ضعیف)

جہنم سے نجات کا پروانہ:

حدیث میں ہے: ''جس شخص نے دو رکعت نماز ایسی تنہائی کی جگہ میں پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ اور اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اس کے لیے دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھ دیا جائے گا۔''

(رواہ الإمام السیوطی بسند ضعیف)

مطلب یہ ہے کہ اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی جس کی برکت سے جہنم سے محفوظ رہے گا لیکن یہ برکت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ مسلسل پڑھتا رہے۔

چاشت کی فضیلت:

ارشاد فرمایا: '' جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے سونے کا محل تیار فرماتے ہیں۔''

(الجامع الصغیر)

ارشادِ نبوی ہے: ''جس نے چار رکعت چاشت کی نماز اور ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ چار رکعت نفل نماز پڑھی، اس کے لیے جنت میں ایک مکان تیار کیا جائے گا۔'' (رواہ الطبرانی باسناد حسن)

جنت میں گھر:

ارشاد فرمایا: ''جو شخص مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعت نفل نماز پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائیں گے۔ (رواہ الإمام السیوطی بإسناد ضعیف)

نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت کی فضیلت:

حدیث میں ہے:

((من صلی قبل العصر أربعا ، حرمه اللّٰه علی النار)).

(رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مرفوعا بإسناد حسن)

''جس نے عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نفل نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔'' مطلب یہ ہے کہ عصر سے قبل نفل کی پابندی کرنے سے نیک عمل کرنے کی اور برائی سے بچنے کی توفیق ہوگی، جس کی برکت سے جہنم سے نجات ملے گی، مگر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نفل نماز اتنی ہو جسے پابندی سے نبھا سکے اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔ ہاں کبھی کسی عذر کی بنا پر ناغہ ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

حدیث میں ہے:

((رحم اللّٰہ امرءً صلی قبل العصر أربعاً)). (رواہ الإمام السیوطی بإسناد صحیح)

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھے۔''

تہجد کی فضیلت:

حدیث میں ہے: ''رات کی نماز یعنی تہجد کو اپنے اوپر لازم کرلو، اگر چہ ایک ہی رکعت ہو۔''

(رواہ الإمام السیوطی بسندصحیح)

مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز ضرور پڑھ لیا کرو، اگر چہ مقدار میں کم ہی ہو کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ''اگر چہ ایک رکعت ہو'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت پڑھ لے، کیونکہ ایک رکعت نماز پڑھنا درست نہیں ہے بلکہ کم از کم دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔

حدیث میں ہے: ''رات کے قیام یعنی تہجد کی نماز کو اپنے ذمہ لازم کرلو، کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا خاص طریقہ اور پہچان ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، صغیرہ گناہوں کو مٹاتی اور جسمانی بیماریوں سے شفا ہے۔'' (رواہ السیوطی بسند صحیح)

ذرا غور کریں! اِس نماز کا کس قدر نفع اور ثواب ہے، گزشتہ گناہوں کی معافی، آئندہ گناہوں سے روکنے اور ساتھ ہی جسمانی بیماریوں سے شفا کا ذریعہ بھی ہے اور باطنی بیماریوں کی تو شفا ہے ہی، اس لیے کہ حدیث میں ہے: ''اللہ کا ذکر دلوں (کی بیماریوں) کے لیے شفا ہے'' اور نماز اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، اس میں کوئی دشواری بھی نہیں۔ تہجد کے وقت خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے تہجد کی نماز اہتمام سے پڑھنا چاہیے۔

نمازِ اشراق کی فضیلت:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! تو دن کے شروع میں میری رضا کے لیے چار رکعت نفل پڑھ، میں دن کے آخر تک تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔'' (رواہ الترمذی وغیرہٗ)

یہ اشراق کی فضیلت ہے۔ اس کے پڑھنے کا طریقہ آگے کتاب میں موجود ہے۔ دیکھئے! ثواب کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیوی کاموں کو بھی پورا فرماتے ہیں اور دین و دنیا کی نعمتیں میسر آتی ہیں۔ لوگ مصیبت کے وقت ادھر ادھر مارے مارے پھرتے

ہیں۔مخلوق کی خوشامد کرتے ہیں۔کاش!وہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کریں اوراس کے بتائے ہوئے وظیفے اورنماز پڑھیں تو دنیا بھی سدھر جائے،آخرت میں بھی ثواب سے مالا مال ہوں اورمخلوق کی خوشامد کی ذلت سے بھی نجات ملے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا کوئی نہ کوئی پیشہ ہوتا ہے(جس سے وہ روزی حاصل کرتے ہیں) ہمارا پیشہ تقویٰ اور توکل ہے۔تقویٰ اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو کہتے ہیں اورتوکل کے معنی اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ دینداری سے دنیا کی مصیبتیں اور مشکلیں بھی ختم ہوجاتی ہیں اوردارین کی سعادت بھی نصیب ہوتی ہے۔

نماز کا حکم:

[ہر عاقل، بالغ،مسلمان پر چاہے مرد ہو یا عورت، چاہے آزاد ہو یا غلام، پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں،نماز کا منکر کافر ہے اوراسے بلا عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔[1]] البتہ نابالغ بچوں اور مجنون پر نماز فرض نہیں، باقی سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

اولاد کو نماز کی تعلیم دینا:

اولاد جب سات برس کی ہوجائے تو ماں باپ کو حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھائیں اور جب دس برس کی ہوجائے تو مار کر نماز پڑھائیں۔

[شریعت کے تمام احکام کی تعلیم اسی عمر سے کرنی چاہیے،البتہ روزہ اس وقت رکھوایا جائے جب بچہ میں روزہ رکھنے کی قوت پیدا ہوجائے اور جو اعمال اس کی قوت سے باہر ہوں ان کی تاکید کی جائے۔[2]]

بلا عذر نماز چھوڑنے کا حکم:

کسی شرعی عذر کے بغیر نماز چھوڑ دینا کسی وقت بھی درست نہیں۔جس طرح ہوسکے نماز ضرور پڑھے، البتہ اگر کوئی نماز پڑھنا بھول گیا، بالکل یاد ہی نہ رہا جب وقت ختم ہوگیا تب یاد آیا کہ نماز نہیں پڑھی یا ایسا غافل سوگیا کہ آنکھ نہ کھلی اورنماز قضا ہوگئی تو ایسی صورت میں گناہ نہ ہوگا لیکن جب یاد آجائے یا آنکھ کھل جائے تو وضو کرکے فوراً قضا پڑھ لینا فرض ہے،البتہ اگر وہ وقت مکروہ ہو تو ذرا ٹھہر جائے تاکہ مکروہ وقت نکل جائے۔

اسی طرح اگر بے ہوشی کی وجہ سے کوئی نماز نہ پڑھ سکے تو اس میں بھی گناہ نہیں لیکن ہوش میں آنے کے بعد فوراً قضا پڑھنی چاہیے۔[بے ہوشی کی بعض صورتوں میں نماز معاف ہوجاتی ہے۔اس کا بیان نمازوں کی قضا کے باب میں آئے گا۔[3]]

(۱) ردالمحتار اول کتاب الصلوٰۃ (۲) از بہشتی زیور (۳) از حاشیہ بہشتی زیور

اوقاتِ نماز

نمازِ فجر کا وقت:

مسئلہ ۱ رات کے آخری حصے میں صبح ہونے سے پہلے مشرق کی طرف سے آسمان کی لمبائی پر شرقاً غرباً کچھ سفیدی دکھائی دیتی ہے، اس کو فجر کاذب کہتے ہیں، یہ کچھ ہی دیر میں ختم ہوجاتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں سفیدی معلوم ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ شمالاً جنوباً بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اجالا ہوجاتا ہے، تو جب سے یہ چوڑی سفیدی دکھائی دے، تب سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور آفتاب نکلنے تک باقی رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آتا ہے تو فجر کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

نمازِ ظہر کا وقت:

مسئلہ ۲ دوپہر ڈھل جانے سے ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور دوپہر ڈھل جانے کی نشانی یہ ہے کہ لمبی چیزوں کا سایہ مغرب سے شمال کی طرف سرکتا ہوا بالکل شمال کی سیدھ میں آکر مشرق کی طرف مڑنے لگے، بس سمجھو کہ دوپہر ڈھل گئی۔ مشرق کی طرف رُخ کر کے کھڑے ہونے سے بائیں ہاتھ کی طرف کا نام شمال ہے اور دوپہر ڈھلنے کی اس سے بھی ایک آسان پہچان یہ کہ سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے، پس جب گھٹنا بند ہوجائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے، پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہوجائے تو سمجھو کہ دن ڈھل گیا، بس اسی وقت سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دوگنا نہ ہوجائے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے، مثلاً: ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت باقی رہے گا۔

نمازِ عصر کا وقت:

مسئلہ ۳ جب سایہ دو ہاتھ اور چار انگل ہوگیا تو عصر کا وقت شروع ہوگیا۔ عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے، لیکن جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد پڑ جائے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی وجہ سے اتنی دیر ہوگئی تو نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے، لیکن پھر کبھی اتنی دیر نہ کرے اور اس دن کی عصر کے سوا کوئی اور نماز قضا یا نفل ایسے وقت میں پڑھنا درست نہیں۔

نمازِ مغرب کا وقت:

مسئلہ۴ سورج غروب ہونے کے بعد جب تک مغرب کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے، تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے، لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ ستارے خوب چمک جائیں، اس لیے کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔

نمازِ عشا کا وقت:

مسئلہ۵ پھر جب وہ سرخی ختم ہو جاتی ہے تو عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے لیکن آدھی رات کے بعد عشا کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے اور ثواب کم ملتا ہے اس لیے نماز پڑھنے میں اتنی دیر نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات سے پہلے ہی پڑھ لے۔

جمعہ کا وقت:

مسئلہ۶ جمعہ کی نماز کا وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کر کے پڑھنا بہتر ہے، چاہے گرمی کی شدت ہو یا نہ ہو اور سردی کے زمانہ میں جلدی پڑھنا مستحب ہے اور جمعہ کی نماز ہمیشہ اوّل وقت میں پڑھنا سنت ہے، جمہور کا یہی قول ہے۔

نمازِ عیدین کا وقت:

مسئلہ۷ عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے مراد یہ ہے کہ آفتاب کی زردی ختم ہو جائے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ اس پر نظر نہ ٹھہر سکے۔ عیدین کی نمازیں جلدی پڑھنا مستحب ہے، مگر عید الفطر کی نماز اوّل وقت سے کچھ دیر بعد پڑھنا چاہیے۔

نمازوں کے مستحب اوقات:

مسئلہ۸ مردوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت میں شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر اس طرح نماز پڑھی جائے کہ اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے اور نماز کے بعد اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں۔

عورتوں کے لیے ہمیشہ اور مردوں کے لیے حالتِ حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ۹ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے، گرمی کی تیزی ختم ہو جائے تب پڑھنا مستحب ہے اور

سردیوں میں اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ۱۰ عصر کی نماز اتنی دیر کر کے پڑھنا بہتر ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد اگر کچھ نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے، کیونکہ عصر کے بعد نفلیں پڑھنا درست نہیں، چاہے گرمی کا موسم ہو یا سردی کا، دونوں کا ایک حکم ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آجائے اور دھوپ کا رنگ بدل جائے۔

مسئلہ۱۱ مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج غروب ہوتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

[**مسئلہ۱۲** عشا کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے، اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے، آدھی رات کے بعد تک تاخیر مکروہِ تنزیہی ہے۔ [1]]

مسئلہ۱۳ جس شخص کی عادت رات کے آخری حصہ میں تہجد کی نماز پڑھنے کی ہو اور اس کو بیدار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اس کے لیے وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے اور اگر بیدار ہونے کا غالب گمان نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ صبح تک آنکھ نہیں کھلے گی تو اس صورت میں عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلی ہی پڑھ لے۔

مسئلہ۱۴ بادل کے دن فجر، ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کر کے پڑھنا بہتر ہے، عصر کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے، اگرچہ عصر کی طرح عشا میں بھی بادل کے دن جلدی کرنا مستحب ہے مگر یہ حکم اس وقت ہے جب صحیح اوقات معلوم ہونا مشکل ہوں لیکن اگر گھڑی کے ذریعہ سے صحیح اوقات معلوم ہو سکتے ہوں تو پھر ہر نماز کو اس کے معمول کے وقت پر پڑھنا چاہیے۔

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے:

مسئلہ۱۵ سورج نکلتے وقت، عین زوال کے وقت اور سورج غروب ہونے کے وقت کوئی نماز صحیح نہیں، البتہ عصر کی نماز اگر کوئی پہلے نہ پڑھ سکا ہو تو وہ سورج غروب ہوتے وقت بھی پڑھ لے۔ ان تین اوقات میں سجدۂ تلاوت بھی مکروہ اور منع ہے، البتہ اگر اسی وقت آیتِ سجدہ پڑھی گئی ہو تو کراہتِ تنزیہیہ ہے۔

[نمازِ جنازہ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جنازہ پہلے سے تیار تھا تو مذکورہ تینوں اوقات میں اس پر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر جنازہ اسی وقت تیار ہوا ہے تو اسی وقت نماز پڑھ لی جائے، مؤخر نہ کی جائے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ [2]]

مسئلہ۱۶ فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کر اونچا نہ ہو جائے [اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ [3]] نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ سورج نکلنے سے پہلے

---

(۱) ردالمحتار: ۱/ ۳۶۸ (۲) ردالمحتار: ۱/ ۳۷۴ (۳) از حاشیہ بہشتی زیور

قضا نماز پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو جب تک کچھ روشنی نہ ہو جائے قضا نماز بھی درست نہیں۔ ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ قضا اور سجدۂ تلاوت درست ہے لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ فجر کے وقت سورج نکل آنے کے ڈر سے جلدی سے صرف فرض پڑھ لیے تو اب جب تک سورج اونچا اور روشن نہ ہو جائے تب تک سنت نہ پڑھے، جب سورج اچھی طرح روشن ہو جائے تب سنت وغیرہ جو نماز چاہے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ جب صبح ہو جائے اور فجر کا وقت آ جائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں، یعنی مکروہ ہے، البتہ قضا نمازیں پڑھنا اور سجدۂ تلاوت کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی۔ سورج خوب روشن ہونے کے بعد قضا پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو گئی، قضا نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے، نماز پڑھ کر سونا چاہیے، لیکن کوئی مریض ہو یا سفر سے بہت تھکا ہوا ہو اور کسی سے کہہ دے کہ مجھے نماز کے وقت جگا دینا اور وہ دوسرا وعدہ کر لے تو سو جانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جب امام خطبے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ جائے، چاہے خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا حج وغیرہ کا تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح خطبۂ نکاح اور ختمِ قرآن میں خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ جب فرض نماز کی تکبیر کہی جا رہی ہو تو اس وقت بھی نماز مکروہ ہے، البتہ اگر فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور ظن غالب یہ ہو کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی یا بعض علماء کے قول کے مطابق تشہد ہی مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں، اسی طرح جو سنت مؤکدہ شروع کر دی ہو اس کو پورا کر لے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ عیدین کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، چاہے گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں اور عیدین کی نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

اضافہ

نقشوں اور قبلہ نما کا استعمال:

﴿مسئلہ ۱﴾ اس زمانے میں عموماً اوقاتِ نماز کا تعین اوقاتِ نماز کے لیے بنائے گئے نقشوں سے ہوتا ہے اور ان نقشوں

کی بنیاد علمِ فلکیات کے حسابی قواعد پر ہوتی ہے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ وسائل اور ذرائع مقصود نہیں ہوتے، اصل مقصود عبادات ہیں۔ اسلام نے اوقات کی بنیاد آفتابی سایوں، طلوع وغروب، شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کا سمجھنا ہر خاص و عام کے لیے آسان ہے۔ مگر ان کی حیثیت فقط علامات کی ہے، اگر کسی دوسرے ذریعہ سے غالب گمان ہو جائے کہ شریعت کا مطلوبہ وقت آپہنچا ہے تو اس پر عمل کر لینا کافی ہوگا، تقویم کی یہی حیثیت ہے اور جدید ترقی یافتہ فلکیات کم از کم اس بات کا ظن غالب پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اسی طرح سمتِ قبلہ کی تعیین کے لیے بھی مختلف ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں، مثلاً: سایے اور ستارے وغیرہ، ان ذرائع سے بھی اندازہ کر کے قبلہ کا رُخ متعین کیا جاتا ہے، قبلہ نما سے بھی سمتِ قبلہ معلوم کی جاتی ہے، اگر چہ وہ بھی تقریبی ہوتی ہے مگر اس سے غالب گمان حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا سمتِ قبلہ کی تعیین کے لیے قبلہ نما کا استعمال درست ہے۔

(جدید فقہی مسائل: ٦٣)

مغرب پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور سورج دوبارہ نظر آنے لگا:

﴿مسئلہ۲﴾ اگر کوئی شخص مغرب کی نماز پڑھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور جہاز نے اتنی تیز پرواز کی کہ سورج دوبارہ نظر آنے لگا تو ایسے شخص پر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں، نیز ایسی صورت میں اگر روزہ دار نے روزہ افطار کر لیا تھا تو روزہ بھی صحیح ہوگیا، مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غروب تک کھانے پینے وغیرہ سے رُکے رہنا واجب ہے۔

(أحسن الفتاوی: ٤/٦٩)

ہوائی جہاز میں دن بہت بڑا یا بہت چھوٹا ہو جائے تو نماز روزہ کا حکم:

﴿مسئلہ۳﴾ جو شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ مغرب کی جانب جا رہا ہو اور سورج غروب نہ ہو رہا ہو تو اس کے نماز، روزہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر یہ شخص چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ان کے اوقات میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہو گیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آتا تو عام ایام میں اوقاتِ نماز کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نماز پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے کہ اگر طلوعِ فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہو جائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔ جن ممالک میں مستقل طور پر ایام اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدرِ کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو ان میں غروب سے پہلے افطار کی اجازت نہیں تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جانے سے بطریقِ اولیٰ اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا

وقت پہلے کہ اس میں بقدرِ ضرورت کھا پی سکتا ہو، افطار کر لے، اگر ابتدائے صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں، بعد میں قضا رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہیں تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے۔

جو شخص مشرق کی جانب جا رہا ہے، نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں وہ نماز ادا کرتا رہے اور روزہ غروب کے بعد افطار کرے۔ (أحسن الفتاویٰ: ٤/ ٧٠)

اذان واقامت کے احکام

اذان کی شرعی حیثیت:

[اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اگر کسی شہر والے اذان نہ دینے پر اتفاق کرلیں تو میں ان سے قتال کروں گا۔''(۱)]

﴿مسئلہ ۱﴾ پانچ وقت کی فرض نمازوں کے لیے ایک بار اذان کہنا مردوں پر سنت مؤکدہ ہے، چاہے مسافر ہوں یا مقیم، جماعت کی نماز ہو یا تنہا، ادا نماز ہو یا قضا اور نمازِ جمعہ کے لیے دو بار اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ فرض نمازوں کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اذان واقامت مسنون نہیں، چاہے فرض کفایہ ہو یا واجب یا نفل، جیسے نمازِ جنازہ، وتر، کسوف وخسوف اور تراویح وغیرہ۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جو شخص اپنے گھر میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے اس کے لیے اذان واقامت دونوں مستحب ہیں، بشرطیکہ محلّہ کی مسجد یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہوچکی ہو، اس لیے کہ محلّہ کی اذان واقامت تمام محلّہ والوں کے لیے کافی ہے۔

اذان کی شرائط:

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے، اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے گی تو صحیح نہیں ہوگی، وقت آنے کے بعد پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا، چاہے وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور نماز کی۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اذان اور اقامت کا عربی زبان میں انہیں خاص الفاظ سے ہونا ضروری ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں، اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان میں دوسرے الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی، اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہوجائے۔

اذان واقامت کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۶﴾ اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا باوضو ہوکر کسی اونچے مقام یا مسجد سے علیحدہ قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی انگلی سے بند کرکے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے مندرجہ ذیل کلمات کہے:

---

(۱) بدائع، باب الاذان

((اَللّٰہُ اَکْبَر)) چار بار، پھر ((اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ)) دومرتبہ، پھر ((اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّ سُوْلُ اللّٰہ)) دوبار، پھر ((حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ)) دومرتبہ، پھر ((حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ)) دومرتبہ، پھر ((اَللّٰہ اَکْبَر)) دومرتبہ، پھر ((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ)) ایک مرتبہ۔ ((حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ)) کہتے وقت اپنے چہرہ کو اس طرح دائیں طرف پھیرلیا کرے کہ سینہ اور قدم قبلہ کی جانب سے نہ پھرنے پائیں اور ((حَیَّ عَلَی الْفَلَاح)) کہتے وقت چہرہ کو اس طرح بائیں طرف پھیرلیا کرے کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور فجر کی اذان میں ((حَیَّ عَلَی الْفَلَاح)) کے بعد ((اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم)) بھی دو مرتبہ کہے۔ پس اذان کے کل الفاظ پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ۔ اذان کے الفاظ کو گانے کے طور پر نہ ادا کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔ دومرتبہ ((اَللّٰہُ اَکْبَر)) کہہ کر اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور ((اَللّٰہ اَکْبَرُ)) کے سوا دوسرے الفاظ میں بھی ہر لفظ کے بعد اتنی دیر خاموش رہ کر دوسرا لفظ کہے۔

مسئلہ ۷ اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے یعنی یہ بہتر ہے اور اقامت مسجد کے اندر، اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز میں، اقامت میں ((اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم)) نہیں بلکہ اس کی بجائے پانچوں وقت میں ((قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ)) دومرتبہ ہے۔ اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ کا بند کرنا بھی نہیں، اس لیے کہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔

اقامت میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب چہرہ پھیرنا بھی ضروری نہیں، البتہ بعض فقہا نے اسے سنت لکھا ہے۔

قضا نماز کے لیے اذان واقامت کا حکم:

مسئلہ ۸ اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضا ہوئی جس میں عام لوگ مبتلا ہوں تو اس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضا ہوئی ہو تو اذان پوشیدہ طور پر آہستہ کہی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سن کر نماز قضا ہونے کا علم نہ ہو، اس لیے کہ نماز کا قضا ہو جانا غفلت اور سستی کی علامت ہے، دین کے کاموں میں غفلت اور سستی گناہ ہے، گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں اور اگر کئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے، باقی نمازوں کے لیے صرف اقامت، البتہ مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے اذان بھی علیحدہ دی جائے۔

اذان واقامت کا جواب:

مسئلہ ۹ جو شخص اذان سنے، مرد ہو یا عورت، پاکی کی حالت میں ہو یا جنابت کی حالت میں اس پر اذان کا جواب

دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے یعنی جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے، وہی کہے مگر «حَيَّ عَلَى الصَّلوٰة» اور «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے جواب میں «لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه» بھی کہے اور «الصَّلوٰة خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم» کے جواب میں «صَدَقْتَ وَ بَرِرْتَ» اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلوٰةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَ ِالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَ ِالَّذِيْ وَعَدْتَّهُ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَاد».

تنبیہ:

[بعض لوگ دعا میں «والدرجة الرفيعة وارزقنا شفاعته يوم القيامة» اور دعا کے آخر میں «يا أرحم الراحمين» کے الفاظ بڑھاتے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں آئے، اس لیے مسنون نہیں۔[1]]

مسئلہ ۱۰ اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے، واجب نہیں اور «قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰة» کے جواب میں «اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا» کہے۔

مسئلہ ۱۱ اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا جواب دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دے دے، ورنہ نہیں۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے:

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے:

۱- نماز کی حالت میں۔

۲- خطبہ کی حالت میں، چاہے وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا اور کسی چیز کا۔

۳، ۴- حیض و نفاس کی حالت میں۔

۵- علمِ دین پڑھنے پڑھانے کی حالت میں۔

۶- جماع کی حالت میں۔

۷- قضائے حاجت کے وقت۔

۸- کھانا کھانے کی حالت میں جواب دینا ضروری نہیں۔

(۱) راجع إعلاء السنن: ۲/۱۲۷ ـ ۱۲۸، باب اجابة الأذان والاقامة وباب الدعاء للنبي صلى الله عليه وسلم بعد الأذان والصلوٰة عليه.

البتہ ان چیزوں سے فرصت کے بعد اگر اذان ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دینا چاہیے، ورنہ نہیں۔

اذان واقامت کی سنتیں اور مستحبات:

اذان اور اقامت کی سنتیں دو قسم پر ہیں، ان میں سے بعض مؤذن سے متعلق ہیں اور بعض اذان سے متعلق ہیں:

۱- مؤذن مرد ہونا چاہیے۔ عورت کی اذان واقامت مکروہِ تحریمی ہے، اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کر لینا چاہیے، اقامت کا اعادہ نہیں، اس لیے کہ تکرارِ اقامت مشروع نہیں۔

۲- مؤذن کا عاقل ہونا۔ مجنون، نشئی اور ناسمجھ بچے کی اذان واقامت مکروہ ہے، ان کی اذان کا اعادہ کر لینا چاہیے، اقامت کا نہیں۔

۳- مؤذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا۔ لہٰذا جاہل آدمی (جو نماز کے اوقات سے نہ خود واقف ہو اور نہ کسی واقف سے پوچھ کر) اذان دے تو اس کو مسائل اور اوقات کا علم رکھنے والے مؤذنوں کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

۴- مؤذن کا پرہیزگار، دیندار ہونا، لوگوں کے حالات سے خبردار رہنا، جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں انہیں تنبیہ کرنا، بشرطیکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ کوئی اسے تکلیف پہنچائے گا۔

۵- مؤذن کا بلند آواز ہونا۔

۶- اذان مسجد سے علیحدہ کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر کہنا اور اقامت کا مسجد کے اندر کہنا۔ اذان کا مسجد کے اندر کہنا مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ جمعہ کی دوسری اذان کا مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام اسلامی شہروں میں معمول ہے۔

[اذان سے مقصود یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے کہ جماعت قائم ہونے والی ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینے سے آواز اتنی دور نہیں جاتی جتنی مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دینے سے جاتی ہے، لیکن آج کل عام طور پر لاؤڈ اسپیکر پر اذان ہوتی ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اس لیے لاؤڈ اسپیکر پر مسجد کے اندر اذان دینے میں بھی کوئی کراہت نہیں، البتہ مسجد کے اندر زیادہ اونچی آواز خلافِ ادب معلوم ہوتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر مسجد سے باہر رکھا جائے اور اگر مسجد سے باہر بسہولت انتظام نہ ہو سکے تو مسجد کے اندر بھی کوئی مضایقہ نہیں۔ [1]]

۷- اذان کھڑے ہو کر کہنا۔ اگر کوئی شخص بیٹھ کر اذان کہے تو یہ مکروہ ہے، اس کا اعادہ کرنا چاہیے، البتہ اگر مسافر سوار ہو یا مقیم صرف اپنی نماز کے لیے اذان کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) احسن الفتاویٰ: ۲/ ۲۹۴

۸- اذان کا بلند آواز سے کہنا۔ البتہ اگر صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز سے کہنے میں ہوگا۔

۹- اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈال لینا مستحب ہے۔

۱۰- اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کا جلد جلد ادا کرنا سنت ہے یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ دیگر کلمات میں ہر ایک کلمہ کے بعد اس جتنا ٹھہر کر دوسرا کلمہ کہے۔ اگر کسی وجہ سے دو کلموں کے درمیان انتار کے بغیر اذان کہہ دے تو اس کا اعادہ مستحب ہے اور اگر اقامت کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہے تو اس کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۱- اذان میں «حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ» کہتے وقت دائیں طرف چہرہ پھیرنا اور «حَیَّ عَلَی الْفَلَاح» کہتے وقت بائیں طرف چہرہ پھیرنا سنت ہے۔ چاہے وہ اذان نماز کی ہو یا کسی اور چیز کی، مگر سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں۔

۱۲- اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا، بشرطیکہ سوار نہ ہو، قبلہ رُخ ہوئے بغیر اذان و اقامت کہنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۱۳- اذان کہتے وقت حدثِ اکبر سے پاک ہونا ضروری ہے اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا مستحب ہے البتہ اقامت کہتے وقت دونوں حدثوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر حدثِ اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہے تو مکروہِ تحریمی ہے اور اس اذان کا اعادہ مستحب ہے، اسی طرح اگر کوئی حدثِ اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہے تو مکروہِ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔

۱۴- اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے، اگر کوئی شخص بعد والا لفظ پہلے کہہ دے، مثلاً: «اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه» سے پہلے «اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه» کہہ جائے یا «حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ» سے پہلے «حَیَّ عَلَی الْفَلَاح» کہہ جائے تو اس صورت میں صرف اسی لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے پہلے کہہ دیا ہے۔ پہلی صورت میں «اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه» کہہ کر «اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه» دوبارہ کہے اور دوسری صورت میں «حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ» کہہ کر «حَیَّ عَلَی الْفَلَاح» دوبارہ کہے، پوری اذان کا اعادہ ضروری نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ ۱۲ اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسری بات نہ کرے، چاہے وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص اذان و اقامت کے دوران زیادہ بات چیت کرے تو اذان کا اعادہ کرے، اقامت کا نہیں۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ظہر کی نماز پڑھے جہاں نمازِ جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں اور جمعہ ہوتا ہو، تو اس کے لیے اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے، چاہے وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بغیر عذر کے اور چاہے نمازِ جمعہ کے ختم ہونے سے پہلے پڑھے یا ختم ہونے کے بعد پڑھے۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ وقت گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیے، البتہ اگر کچھ تھوڑی سی دیر ہو جائے تو اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فاصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہیں کیا جائے گا اور اگر اقامت کے بعد نماز کے علاوہ کوئی دوسرا کام شروع کر دیا جائے، جیسے: کھانا پینا وغیرہ تو اس صورت میں اقامت کو دہرا لینا چاہیے۔

﴿مسئلہ۱۵﴾ جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جانا واجب ہے، خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

﴿مسئلہ۱۶﴾ مؤذن کو چاہیے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے، وہیں ختم کردے۔

﴿مسئلہ۱۷﴾ اذان اور اقامت کے لیے نیت شرط نہیں، البتہ ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لیے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔

﴿مسئلہ۱۸﴾ اگر مؤذن اذان دینے کی حالت میں مر جائے یا بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے، یا بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو یا اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو کرنے کے لیے چلا جائے تو اس اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

﴿مسئلہ۱۹﴾ اذان یا اقامت کہتے ہوئے اگر کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے دوبارہ وضو کرنے کے لیے جائے۔

﴿مسئلہ۲۰﴾ ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے، جس مسجد میں فرض پڑھے، وہیں اذان بھی دے۔

﴿مسئلہ۲۱﴾ جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے، البتہ اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

﴿مسئلہ۲۲﴾ کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔[اسے ''اذان الجوق'' کہتے ہیں۔ اس سے مقصود آواز کو دور تک پہنچانا ہوتا ہے مگر آج کل لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں رہی۔]

اضافہ

نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت:

جب بچہ پیدا ہو تو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے اور قبلہ رُخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ بھی پھیرے، البتہ دوران اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

اگر کبھی کسی وجہ سے نومولود کو جلدی نہ نہلایا جاسکے تو اذان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ بچے کو کپڑے سے صاف کر کے اذان کہی جاسکتی ہے۔ اگر غفلت یا لاعلمی کی بنا پر کچھ دن گزر گئے تو بھی خیال آتے ہی اذان کہی جائے۔ [۱]

ریل گاڑی میں اذان:

سفر چاہے شرعی ہو یا لغوی یعنی اڑتالیس میل سے کم ہو، اس میں اگر سفر کے سب ساتھی موجود ہوں تو اذان کہنا مستحب ہے اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے، سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہوتے ہیں، اس لیے اس میں چاہے باجماعت نماز ہو یا تنہا، دونوں صورتوں میں اذان مستحب اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے۔ چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس لیے ہر ڈبہ میں اذان واقامت مستقل ہوگی۔

(أحسن الفتاوی : ۲/۲۹۲)

متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دے؟

اگر کئی مسجدوں سے اذان سنائی دے تو بہتر یہ ہے کہ سب اذانوں کا جواب دے اور اگر اس میں مشکل ہو تو پہلی اذان کا زیادہ حق ہے کہ اس کا جواب دے، چاہے یہ اذان محلّہ کی مسجد میں ہو یا کسی دوسری مسجد میں۔

(أحسن الفتاوی : ۲/۲۹۲)

---

(۱) رد المحتار : ۱/۳۸۵ - ۳۸۷ مع تقریرات الرافعی : ۱/۴۵

نماز کی شرائط

نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں واجب ہیں: اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے، نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے، بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہو وہ بھی پاک ہونی چاہیے۔ [مرد کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اپنا جسم ڈھانپے ورنہ نماز نہیں ہوگی] اور عورت چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں کے علاوہ سارے بدن کو خوب ڈھانک لے۔[1] قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جو نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے۔ وقت آجانے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سب چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی تو نماز نہیں ہوگی۔

[ان شرائط کی ضروری تفصیل حسبِ ذیل ہے۔]

۱، ۲- بدن اور کپڑے کا پاک ہونا:

مسئلہ ۱ اگر کپڑے یا بدن پر کچھ نجاست لگی ہے لیکن پانی کہیں نہیں ملتا تو اسی طرح نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

مسئلہ ۲ اگر پورا کپڑا ناپاک ہو یا پورا کپڑا تو ناپاک نہیں، لیکن پاک حصہ بہت کم ہے یعنی ایک چوتھائی سے بھی کم پاک ہے، باقی سب کا سب ناپاک ہے تو ایسے وقت میں یہ بھی درست ہے کہ اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھے اور یہ بھی درست ہے کہ کپڑا اتار دے اور ننگے بدن کے ساتھ نماز پڑھے، لیکن ننگا ہو کر نماز پڑھنے سے اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر پڑھنا بہتر ہے اور اگر چوتھائی کپڑا یا چوتھائی سے زیادہ پاک ہو تو ننگا ہو کر نماز پڑھنا درست نہیں، اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳ دورانِ سفر کسی کے پاس پانی اتنا تھوڑا ہے کہ اگر نجاست دھوتا ہے تو وضو کے لیے نہیں بچتا اور اگر وضو کرتا ہے تو نجاست زائل کرنے کے لیے نہیں بچتا، تو ایسی صورت میں اس پانی سے نجاست دھولے پھر طہارت حاصل کرنے کے لیے تیمّم کرلے۔

مسئلہ ۴ اگر کوئی چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کا ناپاک حصہ اوڑھ کر نماز پڑھنے والے کے اٹھنے بیٹھنے سے حرکت نہ کرے تو

---

(۱) ہتھیلی سے باطنِ کف اور ظاہرِ کف دونوں مراد ہیں، نہ کہ صرف باطنِ کف اور دلیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کنز الدقائق میں ہے: "إلا وجهها و كفها و قدميها" اور وقایہ میں ہے: "إلا الوجه و الكف والقدم وأقره في شرح الوقاية" اور تنویر الابصار میں ہے: "خلا الوجه والكفين والقدمين". (ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور: ص ۲۰۹)

کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اس چیز کا پاک ہونا ضروری ہے جس کو نماز پڑھنے والا اٹھائے ہوئے ہو بشرطیکہ وہ چیز خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو، مثلاً: نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے اور جب اس بچہ کا بدن اور کپڑا اتنا ناپاک ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی اور اگر بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہو تو کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے، پس یہ نجاست اسی کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کا کوئی تعلق نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر نماز پڑھنے والے کے ساتھ کوئی ایسی ناپاک چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور اس سے باہر اس کا کوئی اثر موجود نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً: اگر کوئی ایسا انڈا جس کی زردی خون بن گئی ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں بنا ہے، بخلاف اس کے کہ اگر شیشی میں پیشاب بھرا ہوا ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے پاس ہو اگرچہ اس شیشی کا منہ بند ہو اس لیے کہ یہ پیشاب ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پیشاب بنتا ہے۔

۳- جگہ کا پاک ہونا:

﴿مسئلہ ۵﴾ نماز پڑھنے کی جگہ نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونی چاہیے، البتہ اگر نجاست مقدار معاف کے برابر ہو تو کوئی حرج نہیں، نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک لگتی ہو۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے، پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں چاہے کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر کسی ناپاک مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر نظر آتی ہو۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں کپڑا کسی خشک ناپاک مقام پر پڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

[کھاد والی گھاس پر نماز پڑھنا:

کھاد والی گھاس پر نماز صحیح ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کھاد بالکل مٹی بن جائے اور اس کا علیحدہ وجود بالکل نظر نہ آئے، دوسری صورت یہ ہے کہ گھاس اتنی گھنی اور بڑی ہو کہ کھاد سے نمازی کا کوئی عضو نہ لگے، کھاد سے لگ کر ناپاک ہونے

والا پانی جو گھاس پر لگا ہو گا وہ پانی جب گھاس پر سے خشک ہو جائے گا تو گھاس پاک ہو جائے گی۔]

(أحسن الفتاویٰ: ۳/۴۴۰)

۴- ستر ڈھانکنا:

مسئلہ ۱۰ نماز کے دوران عورت کے لیے جسم کے جن حصوں کا چھپانا واجب ہے، جیسے پنڈلی، ران، بازو، سر، کان، بال، پیٹ، گردن، پیٹھ، چھاتی وغیرہ اگر ان میں سے کسی عضو کا چوتھائی (۱/۴) حصہ کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار "سبحان اللہ" کہا جا سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر اتنی دیر نہیں لگی بلکہ کھلتے ہی چھپا لیا تو نماز ہو گئی۔[۱] [یہ حکم صرف عورتوں کے لیے ہے اور مردوں کے لیے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک ڈھانکنا فرض ہے، لہٰذا اس میں سے کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور تین بار سبحان ربی العظیم کہنے کے بقدر کھلا رہے تو نماز نہیں ہو گی۔]

[اگر نماز شروع کرتے وقت اتنا عضو کھلا ہوا تھا (جس کی مقدار مسئلہ مذکورہ میں بیان کر دی گئی ہے) تو نماز شروع ہی نہ ہو گی، اس کو ڈھک کر دوبارہ نماز شروع کرنی چاہیے۔[۲]]

مسئلہ ۱۱ اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے، بلکہ بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدہ کو اشارہ سے ادا کرے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے اور رکوع سجدہ ادا کرے تو بھی درست ہے، نماز ہو جائے گی لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۲ اگر کپڑے کے استعمال سے رکاوٹ آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب رکاوٹ ختم ہو جائے تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا، مثلاً: کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازمین نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کوئی دشمن کہتا ہو کہ اگر کپڑے پہنے تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں، مثلاً: کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ ۱۳ اگر کسی کے پاس اتنا کپڑا ہو کہ اس سے صرف اپنے جسم کو چھپا سکتا ہے یا صرف اس کو بچھا کر نماز پڑھ سکتا ہے، دونوں کے لیے کافی نہیں اور کوئی پاک جگہ بھی میسر نہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے جسم کو چھپا لے اور نماز اسی ناپاک مقام پر پڑھ لے۔

---

(۱) عام طور پر کتب فقہ میں چوتھائی عضو ایک رکن کی بقدر کھل جانے پر فسادِ نماز کا حکم لگایا جاتا ہے، جس کی مقدار محقق قول کے مطابق رکوع یا سجود کی تین تسبیحات (سبحان ربی العظیم) کے برابر ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ۱/۲۷۲ باب شروط الصلوٰۃ، واحسن الفتاویٰ: ۳/۳۹۹)

(۲) تصحیح الاغلاط

﴿مسئلہ۱۴﴾ عورت کے لیے ایسا باریک لباس جس سے جسم کی رنگت دکھائی دے، پہن کر یا ایسا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی نظر آئے اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں (نماز نہیں ہوگی)۔

﴿مسئلہ۱۵﴾ نابالغ لڑکی کا دوپٹہ سر سے سرک گیا اور سر کھل گیا تو نماز ہو جائے گی۔

۵- قبلہ رُخ ہونا:

﴿مسئلہ۱۶﴾ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہے جہاں سمتِ قبلہ معلوم نہیں ہوتی اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے، جس طرف غالب گمان ہو اس طرف رُخ کر کے پڑھ لے، اگر بغیر سوچے سمجھے پڑھ لے گا تو نماز نہیں ہوگی۔

لیکن سوچے بغیر پڑھنے کی صورت میں اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہو جائے گی اور اگر وہاں آدمی تو موجود ہے لیکن پوچھا نہیں، اسی طرح نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی، ایسے وقت پوچھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔

﴿مسئلہ۱۷﴾ اگر قبلہ کی طرف رُخ کیے بغیر نماز پڑھ رہا تھا، پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ ادھر نہیں ہے بلکہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے، معلوم ہونے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ [یعنی اگر اتنی دیر تک جس میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہا جا سکتا ہے، قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔]

﴿مسئلہ۱۸﴾ اگر قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام اور مقتدی کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی مقتدی کا غالب گمان امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتدا جائز نہیں۔ [لہٰذا ایسی صورت میں اس مقتدی کو تنہا نماز پڑھنی چاہیے، جس طرف اس کا غالب گمان ہو۔[1]]

﴿مسئلہ۱۹﴾ اگر کوئی کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے اندر نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے جدھر چاہے رُخ کر کے نماز پڑھے۔

﴿مسئلہ۲۰﴾ کعبہ شریف کے اندر فرض نماز بھی درست ہے اور نفل بھی درست ہے۔

۶- وقت ہونا:

﴿مسئلہ۲۱﴾ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس وقت نماز پڑھی تھی وہ وقت ظہر کا نہیں تھا بلکہ عصر کا وقت ہو چکا

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

تھا، تو اب قضا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ وہی نماز جو پڑھی ہے قضا میں آجائے گی اور یہ سمجھیں گے کہ گویا قضا پڑھی تھی۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر کسی نے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھ لی تو نماز نہیں ہوئی۔ [وقت آنے سے پہلے نماز بالکل نہ ہوگی چاہے جان بوجھ کر پڑھے یا غلطی سے۔(۱)]

۷- نیت کرنا:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ میں آج کی فرض نمازِ ظہر پڑھتا ہوں اور اگر سنت پڑھ رہا ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتا ہوں، بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ لمبی چوڑی نیت جو لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں۔

بعض لوگ نیت میں اتنی دیر لگا دیتے ہیں کہ امام قراءت شروع کر دیتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی، یہ درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر زبان سے نیت کرنا چاہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ "میں آج ظہر کے فرض کی نیت کرتا ہوں۔" نیت کے ان الفاظ کے بعد اللہ اکبر کہے اور اگر سنتوں کی نیت زبان سے کرنا چاہتا ہے تو اتنا کہہ دے کہ "میں نیت کرتا ہوں ظہر کی سنتوں کی،" پھر اللہ اکبر کہے اور: "چار رکعت نماز وقتِ ظہر، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے،" یہ سب کہنا ضروری نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر دل میں تو یہ خیال ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ یا تین رکعت زبان سے نکل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ سنت، نفل اور تراویح کی نماز میں صرف اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، سنت ہونے اور نفل ہونے کی کوئی نیت نہیں کی تو بھی درست ہے، مگر سنت تراویح کی نیت کر لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

امام اور مقتدی کی نیت کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ امام کے لیے صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں، البتہ اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے ارادے سے مردوں کے برابر کھڑی ہو اور یہ نمازِ جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتدا صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا یہ نمازِ جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

---

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

﴿مسئلہ ۲۹﴾ مقتدی کے لیے اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ مقتدی کے لیے امام کی تعیین شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمر، بلکہ صرف اتنی نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، البتہ اگر نام لے کر تعیین کرلے گا اور پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی، مثلاً: کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، حالانکہ جسکے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

قضا نمازوں کی نیت:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ اگر کئی نمازیں قضا ہوگئیں، پھر قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے، مثلاً: اس طرح کہ میں فجر کے فرض پڑھتا ہوں یا ظہر کے فرض پڑھتا ہوں۔ اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے، اگر صرف اتنی نیت کرلی کہ میں قضا نماز پڑھتا ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو دن بھی مقرر کر کے نیت کرنا چاہیے، جیسے کسی کی ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل چار دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو اب صرف اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں، درست نہیں بلکہ اس طرح نیت کرے کہ ہفتہ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں، پھر ظہر پڑھتے وقت کہے: ہفتہ کی ظہر کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح کہتا جائے، پھر جب ہفتہ کی سب نمازیں قضا کر چکے تو کہے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح سب نمازوں کی قضا پڑھے۔ اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لے اور کہے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں۔ اس طرح نیت کیے بغیر قضا صحیح نہیں ہوتی۔

[اصل مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے دن و تاریخ کی تعیین کے بغیر قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس کا یہ حکم ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرائے اور اگر دشوار ہو تو وہی نمازیں کافی ہوں گی۔ (۱)]

﴿مسئلہ ۳۳﴾ اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں جو سب سے پہلی ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمے قضا ہیں ان میں سے سب سے پہلی کی قضا پڑھتا ہوں، اسی طرح نیت کر کے قضا پڑھتا رہے، جب دل گواہی دے دے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا ہوگئی تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

---

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیہ بہشتی زیور

نمازِ جنازہ کی نیت:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کے واسطے دعا کے لیے پڑھتا ہوں اور اگر مقتدی کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کے لیے یہ نیت کر لینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اسی کی میں بھی پڑھتا ہوں۔

نماز کی کیفیت کا بیان

نماز پڑھنے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اس طرح کانوں تک اٹھائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں اور انگلیاں کھلی رہیں، پھر ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں کلائی پر بچھی رہیں، تکبیر کے بعد یہ پڑھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ)).

پھر ((اعوذ باللّٰہ)) اور ((بسم اللّٰہ)) پڑھ کر ((الحمدللّٰہ)) پڑھے اور ((ولا الضالین)) کے بعد ((آمین)) کہے، پھر آہستہ ((بسم اللّٰہ)) پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر ((اللّٰہ اکبر)) کہہ کر رکوع میں جائے، رکوع میں اپنے گھٹنے پکڑ لے، انگلیاں کھلی رکھے، بازو پہلوؤں سے الگ رکھے، سر اور کمر بالکل برابر رکھے، بازوؤں میں خم نہ ہو، پنڈلیاں سیدھی رہیں اور تین، پانچ یا سات مرتبہ ((سبحان ربی العظیم)) کہے، پھر ((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه)) کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) پڑھے پھر ((اللّٰہ اکبر)) کہتا ہوا سجدہ میں جائے، سجدہ میں جاتے وقت کمر بالکل سیدھی رکھے، گھٹنے زمین پر رکھنے سے پہلے کمر میں خم نہ آنے پائے، پھر زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے اور انگلیاں خوب ملالے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان پیشانی رکھے، سجدے کے وقت پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھ دے، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے اور پاؤں کھڑے رکھے اور خوب کھل کر سجدہ کرے تاکہ پیٹ رانوں سے اور بازو پہلوؤں سے جدا رہیں، دونوں بازو زمین سے اوپر رکھے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ ((سبحان ربی الاعلیٰ)) کہے، پھر ((اللّٰہ اکبر)) کہہ کر سیدھا بیٹھ جائے، پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے، پھر تکبیر کہتا ہوا پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے، زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے، پھر ((بسم اللّٰہ ، الحمدللّٰہ)) اور سورۃ پڑھ کر دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح پوری کرے۔ دوسرے سجدے کے بعد اپنا دایاں پیر کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں اپنے حال پر رہنے دے۔ پھر یہ تشہد پڑھے:

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ

عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ . أَشْھَدُ اَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ))۔

اور جب ((أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ)) پر پہنچے تو درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر ((لا إلٰہ)) کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھائے اور ((إلا اللّٰہ)) کہتے وقت جھکا دے مگر حلقہ کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً ((اللّٰہ أکبر)) کہہ کر اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے۔ فرض نمازوں میں آخری دو رکعتوں میں ((الحمدللّٰہ)) کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملائے، جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر ''التحیات'' پڑھ کر یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

پھر یہ دعا پڑھے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

یا یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ))۔

یا کوئی اور دعا پڑھے جو قرآن مجید یا حدیث میں آئی ہو، پھر دائیں طرف سلام پھیر کر ((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ)) کہے، پھر یہی الفاظ کہہ کر بائیں طرف سلام پھیرے، سلام کرتے وقت فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔ [اگر مقتدی ہے تو دائیں بائیں دوسرے نمازیوں اور امام کی بھی نیت کرے اور امام دونوں طرف مقتدیوں اور ملائکہ پر سلام کی نیت کرے۔]

یہ نماز پڑھنے کا تفصیلی طریقہ ہے، اس میں کچھ چیزیں فرض ہیں، ان میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، دونوں کا ایک حکم ہے اور بعض چیزیں واجب ہیں جن میں سے اگر کوئی چیز قصداً چھوڑ دے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے، اگر کوئی دوبارہ نہ پڑھے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے لیکن اس طرح ناقص نماز پڑھنے سے سخت گناہ ہوتا ہے۔ اگر بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ نماز میں

بعض چیزیں سنت ہیں، کبھی کبھار چھوٹ جائیں تو ثواب میں کمی آتی ہے، ان کو چھوڑنے کی عادت ڈالنے سے گناہ ہوتا ہے۔
بعض چیزیں مستحب ہیں جن کے کرنے سے مزید ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔

نماز کے فرائض:

مسئلہ ۲ نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں:

۱- نیت باندھتے وقت ''اللہ اکبر'' کہنا

۲- تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنے کے برابر کھڑا رہنا

۳- قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا

۴- رکوع کرنا

۵- دونوں سجدے کرنا

٦- نماز کے اخیر میں ''التحیات'' پڑھنے کے بقدر بیٹھنا

نماز کے واجبات:

مسئلہ ۳ نماز میں چودہ چیزیں واجب ہیں:

۱- سورۂ فاتحہ پڑھنا

۲- فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملانا

۳- فرائض کی ترتیب برقرار رکھنا، یعنی پہلے قیام، پھر رکوع، پھر سجدہ کرنا

۴- سورۂ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا

۵- دو رکعت پر بیٹھنا

٦- دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا

۷- وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا

۸- ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہہ کر نماز ختم کرنا

۹- فرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ یا آیت پڑھنا

۱۰- کسی بھی فرض اور واجب کو مکرر ادا نہ کرنا

۱۱– عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کہنا

۱۲– ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ قراءت کرنا

۱۳– مغرب، عشا اور فجر میں امام کا آواز سے قراءت کرنا

۱۴– تعدیل ارکان یعنی ہر فرض میں کم از کم ایک تسبیح (سبحان ربی الاعلی) کی بقدر ٹھہرنا

واجبات سے متعلق بعض مسائل:

﴿مسئلہ۴﴾ واجباتِ نماز میں سے اگر کوئی جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہے، دوبارہ نہیں پڑھے گا تو گنہگار رہوگا، البتہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر بھول کر کوئی واجب چھوڑ دے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے۔ واجب چھوڑنے کی چند صورتیں یہ ہیں: سورۂ فاتحہ نہ پڑھے، صرف سورۂ فاتحہ پڑھے، اس کے ساتھ کوئی سورت یا کوئی آیت نہ ملائے، دو رکعت کے بعد نہ بیٹھے بلکہ فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے، بیٹھ تو جائے لیکن التحیات نہ پڑھے وغیرہ۔

﴿مسئلہ۵﴾ سجدہ کے وقت اگر پیشانی زمین پر رکھے اور ناک نہ رکھے تو بھی نماز درست ہے اور اگر صرف ناک زمین پر لگائی تو نماز نہیں ہوئی۔ [چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول کر دونوں کا یہی حکم ہے۔[۱]] البتہ اگر کوئی مجبوری ہو تو فقط ناک لگانا بھی درست ہے۔[۲]

﴿مسئلہ۶﴾ نماز کے آخر میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی بجائے باتیں شروع کردے یا اٹھ کر چلا جائے یا کوئی اور ایسا کام کرے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز دوبارہ پڑھنا واجب ہو گی۔ اگر دوبارہ نہ پڑھی تو گنہگار رہوگا۔

﴿مسئلہ۷﴾ سورت کو ''الحمد للہ'' سے پہلے پڑھے، رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو بلکہ ذرا اوپر ہو کر سجدے میں چلا جائے، دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھے تب بھی نماز دہرانا ضروری ہے اور اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدۂ سہو کرلے۔

قراءت کی واجب مقدار:

﴿مسئلہ۸﴾ الحمد کے بعد کم سے کم تین آیتیں یا ایک بڑی آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ دونوں سجدوں کے درمیان میں اچھی طرح نہیں بیٹھا بلکہ ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کرلیا تو ایک ہی سجدہ ہوا، دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا اٹھا کہ بیٹھنے کے قریب ہو گیا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور (۲) مزید تحقیق کے لیے دیکھیے ضمیمہ ثانیہ اصلی بہشتی زیور: حصہ دوم ص ۲۰۹

واجب چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز دوبارہ دہرانا ضروری ہے [اگر بھول کر ایسا کیا تو سجدہ سہو کرلے۔[1]]

﴿مسئلہ۱۰﴾ پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر کوئی پہلی رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے، سورۃ نہ ملائے یا الحمد بھی نہ پڑھے تو آخری رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا مستحب ہے، پھر اگر قصداً ایسا کیا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر بھول کر کیا ہو تو سجدہ سہو کرلے۔

نرم چیز پر سجدہ:

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر گھاس پھوس یا روئی وغیرہ پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے، اتنا دبائے کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے، اگر اوپر اوپر سر رکھ دیا، دبایا نہیں، تو سجدہ نہیں ہوا۔[چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول کر۔[2]]

آہستہ پڑھنے کی مقدار:

﴿مسئلہ۱۲﴾ منفرد نماز میں سورۂ فاتحہ اور سورت وغیرہ ساری چیزیں آہستہ اور چپکے سے پڑھے لیکن اس طرح پڑھنا چاہیے کہ خود اپنے کان میں آواز ضرور آئے، اگر اپنی آواز خود اپنے آپ کو بھی نہ سنائی دے تو نماز نہیں ہوگی۔

[یہ قول علامہ ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے جس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک قول امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ صرف حروف کی صحیح ادائیگی کافی ہے، اگرچہ خود بھی نہ سن سکے۔ امام کرخی رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے والے کی نماز بھی ہوجائے گی۔[3]]

نماز کی سنتیں:

درجِ ذیل چیزیں نماز میں سنت ہیں:

۱۔ تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ مردوں کے لیے کانوں تک اور عورتوں کے لیے کندھوں تک۔

۲۔ تکبیرِ تحریمہ کے بعد فوراً مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

۳۔ مردوں کا اس طرح ہاتھ باندھنا کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھ لیں اور دائیں انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑ لینا اور تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانا۔

۴۔ امام، منفرد اور مقتدی سب کا سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر آہستہ سے آمین کہنا، اگرچہ قراءت بلند آواز سے ہو۔

۵۔ مردوں کا رکوع کی حالت میں اچھی طرح جھک جانا کہ پیٹھ، سر اور سرین سب برابر ہوجائیں۔

۶۔ رکوع میں مردوں کا دونوں ہاتھوں کو پہلو سے جدا رکھنا۔ قومہ میں امام کا صرف ((سمع اللہ لمن حمدہ)) کہنا

---

(۱) از حاشیۂ بہشتی زیور (۲) از حاشیۂ بہشتی زیور (۳) دیکھیے امداد الفتاویٰ: ج ۱، باب القراءۃ

اور مقتدی کا صرف ((ربنا لك الحمد)) اور منفرد کا دونوں کہنا۔

۷- سجدے کی حالت میں مردوں کا پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کا پہلو سے علیحدہ رکھنا اور بازو کا زمین سے اٹھا ہوا رکھنا۔

۸- قعدۂ اولیٰ اور اخیرہ دونوں میں مردوں کے لیے اس طرح بیٹھنا کہ دایاں پیر انگلیوں کے بل کھڑا ہو، اس کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو، بایاں پیر زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح ہوں کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کی طرف ہوں۔

۹- امام کا بلند آواز سے سلام کہنا۔

۱۰- امام کا سلام میں تمام مقتدیوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا اور مقتدیوں کو اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا، اگر امام دائیں طرف ہو تو دائیں سلام میں اور بائیں طرف ہو تو بائیں سلام میں اور اگر بالکل سامنے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرنا سنت ہے۔

۱۱- تکبیر تحریمہ کہتے وقت مردوں کا اپنے ہاتھوں کو آستین یا چادر وغیرہ سے باہر نکال لینا بشرطیکہ کوئی عذر جیسے سردی وغیرہ نہ ہو۔

۱۲- مقتدیوں کا ہر رکن کو امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تکبیر تحریمہ، رکوع، قومہ، سجدہ غرضیکہ ہر فعل امام کے ساتھ ادا کرے، البتہ اگر قعدہ اولیٰ میں امام مقتدی کے التحیات تمام کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے کھڑے ہوں [اگرچہ یہ احتمال ہو کہ امام رکوع میں چلا جائے گا، چنانچہ اگر یہ صورت پیش آ جائے تو تشہد کے بعد تین تسبیح کی بقدر قیام کر کے رکوع میں جائے اور اسی طرح ترتیب وار سب ارکان ادا کرتا رہے، چاہے امام کو کتنی ہی دیر بعد جا کر پائے، یہ اقتدا کے خلاف نہیں ہوگا، کیونکہ اقتدا جیسے امام کے ساتھ ساتھ ارکان ادا کرنے کو کہتے ہیں اسی طرح امام کے پیچھے پیچھے جانے کو بھی کہتے ہیں، امام سے پہلے کوئی کام کرنا یہ اقتدا کے خلاف ہے۔[1]] اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر امام مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے سلام پھیریں۔ البتہ رکوع یا سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو اور امام رکوع یا سجدہ سے اٹھ جائے تو تسبیح چھوڑ کر امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

نماز کی سنتوں اور مستحبات سے متعلقہ مسائل:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کوئی رکوع سے کھڑے ہوکر ((سمع الله لمن حمده ، ربنا لك الحمد)) یا رکوع میں ((سبحان ربی العظیم)) نہ پڑھے یا سجدہ میں ((سبحان ربی الاعلیٰ)) نہ پڑھے یا آخری قعدہ میں ((التحیات)) کے بعد درود شریف نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی لیکن سنت کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ درود شریف کے بعد کوئی دعا پڑھنا مستحب ہے۔ اگر دعا نہ پڑھی فقط درود پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی نماز درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ نیت باندھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے، اگر کوئی نہ اٹھائے تب بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھ کر الحمد پڑھے اور جب سورت ملائے تو سورت سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھ لے، یہی بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ دے تو بھی نماز درست ہے، لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے [بلکہ تین تسبیح کی مقدار خاموش کھڑا رہے] تو بھی کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں اگر الحمد کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ لی تو بھی نماز میں کوئی نقصان نہیں آیا، نماز بالکل صحیح ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کسی نماز کے لیے کوئی سورت مقرر نہ کرے بلکہ جو جی چاہے پڑھا کرے۔ سورت مقرر کر لینا مکروہ ہے۔ [البتہ کبھی کبھی وہ سورتیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پڑھی ہیں، پڑھ لیا کریں تو مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے۔[۱]]

﴿مسئلہ ۲۰﴾ دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی سورت نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مستحب یہ ہے کہ جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھے اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر نگاہ رکھے اور جب سجدہ کرے تو ناک پر اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔ جب جمائی آئے تو منہ خوب بند کر لے، اگر اور کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے روکے اور جب گلے میں خراش ہونے لگے تو جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکے

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

اور ضبط کرے۔

مسئلہ ۲۲ آمین کے الف کو بڑھا کر پڑھنا چاہیے، اس کے بعد قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے۔

مسئلہ ۲۳ امام کے قراءت شروع کرنے کے بعد کوئی شخص آکر شریک ہوا تو اس کو ثنا یعنی ((سبحانك اللّٰهم)) نہیں پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ ۲۴ کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور اس کو رکعت مل گئی مگر ثنا چھوٹ گئی تو اس کو دوسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ ۲۵ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہہ چکا تھا اور پھر سجدہ ہی میں خیال آیا کہ یہ رکوع کی تسبیح ہے تو امام کے ساتھ اٹھ کھڑا ہو۔

قراءتِ مسنونہ کی مقدار:

مسئلہ ۲۶ اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت درپیش ہو تو اختیار ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے، اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے، فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے، باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر پڑھنی چاہئیں، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں اس سے زیادہ فرق نہ ہو۔ عصر اور عشا کی نماز میں وَٱلسَّمَآءِ وَٱلطَّارِقِ اور ﴿لَمۡ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ تک کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہیے، مغرب کی نماز میں ﴿إِذَا زُلۡزِلَتِ﴾ سے ﴿قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾ تک۔

مسئلہ ۲۷ جب رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو تو امام صرف ((سمع اللّٰه لمن حمده)) ، مقتدی ((ربنا لك الحمد)) اور منفرد دونوں کہے، پھر تکبیر کہتا ہوا دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے ہوئے سجدے میں جائے، تکبیر کی انتہا اور سجدہ کی ابتدا ساتھ ہی ہو یعنی سجدے میں پہنچتے ہی تکبیر ختم ہو جائے۔

سجدہ کا طریقہ:

مسئلہ ۲۸ سجدے میں پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے، پھر ہاتھوں کو، پھر ناک کو، پھر پیشانی کو، چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان ہونا چاہیے اور انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رُخ ہونی چاہئیں، دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوں اور انگلیوں کا رُخ قبلے کی طرف، پیٹ زانو سے علیحدہ اور بازو بغل سے جدا ہوں۔ پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا چھوٹا بچہ درمیان

سے نکل سکے۔

مسئلہ ۲۹ فجر، مغرب اور عشا کے وقت پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ، ایک اور سورت، ((سمع اللہ لمن حمدہ)) اور تمام تکبیریں امام بلند آواز سے کہے اور منفرد کو قراءت میں تو اختیار ہے (کہ آہستہ کہے یا بلند آواز میں) مگر ((سمع اللہ لمن حمدہ)) اور تکبیریں آہستہ کہے، ظہر اور عصر کے وقت امام صرف ((سمع اللہ لمن حمدہ)) اور تمام تکبیریں بلند آواز سے کہے اور منفرد آہستہ اور مقتدی ہر وقت تکبیریں وغیرہ آہستہ کہے۔

مسئلہ ۳۰ نماز ختم کر لینے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے۔ امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی دعا مانگے۔ دعا مانگ لینے کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لے۔ مقتدی چاہیں اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا سنائی دے تو سب آمین آمین کہتے رہیں۔ [1]

مسئلہ ۳۱ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے: ظہر، مغرب اور عشا ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے: فجر اور عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے، اس کے بعد دعا مانگے، بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ [2]

نماز کے بعد اذکار و اوراد:

مسئلہ ۳۲ فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنتیں نہ ہوں (ورنہ سنت کے بعد) مستحب ہے کہ ((استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم)) تین مرتبہ، آیۃ الکرسی، ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴾ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔

---

(۱) اس بات کا لحاظ رہنا چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد مقتدی امام کی اقتدا سے فارغ ہو جاتے ہیں، اب چاہیں تو اپنی دعا مانگ کر چلے جائیں یا کسی ضرورت سے بغیر دعا کے بھی جا سکتے ہیں اور اگر کبھی امام کی دعا پر آمین کہیں تو یہ بھی جائز ہے، مگر دعا میں امام کی اقتدا نماز کا حصہ نہیں، اس لیے اس بات کی عادت نہیں بنانی چاہیے کہ جس سے یہ تأثر پیدا ہو کہ امام کے ساتھ دعا کرنا بھی جماعت کی نماز کا حصہ ہے اور اس سے پہلے جانا درست نہیں۔ مرتب

(۲) فرض نماز مکمل کر لینے کے بعد امام کو چاہیے کہ وہ اپنی ہیئت تبدیل کر لے تاکہ نیا آنے والا یہ نہ سمجھے کہ جماعت ہو رہی ہے۔ ہیئت تبدیل کرنے کی مختلف صورتیں ہیں: جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہوں تو ان کے بعد مصلیٰ سے آگے یا پیچھے، دائیں یا بائیں ہٹ کر سنتیں ادا کریں اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہ ہوں مقتدیوں کی طرف مڑ کر بیٹھ جائے، البتہ اگر امام کے سامنے پہلی صف میں کوئی مسبوق ہو تو اس کی طرف رُخ کرنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی صورت میں دائیں یا بائیں مڑ کر بیٹھے۔ تبدیل ہیئت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز اور یکساں ہیں مگر بعض محققین حضرات جن میں امام بخاری رحمہ اللہ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں، فجر اور عصر کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کو راجح و افضل قرار دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: احسن الفتاویٰ: ۳ / ۳۶۸

مردوں اور عورتوں کی نماز میں فرق:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ عورتیں بھی مردوں طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات پر ان کی نماز میں اور مردوں کی نماز میں فرق ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اگر سردی وغیرہ کی وجہ کی سے ہاتھ چادر کے اندر ہوں تب بھی جائز ہے اور عورتوں کو ہر حال میں چادر سے ہاتھ نکالے بغیر کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

۲- تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے اور عورتوں کو سینہ پر۔

۳- مردوں کو چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں کلائی کو پکڑنا چاہیے اور دائیں تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھانی چاہیے اور عورتوں کو دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینی چاہیے، حلقہ بنانا اور بائیں کلائی کو پکڑنا نہیں چاہیے۔

۴- مردوں کو رکوع میں اچھی طرح جھک جانا چاہیے کہ سر، سرین اور پشت برابر ہو جائیں اور عورتوں کو اس قدر نہ جھکنا چاہیے بلکہ صرف اتنا جھکیں جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۵- مردوں کو رکوع میں انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھنی چاہیے اور عورتوں کو بغیر کشادہ کیے ہوئے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۶- مردوں کو رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھنا چاہیے اور عورتوں کو ملی ہوئی۔

۷- مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھنے چاہئیں اور عورتوں کو ملا کر۔

۸- مردوں کو سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی رکھنی چاہئیں اور عورتوں کو زمین پر بچھی ہوئی۔

۹- مردوں کو سجدے میں دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے رکھنا چاہیے اور عورتوں کو نہیں۔

۱۰- مردوں کو بیٹھنے کی حالت میں بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا چاہیے اور دائیں پاؤں کو انگلیوں کے بل کھڑا رکھنا چاہیے اور عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہیے اور دونوں پیر دائیں طرف نکال دینے چاہئیں اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

۱۱- عورتوں کو نماز میں کسی وقت بلند آواز سے قراءت کرنے کا اختیار نہیں، بلکہ انکو ہر نماز میں آہستہ آواز سے قراءت کرنی چاہیے۔

اضافہ

تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنے سے نماز نہیں ہوگی:

﴿مسئلہ ۱﴾ تکبیرِ تحریمہ ختم ہونے سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر کسی نے تکبیر تحریمہ ختم ہونے کے بعد نیت کی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاوی: ۱۳/۳)

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر ایک کرسی پر بیٹھ کر دوسری کرسی پر سجدہ کیا تو نماز صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ سجدہ کے وقت گھٹنے بھی کرسی پر رکھے، مگر ایسا کرنا گناہ ہے، زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیے اور اگر سجدہ کرتے وقت گھٹنے کرسی پر نہ رکھے تو اس نماز کو لوٹانا ضروری ہوگا۔ بعض لوگ سجدہ پر قدرت کے باوجود کرسی پر بیٹھ کر سجدہ کی بجائے اشارہ سے نماز پڑھتے ہیں جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بیٹھ کر سجدہ کی قدرت ہو تو کرسی پر اشارہ سے نماز نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاوی: ۵۱/۳)

نماز میں قرآن شریف پڑھنے کا بیان

﴿مسئلہ۱﴾ قرآن شریف کو صحیح صحیح پڑھنا واجب ہے۔ ہر حرف کو ٹھیک ٹھیک پڑھے۔ ہمزہ اور عین میں ''ح'' اور ''ہ'' میں، ''ذ، ظ، ز، ض'' اور ''س، ص، ث'' میں جو فرق ہے وہ صحیح تلفظ اور ادائیگی سے ظاہر کرے۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر کسی سے کوئی حرف ادا نہیں ہوتا جیسے ''ح'' کی جگہ ''ہ'' پڑھتا ہے یا عین ادا نہیں کرسکتا یا ''ث، س، ص'' سب کو سین ہی پڑھتا ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق کرنا لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کی محنت نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اس کی کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی، البتہ اگر محنت سے بھی درستگی نہ ہو تو مجبوری کی بنا پر نماز صحیح ہے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اگر حروف کی صحیح ادائیگی کرسکتا ہے لیکن ایسی بے پروائی سے پڑھتا ہے کہ ''ح'' کی جگہ ''ہ'' اور ع کی جگہ ہمزہ پڑھ جاتا ہے، صحیح پڑھنے کا اہتمام نہیں کرتا تو بھی گنہگار ہے اور اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ۴﴾ جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی تھی وہی سورت دوسری رکعت میں پھر پڑھ لی تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں۔

﴿مسئلہ۵﴾ قرآن مجید میں سورتیں جس ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں نماز میں اسی طرح پڑھنا چاہیے۔ یعنی جب پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھے تو دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھے، اس سے پہلے والی سورت نہ پڑھے، جیسے کسی نے پہلی رکعت میں ﴿ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ ﴾ پڑھی تو اب ﴿ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ﴾ یا ﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾ یا ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ یا ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ پڑھے اور ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ﴾ اور ﴿ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ﴾ وغیرہ جو اس سے پہلے کی سورتیں ہیں نہ پڑھے کیونکہ اس طرح پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے اس طرح پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ۶﴾ جب کوئی سورت شروع کرے تو بلا ضرورت اسکو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ پوری نماز میں سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہوجائے گا لیکن نماز مسلسل سیکھتا رہے، اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار رہوگا۔

﴿مسئلہ۸﴾ مدرک پر قراءت نہیں، امام کی قراءت تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے اور حنفیہ کے نزدیک امام کے

پیچھے قراءت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۹ مسبوق کی پہلی دونوں رکعتیں یا ایک رکعت چھوٹ جائے تو آخر میں ان میں قراءت کرنا فرض ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے مقتدی کو قراءت نہیں کرنی چاہیے، البتہ مسبوق کا چونکہ ان رہ جانے والی رکعتوں میں کوئی امام نہیں ہوتا، اس لیے اسے قراءت کرنی چاہیے۔

مسئلہ۱۰ امام پر فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں چاہے قضا ہوں یا ادا اور جمعہ، عیدین اور تراویح کی نماز اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۱۱ منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے، چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے۔ بلند آواز کی فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے، دوسرا نہ سن سکے۔ [دوسرا قول یہ ہے کہ آہستہ آواز کی کم سے کم حد یہ ہے کہ الفاظ اور حروف صحیح ادا ہوں، آواز سنے یا نہ سنے۔]

مسئلہ۱۲ امام اور منفرد پر ظہر وعصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی آخری رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۱۳ جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

مسئلہ۱۴ منفرد اگر فجر، مغرب اور عشا کی قضا دن میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔ اگر رات کو قضا پڑھے تو اس کو اختیار ہے۔

سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا:

مسئلہ۱۵ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جب کوئی سورت شروع کرے تو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے اور اگر دو رکوع والی سورت پڑھے تو سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھے اور دوسری رکعت میں جب اسی سورت کا دوسرا رکوع شروع کرے تو بسم اللہ نہ پڑھے۔

جماعت کا بیان

جماعت کی فضیلت اور تاکید:

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح احادیث اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ اگر سب ایک جگہ جمع کی جائیں تو اچھے خاصے حجم کا ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔ ان کے دیکھنے سے یقینی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی جماعت نہیں چھوڑی، یہاں تک کہ حالتِ مرض میں جب آپ ﷺ کو خود چلنے کی طاقت نہ تھی، دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ جماعت چھوڑنے والے پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔ بلاشبہ شریعتِ محمدیہ میں جماعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ نماز جیسی عبادت کی شان بھی اسی کو چاہتی ہے کہ جس چیز سے اس کی تکمیل ہو وہ بھی تاکید کے اعلیٰ درجہ پر پہنچادی جائے۔ ہم یہاں پہلے وہ آیت لکھ دیتے ہیں جس سے بعض مفسرین اور فقہاء نے جماعت کو ثابت کیا ہے، اس کے بعد چند حدیثیں بیان کرتے ہیں:

آیت: ﴿ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾

ترجمہ: ''نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر'' (یعنی جماعت سے) اس آیت میں جماعت سے نماز پڑھنے کا صریح حکم ہے، مگر چونکہ رکوع کے معنی بعض مفسرین نے خضوع یعنی عاجزی کے بھی لکھے ہیں لہٰذا فرضیت ثابت نہیں ہوگی۔

فضیلتِ جماعت سے متعلقہ احادیث مبارکہ:

١- ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ہے۔'' (بخاری، مسلم)

٢- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ اور بھی بہتر اور جتنی زیادہ جماعت ہو اتنی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔'' (ابو داؤد، نسائی)

٣- انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ بنوسلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے پرانے مکانات سے (چونکہ وہ مسجدِ نبوی سے دور تھے) منتقل ہو کر نبی کریم ﷺ کے قریب آ کر رہیں تو ان سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے؟'' (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

[لیکن اگر کسی کے محلّہ میں مسجد ہو تو اس کو چھوڑ کر دور نہ جائے، کیونکہ محلّہ کی مسجد کا حق زیادہ ہے بلکہ اگر وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو تو تب بھی وہاں جا کر اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھے۔(۱)]

۴- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جتنا وقت نماز کے انتظار میں گزرتا ہے وہ سب نماز میں شمار ہوتا ہے۔''

۵- نبی کریم ﷺ نے ایک روز عشا کے وقت اپنے ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گذرا سب نماز میں شمار ہوا۔

۶- نبی کریم ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی خوشخبری دو کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی۔''

(ترمذی)

۷- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عشا کی نماز جماعت سے پڑھے اس کو آدھی رات کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملے گا۔''

۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے، پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

۹- ایک روایت میں ہے: ''اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز میں مشغول ہو جاتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ انہیں ان (جماعت میں شریک نہ ہونے والوں) کے گھروں کو مال واسباب سمیت جلا دیں۔''

(مسلم)

اس حدیث میں عشا کی تخصیص اس مصلحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور غالباً تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔ امام ترمذی اس حدیث کو لکھ کہ فرماتے ہیں کہ یہی مضمون حضرت ابن مسعود، ابو درداء، ابن عباس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، یہ سب لوگ نبی کریم ﷺ کے معزز اصحاب ہیں۔

(۱) حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

۱۰- ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’کسی آبادی یا جنگل میں تین مسلمان ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو بیشک ان پر شیطان غالب ہو جائے گا، پس اے ابودرداء! جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھ لو اور دیکھو بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو اپنے گلّے سے الگ ہوگئی ہو۔‘‘ (یعنی اسی طرح شیطان بھی اس شخص کو بہکاتا ہے جو اپنی جماعت سے الگ ہو جائے)

۱۱- ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ’’جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہیں ہوگی۔‘‘[۱] صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے؟ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’خوف یا مرض۔‘‘ اس حدیث میں خوف اور مرض کی تفصیل نہیں کی گئی۔ بعض احادیث میں کچھ تفصیل بھی ہے۔

۱۲- حضرت مِحجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے لگے اور میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: ’’اے مِحجن! تم نے جماعت سے نماز کیوں نہیں پڑھی، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟‘‘ میں نے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان تو ہوں مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔‘‘ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو لوگوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیا کرو، اگرچہ پہلے پڑھ چکے ہو۔‘‘

[مگر فجر، عصر اور مغرب کی نماز اگر تنہا پڑھ لی ہو اور پھر جماعت ہو رہی ہو تو اب جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد تو نوافل پڑھنا جائز نہیں، مغرب میں اس لیے کہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے۔[۲]]

آثارِ صحابہ:

چند حدیثیں نمونے کے طور پر ذکر ہوئیں، اب نبی کریم ﷺ کے برگزیدہ اصحاب کے اقوال سنیے کہ انہیں جماعت کا کس قدر اہتمام تھا اور جماعت چھوڑنے کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے۔

۱- اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز

---

(۱) قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا پورا ثواب نہیں ملے گا، یہ مطلب نہیں کہ فرض بھی ادا نہیں ہوگا، اس لیے کوئی اس خیال سے نماز نہ چھوڑ دے کہ نماز قبول تو ہوگی ہی نہیں پھر تنہا پڑھنے کا کیا فائدہ؟ ایسا ہرگز نہیں سوچنا چاہیے۔ (حاشیہ بہشتی زیور)

(۲) از حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

کی پابندی اور اس کی فضیلت اور تاکید کا ذکر چل نکلا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تائیداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں، آپ کی جگہ پر کھڑے نہ ہو سکیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ نے پھر وہی فرمایا، پھر وہی جواب دیا گیا، تب آپ نے فرمایا کہ تم ایسی باتیں کرتی ہو جیسے یوسف علیہ السلام سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں۔[1] ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لیے نکلے، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض میں کچھ افاقہ معلوم ہوا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے نکلے۔ اب تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں۔ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے، انہوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی۔

۲۔ ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی خیثمہ کو صبح کی نماز میں نہیں پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی والدہ سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا؟ انہوں کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے، اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی، تب حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ پوری رات عبادت کروں۔'' (مؤطا امام مالك)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز با جماعت پڑھنے میں تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے، اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر رات کو جاگ کر عبادت کرنے سے نمازِ فجر رہ جانے کا خطرہ ہو تو نہ جاگنا افضل ہے۔ (أشعة اللمعات)

۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے اپنے آپ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ منافق (جس کا نفاق کھلا ہوا ہو) یا بیمار کے علاوہ کوئی جماعت نہیں چھوڑتا تھا، بیمار بھی دو آدمیوں کا سہارا لے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے، بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے راستے بتائے ہیں اور ان میں سے ایک نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں فرمایا: جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے

(۱) اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ زلیخا کو جب مصر کی عورتوں نے طعنے دیئے کہ تم غلام پر عاشق ہوگئی تو اس نے ان عورتوں کی دعوت کی، اس سے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھیں گی تب انہیں معلوم ہوگا کہ میں معذور ہوں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ بھی تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے صحت یاب نہ ہوئے تو لوگ کہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہونے کو بدفالی نہ سمجھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کدورت نہ ہو۔ (حاشیہ بہشتی زیور ملخصاً)

سامنے مسلمان ہونے کی حالت میں حاضر ہو، اسے چاہیے کہ پانچوں نمازوں کی پابندی ان مقامات میں کرے جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (ﷺ) کے لیے ہدایت کے طریقے جاری فرمائے ہیں اور یہ نماز بھی ان ہی طریقوں میں سے ہے۔

اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسا کہ منافق پڑھ لیتا ہے تو بیشک تم سے تمہارے نبی کی سنت چھوٹ جائے گی اور اگر تم اپنے پیغمبر کی سنت چھوڑ دو گے تو بلاشبہ گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں جاتا ہے تو اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے، ایک مرتبہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ہمارے وقت میں جماعت وہی چھوڑتا تھا جو منافق ہو۔ ہم لوگوں کی تو حالت یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے جماعت کے لیے لائے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیے جاتے تھے۔

۴۔ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے اذان کے بعد نماز پڑھے بغیر چلا گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (مسلم شریف)

دیکھیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جماعت چھوڑنے والے کو کیا کہا؟ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بغیر عذر جماعت چھوڑنے کی جرأت ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایمان دار کو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے؟

۵۔ نبی کریم ﷺ کے بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی اذان سن کر جماعت میں نہ جائے اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ یہ لکھ کر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ حکم تاکیدی ہے، مقصود یہ ہے کہ بغیر عذر جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ [اور بلا عذر نماز پڑھنے سے اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر کامل نہیں ہوگی۔]

۶۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جو شخص تمام دن روزے رکھتا ہو اور رات بھر نمازیں پڑھتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا کہ دوزخ میں جائے گا۔ (ترمذی)

امام ترمذی اس روایت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ و جماعت کا مرتبہ کم سمجھ کر چھوڑے تب یہ حکم لگایا جائے گا، لیکن اگر دوزخ میں جانے سے مراد تھوڑے عرصے کے لیے جانا لیا جائے تو اس تاویل کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

مذاہب فقہائے کرام:

صحابہ کے کچھ اقوال بھی بیان ہو چکے ہیں جو درحقیقت نبی ﷺ کے اقوال ہیں۔ اب ذرا علماء امت اور مجتہدین ملت کو دیکھیے کہ ان کا جماعت کے بارے میں کیا خیال ہے اور ان احادیث کا مطلب انہوں کیا سمجھا ہے۔

۱- ظاہریہ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جماعت شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

۲- امام احمد رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے، اگرچہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳- امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقلدین کا یہ مذہب ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حنفیہ میں سے ایک بڑے درجے کے فقیہ اور محدث ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے۔

۴- اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ محقق ابن ہمام، حلبی اور صاحب البحر الرائق وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

۵- بعض حنفیہ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے، مگر واجب کے حکم میں ہے اور درحقیقت حنفیہ کے ان دونوں قولوں میں کوئی فرق نہیں۔

٦- فقہاء لکھتے ہیں اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے کے باوجود بھی نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔

۷- فقہ کی بعض کتابوں مثلاً: قنیہ وغیرہ میں ہے کہ بلاعذر جماعت چھوڑنے والے کو سزا دینا امامِ وقت پر واجب ہے اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں [یعنی اس کو اس فعل سے نہ روکیں اور حسبِ استطاعت نصیحت نہ کریں، بشرطیکہ اس شخص سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو۔[1]] تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

۸- اگر مسجد جانے کے لیے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ یہ اس لیے کہا کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لیے تیز قدم جانا درست ہے، بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

۹- جماعت چھوڑنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بشرطیکہ اس نے بلاعذر صرف سستی سے جماعت چھوڑی ہو۔

۱۰- اگر کوئی شخص دینی علوم کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی۔

---

(۱) حاشیہ بہشتی گوہر مع بہشتی زیور

جماعت کی حکمتیں اور فوائد:

اس بارے میں حضرات علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ بیان کیا ہے، مگر جہاں تک میری نظر پہنچی ہے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر، جامع اور لطیف تحریر کسی کی نہیں، اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انہی کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین لکھے جائیں مگر بوجہ اختصار کے میں حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہاں درج کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

۱- دنیاوی رسوم کی خرابی کو دور کرنے میں کوئی چیز اس سے زیادہ فائدہ مند نہیں کہ کوئی عبادت عام کر دی جائے، یہاں تک کہ وہ عبادت ایک ضرورت بن جائے کہ اس کا چھوڑنا عادی چیزوں کے چھوڑنے کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ اہم نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

۲- مسلمانوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اَن پڑھ بھی، عالم بھی، لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں، اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے سکھلا دے، گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ادائیگی ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں، جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتا دیتے ہیں اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں، پس یہ نماز کی تکمیل کا ایک بہترین ذریعہ ہوگا۔

۳- جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی پتہ چل جائے گا اور ان کو نصیحت کرنے کا موقع ملے گا۔

۴- چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا نزول رحمت اور قبولیت میں عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

۵- اس امت سے اللہ تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمۂ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام پر غالب نہ رہے، یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام اور خاص، مسافر اور مقیم، چھوٹے اور بڑے اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور اسلام کی شان و شوکت ظاہر کریں، ان سب مصلحتوں کی وجہ سے ہی شریعت نے جماعت پر بھرپور توجہ کی، اس کی ترغیب دی گئی اور چھوڑنے پر سخت ممانعت کی گئی۔

۶- جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کی اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکیں گے جس سے دینی اخوت اور ایمانی محبت کا بھرپور اظہار ہوگا، جو شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید اور فضیلت جا بجا قرآنِ عظیم اور احادیثِ نبی ﷺ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ افسوس! ہمارے زمانے میں

جماعت چھوڑنا ایک عام عادت بن گئی ہے، جاہلوں کا کیا ذکر، ہم بعض لکھے پڑھے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس! یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اس کے ادا نہ کرنے والوں یا ادائیگی میں کمی کوتاہی کرنے والوں سے باز پرس شروع ہوگی، یہ لوگ کیا جواب دیں گے؟

جماعت کی کیفیت:

﴿مسئلہ۱﴾ جماعت سے نماز پڑھنا چونکہ واجب یا سنت مؤکدہ ہے، اس لیے اس کا ذکر بھی نماز کے واجبات وسنن کے بعد اور مکروہات وغیرہ سے پہلے مناسب معلوم ہوا اور مسائل کے زیادہ اور قابلِ اہتمام ہونے کی وجہ سے اس کے لیے علیحدہ عنوان قائم کیا گیا۔

﴿مسئلہ۲﴾ جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ ایک شخص ان میں تابع ہو اور دوسرا متبوع، متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ۳﴾ امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے، چاہے وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ، البتہ جمعہ وعیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی ہونے چاہئیں، اس کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ۴﴾ جماعت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح مل کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی، چاہے امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا صرف مقتدی نفل پڑھتا ہو، البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ عورتیں اپنی نماز الگ الگ پڑھیں، جماعت سے نہ پڑھیں اور نہ ہی جماعت کے لیے مسجد جائیں۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے مسائل کسی مستند عالم سے پوچھ لے، چونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے اس لیے ہم نے اس سے متعلقہ مسائل بیان نہیں کیے، البتہ اتنی بات یاد رکھیں کہ اگر کبھی ایسا موقع ہو تو عورت کو چاہیے کہ کسی مرد کے برابر کھڑی نہ ہو، بالکل پیچھے رہے، ورنہ اس کی نماز بھی فاسد ہوگی اور اس مرد کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

جماعت واجب ہونے کی شرطیں:

۱- مرد ہونا، عورتوں پر جماعت واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں۔

۳۔ آزاد ہونا، غلام پر جماعت واجب نہیں۔

۴۔ عاقل ہونا، بے ہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں۔

۵۔ تمام اعذار سے خالی ہونا، اعذار کی حالت میں جماعت واجب نہیں، مگر ادا کر لے تو بہتر ہے۔

جماعت چھوڑنے کے اعذار:

جماعت چھوڑنے کے چند اعذار ہیں:

۱۔ اتنا لباس موجود نہ ہو جس سے ستر کو چھپایا جا سکے۔

۲۔ مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیچڑ وغیرہ کی حالت میں جماعت کے لیے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ جماعت کا چھوڑنا مجھے پسند نہیں۔

۳۔ بہت زور سے بارش برس رہی ہو، ایسی حالت میں امام محمد نے مؤطا میں لکھا ہے کہ اگرچہ مسجد نہ جانا جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد جا کر جماعت سے نماز پڑھے۔

۴۔ ایسی سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے میں یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

۵۔ مسجد جانے میں مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۶۔ مسجد جانے میں کسی دشمن کا سامنا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۷۔ مسجد جانے میں کسی قرض چاہنے کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، بشرطیکہ اس کے قرض کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر قادر ہو تو ایسا شخص ظالم سمجھا جائے گا اور اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۸۔ اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو، لیکن اگر کسی کے پاس روشنی کا انتظام ہو تو اسے جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

۹۔ رات کا وقت ہو اور آندھی بہت سخت چلتی ہو۔

۱۰۔ کسی مریض کی تیمارداری کرتا ہو کہ اس کے جماعت کے لیے چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا اندیشہ ہو۔

۱۱- کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں توجہ نہ لگنے کا اندیشہ ہو۔

۱۲- قضائے حاجت کا شدید تقاضا ہو۔

۱۳- سفر کا ارادہ ہو اور ڈر ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی یا قافلہ نکل جائے گا، ریل کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ وہاں ایک قافلے کے بعد دوسرا قافلہ کئی دنوں کے بعد ملتا ہے اور یہاں ریل ایک دن میں کئی بار جاتی ہے، اگر ایک وقت کی ریل نہ ملے تو دوسرے وقت جا سکتا ہے، البتہ اگر کسی وجہ سے شدید حرج ہوتا ہو تو مضایقہ نہیں۔

۱۴- کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو جماعت نہیں چھوڑنی چاہیے۔

امامت صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مسلمان ہونا، کافر کی امامت صحیح نہیں۔

۲- عاقل ہونا نشئی، بے ہوش اور دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

۳- بالغ ہونا۔

۴- مرد ہونا۔

۵- فرض قراءت کے بقدر یاد ہو۔

۶- نماز سے مانع کوئی عذر نہ ہو، مثلاً: نکسیر وغیرہ نہ چل رہی ہو، تو تلا نہ ہو، نیز نماز کی کوئی شرط، مثلاً: طہارت، ستر وغیرہ نہ چھوٹ رہی ہو۔[۱]

اقتدا صحیح ہونے کی شرائط:

۱- مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتدا کی بھی نیت کرنا یعنی یہ ارادہ دل میں کرنا کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نیت کا بیان اوپر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

۲- امام اور مقتدی دونوں کی جگہ ایک ہو، چاہے حقیقۃً ایک ہو جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں

---

(۱) وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة اشياء: الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الأعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة وفقد شرط كطهارة وستر عورة اهـ. (شامية: ۲/۳۳۷ بيروت)

یا حکماً ایک ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں مسلسل صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام اور ان مقتدیوں کے درمیان جو پل کے اس پار ہیں، دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقۃً ایک نہیں، مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد سمجھا جائے گا اور اقتدا صحیح ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو اقتدا درست ہے، اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے، اسی طرح اگر کسی کے گھر کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر امام کی اقتدا کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح گھر بہت بڑا ہو یا جنگل ہو اور امام و مقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے، مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں کشتی چل سکتی ہو، یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جو جاری پانی کے حکم میں ہو، یا کوئی عام راہ گزر ہو جس سے بیل گاڑی وغیرہ گزر سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہیں سمجھے جائیں گے اور اقتدا درست نہیں ہوگی، البتہ کوئی چھوٹی سی نالی اگر حائل ہو جو تنگ سے تنگ راستے سے بھی کم ہو تو وہ مانع اقتدا نہیں۔ تنگ سے تنگ راستہ وہ ہے جس سے اونٹ گزر سکے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ پیدل کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں، اس لیے کہ دونوں کی جگہ ایک نہیں، البتہ اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

۳۔ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا الگ الگ نہ ہونا، اگر مقتدی اور امام کی نماز الگ الگ ہوگی تو اقتدا درست نہ ہوگی، مثلاً: امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی قضا پڑھتا ہو اور مقتدی آج کے ظہر کی۔ البتہ اگر دونوں کل کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے، البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل تو اقتدا صحیح ہے، اس لیے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھ رہا ہو تب بھی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

۴- امام کی نماز کا صحیح ہونا، اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، چاہے یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا ختم ہونے کے بعد، جیسے کہ امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ ایک درہم سے زیادہ تھی اور نماز ختم ہونے کے بعد یا دوران نماز معلوم ہوا یا امام کا وضو نہ تھا اور نماز کے بعد یا دوران نماز اس کو خیال آیا۔

مسئلہ ۱۱ امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو معلوم نہ ہو تو امام پر ضروری ہے کہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کر دے تا کہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ جن کو اطلاع دینا ممکن نہ ہو ان کی نماز ہوگئی۔

۵- مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا۔ چاہے مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جب کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے، اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں چاہے پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتدا درست ہو جائے گی۔

٦- مقتدی کو امام کے افعال مثلاً: رکوع، قومہ، سجدہ اور قعدہ وغیرہ کا علم ہو، چاہے امام کو دیکھ کر یا اس کی یا کسی مُکبّر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے افعال کا علم نہ ہو، چاہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یا کسی اور وجہ سے تو اقتدا صحیح نہیں ہوگی اور اگر کوئی پردہ یا دیوار وغیرہ حائل ہو مگر امام کے افعال معلوم ہوتے ہوں تو اقتدا درست ہے۔

مسئلہ ۱۲ اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو لیکن قرائن سے اس کے مقیم ہونے کا غالب گمان ہو اور وہ شہر یا گاؤں کے اندر ہو اور مسافر کی سی نماز پڑھائے یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے بھول جانے کا شبہ ہو تو اس مقتدی پر اپنی چار رکعتیں پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام نے بھول کر سلام پھیر دیا ہے یا وہ مسافر تھا، اگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ مسافر تھا تو نماز صحیح ہوگئی اور اگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھول گیا تھا تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر تحقیق نہیں کی بلکہ مقتدی اسی شبہہ کی حالت میں نماز پڑھ کر چلا گیا تو اس صورت میں بھی اس پر نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۳ اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا گمان ہے، مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے بھول جانے شبہہ ہوا، اس صورت میں بھی مقتدی اپنی چار رکعت پوری کرلے اور نماز کے بعد امام کا حال معلوم کرلے تو اچھا ہے، اگر معلوم نہ کرے تو اس کی نماز

فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ شہر یا گاؤں سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے اور اس کے متعلق مقتدی کا یہ خیال کہ شاید اس کو بھول ہوئی ہے، ظاہر کے خلاف ہے، لہٰذا اس صورت میں تحقیقِ حال ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں میں پڑھائے یا جنگل وغیرہ میں اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہہ ہو، لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو نماز کے بعد تحقیقِ حال واجب نہیں۔ فجر اور مغرب کی نماز میں کسی وقت بھی امام کے مسافر یا مقیم ہونے کی تحقیق ضروری نہیں، کیونکہ ان نمازوں میں مقیم ومسافر سب برابر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس تحقیق کی ضرورت صرف ایک صورت میں ہے، جب امام شہر یا گاؤں میں یا کسی جگہ چار رکعت کی نماز میں دو رکعت پڑھائے اور مقتدی کو امام پر سہو کا شبہ ہو۔

۷۔ مقتدی کا تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کے ساتھ شریک رہنا، چاہے امام کیساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع سجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ ۱۴ اگر کسی رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہ کی جائے، مثلاً: امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتدا امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو، مثلاً: مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور اس سے پہلے کہ امام رکوع کرے مقتدی کھڑا ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اقتدا درست نہ ہوگی۔

۸۔ مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مثالیں:

۱۔ قیام کرنے والے کی اقتدا قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے، شرعاً معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

۲۔ تیمّم کرنے والے کے پیچھے (چاہے تیمّم وضو کا ہو یا غسل کا) وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے، اس لیے کہ تیمّم اور وضو و غسل کا حکم طہارت میں ایک جیسا ہے۔

۳۔ مسح کرنے والے کے پیچھے (چاہے مسح موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر) دھونے والے کی اقتدا درست ہے، اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجے کی طہارت ہے۔

۴- معذور کی اقتدا معذور کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، مثلاً: دونوں کو مسلسل پیشاب کے قطرے آنے کی شکایت ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو۔

۵- اُمّی کی اقتدا اُمّی کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو۔

[اُمّی سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قراءت کے بقدر قرآن مجید یعنی کم از کم ایک آیت زبانی بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قراءت کی مقدار قرآن مجید زبانی پڑھ سکتا ہو۔]

۶- عورت یا نابالغ کی اقتدا بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

۷- عورت کی اقتدا عورت کے پیچھے درست ہے۔

۸- نابالغ کی اقتدا نابالغ کے پیچھے درست ہے۔

۹- نفل پڑھنے والے کی اقتدا فرض اور واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، مثلاً: کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے یا عید کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ دوبارہ پھر نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۰- نفل پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

۱۱- قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، اس لیے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہ نفل ہے، یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی متنفل کے پیچھے اس نے دو رکعت پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی۔

۱۲- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو، مثلاً: ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر مانی جس کی فلاں شخص نے نذر مانی ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً: الگ نذر مانی اور دوسرے نے الگ، تو ان میں سے کسی کی نماز دوسرے کی اقتدا میں درست نہیں ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ جب مقتدی امام سے کم یا برابر ہوگا تو اقتدا درست ہو جائے گی۔

اب ہم وہ صورتیں لکھتے ہیں جن میں مقتدی کی حالت امام سے زیادہ قوی ہے، چاہے یقیناً یا احتمالاً اور ان تمام صورتوں میں اقتدا درست نہیں۔

جن صورتوں میں اقتدا درست نہیں:

۱- بالغ کی اقتدا چاہے مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

۲- مرد کی اقتدا چاہے بالغ ہو یا نابالغ، عورت کے پیچھے درست نہیں۔

۳- خنثیٰ کی اقتدا خنثیٰ کے پیچھے درست نہیں۔

خنثیٰ اس کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت ہونے کی علامات ایسی متعارض ہوں کہ نہ اس کا مرد ہونا یقینی ہو، نہ عورت ہونا اور ایسی مخلوق شاذ و نادر ہوتی ہے۔

۴- ہوش و حواس والے کی اقتدا مجنون اور بے ہوش کے پیچھے درست نہیں۔

۵- صحیح سالم شخص کی اقتدا معذور کے پیچھے جیسا کہ وہ شخص جس کو مسلسل پیشاب کے قطرے آنے وغیرہ کی شکایت ہو، درست نہیں۔

۶- ایک عذر والے کی اقتدا دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: کسی کو صرف ہوا خارج ہونے کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو اس بیماری کے ساتھ قطرہ آنے کی بیماری بھی ہو۔

۷- ایک طرح کے عذر والے کی اقتدا دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: قطروں کی شکایت والا ایسے شخص کی اقتدا کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔

۸- قاری کی اقتدا اُمّی کے پیچھے درست نہیں اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور اُمّی وہ ہے جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

۹- اُمّی کی اقتدا اُمّی کے پیچھے جب کہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس اُمّی امام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ ممکن تھا کہ وہ اس قاری کو امام بنا دیتا اور اس کی قراءت سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہو جاتی اور جب امام کی نماز فاسد ہو گئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ اُمّی مقتدی بھی ہے۔

۱۰- اُمّی کی اقتدا گونگے کے پیچھے درست نہیں، اس لیے کہ اُمّی اگرچہ فی الحال قراءت نہیں کر سکتا مگر اس کو قراءت سیکھنے پر قدرت حاصل ہے، جب کہ گونگے میں یہ قدرت بھی نہیں۔

۱۱- جس شخص کا جسم ستر کے بقدر چھپا ہوا ہو اس کی اقتدا بالکل برہنہ شخص کے پیچھے درست نہیں۔

۱۲- رکوع وسجدہ کرنے والے کی اقتدا ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں۔

۱۳- فرض پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔

۱۴- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

۱۵- نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتدا قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، مثلاً: کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر مانی تو وہ نذر کرنے والا اگر اس کے پیچھے نماز پڑھے تو درست نہ ہوگی، اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نماز نفل، کیونکہ قسم کا پورا کرنا ہی واجب نہیں، بلکہ اس میں یہ ہوسکتا ہے کہ کفارہ دے دے اور وہ نماز نہ پڑھے۔

[تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس کام کے لیے قسم کھائی جائے اگر وہ کام اصل میں فرض یا واجب ہے تب تو قسم کا پورا کرنا متعین ہے اور اگر وہ کام گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے اور اگر وہ کام نہ فرض ہے، نہ واجب ہے اور نہ گناہ تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کا پورا کرنا افضل ہوگا اور اگر نہ کرنا بہتر ہے تو قسم توڑنا بہتر ہوگا اور اگر دونوں برابر ہوں تو قسم کا پورا کرنا اولیٰ ہوگا۔

بہر حال جس کام پر قسم کھائی جائے اس کام کا کرنا مطلقاً واجب نہ ہوگا، اس لیے اگر نفلی نماز کے لیے قسم کھالی تو وہ واجب نہ ہوگی۔[1]]

۱۶- جس شخص سے صاف حروف نہ ادا ہوسکتے ہوں، مثلاً: ''س'' کو ''ث'' یا ''ر'' کو ''غ'' پڑھتا ہو یا کسی اور حرف میں ایسا ہی تغیر وتبدل کرتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں، البتہ اگر پوری قراءت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہوجائے تو اقتدا درست ہوجائے گی۔

جماعت کے احکام:

مسئلہ ۱۵ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی یہ نمازیں جماعت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے، بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سنت مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن مجید جماعت سے ختم ہوچکا ہو، اسی طرح نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز) اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں وتر کی جماعت مکروہِ تنزیہی ہے یعنی جب کہ پابندی کی جائے اور اگر پابندی نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھار دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔ نمازِ خسوف (چاند گرہن) اور تمام نوافل اذان واقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کرکے اس اہتمام سے ادا کی جائیں جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے تو جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر اذان واقامت بغیر اور بلائے بغیر ہوئے دو تین آدمی جمع ہوکر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضایقہ نہیں لیکن اس کی پابندی نہ کریں۔

(۱) حاشیہ بہشتی زیور بحوالہ رد المحتار: ۱/ ۵۴۳

دوسری جماعت کا حکم:

درجِ ذیل شرائط پائے جانے کی صورت میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

۱- محلے کی مسجد ہو اور عام راہ گذر پر نہ ہو، محلے کی مسجد کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کا امام اور نمازی متعین ہوں۔

۲- پہلی جماعت بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

۳- پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں رہتے ہوں اور ان کو اس مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہو۔

۴- دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت اور اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔

مثلاً: محراب میں پڑھی جائے یہ شرط صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیئت بدل دینے کے باوجود کراہت رہتی ہے۔ پس اگر دوسری جماعت مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، مثلاً: مسجد عام رہگذر پر ہو محلے کی نہ ہو، تو اس میں دوسری بلکہ تیسری و چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان اور اقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے میں نہیں رہتے، نہ ہی ان کو مسجد کے انتظامات کا اختیار حاصل ہے یا بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ:

اگرچہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول دلیل کے اعتبار سے بھی قوی ہے اور اس وقت دینی کاموں میں خصوصاً جماعت کے بارے میں جو سستی اور کاہلی ہو رہی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہیئت تبدیل ہو جانے کے باوجود دوسری جماعت کرانے پر کراہیت کا فتویٰ دیا جائے، ورنہ لوگ دوسری جماعت مل جانے کی امید پر جان بوجھ کر پہلی جماعت چھوڑ دیا کریں گے۔

امامت کے لائق شخص:

مسئلہ ۱۶ مقتدیوں کو چاہیے کہ اگر تمام حاضرین امامت کی اہلیت میں برابر ہوں تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس

شخص کی طرف زیادہ لوگوں کا رجحان ہو اسی کو امام بنائیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام بنا دیں گے جو اس سے کم اہلیت رکھتا ہے تو سنت کی خلاف ورزی کرنے والے شمار ہوں گے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ سب سے زیادہ امامت کا حق اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو، بشرطیکہ ظاہراً گناہ کی باتوں میں مبتلا نہ ہو اور جس قدر قراءت مسنون ہے اسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو، پھر وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو یعنی قرأت و تجوید کے قواعد کے مطابق، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر رکھتا ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوش اخلاق ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ شریف النسب ہو، پھر وہ جس کی آواز سب سے عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو، پھر وہ شخص جو مقیم ہو (مسافر نہ ہو)، پھر وہ شخص جس نے حدث اصغر سے تیمّم کیا ہو بہ نسبت اس کے جس نے حدث اکبر سے تیمّم کیا ہو اور بعض کے نزدیک حدث اکبر سے تیمّم کرنے والا زیادہ حقدار ہے اور جس شخص میں دو وصف پائے جائیں وہ اس شخص سے زیادہ حقدار ہے جس میں ایک ہی وصف پایا جاتا ہو، مثلاً: وہ شخص جو نماز کے مسائل بھی جانتا ہو، قرآن مجید بھی اچھا پڑھتا ہو وہ اس شخص سے زیادہ مستحق ہے جو صرف نماز کے مسائل جانتا ہو اور قرآن مجید اچھا نہ پڑھتا ہو۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو جس کا گھر ہے وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے، اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنا دے، البتہ اگر گھر کا مالک بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو حق حاصل ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو، اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں، البتہ اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا دے تو پھر حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ قاضی یعنی حاکم شرع یا بادشاہِ اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا حق نہیں۔

جن افراد کی امامت مکروہ ہے:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مقتدیوں کی رضامندی کے بغیر امامت کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر وہ شخص سب سے زیادہ امامت کا حق رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے امام بننے میں کوئی کراہت نہیں، بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ فاسق (جو شخص علی الاعلان گناہ کرتا ہو) اور بدعتی کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ! اگر خدانخواستہ ایسے

لوگوں کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، اسی طرح اگر بدعتی وفاسق باا‌ثر اور طاقتور ہوں اور ان کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا بڑا فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو بھی مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

مسئلہ ۲۳: دیہاتی کو اور اس نابینا کو جو پاکی ناپاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرامی کو امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر یہ لوگ صاحبِ علم وفضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو اور کم عقل کو امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

شافعی امام کے پیچھے نماز کا طریقہ:

مسئلہ ۲۴: نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کا ساتھ دینا واجب ہے، البتہ سنتوں میں واجب نہیں، پس اگر امام شافعی المذہب ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدیوں پر ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں، اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا شافعیہ کے نزدیک سنت ہے، اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی المذہب قنوت پڑھے گا تو حنفی مقتدیوں پر ضروری نہیں، البتہ وتر میں چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے مطابق رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے۔

صف بندی کا طریقہ:

مسئلہ ۲۵: اگر ایک ہی مقتدی ہو تو اس کو امام کے دائیں جانب امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے، بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۶: اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ دو مقتدیوں کا امام کے دائیں بائیں جانب کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے، اس لیے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ ۲۷: اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مقتدی تھا اور وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہوا، اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ جائے اور سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر وہ نہ ہٹے تو پیچھے والوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر لاعلمی کی وجہ سے وہ مقتدی امام کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوجائیں اور پہلے والے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہوجائیں، اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہیے کہ آگے بڑھ جائے، لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں جیسا

کہ ہمارے زمانے میں ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں، کیونکہ اس کا خدشہ ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے نماز ہی ٹوٹ جائے۔

مسئلہ ۲۸ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو، چاہے ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ ۲۹ اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد، کچھ عورتیں، کچھ نابالغ تو امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں بنائے: پہلے مردوں کی صفیں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر بالغ عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ ۳۰ امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے، سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہیے۔

مسئلہ ۳۱ مرد کا صرف نامحرم عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہِ تحریمی ہے جہاں کوئی اور مرد نہ ہو اور نہ ہی کوئی محرم عورت، جیسے: اس کی ماں، بہن وغیرہ، البتہ اگر کوئی مرد یا محرم عورت یا اس کی بیوی موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ ۳۲ تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے ایسی حالت میں چاہیے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا برا مانے گا تو چھوڑ دے۔

مسئلہ ۳۳ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ جب پہلی صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

لاحق و مسبوق کے مسائل:

مسئلہ ۳۴ لاحق وہ مقتدی ہے جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں جماعت میں شریک ہونے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں، مثلاً: نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت چھوٹ جائے یا لوگوں کی کثرت کی وجہ سے رکوع سجدے وغیرہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو کرنے کے لیے جائے اور اس دوران اس کی رکعتیں چھوٹ جائیں یا کسی عذر کے بغیر چھوٹ جائیں، مثلاً: امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع یا سجدہ کر لے جس سے اس کی رکعت کالعدم سمجھی جائے تو اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔ پس لاحق پر واجب ہے کہ پہلے چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے، ان کے ادا کرنے کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی تنہا پڑھ لے۔

مسئلہ ۳۵ لاحق چھوٹی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی جیسے مقتدی قراءت نہیں کرتا اسی طرح لاحق

بھی قراءت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے اور جیسے مقتدی سے اگر بھول ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح لاحق کو بھی۔

مسئلہ ۳۶ مسبوق یعنی جو شخص ایک دو رکعتیں چھوٹ جانے کے بعد جماعت میں شامل ہو گیا ہو اس کو چاہیے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جتنی نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے، امام کی نماز ختم ہونے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی رہ جانے والی رکعتوں کو ادا کرے۔

مسئلہ ۳۷ مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس کے لیے سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۳۸ مسبوق کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہیے کہ پہلے قراءت والی رکعتیں ادا کرے پھر وہ رکعتیں ادا کرے جن میں قراءت واجب نہیں اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں آخری قعدہ کرے۔ وعلی ھذا القیاس.

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا، اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس رکعت کے حساب سے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے، دوسری ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے، کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کہ یہ قعدہ اخیرہ ہے۔

مسئلہ ۳۹ اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی، مثلاً: کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہوا ہو اور شرکت کے بعد پھر اس کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں تو اس کو چاہیے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جو شرکت کے بعد چھوٹی ہیں، جن میں وہ لاحق ہے مگر ان کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے یعنی قراءت نہ کرے اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے، اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے، ورنہ باقی نماز اکیلا پڑھ لے، اس کے بعد اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں وہ مسبوق ہے۔

مثال: عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا، اس درمیان میں نماز ختم ہوگئی تو اس کو چاہیے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو شریک ہونے کے بعد چھوٹ گئی ہیں، پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے اور ان تینوں میں سے پہلی رکعت میں قعدہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا، پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے، اس لیے کہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے، پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں امام نے قعدہ کیا تھا، پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں بھی قعدہ کرے، اس لیے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں اس کو قراءت بھی کرنا ہوگی، اس لیے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

جماعت میں شامل ہونے اور نہ ہونے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۴۰﴾ اگر کوئی شخص اپنے محلے یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو، اس کے بعد وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہو، تو اس کو چاہیے کہ جماعت میں شریک ہو جائے، بشرطیکہ ظہر، عشا کا وقت ہو، فجر، عصر اور مغرب کے وقت شریکِ جماعت نہ ہو، اس لیے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب کی دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ اگر کوئی شخص اکیلے فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں اسی فرض کی جماعت ہونے لگے تو اگر وہ فرض دو یا تین رکعت والا ہے جیسے فجر یا مغرب کی نماز تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ فرض چار رکعت والا ہو جیسے ظہر، عصر و عشا تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز ختم کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دوسری رکعت بھی پڑھے اور دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی ہو اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر لے۔ جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جائے ان میں سے

مغرب، فجر اور عصر میں تو دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہو اور ظہر، عشا میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز توڑنی ہو، کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

﴿مسئلہ ۴۳﴾ اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز نہ توڑے، بلکہ اس کو چاہیے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، اگر چہ چار رکعت کی نیت کی ہو۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت کھڑی ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شریک ہو جائے اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ چار رکعت پوری کر لے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی تو اب چار کا پورا کرنا ضروری ہے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ اگر فرض نماز ہو رہی ہو اور سنت وغیرہ شروع کرنے سے کسی رکعت کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر سنت وغیرہ شروع نہ کی جائے، البتہ اگر یقین یا غالب گمان ہو کہ کوئی رکعت فوت نہیں ہوگی تو پڑھ لے، مثلاً: ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے فرض کی کوئی رکعت فوت ہو جائے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں، چھوڑ دے۔ ظہر اور جمعہ میں فرض کے بعد بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ پہلے پڑھ کر ان کے بعد پہلی سنتوں کو پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ فرض نماز کی جماعت شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں چاہے فجر کی ہوں یا کسی اور وقت کی، وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو، اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھ لے۔ [یا مسجد کی دیوار یا ستون کی آڑ میں پڑھے، صف کے پیچھے بلا حائل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔[1]]

﴿مسئلہ ۴۷﴾ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی، اگر رکوع نہ ملے تو پھر وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ بعض ناواقف لوگ جب مسجد میں آکر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں، ان کی نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے، جب قیام نہ کیا تو وہ تکبیرِ تحریمہ صحیح نہیں ہوئی اور جب وہ صحیح نہیں ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

(۱) دیکھیے: رد المحتار، باب ادراک الفریضۃ: ۲/ ۵۲

مسئلہ ۴۹ اگر جماعت کا قعدہ مل جائے اور رکعتیں نہ ملیں تب بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔

جماعتِ فجر کے وقت سنت پڑھنا:

مسئلہ ۵۰ فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکا ہو تب بھی ادا کر لی جائیں، بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو اور اگر ایک رکعت کے ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے اور پھر اگر چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

[ظاہر مذہب یہی ہے کہ کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں اس وقت تک پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے اور ایک قول یہ ہے کہ صرف قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنتیں پڑھ لے۔ فتح القدیر، شامیہ وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔[1]]

مسئلہ ۵۱ اگر یہ اندیشہ ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے ادا کی جائیں گی تو جماعت نہیں ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض اور واجبات پر اکتفا کرے، سنتیں وغیرہ چھوڑ دے۔

اضافہ

بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا:

مسئلہ ۱ اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے۔ اگر نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوں ہی میں کھڑا کرنا چاہیے، کیونکہ دو یا اس سے زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے نہ صرف اپنی نماز خراب کرتے ہیں بلکہ بڑوں کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں۔

یہ حکم ان بچوں سے متعلق ہے جو نماز اور وضو وغیرہ میں تمیز رکھتے ہوں، زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے، بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔ (أحسن الفتاویٰ: ۳/ ۲۸۰)

(۱) شامیہ حوالہ بالا

نماز توڑنے والی چیزوں کا بیان

نماز میں بولنا یا بلا ضرورت آواز نکالنا:

مسئلہ ۱: قصداً یا بھول کر بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ ۲: نماز میں "آہ" یا "اُف" یا "اوہ" یا "ہائے" کہے یا زور سے روئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ اگر جنت، دوزخ کی یاد آجانے سے دل بھر آئے اور زور سے آواز یا "آہ" یا "اُف" وغیرہ نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۳: بلا ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جب ایک آدھ حرف بھی پیدا ہو جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، البتہ ضرورت اور مجبوری کے وقت کھنکھارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

مسئلہ ۴: نماز میں چھینک آئی اور اس پر "الحمد للہ" کہا تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن نہیں کہنا چاہیے اور نماز میں اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے نماز ہی میں اس کو "یرحمك اللہ" کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۵: کسی کے سلام کا جواب دیتے ہوئے "وعلیکم السلام" کہا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۶: نماز میں کوئی خوشخبری سنی اور اس پر "الحمد للہ" کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اس پر "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون" پڑھا تو نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ ۷: کوئی بچہ وغیرہ گر پڑا، اس کے گرتے وقت "بسم اللہ" کہہ دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ ۸: کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹی، البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

دورانِ نماز کوئی چیز کھا پی لینا:

مسئلہ ۹: نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز ٹوٹ گئی، یہاں تک کہ اگر ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اٹھا کر کھالے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی، البتہ اگر کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل لیا تو اگر وہ چنے سے کم ہو تو نماز ہوگئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ ۱۰: منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۱: کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کا مزہ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں

جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

تکبیر تحریمہ میں ''الف'' کو بڑھا کر پڑھنا:

مسئلہ ۱۲ تکبیر تحریمہ کہتے وقت لفظ ''اللہ'' کے الف کو بڑھا دیا اور '' آللہ اکبر '' کہا یا اکبر کے شروع میں الف کو بڑھا کر '' اللہ آکبر '' کہا تو نماز ٹوٹ جائے گی، اسی طرح اگر اکبر کی با کو بڑھا کر پڑھا اور '' اللہ اکبار '' کہا تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا:

مسئلہ ۱۳ قرآن مجید میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

دورانِ نماز سینہ قبلہ سے پھیر دینا:

مسئلہ ۱۴ نماز میں اتنا مڑ گیا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے ہٹ گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ ۱۵ اگر نمازی قبلہ کی طرف ایک آدھ قدم آگے بڑھ گیا یا پیچھے ہٹ گیا، لیکن سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا تو نماز درست ہوگئی لیکن اگر سجدہ کی جگہ سے آگے بڑھ جائے گا تو نماز نہیں ہوگی۔ [البتہ جماعت میں اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو آگے بڑھ کر صف میں شامل ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔]

نماز کے دوران لقمہ دینا:

مسئلہ ۱۶ نماز میں اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا مفسد نماز ہے۔

مسئلہ ۱۷ صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی، چاہے امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں۔ بقدر ضرورت سے مراد وہ مقدارِ قراءت ہے جو مسنون ہے، البتہ ایسی صورت میں امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ رکوع کر لے، جیسا کہ اگلے مسئلہ میں آرہا ہے۔

مسئلہ ۱۸ امام اگر بقدر فرض قراءت کر چکا ہو پھر اسے بھول لگ جائے تو اسے چاہیے کہ رکوع کر لے، مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے (بلکہ مجبور کرنا مکروہ ہے) اور مقتدیوں کو چاہیے کہ جب تک شدید ضرورت پیش نہ آئے امام کو لقمہ نہ دیں۔

شدید ضرورت سے مراد یہ ہے کہ مثلاً: امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا خاموش کھڑا ہو جائے اور اگر شدید ضرورت کے بغیر بھی لقمہ دے دیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر نماز نہ پڑھنے والا کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے یا وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو، چاہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو تو یہ شخص اگر لقمہ لے لے گا تو اس لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ اگر اس کو خود بخود یاد آ جائے، چاہے اس کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا اس سے پہلے یا اس کے بعد، اس کے لقمہ دینے کو دخل نہ ہو اور وہ اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے تو جس کو لقمہ دیا گیا ہے اس کی نماز میں فساد نہیں آئے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر کوئی نماز پڑھنے والا کسی ایسے شخص کو لقمہ دے جو اس کا امام نہیں، تو چاہے وہ بھی نماز میں ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کی قراءت سنکر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام اس کے لقمہ کو لے لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور اگر مقتدی کو قرآن مجید میں دیکھ کر یا کسی دوسرے سے سن کر خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد سے لقمہ دیا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

دورانِ نماز عورت کا محاذی ہونا:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کے بدن کا کوئی حصہ دوسرے کے بدن کے کسی حصے کے مقابل ہو جائے تو مندرجہ ذیل شرطوں سے نماز کو فاسد کر دیتا ہے:

۱- عورت بالغ ہو چکی ہو یا قریب البلوغ ہو، لہٰذا اگر کمسن نابالغ لڑکی نماز میں کسی مرد کے برابر کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۲- دونوں نماز میں ہوں، چنانچہ اگر ایک نماز میں ہو اور دوسرا نماز میں نہ ہو تو برابر آنے سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۳- درمیان میں کوئی حائل نہ ہو، پس اگر درمیان میں کوئی پردہ ہو یا کوئی سُترہ حائل ہو یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو سکے تو بھی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

۴- عورت میں نماز صحیح ہونے کی شرائط پائی جاتی ہوں، پس اگر عورت مجنون ہو یا حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو اس کے برابر کھڑے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہو گی، اس لیے کہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں نہیں سمجھی جائے گی۔

۵- جنازہ کی نماز نہ ہو، لہٰذا جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔

۶- محاذات ایک رکن جتنی رہے، اگر اس سے کم رہے تو وہ مفسد نہیں، مثلاً: اتنی دیر رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا، اس کے بعد ختم ہو تو اتنے کم وقت سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔

۷- دونوں کی تحریمہ ایک ہو یعنی یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا یہ دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔

۸- امام نے اس عورت کی امامت کی نیت کی ہو، چاہے شروع نماز میں یا درمیان میں جب وہ آ کر ملی ہو۔[عالمگیریہ، شامیہ(۱/ ۵۷۵)وغیرہ میں تصریح ہے کہ امام کے نماز شروع کرتے وقت نیت کرنے کا اعتبار ہے، درمیان میں نیت کرنے کا اعتبار نہیں، اس لیے درمیان میں جب وہ آ کر ملی ہے، امام اس کی امامت کی نیت کرلے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔[1]]

اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ اسی عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

امام کا نائب بنانے میں کوتاہی کرنا:

مسئلہ ۲۳ اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ کسی کو اپنا نائب مقرر کیے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۴ امام نے کسی ایسے شخص کو نائب مقرر کر دیا جس میں امامت کی صلاحیت نہیں، مثلاً: کسی مجنون یا نابالغ بچے یا کسی عورت کو، تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازی کے آگے سے گزرنا:

مسئلہ ۲۵ اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے گزرنا چاہے تو حالت نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اسے روکنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں عمل کثیر نہ ہو اور اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ ۲۶ نمازی کے سامنے سے اگر کوئی انسان یا کتا، بلی، بکری وغیرہ گزر جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی لیکن سامنے سے جانے والا آدمی گنہگار ہوگا، اس لیے ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہیے جہاں آگے سے کوئی نہ گزرے اور چلنے پھرنے میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر ایسی الگ جگہ نہ ملے تو اپنے سامنے کوئی لکڑی گاڑ لے جو کم سے کم ایک ہاتھ لمبی اور ایک انگل موٹی ہو اور اس لکڑی کے پاس کھڑا ہو اور اس کو بالکل ناک کے سامنے نہ رکھے بلکہ دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے۔ اگر کوئی لکڑی نہ گاڑے تو اتنی ہی اونچی کوئی اور چیز سامنے رکھ لے جیسے کرسی وغیرہ تو سامنے سے جانا درست ہے۔

سُترہ کا حکم:

مسئلہ ۲۷ امام یا منفرد کے لیے جب کہ وہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، البتہ اگر مسجد

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گذر نہ ہوتا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔ امام کا سُترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، سترہ قائم ہو جانے کے بعد سترہ کے آگے سے گزر جانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر سُترہ اور نمازی کے درمیان سے کوئی شخص نکلے گا تو گناہ گار ہوگا۔

جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ مکروہ وہ چیز ہے جس سے نماز نہیں ٹوٹتی لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔

لباس سے متعلق:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اپنے کپڑے، بدن یا زیور سے کھیلنا اور کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے، البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک دو مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹا دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا، سنبھالنا اور مٹی سے بچانا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۴﴾ حالتِ نماز میں کپڑے کا عام معمول کے خلاف پہننا یعنی اس کے پہننے کا جو طریقہ ہو اور جس طریقے سے اس کو لوگ عام حالات میں پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مثال:

کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ کاندھے پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر عاجزی اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضایقہ نہیں۔

بلاضرورت عمل قلیل سے متعلق:

﴿مسئلہ ۳۶﴾ نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کر دیکھنا مکروہ ہے، البتہ اگر کن انکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو مکروہ نہیں، لیکن بغیر شدید ضرورت کے ایسا کرنا بھی اچھا نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے اور اگر زبان سے جواب دے

دیا تو نماز ٹوٹ گئی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ نماز کے اندر آیتوں کا یا کسی اور چیز کا انگلیوں پر گننا مکروہ ہے، البتہ اگر انگلیوں کو دبا کر گنتی یاد رکھے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ سکہ یا کوئی اور چیز منہ میں لے کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس کی وجہ سے نماز میں قراءت نہیں کر سکتا یا تسبیحات نہیں پڑھ سکتا تو نماز نہیں ہوتی۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ بلاضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے۔ جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے [یعنی جب مسجد کے علاوہ کہیں اور نماز پڑھ رہا ہو] یا کپڑے میں لے کر مل لے اور داہنی طرف اور قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ نماز میں کھٹمل نے کاٹ لیا تو اس کو پکڑ کر پھینک دے، نماز کے دوران مارنا اچھا نہیں اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے، بغیر کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ فرض نماز میں بلاضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

ہیئت نماز سے متعلق:

﴿مسئلہ ۴۳﴾ نماز میں دونوں پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا، چار زانو بیٹھنا یا کُتے کی طرح بیٹھنا یہ سب مکروہ ہے۔ البتہ عذر اور بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھ سکے، کوئی کراہت نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ مردوں کے لیے بلاضرورت نماز میں کہنیوں کو زمین پر بچھا دینا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں ہے، لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرے تو نماز درست نہیں اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ اگر کوئی آگے بیٹھا باتیں کر رہا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہو تو اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں، لیکن اگر بیٹھنے والا اتنے زور زور سے باتیں کر رہا ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہے تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح کسی کے چہرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

پیشاب کے تقاضے کے وقت نماز پڑھنا:

مسئلہ ۴۸ پیشاب یا پاخانہ کے سخت تقاضے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[لیکن اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہوتو ایسے ہی پڑھ لے۔ (۱)]

بھوک کی حالت میں نماز پڑھنا:

مسئلہ ۴۹ جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے، پھر نماز پڑھے، کھانا کھائے بغیر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

نمازی کے سامنے کسی چیز کا ہونا:

مسئلہ ۵۰ نماز میں ایسے تنور کی طرف منہ کرنا جس میں آگ جل رہی ہو مکروہ ہے، البتہ موم بتی یا چراغ وغیرہ سامنے ہوتو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۵۱ اگر نمازی کے سامنے قرآن شریف یا تلوار لٹکی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تصویر سے متعلق:

مسئلہ ۵۲ جس فرش پر تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے، لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے۔ تصویر والی جائے نماز رکھنا مکروہ ہے، نیز تصویر کا گھر میں رکھنا سخت گناہ ہے۔

مسئلہ ۵۳ اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں تصویر بنی ہوئی ہو یا آگے کی طرف ہو یا دائیں طرف یا بائیں طرف ہوتو نماز مکروہ ہے۔ [اسی طرح اگر پیچھے ہو تب بھی مکروہ ہے لیکن دوسری صورتوں سے کم کراہت ہے] اور اگر پاؤں کے نیچے ہوتو نماز مکروہ نہیں، اسی طرح اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھی ہوئی ہو اور کھڑے ہو کر دکھائی نہ دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا یا مٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہوتی، چاہے جس طرف ہو۔

مسئلہ ۵۴ درخت یا دریا وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو وہ مکروہ نہیں۔

قراءت سے متعلق:

مسئلہ ۵۵ دوسری رکعت پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کرنا مکروہ ہے۔ (۲)

---

(۱) حاشیہ بہشتی زیور
(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: شامیہ: ۱/ ۵۴۲

﴿مسئلہ ٥٦﴾ کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے، کوئی اور سورت کبھی نہ پڑھے، یہ بات مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ٥٧﴾ ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی، کچھ کلمات رہ گئے تھے کہ جلد بازی کی وجہ سے رکوع میں چلا گیا اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کر لیا تو نماز مکروہ ہوئی۔

جگہ سے متعلق:

﴿مسئلہ ٥٨﴾ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ٥٩﴾ صرف امام کا بغیر ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو مکروہِ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں، اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو مکروہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ایک ہاتھ سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی واضح طور پر معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ٦٠﴾ سب مقتدیوں کا امام سے بغیر ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی ہے، اگر کوئی ضرورت ہو، مثلاً: جماعت زیادہ ہو اور جگہ ناکافی ہو تو مکروہ نہیں یا بعض مقتدی امام کے برابر کھڑے ہوں اور بعض اس سے اونچی جگہ ہوں، تب بھی جائز ہے۔

مقتدی سے متعلق:

﴿مسئلہ ٦١﴾ مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ٦٢﴾ جب امام قیام میں قراءت کر رہا ہو تو مقتدی کے لیے کوئی دعا وغیرہ پڑھنا، قرآن مجید کی قراءت کرنا چاہے وہ سورۂ فاتحہ ہو یا اور کوئی سورت ہو، مکروہِ تحریمی ہے۔

مقدارِ مسنون سے زیادہ تلاوت کرنا:

﴿مسئلہ ٦٣﴾ امام کا نماز میں مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ بڑی بڑی سورتیں پڑھنا یا رکوع، سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہِ تحریمی ہے، امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی ضرورت، مجبوری اور کمزوری وغیرہ کا خیال رکھے۔ جو سب سے زیادہ صاحبِ ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قراءت وغیرہ کرے، بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدارِ مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کو حرج نہ ہو جو جماعت میں کمی کا سبب ہو جائے۔

جن صورتوں میں نماز توڑنا درست ہے:

﴿مسئلہ ۶۴﴾ نماز کے دوران ریل چل پڑے اور اس پر اپنا سامان رکھا ہوا ہے یا بال بچے سوار ہیں تو نماز توڑ دینا درست ہے۔[چاہے یہ امید ہو کہ نماز وقت کے اندر مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو، وقت نہ رہے تو قضا پڑھے۔[۱]]

﴿مسئلہ ۶۵﴾ سامنے سانپ آجائے تو اس کے ڈر سے نماز توڑ دینا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۶۶﴾ نماز میں کسی نے جوتی اٹھائی اور یہ خطرہ ہے کہ اگر نماز نہیں توڑے گا تو وہ شخص جوتی لے کر بھاگ جائے گا تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۶۷﴾ جب کسی ایسی چیز کے ضائع ہوجانے یا خراب ہوجانے کا ڈر ہو جسکی قیمت ساڑھے تین ماشہ=۳٫۲۰۴ گرام چاندی کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو اس کے لیے نماز توڑ دینا جائز ہے۔[چاندی کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، ہر دور میں اسی وقت کی قیمت کا اعتبار ہے۔[۲]]

﴿مسئلہ ۶۸﴾ اگر نماز میں پیشاب، پاخانہ کا شدید تقاضا ہوجائے تو نماز توڑ دے اور فراغت کے بعد پڑھے۔

﴿مسئلہ ۶۹﴾ کسی اندھے شخص کے کنویں میں گر جانے کا ڈر ہے تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑنا فرض ہے۔ اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کر مر گیا تو یہ شخص گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۷۰﴾ کسی بچہ وغیرہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اس کے لیے بھی نماز توڑنا فرض ہے۔

﴿مسئلہ ۷۱﴾ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز توڑنا واجب ہے، اگر کسی ضرورت کے لیے نہیں پکارا، یوں ہی پکارا ہے تو فرض نماز توڑنا درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۷۲﴾ اگر نفل یا سنت پڑھتے ہوئے باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں، لیکن یہ ان کو معلوم نہیں کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے تو ایسے وقت بھی نماز کو توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے، چاہے کسی مصیبت سے پکاریں یا بغیر ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے۔ اگر نماز توڑ کر نہیں بولے گا تو گناہ ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے، لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

ٹوپی گرنے کا مسئلہ:

﴿مسئلہ ۷۳﴾ اگر سجدے میں ٹوپی گر جائے تو اسے اٹھا کر سر پر رکھ لینا بہتر ہے بشرطیکہ عملِ کثیر کی ضرورت نہ

(۱) حاشیہ بہشتی زیور (۲) دیکھیے احسن الفتاویٰ:۳/۴۶ ورد المحتار باب ادراک الفریضۃ:۲/۵۱

پڑے۔[یعنی دونوں ہاتھ استعمال نہ کرنے پڑیں]

اضافہ

ننگے سر نماز پڑھنا:

﴿مسئلہ ۱﴾ آج کل ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ اسلام میں ٹوپی یا عمامہ کی حیثیت ایک طرح اہل تقویٰ کا شعار ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عام معمول سر اوڑھنے کا تھا۔ حدیث میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے کھلے سر نماز پڑھی ہو۔ اس طرح اس کی دوہری حیثیت ہو جاتی ہے۔ نماز کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ٹوپی، عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔ فقہاء کرام نے عام حالت میں کھلے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے تواضع اور عاجزی کا اظہار مقصود ہو (جو آج کل عموماً نہیں ہوتا) تو ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے، لہٰذا ننگے سر نماز پڑھنے کی بجائے ٹوپی یا عمامہ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔ (از جدید فقہی مسائل: ۷۲)

مسجد کے احکام

یہاں مسجد کے وہ احکام بیان کرنا مقصود نہیں جو وقف سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ذکر وقف کے بیان میں مناسب ہے۔

یہاں وہ احکام بیان کیے جاتے ہیں جو نماز سے یا مسجد سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسئلہ ۱ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز کا وقت نہ ہو اور مسجد کی حفاظت کے لیے دروازہ بند کرلیا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ ۲ مسجد کی چھت پر پیشاب، پاخانہ یا جماع کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۳ جس گھر میں مسجد ہو وہ پورا گھر مسجد کے حکم میں نہیں، اسی طرح وہ جگہ بھی مسجد کے حکم میں نہیں جو عیدین یا جنازے کی نماز کے لیے مقرر کی گئی ہو۔

مسئلہ ۴ مسجد کے در و دیوار پر نقش و نگار کرنا اگر اپنے ذاتی مال سے ہو تو مضایقہ نہیں مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ ۵ مسجد کی در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔

مسئلہ ۶ مسجد کے اندر یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا جائز نہیں اور اگر ضرورت پیش آئے تو اپنے کپڑے وغیرہ میں تھوک وغیرہ لے لے۔

مسئلہ ۷ مسجد کے اندر وضو یا کلی وغیرہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۸ جنبی اور حائضہ کے لیے مسجد کے اندر جانا جائز نہیں۔

مسئلہ ۹ مسجد کے اندر خرید و فروخت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ اعتکاف کی حالت میں بقدرِ ضرورت مسجد کے اندر خرید و فروخت جائز ہے، ضرورت سے زیادہ اس وقت بھی جائز نہیں مگر سامانِ فروخت مسجد کے اندر نہیں ہونا چاہیے۔ [یعنی جس چیز کو فروخت کرنا چاہتا ہے وہ مسجد میں نہ لائی جائے اور اگر صرف قیمت کا روپیہ مسجد میں لایا جائے تو مضایقہ نہیں۔ [1]]

مسئلہ ۱۰ اگر کسی کے پاؤں میں مٹی وغیرہ لگی ہوئی ہو تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱ مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں، البتہ اگر کبھی سخت ضرورت ہو تو ایسی حالت میں مسجد سے ہو کر نکل جانا جائز ہے۔

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

﴿مسئلہ ۱۲﴾ مسجد میں کسی پیشہ ورکو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ مسجد دِین کے کاموں خصوصاً نماز کے لیے بنائی جاتی ہے، اس میں دنیا کے کام نہیں ہونے چاہئیں، البتہ اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لیے مسجد میں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا رہے تو کوئی حرج نہیں، مثلاً: کوئی کاتب یا درزی مسجد کے اندر بغرضِ حفاظت بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو جائز ہے۔

وتر اور نوافل کا بیان

وتر کی نماز:

مسئلہ ۱ وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ فرض کے قریب قریب ہے، چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ ۲ وتر کی تین رکعتیں ہیں، دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے اور ''التحیات'' پڑھے، درود نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ لینے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور ''الحمدللہ'' اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہے، عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے [اور مرد کان کی لوتک ہاتھ اٹھائے] اور پھر ہاتھ باندھ لے، پھر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات'' اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

دعاءِ قنوت:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ ، وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ ، وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ ، وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ ، وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ ، وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ ، اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ)).

مسئلہ ۳ وتر کی تینوں رکعتوں میں ''الحمدللہ'' کے ساتھ سورت ملانی چاہیے۔

مسئلہ ۴ اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں جانے کے بعد یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر رکوع چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لے تب بھی نماز ہوگئی، لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور سجدۂ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۵ اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، تیسری رکعت میں پھر پڑھنی چاہیے اور سجدۂ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۶ جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

یا تین دفعہ یہ کہہ لے ((اللّٰھم اغفرلی)) ، یا تین دفعہ ((یا رب)) کہہ لے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

سنتوں کا بیان:

﴿مسئلہ ۷﴾ فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے، کبھی اس کو نہ چھوڑے، اگر کسی دن دیر ہو گئی اور نماز کا بالکل آخری وقت ہو گیا تو مجبوری کے وقت دو رکعت فرض پڑھ لے، لیکن جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے تو زوال سے پہلے پہلے سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لینا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ ظہر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت۔ یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں، ان کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے، بلا وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض پڑھے، لیکن عصر کے وقت کی سنتوں کی تاکید نہیں ہے، اگر کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا اور پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی ضروری ہیں، نہ پڑھنے سے گناہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ عشا کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت، پھر اگر جی چاہے دو رکعت نفل بھی پڑھ لے۔ اس حساب سے عشا کی چھ رکعتیں سنت ہوئیں۔ اگر کوئی اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پڑھے، پھر دو رکعت سنت، پھر تین وتر پڑھے۔ عشا کے فرض کے بعد دو رکعت سنت ضروری ہیں، نہیں پڑھے گا تو گناہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت ہے۔ اس کی بھی تاکید آئی ہے۔ اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ عورتیں تراویح کی نماز اکثر چھوڑ دیتی ہیں، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ عشا کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے، چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے یا چار چار رکعت کی مگر دو دو رکعت پڑھنا اولیٰ ہے۔ وتر تراویح کے بعد پڑھے۔

فائدہ:

جن سنتوں کا پڑھنا ضروری ہے وہ سنتِ مؤکدہ کہلاتی ہیں اور رات دن میں ایسی سنتیں بارہ ہیں: دو فجر کی، چار ظہر سے

پہلے، دوظہر کے بعد، دومغرب کے بعد، دوعشا کے بعد اور رمضان میں تراویح جبکہ بعض علماء نے تہجد کو بھی مؤکدہ میں شمار کیا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اتنی نمازیں تو شریعت کی طرف سے مقرر ہیں، اگر اس سے زیادہ پڑھنے کو کسی کا جی چاہے تو جتنا چاہے زیادہ پڑھے اور جس وقت جی چاہے پڑھے، صرف اتنا خیال رکھے کہ جن پانچ اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ان میں نہ پڑھے، فرض اور سنت کے سوا جو کچھ پڑھے گا اس کو نفل کہتے ہیں۔ جتنی زیادہ نفلیں پڑھے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

نوافل کے احکام:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ دن کو نفلیں پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے تو چار چار رکعت کی نیت باندھے۔ دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ ہے اور رات کو ایک ساتھ چھ، چھ یا آٹھ، آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے تو جب دو رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے تو اس وقت اختیار ہے کہ چاہے ''التحیات'' کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے، پھر بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو، پھر تیسری رکعت پر ((سبحانك اللّٰهم))، ''اعوذ باللہ، بسم اللہ'' پڑھ کر ''الحمد للہ'' شروع کرے؛ اور چاہے صرف ''التحیات'' پڑھ کر کھڑا ہو اور تیسری رکعت میں ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کرے [پہلی صورت زیادہ بہتر ہے] پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر ''التحیات'' وغیرہ سب پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی ہے اور آٹھوں رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اسی طرح دونوں صورتیں اب بھی درست ہیں کہ چاہے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھے یا التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کر دے اور اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بھی چاہے التحیات، درود، دعا سب کچھ پڑھ کر کھڑا ہو۔ پھر ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھے اور چاہے فقط التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر ''بسم اللہ'' اور ''الحمد للہ'' سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھ کر سلام پھیرے اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر ان دونوں صورتوں میں اختیار ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں ''الحمد للہ'' کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے، اگر قصداً سورت نہیں ملائے گا تو نماز نہیں ہوگی اور اگر بھول گیا تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جب کسی نے نفل نماز کی نیت باندھ لی تو اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا، اگر توڑ دے گا تو گنہگار ہوگا اور جو نماز

توڑی ہے اس کی قضا پڑھنا پڑے گی، لیکن نفل کی ہر دو دو رکعت الگ ہیں۔ اگر چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو صرف دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوا، ساری رکعتیں واجب نہیں ہوئیں۔ پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی، پھر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا تو کوئی گناہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو صرف دو رکعت کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ کر تیسری یا چوتھی میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر اس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو صرف دو رکعت کی قضا پڑھے اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا، بغیر التحیات پڑھے بھولے سے کھڑا ہو گیا یا قصداً کھڑا ہو گیا تو چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ ظہر کی چار رکعت اگر توڑ دے تو پوری چار رکعتیں دوبارہ پڑھے، چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہو یا نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے، اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے، البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔ فرض نماز اور سنت جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں۔

[لفظ فرض، واجب نمازوں کو بھی شامل ہے، کیونکہ عملاً واجب بھی فرض کے حکم میں ہے اور ان سنتوں سے صبح کی سنتیں مراد ہیں اور بعض نے تراویح کا بھی یہی حکم بیان کیا ہے۔(۱)]

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی، پھر کچھ پڑھنے کے بعد کھڑا ہو گیا تو یہ بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی ہی رکعت یا دوسری رکعت میں بیٹھ گیا تو یہ درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی، لیکن کمزوری کی وجہ سے تھک گیا تو کسی لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے سے کھڑا ہونا بھی درست ہے۔

بعض مخصوص نوافل:

﴿مسئلہ ۲۵﴾ بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہے اس لیے ان کا پڑھنا دوسری نفلوں سے زیادہ بہتر ہے کہ تھوڑی سی

(۱) تصحیح الاغلاط حاشیہ بہشتی زیور

محنت میں بہت ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں: تحیۃ الوضو، اشراق، چاشت، اوّابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ۔

تحیۃ الوضو:

مسئلہ ۲۶ تحیۃ الوضو اس کو کہتے ہیں کہ جب کبھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھ لیا کرے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔

اشراق کی نماز:

مسئلہ ۲۷ اشراق کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز سے نہ اٹھے، اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف، کلمہ یا اور کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے۔ دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے۔ جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے [اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ یہ کیفیت سورج طلوع ہونے کے تقریباً دس منٹ بعد شروع ہو جاتی ہے] تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی دھندے میں لگ گیا، پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت کی نماز:

مسئلہ ۲۸ جب سورج خوب اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تو دو رکعت، چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے۔ اس کو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوّابین کے نوافل:

مسئلہ ۲۹ مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے، اس کو اوّابین کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز:

مسئلہ ۳۰ آدھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے، اس نفل کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور نوافل میں سب سے زیادہ اس کا ثواب ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں، اگر زیادہ نہ پڑھ سکے تو دو ہی رکعتیں پڑھ لے۔ اگر رات کو اٹھ کر پڑھنے کی ہمت نہ ہو تو عشا کے بعد پڑھ لے، مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی رات دن میں جتنی چاہے نفلیں پڑھے۔

صلوٰۃ التسبیح:

مسئلہ ۳۱ صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے، اس کے پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا: ''اس کے پڑھنے سے تمہارے اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے، اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو، اگر ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لو، اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو، ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔''

اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور جب ((سبحانك اللّٰهم))، ((الحمدلله)) اور سورت وغیرہ پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ یہ پڑھے: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) پھر رکوع میں جائے تو ((سبحان ربی العظیم)) کہنے کے بعد دس دفعہ یہی پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے تو ((ربنا لك الحمد)) کے ساتھ دس دفعہ پڑھے، پھر سجدے میں جائے تو ((سبحان ربی الاعلی)) کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھ کر دوسرا سجدہ کرے، اس میں بھی دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی تسبیح دس دفعہ پڑھ لے پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے۔

مسئلہ ۳۲ ان چار رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت مقرر نہیں۔

مسئلہ ۳۳ اگر کسی رکن میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رکن میں ان بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے، مثلاً: رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گیا اور سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس بھی پڑھے اور سجدہ کی دس بھی پڑھے۔ گویا ایسی صورت میں سجدہ میں بیس تسبیح پڑھے۔ بس یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ۔ سو اگر چاروں رکعتوں میں تین سو کا عدد پورا ہو گیا تو ان شاء اللہ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب ملے گا اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سو کا عدد پورا نہ ہو سکا تو پھر یہ نماز نفل ہو جائے گی، صلوٰۃ التسبیح نہ رہے گی۔

مسئلہ ۳۴ اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہو گیا تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور ان کے بعد والے قعدہ میں تسبیحات نہیں پڑھی جائیں گی۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ تسبیحات بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

تحیۃ المسجد:

﴿مسئلہ ۳۶﴾ یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ اس نماز کا مقصد مسجد کی تعظیم کا اظہار ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے، اس لیے کہ مکان کی تعظیم مکان والے کے خیال سے ہوتی ہے، پس غیر اللہ کی تعظیم کسی طرح اس سے مقصود نہیں۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے، بشرطیکہ کوئی مکروہ وقت نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۳۸﴾ اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے: «سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر» اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ دو رکعت کی کوئی تخصیص نہیں، اگر چار رکعت پڑھی جائے تب بھی مضایقہ نہیں، اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔''

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، چاہے پہلی مرتبہ پڑھ لے یا آخر میں۔

استخارہ کی نماز:

﴿مسئلہ ۴۲﴾ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرے۔ اس کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ سے خیر طلب نہ کرنا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔''

کہیں رشتہ کرے یا سفر کرے یا اور کوئی کام کرے تو بغیر استخارہ کے نہ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیے پر پریشان نہ ہوگا۔

مسئلہ ۴۳ استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے، اس کے بعد خوب دل لگا کے یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ ، وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ ، وَأَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَاالْأَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ أَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ ، وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ ھٰذَا الْأَمْرَشَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ)).

اور جب ((ھذاالأمر)) پر پہنچے تو اس کو پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لیے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد پاک وصاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے تو جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے، اسی کو کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۴۴ اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردّد ختم نہ ہو تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے، اسی طرح سات دن تک کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی یا برائی کے بارے میں اطمینان ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴۵ اگر حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن یا فلاں گروپ کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں۔

توبہ کی نماز:

مسئلہ ۴۶ اگر کوئی بات خلافِ شرع ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ پھر وہ کام کبھی نہیں کروں گا، اس سے بفضلِ خداوہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

نوافلِ سفر:

مسئلہ ۴۷ جب کوئی شخص سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر شروع کرے

اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ’’آدمی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑ جاتا جو سفر شروع کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔‘‘

حدیث: نبی اکرم ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔

مسئلہ ۴۸ مسافر کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ دورانِ سفر جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لے۔

قتل ہونے سے پہلے نماز:

مسئلہ ۴۹ جب کوئی مسلمان قتل کیا جا رہا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

حدیث: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کسی مہم میں کہیں بھیجا تھا، راستے میں کفار نے انہیں گرفتار کیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب کو وہیں شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لیجا کر کفار کے ہاتھوں فروخت کیا۔ مکہ والوں نے انہیں شہید کیا، جب وہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی، اسی وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

تراویح کی فضیلت:

حدیث میں ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے دنوں میں روزے فرض فرمائے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے، پس جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت اور یقین سے دن کو روزے رکھے اور رات کو تراویح پڑھے تو یہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (یعنی اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے......پس اس مہینہ میں خوب نیک کام کرنے چاہئیں کہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر فرائض اور نفل عمل کرنے سے فرض کام کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔)

تراویح کے مسائل:

مسئلہ ۵۰ وتر تراویح کے بعد پڑھنا بہتر ہے، اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ ۵۱ نمازِ تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے،

البتہ اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے۔ اس بیٹھنے میں اختیار ہے چاہے تنہا نوافل پڑھے، چاہے تسبیح وغیرہ پڑھے، چاہے خاموش بیٹھا رہے۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ اگر کوئی شخص عشا کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ کسی وجہ سے عشا کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشا کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ اگر عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے، اس لیے کہ تراویح عشا کے تابع ہے، البتہ جو لوگ جماعت سے عشا کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہیں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہو جائے گا جس نے عشا کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے، اس لیے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشا کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشا کی نماز پڑھ لے، پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے اور وتر جماعت سے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے، البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَٰبِ ٱلْفِيلِ ﴾ سے اخیر تک کی دس سورتیں پڑھی جائیں، ہر رکعت میں ایک سورت پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہی سورتوں کو دوبارہ پڑھے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۵۶﴾ ایک ختم سے زیادہ نہ پڑھے جب تک لوگوں کا شوق معلوم نہ ہو جائے۔

﴿مسئلہ ۵۷﴾ ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ لوگ نہایت شوقین ہوں کہ ان کو گراں نہ گذرے، اگر گراں گذرے اور ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵۸﴾ تراویح میں کسی سورت کے شروع میں ایک مرتبہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی سورت کا جزو نہیں، پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے گی تو قرآن مجید کے پورے ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا

نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۵۹ رمضان کے پورے مہینے میں تراویح پڑھنا سنت ہے اگر چہ قرآن مجید مہینہ تمام ہونے سے پہلے ختم ہوجائے، مثلاً: پندرہ روز میں پورا قرآن مجید ختم ہوتو باقی دنوں میں بھی تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ ۶۰ صحیح یہ ہے کہ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل رواج ہے، مکروہ ہے۔

[کراہت کی وجہ یہ ہے کہ آج کل عوام نے اسے ختم کے لوازم میں سے سمجھ لیا ہے جیسا کہ ان کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے، لہٰذا یہ مکروہ ہے، اس لیے نہیں کہ سورت کا اعادہ مکروہ ہے۔[۱]]

سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت نماز:

مسئلہ ۶۱ کسوف (سورج گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے۔

مسئلہ ۶۲ نمازِ کسوف جماعت سے ادا کی جائے، بشرطیکہ امامِ جمعہ یا حاکمِ وقت یا اس کا نائب امامت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امامِ مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ ۶۳ نمازِ کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں، بلکہ لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو ((الصلوۃ الصلوۃ)) یا ((الصلوۃ جامعۃ)) یعنی نماز تیار ہے یا اس جیسے الفاظ پکارے جائیں۔

مسئلہ ۶۴ نمازِ کسوف میں بڑی بڑی سورتوں، جیسے: سورۂ بقرہ وغیرہ کا پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کا بہت دیر تک ادا کرنا مسنون ہے اور قراءت آہستہ کرے۔

مسئلہ ۶۵ نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعا میں مصروف ہوجائے اور سب مقتدی آمین کہیں۔ جب تک گرہن صاف نہ ہوجائے دعا میں مشغول رہنا چاہیے، البتہ اگر ایسی حالت میں سورج غروب ہوجائے یا کسی نماز کا وقت آجائے تو دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہوجانا چاہیے۔

مسئلہ ۶۶ خسوف (چاند گرہن) کے وقت دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں۔

استسقاء کی نماز:

جب پانی کی ضرورت ہو اور بارش نہ ہورہی ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لیے

---

(۱) تصحیح الاغلاط از حاشیۂ بہشتی زیور، گیارہواں حصہ

دعا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ تمام مسلمان مل کر اپنے بچوں، بوڑھوں اور جانوروں سمیت پیدل خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں میدان کی طرف جائیں اور توبہ کریں، نیز اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں، پھر دو رکعت بغیر اذان و اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام جہراً قراءت کرے پھر عید کی نماز کی طرح دو خطبے پڑھے پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں، تین روز کے بعد نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے پھر بھی تین دن پورے کر دیں۔ تینوں دنوں میں روزہ رکھنا اور جانے سے پہلے صدقہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

خوف کی نماز:

جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو، چاہے وہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ یا کوئی اژدھا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، قبلہ رُخ ہونا بھی اس وقت شرط نہیں، البتہ اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں اور اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں۔ اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ لیں، اگرچہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

خوف کی نماز کا طریقہ:

نمازِ خوف اس طریقہ سے پڑھیں کہ تمام لوگوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو، جیسے: ظہر، عصر، مغرب، عشا اور یہ لوگ مسافر نہ ہوں تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تب یہ حصہ چلا جائے اور اگر یہ لوگ مسافر ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر، جمعہ، عیدین کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے اور دوسرا حصہ وہاں سے آ کر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے، امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے پھر جب امام بقیہ نماز مکمل کر لے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ بغیر سلام پھیرے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ یہاں آ کر اپنی بقیہ نماز بغیر قراءت کے مکمل کر لیں اور سلام پھیر دیں، اس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آ کر اپنی نماز قراءت

کے ساتھ مکمل کر لے اور سلام پھیر دے، اس لیے کہ یہ لوگ مسبوق ہیں۔

﴿مسئلہ ۶۷﴾ حالتِ نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز مکمل کرنے کے لیے آتے وقت پیدل چلنا چاہیے، اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس لیے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔

﴿مسئلہ ۶۸﴾ دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آ کر اپنی نماز مکمل کرنا، اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آ کر نماز مکمل کرنا مستحب اور افضل ہے، ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں مکمل کر لے، پھر دشمن کے مقابلہ میں جائے، جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے، یہاں نہ آئے۔

﴿مسئلہ ۶۹﴾ یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت کے لیے ہے جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں، مثلاً: کوئی بزرگ شخص ہو اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے، پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۷۰﴾ اگر یہ اندیشہ ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلد یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے مذکورہ بالا طریقہ پر نماز پڑھی اس کے بعد یہ خیال غلط نکلا تو امام کی نماز تو صحیح ہو گئی مگر مقتدیوں کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے، اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لیے عام قاعدے کے خلاف عملِ کثیر کے ساتھ جائز کی گئی ہے، شدید ضرورت کے بغیر اس قدر عملِ کثیر کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

﴿مسئلہ ۷۱﴾ اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقے سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، مثلاً: باغی لوگ اسلامی حکمران پر چڑھائی کریں یا کسی دنیاوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اس قدر عملِ کثیر معاف نہیں ہو گا۔

﴿مسئلہ ۷۲﴾ قبلہ کی مخالف سمت میں نماز شروع کرنے کے بعد دشمن بھاگ جائے تو چاہیے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں، ورنہ نماز نہیں ہو گی۔

﴿مسئلہ ۷۳﴾ اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آ جائے تو فوراً ان کو دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے اور اس وقت استقبالِ قبلہ شرط نہیں رہے گا۔

﴿مسئلہ ۷۴﴾ اگر کوئی شخص دریا میں تیر رہا ہو اور نماز کا وقت ختم ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو تھوڑی دیر تک

اپنے ہاتھ پیر کو حرکت نہ دے اور اشاروں سے نماز پڑھ لے۔

دیگر مسنون نمازیں:

مسئلہ ۷۵: اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے، مثلاً: سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے بہت ٹوٹیں یا برف بہت گرے یا بہت زیادہ بارش ہو یا کوئی عام مرض جیسے ہیضہ وغیرہ پھیل جائے یا کسی دشمن کا خوف ہو، مگر ان اوقات میں جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے، ہر شخص اپنے اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

مسئلہ ۷۶: جتنی نمازوں کا بیان ہوا ان کے علاوہ بھی جس قدر نوافل کی کثرت کی جائے، باعثِ ثواب وترقی درجات ہے، خصوصاً ان اوقات میں جن کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے اور ان میں عبادت کرنے کی ترغیب نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جیسے رمضان المبارک کی آخری دس راتوں اور شعبان کی پندرہویں رات۔ ان اوقات کی بہت فضیلتیں اور ان میں عبادت کا بہت ثواب احادیث میں وارد ہے، ہم نے اختصار کی بنا پر ان کی تفصیل بیان نہیں کی۔
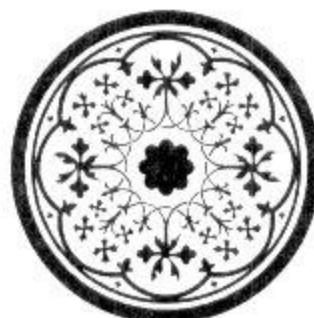
قضا نمازوں کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ جس کی کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آئے فوراً اس کی قضا پڑھے، بغیر کسی عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔ جس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہیں پڑھی، دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ڈالدی کہ فلاں دن پڑھ لوں گا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک موت آگئی تو دوہرا گناہ ہوا۔ ایک تو نماز کے قضا ہوجانے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو جہاں تک ہوسکے جلدی سے سب کی قضا پڑھ لے، ہوسکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے۔ یہ ضروری نہیں کہ ظہر کی قضا ظہر کے وقت پڑھے اور عصر کی قضا عصر کے وقت اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا میں بھی جہاں تک ہوسکے جلدی کرے۔ ایک ایک وقت دو دو چار چار نمازیں قضا پڑھ لیا کرے۔ اگر کوئی عذر ہو تو ایک وقت میں ایک ہی نماز کی قضا کرے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے، البتہ اتنا خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

صاحبِ ترتیب کی قضا:

﴿مسئلہ ۴﴾ جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی، اس سے پہلے اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا اس سے پہلے نمازیں تو قضا ہوئیں لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے، صرف اسی ایک نماز کی قضا پڑھنی باقی ہے تو پہلے اس کی قضا پڑھ لے، پھر ادا نماز پڑھے۔ اگر قضا نماز پڑھے بغیر ادا نماز پڑھی تو ادا درست نہیں ہوئی، قضا پڑھ کر پھر ادا پڑھے۔ البتہ اگر قضا یاد نہیں رہی، تو ادا درست ہوگئی۔ جب یاد آئے تو صرف قضا پڑھ لے، ادا کو نہ دہرائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر وقت بہت تنگ ہے کہ پہلے قضا پڑھے گا تو ادا نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تو پہلے ادا پڑھ لے پھر قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر دو، تین یا چار پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور ان نمازوں کے علاوہ اس کے ذمے کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے یعنی عمر بھر میں جب سے بالغ ہوا ہے کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا قضا تو ہوگئی لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے تو جب تک ان پانچوں کی قضا نہ پڑھ لے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں۔ جب ان پانچوں کی قضا پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ جو

نماز سب سے پہلے چھوٹی ہے پہلے اس کی قضا پڑھے، پھر اس کے بعد والی، پھر اس کے بعد والی۔ اسی طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے، جیسے: کسی نے پورے ایک دن کی نمازیں نہیں پڑھیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا، پانچوں نمازیں چھوٹ گئیں تو پہلے فجر، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشا، اسی ترتیب سے قضا پڑھے۔ اگر پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر یا عصر کی پڑھی تو درست نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

مسئلہ ۷ اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہو گئیں تو ان کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنا جائز ہے اور جب ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے پہلے قضا ہوئی ہے پہلے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں، بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے بعد میں پڑھے، ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸ کسی کے ذمہ چھ نمازیں یا بہت سی نمازیں قضا تھیں اس وجہ سے ترتیب واجب نہیں تھی، لیکن اس نے ایک ایک، دو دو کر کے سب کی قضا پڑھ لی، کسی نماز کی قضا باقی نہیں رہی تو پھر جب ایک نماز یا پانچ نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب سے پڑھنی پڑیں گی اور بغیر ان پانچوں کی قضا پڑھے ادا نماز درست نہیں، البتہ پھر اگر چھ نمازیں چھوٹ جائیں تو پھر ترتیب معاف ہو جائے گی اور ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا درست ہوگی۔

مسئلہ ۹ کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو گئی تھیں، اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے سب کی قضا پڑھ لی، صرف چار پانچ نمازیں رہ گئیں تو ان چار پانچ نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں، بلکہ اختیار ہے جس طرح جی چاہے پڑھے اور ان باقی نمازوں کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا پڑھ لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۰ اگر وتر کی نماز قضا ہو گئی اور سوائے وتر کے کوئی اور نماز اس کے ذمہ قضا نہیں تو وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز درست نہیں۔ اگر وتر کا قضا ہونا یاد ہو پھر بھی پہلے قضا نہ پڑھے بلکہ فجر کی نماز پڑھ لے تو وتر کی قضا پڑھ کر فجر کی نماز دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ ۱۱ صرف عشا کی نماز بھولے سے بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تہجد کے وقت اُٹھ کر وضو کر کے وتر اور تہجد کی نماز پڑھ لی، پھر صبح کو یاد آیا کہ عشا کی نماز بھولے سے بے وضو پڑھ لی تھی تو صرف عشا کی قضا پڑھے، وتر کی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ ۱۲ قضا صرف فرض نمازوں اور وتر کی پڑھی جاتی ہے، سنتوں کی قضا نہیں، البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضا پڑھے تو صرف دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر فجر کا وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے صرف دو رکعت فرض پڑھ لیے، سنت چھوڑ دی تو بہتر یہ ہے کہ سورج اونچا ہونے کے بعد سنت کی قضا پڑھ لے، لیکن دو پہر سے پہلے پہلے ہی پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور ان کی قضا نہیں پڑھ سکا تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے ورنہ گناہ ہوگا اور نماز کے فدیہ کا بیان روزے کے فدیہ کے ساتھ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

﴿مسئلہ ۱۵﴾ کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا فرض ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں، البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو جائے گا، اب اگر ان کی قضا نہیں پڑھے گا تو پھر گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر چند لوگوں کی کسی وقت کی نماز قضا ہو گئی ہو تو ان کو چاہیے کہ اس نماز کو جماعت سے ادا کریں، اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قراءت کی جائے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر کوئی نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سو جائے اور طلوعِ فجر کے بعد بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو راجح قول کے مطابق اس کو چاہیے کہ عشا کی نماز کا اعادہ کرے اور اگر طلوعِ فجر سے قبل بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق نمازِ عشا کی قضا پڑھے۔

سجدۂ سہو کا بیان

سجدۂ سہو واجب ہونے کا ضابطہ:

﴿مسئلہ ۱﴾ نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یا زیادہ اگر بھولے سے رہ جائیں، مثلاً: کسی فرض وواجب کو اپنی اصلی جگہ سے آگے پیچھے کر دیا یا کوئی کمی بیشی کر دی یا کسی فرض یا واجب کو دو مرتبہ کر دیا تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر ان کو کوئی قصداً کرے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، بلکہ نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اگر سجدۂ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز درست نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۴﴾ سجدۂ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدۂ سہو کافی ہے، اب دوبارہ سجدۂ سہو نہ کرے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہوگئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جائے گا، ایک نماز میں دو دفعہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا۔

سجدۂ سہو کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۶﴾ سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر دائیں جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر بیٹھ کر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کرے۔

سجدۂ سہو کے مسائل:

﴿مسئلہ ۷﴾ کسی نے بھول کر سلام پھیرنے سے پہلے ہی سجدۂ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر بھولے سے دو رکوع کر لیے یا تین سجدے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

قراءت سے متعلق:

﴿مسئلہ ۹﴾ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول گیا، صرف سورت پڑھی یا پہلے سورت پڑھی اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ

سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو آخری دونوں رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو آخری ایک رکعت میں سورت ملائے اور سجدۂ سہو کرے۔ اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا، بالکل آخری رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے، اس لیے اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر آہستہ آواز والی نماز میں کوئی شخص چاہے امام ہو یا منفرد، بلند آواز سے قراءت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قراءت کرے تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے، البتہ اگر آہستہ آواز والی نماز میں بہت تھوڑی قراءت بلند آواز سے کی جائے یعنی اتنی کہ جس سے قراءت کا فرض ادا نہیں ہوتا، مثلاً: دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں یا جہری نماز میں امام دو تین لفظ آہستہ پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم نہیں، یہی راجح ہے۔

دورانِ نماز سوچنا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد شبہہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین، اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد بھولے سے کچھ سوچنے لگا اور رکوع کرنے میں اتنی دیر ہو گئی جتنی کہ اوپر بیان ہوئی تو بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا اور کچھ سوچنے لگا اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا تو فوراً التحیات نہیں شروع کی، کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا یا دونوں سجدوں کے بیچ میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگا دی تو ان سب صورتوں میں سجدۂ

سہو کرنا واجب ہے۔ غرضیکہ جب بھولے سے کسی رکن یا واجب کی ادائیگی میں دیر کردے گا یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

تشہد (التحیات) پڑھنا:

مسئلہ ۱۷ تین یا چار رکعت والی فرض، وتر اور ظہر کی پہلی چار سنتوں میں دو رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا اور دو دفعہ التحیات پڑھ لی تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر التحیات کے بعد درود شریف: ((اللّٰھم صل علی محمد)) تک یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ [1]

مسئلہ ۱۸ نفل نماز، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز [بلکہ اولیٰ] ہے، اس لیے کہ نفل، سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ لے تو نفل سنتِ غیر مؤکدہ اور نذر کی نماز میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسئلہ ۱۹ التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ سورۂ فاتحہ یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

قعدہ بھول جائے:

مسئلہ ۲۰ تین یا چار رکعت والی نماز میں درمیان میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے پھر کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں اور اگر نیچے کا آدھا دھڑ سیدھا ہوگیا ہو تو نہ بیٹھے، بلکہ کھڑا ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے، صرف آخر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آیا اور بیٹھ کر التحیات پڑھی تو گنہگار ہوگا اور سجدۂ سہو کرنا اب بھی واجب ہوگا۔

مسئلہ ۲۱ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا ہو تب بھی بیٹھ جائے بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کے سجدۂ سہو کرلے، البتہ اگر رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز دوبارہ پڑھے، یہ نماز نفل ہوگئی، ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کرلے اور سجدۂ سہو نہ

(۱) اس قول کو احتیاط کی بنا پر بہشتی زیور میں شامل کیا گیا، جبکہ اس مسئلہ میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ دیکھیے: منحة الخالق على البحر الرائق باب سجود السهو۔

کرے[1] اور اگر ایک رکعت اور نہیں ملائی بلکہ پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہوگئیں اور ایک رکعت بیکار گئی۔

مسئلہ ۲۲ اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرنے سے پہلے پہلے جب یاد آئے تو بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کے سجدۂ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعتیں پوری کر لے، چار فرض ہوگئیں اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدۂ سہو بھی کرے۔ اگر پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کر لیا تو برا کیا، چار فرض ہوئے اور ایک رکعت بیکار گئی۔

مسئلہ ۲۳ اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور درمیان میں بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیے، اگر سجدہ کر لیا تو بھی نماز ہوگئی لیکن دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

نماز میں شک ہونا:

مسئلہ ۲۴ اگر نماز میں شک ہو گیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو اگر یہ شک اتفاقاً ہو گیا ہے ایسا شبہہ پڑنے کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے اور اگر شک کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ غالب گمان کس طرف ہے؟ اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو مزید کوئی رکعت نہ پڑھے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے، نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار کی طرف تو تین ہی رکعتیں سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے، لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی بیٹھ کر التحیات پڑھے، تب کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

مسئلہ ۲۵ اگر یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر اتفاق سے یہ شک پڑا ہو تو دوبارہ پڑھے اور اور اگر اکثر شک پڑتا رہتا ہو تو جدھر زیادہ گمان ہو جائے اس کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف برابر گمان رہے، کسی طرف زیادہ نہ ہو تو ایک ہی سمجھے لیکن اس پہلی رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ ممکن ہے کہ یہ دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت پڑھ کر پھر بیٹھے اور اس میں الحمد للہ کے ساتھ سورت بھی ملائے، پھر تیسری رکعت پڑھ کر بھی بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۶ اگر یہ شک ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر دونوں گمان برابر کے ہوں تو

---

(۱) لأن النقصان أي الحاصل بترك القعدة لا يجبر بسجود السهو.
''اس لیے کہ قعدہ چھوڑنے سے نماز میں جو کمی پیدا ہوئی ہے، سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔'' (شامية : ۲/۶٦٧، دار المعرفة)

دوسری رکعت پر بیٹھ کر تیسری رکعت پڑھے اور پھر بیٹھ کر التحیات پڑھے کہ شاید یہی چوتھی ہو، پھر چوتھی پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ ۲۷ وتر کی نماز میں شبہہ ہوا کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات پڑھے اور پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ ۲۸ وتر میں دعائے قنوت کی جگہ ((سبحانك اللّٰهم)) پڑھ لیا، پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۹ اگر نماز پڑھ لینے کے بعد یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار، تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں، نماز ہوگئی، البتہ اگر یقینی طور پر یاد آجائے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدۂ سہو کر لے اور اگر نماز ختم کر کے بول پڑا یا اور کوئی ایسی بات کی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو دوبارہ نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر التحیات پڑھ لینے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آئے اس کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اگر کوئی احتیاطاً نماز پھر سے پڑھ لے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہہ باقی نہ رہے۔

دعائے قنوت بھول جانا:

مسئلہ ۳۰ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا، سورت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دیا:

مسئلہ ۳۱ نماز میں کچھ بھول ہوگئی تھی جس سے سجدۂ سہو واجب تھا لیکن سجدۂ سہو کرنا بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھرا، نہ کسی سے کچھ بولا، نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدۂ سہو کر لے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، اب سجدۂ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۲ سجدۂ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدۂ سہو نہیں کروں گا تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے سجدۂ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ ۳۳ چار رکعت یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا

کرلے اور سجدۂ سہو کرلے، البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو نماز دوبارہ پڑھے۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا:

ضابطہ: جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ان کو بھول کر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۳۴ نماز کے شروع میں «سبحانك اللّٰهم» پڑھنا بھول گیا یا رکوع میں «سبحان ربی العظیم» نہیں پڑھا یا سجدہ میں «سبحان ربی الاعلی» نہیں کہا یا رکوع سے اٹھ کر «سمع الله لمن حمده» کہنا یاد نہیں رہا یا نیت باندھتے وقت کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا آخری رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی، یونہی سلام پھیر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۲۵ رکوع کی تسبیح سجدہ میں کہی، یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کی بجائے سبحان ربی العظیم کہتا رہا یا برعکس تو سنت چھوٹ گئی اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔

مسئلہ ۳۵ نیت باندھنے کے بعد «سبحـــانك اللّٰهم» کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اسی طرح فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر الحمد للہ کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۶ الحمد پڑھ کر دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۷ فرض نماز میں آخری دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ ۳۸ فرض کی آخری دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد للہ پڑھنا بھول گیا لیکن خاموش کھڑا رہ کر رکوع میں چلا گیا تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں بشرطیکہ تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی مقدار کھڑا رہا ہو، ورنہ نماز دوبارہ پڑھے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ تلاوت کی تعداد:

مسئلہ ۱ قرآن شریف میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں۔قرآن مجید میں جہاں صفحات کے کنارہ پر سجدہ لکھا ہوا ہوتا ہے اس جگہ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے اور اس سجدہ کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ ۲ سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے۔اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہہ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔بس سجدہ تلاوت ادا ہوگیا۔

مسئلہ ۳ بہتر یہ ہے کہ کھڑا ہو کر پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑا ہوجائے اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے۔

آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے کا حکم:

مسئلہ ۴ سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، چاہے سننے والا قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھا ہوا ہو یا کسی اور کام میں مشغول ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھے تاکہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

سجدۂ تلاوت کی شرائط:

مسئلہ ۵ جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو ہونا، جگہ پاک ہونا، بدن اور کپڑے پاک ہونا، قبلہ کی طرف رُخ کرکے سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ ۶ جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔بعض لوگ قرآن مجید ہی پر سجدہ کرلیتے ہیں، اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

مسئلہ ۷ تلاوت کرتے یا سنتے وقت اگر کسی کا وضو نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کرکے سجدہ کرے۔فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت سجدہ کرلے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ ۸ اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا اور

اگر ایسی حالت میں آیتِ سجدہ سنی کہ اس وقت اس پر نہانا واجب ہو چکا تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

دورانِ نماز آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو وہ آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز ہی میں سجدہ کرلے، پھر باقی سورت پڑھ کر رکوع میں جائے۔ اگر اس آیت کو پڑھ کر فوراً سجدہ نہ کیا بلکہ اس کے بعد دو یا تین آیتیں اور پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہوگیا لیکن گنہگار رہوا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی مگر نماز ہی میں سجدہ تلاوت نہ کیا تو نماز کے بعد سجدہ کرنے سے سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا اور وہ شخص گنہگار رہوگا۔ اب سوائے توبہ واستغفار کے معافی کی اور کوئی صورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ نماز پڑھنے کے دوران کسی اور سے سجدہ کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے۔ اگر نماز ہی میں کرے گا تو وہ سجدہ ادا نہیں ہوگا، دوبارہ کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے متعدد بار پڑھ کر آخر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی رکعت یا دوسری رکعت میں وہی آیت دوبارہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نماز کی نیت کر کے وہی آیت نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے، دونوں سجدے اسی سے ادا ہو جائیں گے، البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرلیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ اگر کسی سورت میں کوئی اور آیت نہ پڑھے، صرف سجدہ کی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر نماز میں ایسا کرے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اتنی بڑی ہو کہ تین چھوٹی آیات کے برابر ہو، لیکن بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دوسری ایک دو آیات کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر کوئی شخص کسی امام سے آیتِ سجدہ سننے کے بعد اس کی اقتدا کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جس رکعت میں آیتِ سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اس کو اگر مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں، اس رکعت کے مل جانے سے یہ سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ دوسری یہ

کہ وہ رکعت نہ ملے تو اس پر نماز پوری کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ مقتدی نے اگر آیتِ سجدہ پڑھی تو کسی پر بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا، نہ پڑھنے والے پر، نہ اس کے امام پر، نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں، البتہ جو لوگ اس نماز میں شریک نہیں ان پر سجدہ واجب ہوگا، چاہے وہ لوگ نماز نہ پڑھ رہے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ سجدۂ تلاوت اگر نماز میں واجب ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے، تاخیر کی اجازت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر دو شخص علیحدہ علیحدہ گھوڑوں پر سوار نماز پڑھتے ہوئے جا رہے ہوں اور ہر شخص ایک ہی آیتِ سجدہ تلاوت کرے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو نماز ہی میں سنے تو ہر شخص پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، جو نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے اور اگر ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھا اور اسی کو نماز سے باہر سنا تو دو سجدے واجب ہوں گے، ایک تلاوت کی وجہ سے دوسرا سننے کی وجہ سے مگر تلاوت کی وجہ سے جو سجدہ واجب ہوگا وہ نماز کا سمجھا جائے گا اور نماز ہی میں ادا کیا جائے گا اور سننے کی وجہ سے جو سجدہ واجب ہوگا وہ نماز کے بعد ادا کیا جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر آیتِ سجدہ نماز میں پڑھ کر فوراً یا دو تین آیتوں کے بعد رکوع کیا جائے اور اس رکوع میں جھکتے وقت سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کر لی جائے تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر رکوع کرنے کے بعد نماز کا سجدہ کیا جائے تو بھی یہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جمعہ، عیدین اور آہستہ آواز والی نماز میں آیتِ سجدہ نہیں پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ سجدہ کرنے سے مقتدیوں میں غلط فہمی اور افراتفری پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

نماز کے باہر آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ ایک ہی جگہ بیٹھ کر سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے کئی مرتبہ پڑھ کے آخر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کے سجدہ کر لے پھر اسی کو بار بار دہراتا رہے اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد پھر اسی آیت کو دہرایا، پھر تیسری جگہ جانے کے بعد وہی آیت پھر پڑھی، اسی طرح برابر جگہ بدلتا رہا تو جتنی دفعہ دہرائے گا اتنی ہی دفعہ سجدہ کرنا پڑے گا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر ایک ہی جگہ بیٹھ کر سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو جتنی آیتیں پڑھے اتنے سجدے کرے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ بیٹھ کر سجدہ کی کوئی آیت پڑھی، پھر کھڑا ہو گیا لیکن چلا پھرا نہیں، جہاں بیٹھا تھا وہیں کھڑے کھڑے وہی

آیت پھر دہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد اٹھ کر کسی کام کے لیے چلا گیا، پھر اسی جگہ آ کر وہی آیت دوبارہ پڑھی تب بھی دو سجدے کرے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ ایک جگہ بیٹھ کر سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر قرآن مجید کی تلاوت ختم کرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہو گیا، جیسے: کھانا کھانے لگا یا کوئی عورت سینے پرونے میں لگ گئی یا بچے کو دودھ پلانے لگی، اس کے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوئے۔ جب کوئی اور کام کرنا شروع کیا تو یہ سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ چھوٹے کمرے یا بڑے ہال کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی تو بھی ایک سجدہ ہی کافی ہے، چاہے جتنی دفعہ پڑھے، البتہ اگر دوسرے کام میں لگ جانے کے بعد وہی آیت پڑھے گا تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا، پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے گا تو تیسرا سجدہ واجب ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے پر جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ مسجد کا بھی یہی حکم ہے جو ایک چھوٹے کمرے کا حکم ہے یعنی اگر سجدہ کی ایک آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے، چاہے ایک ہی جگہ بیٹھ کر دہراتا رہے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے پڑھے۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ پڑھنے والا جگہ تبدیل کیے بغیر ایک ہی جگہ بیٹھ کر ایک آیت کو بار بار پڑھتا رہا لیکن سننے والے کی جگہ بدل گئی، جہاں پہلی دفعہ سنا تھا دوسری دفعہ وہاں نہیں سنا، بلکہ دوسری دفعہ کسی اور جگہ اور تیسری دفعہ تیسری جگہ سنا تو پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والے پر کئی سجدے واجب ہیں۔ جتنی دفعہ سنے، اتنے ہی سجدے کرے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ اگر سننے والے کی جگہ نہیں بدلی، پڑھنے والے کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والے پر کئی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ ساری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے، صرف سجدے سے بچنے کے لیے وہ آیت نہ چھوڑے، اس لیے کہ اس میں سجدے سے انکار کے ساتھ مشابہت ہے۔

متفرق مسائل:

﴿مسئلہ ۳۳﴾ سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ سجدہ باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۳۴ عورت کے برابر میں کھڑے ہونے سے سجدۂ تلاوت فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۳۵ خارج نماز کا سجدہ نماز میں اور نماز کا خارج میں یا دوسری نماز میں ادا نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اگر کوئی شخص نماز میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جس سے توبہ واستغفار اس پر لازم ہے، توبہ واستغفار کرنے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں گے۔

مسئلہ ۳۶ اگر کسی کے ذمہ تلاوت کے بہت سارے سجدے باقی ہوں تو اب ادا کر لے، عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں، ادا نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ ۳۷ اگر بیماری کی حالت میں آیتِ سجدہ سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کیا جاتا ہے تلاوت کا سجدہ بھی اسی طرح اشارہ سے کرے۔

مریض کی نماز کا بیان

بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مسائل:

نماز کسی حالت میں نہ چھوڑے۔ کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتا رہے اور جب کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے، بیٹھے بیٹھے رکوع کر لے اور رکوع کر کے دونوں سجدے کر لے اور رکوع کے لیے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے برابر آجائے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کھڑے ہونے کی طاقت تو ہے لیکن کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہے یا بیماری بڑھ جانے کا ڈر ہے تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو چاہے کھڑا ہو کر پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارے سے کرے اور چاہے بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع سجدہ اشارہ سے ادا کرے، لیکن بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر رکوع سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو تو رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرے اور سجدے کے اشارے میں رکوع سے زیادہ جھکے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ سجدہ کرنے کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی اور چیز رکھ لینا اور اس پر سجدہ کرنا بہتر نہیں۔ جب سجدہ کی قدرت نہ ہو تو صرف اشارہ کر لیا کرے، تکیہ کے اوپر سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کے مسائل:

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی تو پیچھے کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ لگا کر اس طرح لیٹ جائے کہ سر خوب اونچا ہو جائے، بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے اور پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا دے، نیز اگر کچھ طاقت ہو تو قبلہ کی طرف پیر نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کے اشارے میں رکوع کی بنسبت زیادہ جھکے۔ اگر گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بھی اس طرح نہ لیٹ سکے کہ سر اور سینہ وغیرہ اونچا رہے تو قبلہ کی طرف پیر کر کے بالکل چت لیٹ جائے لیکن سر کے نیچے کوئی اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے، آسمان کی طرف نہ رہے، پھر سر کے اشارے سے نماز پڑھے، رکوع کا اشارہ کم کرے اور سجدے کا اشارہ ذرا زیادہ کرے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹے اور سر کے اشارے سے رکوع سجدہ

کرے تو یہ بھی جائز ہے لیکن چت لیٹ کر پڑھنا زیادہ اچھا ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ نماز شروع کرنے کے وقت بالکل ٹھیک تھا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو نماز ہی میں کوئی ایسی تکلیف شروع ہوگئی کہ کھڑا رہنا مشکل ہوگیا تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھے اور رکوع سجدہ کر سکے تو کرے ورنہ سر کے اشارہ سے کرلے اور اگر ایسا حال ہوگیا کہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہیں رہی تو اسی طرح لیٹ کر باقی نماز پوری کرے۔

﴿مسئلہ۸﴾ کسی کی آنکھ کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹر نے اس کو ہلنے جُلنے سے منع کر دیا تو لیٹ کر نماز پڑھتا رہے۔

اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو:

﴿مسئلہ۹﴾ اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے، پھر اگر ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو نماز بالکل معاف ہوگئی، ٹھیک ہونے کے بعد قضا پڑھنا بھی واجب نہیں اور اگر ایک دن رات سے زیادہ یہ حالت نہیں رہی، بلکہ ایک دن رات میں پھر اشارہ سے پڑھنے کی طاقت آگئی تو اشارہ ہی سے ان کی قضا پڑھے اور یہ ارادہ نہ کرے کہ جب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا اس لیے کہ شاید بالکل ٹھیک ہونے سے پہلے مر جائے تو گنہگار مرے گا۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اسی طرح اگر بالکل تندرست آدمی بے ہوش ہو جائے تو اگر بے ہوشی ایک دن رات سے زیادہ نہیں ہوئی تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر ایک دن رات سے زیادہ ہوگئی تو قضا پڑھنا واجب نہیں۔

دورانِ نماز عذر ختم ہوگیا:

﴿مسئلہ۱۱﴾ بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز شروع کی اور رکوع وسجدہ کیا پھر نماز ہی میں ٹھیک ہوگیا تو اسی نماز کو کھڑا ہو کر پورا کرے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ اگر بیماری کی وجہ سے رکوع سجدہ کی قوت نہیں تھی اس لیے سر کے اشارہ سے رکوع وسجدہ کیا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آگئی تو اب یہ نماز فاسد ہوگئی، اس کو پورا نہ کرے بلکہ دوبارہ پڑھے اور اگر اشارے سے رکوع سجدہ کرنے سے پہلے تندرست ہوگیا تو پہلی نماز صحیح ہے، اس پر بنا جائز ہے۔

جو شخص خود استنجا نہ کر سکے:

﴿مسئلہ۱۳﴾ فالج گرا اور ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ لیا کرے اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمّم نہ کر سکے تو کوئی دوسرا تیمّم کرادے اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو بھی نماز قضا نہ کرے، اسی طرح نماز پڑھے۔ والدین واولاد وغیرہ کسی کے لیے بھی اس کا ستر دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، البتہ میاں بیوی

ایک دوسرے کا ستر دیکھ سکتے ہیں۔

ناپاک بستر بدلنے کا حکم:

﴿مسئلہ۱۴﴾ بیمار کا نجس بستر بدلنے میں اگر اسے سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

قضا نماز پڑھنے کا بیان:

﴿مسئلہ۱۵﴾ تندرستی کے زمانہ میں کسی شخص کی کچھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں مگر قضاء کرنے سے پہلے بیمار ہوگیا تو بیماری کے زمانہ میں جس طرح بھی نماز پڑھنے کی طاقت ہو، ان کی قضا پڑھ لے، یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آئے گی تب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آئے گی تب پڑھوں گا، یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ دینداری کی بات یہ ہے کہ فوراً پڑھ لے اور دیر نہ کرے۔

دورانِ نماز ٹیک لگانا:

﴿مسئلہ۱۶﴾ اگر کوئی شخص قراءت طویل ہونے کی وجہ سے کھڑے کھڑے تھک جائے اور اسے تکلیف ہونے لگے تو اس کے لیے کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ سے تکیہ لگا لینا مکروہ نہیں۔

سفر میں نماز پڑھنے کا بیان

آدمی شرعاً کب مسافر بنتا ہے؟

﴿مسئلہ۱﴾ اگر کوئی ایک منزل یا دو منزل (اڑتالیس میل انگریزی= ۷۷.۲۴ کلومیٹر) سے کم مسافت کا سفر کرے تو اس سفر سے شریعت کا کوئی حکم نہیں بدلتا اور شرعاً ایسے شخص کو مسافر نہیں کہتے۔ اس کو نماز وغیرہ سارے احکام اسی طرح ادا کرنے چاہئیں جیسے کہ اپنے گھر میں کرتا تھا، مثلاً: چار رکعت والی نماز کو چار رکعت پڑھے اور موزہ پہنے ہوئے ہو تو ایک رات دن مسح کرے، پھر اس کے بعد نئے سرے سے پاؤں دھوئے بغیر مسح کرنا درست نہیں۔

﴿مسئلہ۲﴾ جو شخص تین منزل چلنے کا ارادہ کر کے نکلے وہ شریعت کی رو سے مسافر ہے، جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل گیا شرعاً مسافر بن گیا، جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہیگا تب تک مسافر نہیں بنے گا۔ ریلوے اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۳﴾ تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں، تخمینہ اس کا ہمارے علاقوں میں جہاں دریا اور پہاڑ میں سفر نہیں کرنا پڑتا، اڑتالیس میل انگریزی ہے۔ [یعنی ۷۷.۲۴ کلومیٹر، ۷۸ کلومیٹر سے کچھ کم]

﴿مسئلہ۴﴾ سفر شرعی کا ارادہ کر کے گھر سے نکلا لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ سفر شرعی کی مقدار سے پہلے پہلے فلاں جگہ پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہیں رہا، راستے میں پوری نمازیں پڑھے پھر اگر اس جگہ پہنچ کر پورے پندرہ دن نہیں ٹھہر سکا تب بھی مسافر نہیں بنے گا۔

﴿مسئلہ۵﴾ تین منزل جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل یا دوسری منزل پر اپنا گھر آئے گا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔

﴿مسئلہ۶﴾ تین منزل چل کر کہیں پہنچا تو اگر وہ اپنا گھر ہے تو مسافر نہیں رہے گا، چاہے کم رہے یا زیادہ اور اگر اپنا گھر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہے گا، لہٰذا نمازیں پوری پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا گھر ہے نہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر رہے گا، چار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھتا رہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے، مثلاً: دس دن ایک جگہ، پانچ دن دوسری جگہ، بارہ دن کسی اور جگہ لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گا۔

﴿مسئلہ۸﴾ تین منزل جانے کا ارادہ کر کے چلا، پھر کچھ دور جا کر کسی وجہ سے ارادہ بدل گیا اور گھر لوٹ آیا تو جب سے

لوٹنے کا ارادہ ہوا تب سے مسافر نہیں رہا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے لیکن چونکہ گھوڑا گاڑی یا بیل گاڑی پر سوار ہے اس لیے دو ہی دن میں پہنچ جائے گا یا ریل پر سوار ہو کر ذرا دیر میں پہنچ جائے گا تب بھی شریعت کی رو سے وہ مسافر ہے۔

دورانِ سفر نماز کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو کوئی شرعاً مسافر ہو وہ ظہر، عصر اور عشا کی فرض نماز دو دو رکعتیں پڑھے۔ سنتوں کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے علاوہ دوسری سنتیں چھوڑ دینا درست ہے، اس سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر کوئی جلدی نہ ہو اور نہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا ڈر ہو تو نہ چھوڑے بلکہ سفر میں پوری پوری سنتیں پڑھے اور ان میں کمی نہ کرے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ فجر، مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کمی نہیں، جیسے ہمیشہ پڑھتا ہے ویسے ہی پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ ظہر، عصر اور عشا کی نماز دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے، پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے، جیسے ظہر کے کوئی چھ فرض پڑھے تو گنہگار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض ہو گئیں اور دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔ اگر سجدۂ سہو نہ کیا ہو یا دو رکعت پر نہ بیٹھا ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں، فرض نماز دوبارہ پڑھے۔

اقامت کے مسائل:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہ مسافر رہے گا۔ چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہیں بنے گا، نمازیں پوری پوری پڑھے۔ پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل ہو جہاں جانا ہے تو مسافر ہو جائے گا اور اس سے کم ہو تو مسافر نہیں بنے گا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لی تو مسافر نہیں رہا۔ یہ نماز بھی پوری پڑھے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ دو چار دن راستہ میں کہیں ٹھہرنا پڑا لیکن کسی وجہ سے آگے جا نہیں سکا، روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل یا پرسوں

چلا جاؤں گا لیکن نہیں جاسکا، اسی طرح پندرہ دن یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا پڑا لیکن پورے پندرہ دن رہنے کی کبھی نیت نہیں ہوئی تب بھی مسافر رہے گا، چاہے جتنے دن اسی طرح گذر جائیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کوئی شخص دو الگ الگ جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور ان دونوں میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ نہ جاسکتی ہو، مثلاً: دس روز مکہ میں رہنے کا ارادہ کرے اور پانچ روز منیٰ میں، جبکہ مکہ سے منیٰ تین میل کے فاصلے پر ہے تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر مذکورہ مسئلہ میں رات کو ایک ہی جگہ رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسری جگہ میں تو جس جگہ رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا، وہاں اس کو قصر کی اجازت نہیں ہوگی، اب دوسری جگہ جس میں دن کو رہتا ہے اگر اس پہلی جگہ سے ۷۸ کلومیٹر دور ہے تو وہاں جانے سے مسافر ہو جائے گا، ورنہ مقیم رہے گا۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر مذکورہ مسئلہ میں ایک جگہ دوسری جگہ سے اتنی قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں جگہیں ایک سمجھی جائیں گی اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر کوئی مسافر حالتِ نماز میں اقامت کی نیت کرلے، چاہے شروع میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے یہ نیت کرلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے، اس میں قصر جائز نہیں اور اگر سجدۂ سہو یا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی، اسی طرح اگر نماز کا وقت گذر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس میں قصر کرنا واجب ہوگا۔

مثال ۱: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی، ایک رکعت پڑھنے کے بعد نماز کا وقت ختم ہوگیا، اس کے بعد اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر انداز نہیں ہوگی اور اس کو قصر ہی پڑھنا ہوگی۔

مثال ۲: کوئی مسافر کسی اور مسافر کا مقتدی ہوا اور پھر لاحق ہوگیا، پھر جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کرلی تو اس نیت کا اس نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر پڑھنا لازم ہوگا۔

تابع اور متبوع کے مسائل:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے، راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اتنا ہی یہ ٹھہرے گی، اس کے بغیر زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مقیم ہے، چاہے

اتنا ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

وطن اصلی اور وطن اقامت:

مسئلہ ۲۲ کسی نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا، کسی دوسری جگہ گھر بنالیا، وہیں رہنے سہنے لگا اور پہلے شہر اور پہلے گھر سے تعلق نہیں رہا تو اب وہ شہر اور پردیس دونوں برابر ہیں، لہٰذا اگر سفر کرتے وقت راستہ میں وہ پہلا شہر پڑے اور دو چار دن وہاں رہنا ہو تو مسافر رہے گا۔ نمازیں سفر کی طرح پڑھے۔

مسئلہ ۲۳ شادی کے بعد اگر عورت مستقل اپنے سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی وطن سسرال کا گھر ہے، لہٰذا اگر سسرال اور میکے میں ۷۸ کلومیٹر کا فاصلہ ہے تو جب یہ میکے جائے گی اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کرے گی تو مسافر شمار ہوگی، نماز قصر کرے اور اگر سسرال میں ہمیشہ رہنے کا پختہ ارادہ نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی وطن اصلی رہے گا۔

متفرق مسائل:

مسئلہ ۲۴ اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہوگئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر اور عشا کی دو ہی دو رکعتیں قضا پڑھے اور سفر سے پہلے، مثلاً: ظہر کی نماز قضا ہوگئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں قضا پڑھے۔

مسئلہ ۲۵ دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آگیا تو اسی چلتی کشتی پر نماز پڑھ لے، اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے چکر آئیں تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۶ ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے سے چکر آئیں یا گرنے کا ڈر ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ ۲۷ نماز پڑھتے ہوئے ریل نے رُخ بدل لیا اور قبلہ دوسری طرف ہوگیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف رُخ کرلے۔

خواتین کے لیے چند احکام:

مسئلہ ۲۸ اگر تین منزل (۴۸ میل=۷۸ کلومیٹر تقریباً) سفر کرنا ہو تو جب تک کوئی محرم مرد یا شوہر ساتھ نہ ہو اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں۔ محرم کے بغیر سفر کرنا بڑا گناہ ہے، اگر ایک دو منزل جانا ہو تب بھی محرم کے بغیر جانا بہتر نہیں۔

مسئلہ ۲۹ جس محرم کو اللہ اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں۔

مسئلہ ۳۰ سفر کے دوران نماز کا وقت آ گیا تو گاڑی سے اتر کر کسی الگ جگہ پر کھڑی ہو کر نماز پڑھ لے۔ اگر اپنے پاس برقع نہ ہو تو چادر وغیرہ میں خوب لپیٹ کر اترے اور نماز پڑھے۔ اتنا پردہ کرنا جس میں نماز قضا ہو جائے، حرام ہے۔ ہر بات میں شریعت کے حکم کو مقدم رکھے، پردہ کی بھی وہی حد رکھے جو شریعت نے بتلائی ہے۔ شریعت کی حد سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے شرم وحیا ظاہر کرنا بڑی بے وقوفی اور نادانی ہے، البتہ بلاضرورت پردہ میں کوتاہی کرنا گناہ ہے۔

مسئلہ ۳۱ عورت اگر ۷۸ کلومیٹر سے زیادہ سفر کی نیت سے روانہ ہوئی لیکن وہ حالتِ حیض میں ہے تو جب تک وہ حالتِ حیض میں رہے گی مسافر نہیں ہوگی۔ حیض سے پاک ہونے کے بعد پوری چار رکعتیں پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد اگر بقیہ سفر ۷۸ کلومیٹر یا اس سے زیادہ ہو یا روانہ ہوتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ مسافر ہے، نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مقیم ومسافر کی امامت اور اقتدا:

مسئلہ ۳۲ مقیم کی اقتدا مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے، چاہے ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اٹھ کر اپنی نماز پوری کر لے اور اس میں قراءت نہ کرے، بلکہ خاموش کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی امام کی اتباع کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کے لیے مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے قبل بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے۔

مسئلہ ۳۳ مسافر بھی مقیم کی اقتدا کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر اور وقت ختم ہو جائے تو فجر اور مغرب میں کر سکتا ہے، ظہر، عصر، عشا میں نہیں، اس لیے کہ جب مسافر مقیم کی اقتدا کرے گا تو امام کی اتباع کی وجہ سے پوری چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ فرض نہ ہوگا اور اس کا فرض ہوگا، پس فرض قعدہ والے کی اقتدا غیر فرض قعدہ والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں۔

اضافہ

ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز:

مسئلہ ۱ پرواز کے دوران ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھنا چاہیے، البتہ اگر

سر چکرانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

بحری جہاز اور کشتی اگر سمندر میں چل رہے ہوں تو ان کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر عذر نہ ہو تو کھڑے ہو کر قبلہ رُخ نماز پڑھے۔ یہ اس وقت ہے کہ کشتی کو کنارے لگا کر اتر نہ سکتا ہو، ورنہ کنارے لگا کر زمین پر اتر کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اگر کشتی کنارے پر ہے تو زمین پر ٹکی ہوئی ہونے کی صورت میں اس پر نماز درست ہے، اگر زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو تو اترنا ضروری ہے، اگر اتر نہ سکتا ہو تو وہیں نماز پڑھ لے، لیکن اس نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔ (أحسن الفتاویٰ: ٤/٨٩)
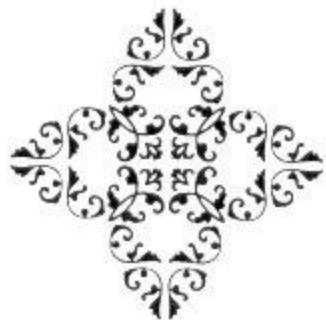
جمعہ وعیدین کا بیان

جمعہ کے فضائل:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن وہ جنت میں داخل کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی اسی دن ہوگی۔''

(صحیح مسلم شریف)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ میں ایک وقت ایسا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔'' (صحیحین شریفین)

علماء کی آرا مختلف ہیں کہ یہ وقت جس کا ذکر حدیث میں گذرا کونسا وقت ہے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں چالیس قول نقل کیے ہیں، مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ وقت خطبہ سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ وقت جمعہ کے دن کے آخر میں ہے اور اس دوسرے قول کو علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے اختیار کیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو بتا دے تاکہ وہ اس وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔ (اشعة اللمعات)

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کہ وہ اسی دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ وفات کے بعد آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا بدن زمین پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ (ابو داؤد شریف)

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ سے زیادہ کوئی دن مقدس نہیں اس میں ایک وقت ایسا ہے کہ کوئی مسلمان اس میں جو بھی دعا کرے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے پناہ مانگے اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے۔'' (ترمذی)

شاہد کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے:

﴿ وَٱلسَّمَآءِ ذَاتِ ٱلۡبُرُوجِ ۝١ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ ۝٢ وَشَاهِدٖ وَمَشۡهُودٖ ۝٣ ﴾

ترجمہ: ''قسم ہے اس آسمان کی جو برجوں والا ہے (یعنی بڑے بڑے ستاروں والا) اور قسم ہے روزِ موعود (قیامت) کی اور قسم ہے شاہد (جمعہ) کی اور مشہود (عرفہ کی)۔''

۵- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ پاک کے نزدیک سب دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔'' (ابن ماجہ)

٦- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (ترمذی شریف)

۷- ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آیت ﴿ ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ ﴾ کی تلاوت فرمائی، ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی، جمعہ اور عرفہ کے دن۔ یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت؟ اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

۸- نبی کریم ﷺ فرماتے تھے: ''جمعہ کی رات روشن رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔''

(مشکوۃ شریف)

۹- قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں اور مستحقینِ دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے، اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے، مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار گھنٹوں کے حساب سے سکھائے گا، پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لیے نکلتے تھے، ایک آواز لگانے والا آواز دے گا: اے اہل جنت! مزید (اضافی انعام) کے جنگلوں میں چلو، وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، وہاں مشک کے ڈھیر آسمان کے برابر بلند ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے اور مؤمنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے، حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا، جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا، وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں میں لے جائے گی اور ان کے چہرے اور بالوں میں لگائے گی۔ وہ ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں۔ پھر حق تعالیٰ عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لیجا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب

کر کے فرمائے گا: اے میرے بندو جو غیب پر ایمان لائے ہو! حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا اور میرے پیغمبر ﷺ کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو، یہ دن مزید (یعنی زیادہ انعام کرنے کا) ہے۔ سب لوگ ایک زبان ہو کر کہیں گے: اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے اہلِ جنت! اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو یہ دن مزید (اضافی انعام) کا ہے، تب سب لوگ یک زبان ہو کر عرض کریں گے: اے پروردگار! ہم کو اپنا جمال دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ وتعالیٰ پردہ اٹھا دے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے ان کو گھیر لے گا۔ اگر اہلِ جنت کے لیے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں گے تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں اور جل جائیں۔ پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ۔ ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمالِ حقیقی کے اثر سے دوگنا ہو گیا ہوگا۔ یہ لوگ اپنی بیویوں کے پاس آئیں گے لیکن نہ بیویاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بیویوں کو، تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جوان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا، تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ ان کی بیویاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی تمہاری صورت تھی وہ اب نہیں، یعنی ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے۔ یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں! یہ اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس کے جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادت)

۱۰- ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن تیز نہیں کی جاتی۔

(احیاء العلوم)

۱۱- نبی کریم ﷺ نے ایک جمعہ کو ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے اور مسواک اس دن پابندی سے کرو۔'' (ابن ماجہ)

۱۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور بقدرِ امکان طہارت حاصل کرے اس کے بعد اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو استعمال کرے، اس کے بعد نماز کے لیے چلے اور جب مسجد میں آئے، کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے، پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے، پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو خاموش ہو تو اس کے گذشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' (صحیح بخاری شریف)

۱۳- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی جمعہ کے دن خوب غسل کرے اور سویرے مسجد میں پیدل جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو کام نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال کی کامل عبادت کا ثواب ملے

گا، ایک سال کے روزوں اور ایک سال کی نمازوں کا۔'' (ترمذی شریف)

جمعہ چھوڑنے پر وعیدیں:

۱۔ ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''لوگ نمازِ جمعہ نہ چھوڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔'' (صحیح مسلم شریف)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص تین جمعہ سستی سے یعنی بغیر عذر کے ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔'' (ترمذی شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

۳۔ طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''نمازِ جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سوائے چار آدمیوں کے:

۱۔ غلام یعنی جو شرعی قاعدہ کے مطابق کسی کی ملکیت ہو

۲۔ عورت

۳۔ نابالغ لڑکا

۴۔ بیمار (ابو داؤد شریف)

۴۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تارکینِ جمعہ کے حق میں فرمایا: ''میرا پکا ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام بنا دوں اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو نمازِ جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔'' (صحیح مسلم شریف)

اسی طرح کی حدیث جماعت چھوڑنے کے بارے میں بھی آئی ہے جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بلا ضرورت جمعہ کی نماز چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے، جو تبدیلی سے بالکل محفوظ ہے۔'' (مشکوۃ)

یعنی اسکے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا، البتہ اگر توبہ کرے یا اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے۔

۶۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھنا ضروری ہے سوائے بیمار، مسافر، عورت، نابالغ لڑکے اور غلام کے۔ پس اگر کوئی شخص فضول کام یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں اور وہ بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔'' (مشکوۃ شریف)

۷- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص نے پے در پے کئی جمعے چھوڑ دیے تو اس نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا۔ (اشعة اللمعات)

ان احادیث سے سرسری نظر کے بعد یہ نتیجہ بخوبی نکل سکتا ہے کہ شریعت میں نمازِ جمعہ کی سخت تاکید ہے اور اس کے چھوڑنے پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، کیا اب بھی کوئی شخص اسلام کے دعویٰ کے بعد اس فرض کو چھوڑنے کی جرأت کر سکتا ہے؟

جمعہ کے آداب:

۱- ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات سے کرے، جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر کے رکھے اور اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو جمعرات کو ہی اس کا انتظام کرے تاکہ جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول نہ ہونا پڑے۔ بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور اس کا اہتمام جمعرات سے کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب ہے؟ حتیٰ کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون سا دن ہے؟ بعض بزرگ شبِ جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جا کر رہتے تھے۔

۲- پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں اور بدن کو خوب صاف کرے، ناخن تراشے اور اس دن مسواک کرنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔ (إحياء العلوم)

۳- جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے۔

(حوالۂ بالا)

۴- جامع مسجد میں جلدی جائے، جو شخص جتنا پہلے جائے گا اس کو اتنا زیادہ ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن فرشتے اس مسجد کے دروازے پر جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کو، پھر اس کے بعد دوسرے کو، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں اور سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے مرغ ذبح کرنے میں، پھر جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ کر دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔'' (صحيحين)

۵- جمعہ کی نماز کے لیے پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

۶- نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ''سورۂ الم سجدۃ'' اور ''سورۂ انسان'' پڑھتے تھے، لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی کبھی پڑھا کرے، کبھی کبھی چھوڑ دے تاکہ لوگوں کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ لازمی ہیں۔

۷- جمعہ کی نماز میں نبی کریم ﷺ سورۂ جمعہ یا سورۂ منافقون یا سورۃ الاعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھتے تھے۔

۸- جمعہ کے دن نماز سے پہلے یا بعد میں سورۂ کہف پڑھنے سے بہت ثواب ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھے گا اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر ایک نور ظاہر ہوگا اور قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا اور گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔''

(شرح سفر السعادت)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں گناہِ صغیرہ مراد ہیں اس لیے کہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

واللہ أعلم وھو أرحم الراحمین

۹- جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی باقی دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے، اسی لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھو۔

جمعہ کی نماز پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ ۱ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے، یہ مؤکدہ سنتیں ہیں، پھر خطبہ کے بعد جمعہ کی دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے، پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

جمعہ کی نماز واجب ہونے کی شرائط:

۱- مقیم ہونا۔ مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۲- تندرست ہونا۔ مریض پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔ یہاں وہ بیماری مراد ہے جس کی وجہ سے جامع مسجد تک پیدل نہ جا سکے بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو یا مسجد تک نہ جا سکے یا نابینا ہو، یہ سب لوگ مریض سمجھے جائیں گے اور نمازِ جمعہ ان پر واجب نہیں ہوگی۔

۳- آزاد ہونا۔ غلام پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

۴- مرد ہونا۔ عورت پر نمازِ جمعہ واجب نہ ہوگی۔

۵- جماعت چھوڑنے کے جو عذر پہلے بیان ہو چکے ہیں ان سے محفوظ ہونا۔ اگر ان اعذار میں سے کوئی عذر موجود ہو تو جمعہ واجب نہیں۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی، یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، مثلاً: کوئی مسافر یا کوئی عورت نمازِ جمعہ پڑھے۔ [اگر چہ عورت کو جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔[1]]

جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرطیں:

۱- شہر یا قصبہ ہو۔ گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو، مثلاً: تین چار ہزار آدمی ہوں وہاں جمعہ درست ہے۔

۲- ظہر کا وقت ہو۔ ظہر کے وقت سے پہلے اور اس کے بعد نمازِ جمعہ درست نہیں، حتیٰ کہ اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت ختم ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر چہ قعدۂ اخیرہ تشہد کے بقدر ہو چکا ہو۔ اسی وجہ سے نمازِ جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی۔

۳- خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ چاہے صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ کہہ دیا جائے، اگر چہ صرف اتنے خطبے پر اکتفا کرنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

۴- خطبہ نماز سے پہلے ہونا۔ اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے نماز نہیں ہوگی۔

۵- خطبہ ظہر کے وقت میں ہونا۔ اگر وقت آنے سے پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

۶- جماعت: یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا ہونا، مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں، پس اگر صرف عورت یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہیں ہوگی۔

۷- اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

۸- عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نمازِ جمعہ کا پڑھنا، پس اگر کسی مخصوص جگہ میں نمازِ جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جمعہ کو مسجد کے دروازے بند کر لیے جائیں تو نماز نہیں ہوگی۔

(۱) حاشیہ بہشتی زیور

اگر کوئی شخص مذکورہ شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود نمازِ جمعہ پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اس کو نمازِ ظہر دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔ چونکہ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام سے پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی حالت میں نمازِ جمعہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

خطبۂ جمعہ کے مسائل:

مسئلہ۲ جب لوگ جمع ہوجائیں تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے اور مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہوکر اذان کہے۔ اذان کے بعد فوراً امام کھڑا ہوکر خطبہ شروع کردے۔

مسئلہ۳ خطبے میں بارہ چیزیں مسنون ہیں۔

۱- کھڑے ہوکر خطبہ پڑھنا۔

۲- دو خطبے پڑھنا۔

۳- دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔

۴- حدثِ اکبر واصغر سے پاک ہونا۔

۵- خطبہ پڑھنے کے دوران میں لوگوں کی طرف رُخ کرنا۔

۶- خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' کہنا۔

۷- خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

۸- خطبہ میں درج ذیل آٹھ چیزیں ہونا:

(۱)- اللہ تعالیٰ کا شکر۔

(۲)- اللہ تعالیٰ کی تعریف۔

(۳)- اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی شہادت۔

(۴)- نبی کریم ﷺ پر درود۔

(۵)- وعظ ونصیحت۔

(۶)- قرآن مجید کی آیتوں یا کسی سورت کی تلاوت۔

(۷)- دوسرے خطبے میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔

(۸)- دوسرے خطبے میں وعظ ونصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔

یہ آٹھ قسم کے عنوانات کی فہرست تھی، بقیہ فہرست ان امور کی ہے جو حالتِ خطبہ میں مسنون ہیں۔

(۹)- خطبے کو زیادہ طول نہ دینا، بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

(۱۰)- خطبہ منبر پر پڑھنا، اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ کے سہارے کھڑا ہونا۔

(۱۱)- دونوں خطبوں کا عربی میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی خطبہ کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں بعض عوام کا دستور ہے، سنت مؤکدہ کے خلاف اور مکروہ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ۴﴾ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جائے اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ صاحبِ ترتیب کے لیے اس وقت میں بھی قضا نماز پڑھنا جائز، بلکہ واجب ہے، پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

﴿مسئلہ۵﴾ جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کے لیے اس کا سننا واجب ہے، چاہے امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور، کوئی ایسا فعل جو سننے میں مخل ہو، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، سلام یا سلام کا جواب دینا، تسبیح پڑھنا، کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسے نماز کی حالت میں ممنوع ہے ویسے ہی اس وقت بھی ممنوع ہے، البتہ خطیب کے لیے جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر سنت یا نفل پڑھتے ہوئے خطبہ شروع ہو جائے تو راجح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

﴿مسئلہ۷﴾ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے دوران امام یا مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہِ تحریمی ہے، البتہ ہاتھ اٹھائے بغیر اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے نہ آہستہ اور نہ زور سے، نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ منقول نہیں۔

﴿مسئلہ۸﴾ رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع وفراق کے مضامین پڑھنا چونکہ نبی ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں، نہ کتبِ فقہ میں کہیں اس کا پتہ چلتا ہے اور اس کو کرتے رہنے سے عوام اسے ضروری سمجھتے ہیں، اس لیے یہ بدعت ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ خطبہ کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ نبی کریم ﷺ کا اسمِ مبارک اگر خطبے میں آجائے تو مقتدیوں کا اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر درمیان میں وقفہ زیادہ ہو جائے تو اس کے بعد خطبے کا اعادہ ضروری ہے، البتہ اگر کوئی دینی کام ہو، مثلاً: کسی کو کوئی شرعی مسئلہ بتائے یا وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد پتہ چلے کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کوئی کراہت نہیں اور نہ خطبے کے اعادے کی ضرورت ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ نمازِ جمعہ پڑھتے وقت دل میں یہ ارادہ کیا جائے کہ دو رکعت فرض نمازِ جمعہ پڑھتا ہوں۔

بہتر یہ ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر جمعہ کی نماز ایک علاقے کی ایک ہی مسجد میں پڑھیں، اگرچہ ایک علاقے کی متعدد مسجدوں میں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کوئی مسبوق قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدۂ سہو کے بعد آکر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز پوری کرنی چاہیے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ بعض لوگ جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر پڑھتے ہیں، چونکہ اس سے عوام کا اعتقاد بہت بگڑ گیا ہے، اس لیے ان کو منع کر دینا چاہیے، البتہ اگر کوئی عالم کسی ایسی جگہ جہاں اس کو صحتِ جمعہ کے بارے میں شبہ ہو، وہاں پڑھ لے لیکن کسی کو اطلاع نہ کرے۔

نبی کریم ﷺ کا خطبۂ جمعہ:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ نبی کریم ﷺ کا خطبہ نقل کرنے سے یہ غرض نہیں کہ لوگ اسی خطبے کی پابندی کر لیں بلکہ کبھی کبھی تبرک واتباع کی غرض سے اس کو بھی پڑھ لیا جائے۔ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ تشریف لاتے، حاضرین کو سلام کرتے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کہتے۔ جب اذان ختم ہو جاتی، آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور ساتھ ہی خطبہ شروع فرما دیتے۔ جب تک منبر نہیں بنا تھا اس وقت تک کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ کو سہارا دے دیتے تھے اور کبھی کبھی اس لکڑی کے ستون سے جو محراب کے پاس تھا، جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگا لیتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد بھی کسی لاٹھی وغیرہ سے سہارا لینا سنت سے ثابت ہے۔[1]

(۱) امداد الفتاویٰ: ۱/ ۶۱ وحاشیہ بہشتی زیور: ص۹۳۲

دوخطبے پڑھتے ، دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جاتے ، اس وقت کوئی بات نہ فرماتے اور نہ دعا مانگتے ۔ جب آپ ﷺ دوسرے خطبے سے فارغ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرمادیتے ۔ خطبہ پڑھتے وقت حضرت نبی کریم ﷺ کی آواز بلند ہوجاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں ۔ مسلم شریف میں ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت آنحضرت ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے جو عنقریب آنا چاہتا ہو ، اپنے لوگوں کو خبردار کررہا ہو ۔ اکثر خطبے میں فرمایا کرتے تھے : "بعثت انا والساعة کہا تین" میں اور قیامت اس طرح ساتھ بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں اور بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملادیتے تھے ۔ اس کے بعد فرماتے تھے :

((أما بعد : فإن خير الحديث كتاب الله ، وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم ، وشر الأمور محدثاتها ، وكل بدعة ضلالة ، أنا اولىٰ بكل مؤمن من نفسه ، ومن ترك مالا فلأهله ومن ترك دينا أو ضياعا فعليّ)).

کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے :

((يأيها الناس : توبوا قبل أن تموتوا ، وبادروا بالأعمال الصالحة ، وصلوا الذى بينكم وبين ربكم بكثرة ذكركم له وكثرة الصدقة بالسر والعلانية ، تؤجروا وتحمدوا وترزقوا ، واعلموا أن الله قد فرض عليكم الجمعة مكتوبة فى مقامى هذا ، فى شهرى هذا ، فى عامى هذا إلى يوم القيامة من وجد اليه سبيلا ، فمن تركها فى حياتى أو بعدى جحودا بها واستخفافا بها وله إمام جائر أو عادل فلا جمع الله شمله ولا بارك له فى أمره ، ألا ! ولا صلوٰة له ، ألا ! ولا صوم له ، ألا ! ولا زكوة له ، ألا ! ولا حج له ، ألا ! ولا بر له حتى يتوب ، فإن تاب تاب الله .

ألا ! ولا تؤمن امرأة رجلا ، ألا ! ولا يؤمن أعرابى مهاجرا ،

ألا ! ولا يؤمن فاجر مؤمنا إلا أن يقهره سلطان يخاف سيفه وسوطه)). (ابن ماجه)

اور کبھی بعد حمد وصلوٰۃ یہ خطبہ پڑھتے تھے :

((الحمدلله نحمده ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات

اعمالنا . من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله ، أرسله بالحق بشيرا ونذيرا بين يدى الساعة ، من يطع الله ورسوله فقد رشد واهتدى ، ومن يعصهما فإنه لا يضر إلا نفسه ولا يضر الله شيئا ».

ایک صحابی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ "سورۂ ق" خطبے میں اکثر پڑھا کرتے تھے، حتیٰ کہ میں نے سورۂ ق آپ ﷺ سے منبر پر خطبہ کے دوران سن کر یاد کی ہے اور کبھی سورہ والعصر اور کبھی ﴿لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ﴾ اور کبھی ﴿وَنَادَوْا۟ يَٰمَٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

عیدین کی نماز

عیدین کی راتوں کی فضیلت:

حدیث میں ہے جو شخص عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کی رات جاگا (عبادت کی) اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے یعنی جس دن لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہونگے اس دن وہ قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رہے گا۔

﴿مسئلہ ۱﴾ شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں اور ان دونوں دنوں میں بطورِ شکر دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔ نمازِ جمعہ کے وجوب اور صحت کے لیے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکی ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے، کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، جبکہ عیدین کی نماز میں شرط نہیں، سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، مگر عیدین کے خطبے کا سننا بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب ہے یعنی اس وقت بات چیت کرنا یا نماز پڑھنا سب ناجائز ہے۔

عیدین کی سنتیں:

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں:

۱۔ غسل کرنا

٢- مسواک کرنا

٣- اپنی استطاعت کے مطابق عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننا

٤- خوشبو لگانا

٥- صبح سویرے اٹھنا

٦- عیدگاہ میں بہت سویرے جانا

٧- عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز، مثلاً: چھوہارے وغیرہ کھانا

٨- عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے صدقۂ فطر دے دینا

٩- عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا یعنی بلا عذر شہر کی مسجد میں نہ پڑھنا

١٠- جس راستے سے جائے واپس اس راستے سے نہ آنا

١١- پیدل جانا

١٢- راستے میں «الله أكبر الله أكبر ، لا إله إلا الله ، والله أكبر الله أكبر ولله الحمد» آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عید کی نماز کا طریقہ:

﴿مسئلہ ٢﴾ عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ نیت کرے کہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ عید کی دو رکعت واجب نماز پڑھتا ہوں۔

نیت کے مذکورہ الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے۔ نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور ''سبحانك اللّٰهم'' آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے، ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے، تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکا دے، دو تکبیروں کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے جس میں تین مرتبہ «سبحان الله» کہا جا سکے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے کھڑا ہو، دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔

﴿مسئلہ ٣﴾ نماز کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے دو

خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔

مسئلہ ۴ عیدین کی نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگنا اگرچہ نبی کریم ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں، مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے، اس لیے عیدین کی نماز کے بعد بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔

مسئلہ ۵ عیدین کے خطبے کی ابتدا تکبیر سے کرے، پہلے خطبے میں نو مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دوسرے میں سات مرتبہ۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فرق:

مسئلہ ۶ عید الاضحیٰ کی نماز کا طریقہ بھی یہی ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ عید الاضحیٰ کی نیت میں عید الفطر کے بجائے عید الاضحیٰ کا لفظ شامل کرے۔ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے، عید الاضحیٰ میں ایسا نہیں، عید الفطر میں راستے میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ عید الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ کی جلدی۔ عید الاضحیٰ میں صدقۂ فطر نہیں بلکہ صاحبِ حیثیت افراد پر بعد میں قربانی کرنا واجب ہے۔ اذان واقامت عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں نہیں۔

مسئلہ ۷ جہاں عید کی نماز پڑھی جائے (یعنی عید گاہ میدان وغیرہ) وہاں اس دن اور کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، البتہ نماز کے بعد گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۸ عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھ سکیں ان کے لیے بھی نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۹ عید الفطر کے خطبے میں صدقہ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیرِ تشریق کے احکام بیان کرنے چاہئیں۔

تکبیرِ تشریق:

مسئلہ ۱۰ تکبیر تشریق یعنی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ «الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد» پڑھنا واجب ہے۔ یہ تکبیر مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، مقیم ہو یا مسافر، شہری ہو یا دیہاتی۔

مسئلہ ۱۱ یہ تکبیر، عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل تیئس نمازیں ہیں جن

کے بعد تکبیر واجب ہے۔

﴿مسئلہ ١٢﴾ اس تکبیر کا بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ عورت آہستہ آواز سے کہے۔

﴿مسئلہ ١٣﴾ نماز کے بعد فوراً تکبیر کہنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ١٤﴾ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں، اس بات کا انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے گا تو ہم کہیں گے۔

متفرق مسائل:

﴿مسئلہ ١٥﴾ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

﴿مسئلہ ١٦﴾ عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

﴿مسئلہ ١٧﴾ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا، اس لیے کہ اس میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا مگر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی اس پر اس کی قضا واجب ہے، البتہ اگر کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ١٨﴾ اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن اور عیدالاضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جا سکتی ہے۔

﴿مسئلہ ١٩﴾ عیدالاضحیٰ کی نماز میں بغیر عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بغیر عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہیں ہوگی۔

عذر کی مثالیں:

١- کسی وجہ سے امام نماز پڑھانے نہ آیا ہو [اس سے مراد وہ امام ہے جس کے بغیر نماز پڑھنے میں فتنے کا اندیشہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو مسلمان کسی اور کو امام بنا کر عید کی نماز پڑھ لیں۔[1]]

٢- تیز بارش ہو رہی۔

٣- چاند کی تاریخ یقینی طور پر کچھ معلوم نہ ہو اور زوال کے بعد جب وقت ختم ہو جائے تو اس وقت معلوم ہو جائے۔

٤- بادل کے دن نماز پڑھی گئی ہو اور بادل چھٹ جانے کے بعد معلوم ہو کہ بے وقت نماز پڑھی گئی تھی۔

---

(١) از حاشیۂ بہشتی زیور

مسئلہ ۲۰ اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیریں پڑھ چکا تھا تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہو تو نیت باندھنے کے بعد فوراً تکبیریں کہہ لے، اگر چہ امام قراءت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ تکبیروں سے فارغ ہونے کے بعد امام کے ساتھ رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے، اس کے بعد رکوع میں جائے، رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالتِ رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر اس کی تکبیریں پوری ہونے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور اس صورت میں جتنی تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

مسئلہ ۲۱ اگر عید کی نماز میں کسی کی ایک رکعت رہ جائے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قراءت کر لے، اس کے بعد تکبیر کہے۔ اصول کے تحت اگر چہ تکبیریں پہلے کہنی چاہیے تھیں لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہو جاتی ہیں اس لیے اس کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۲ اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو یاد آئے تو اس کو چاہیے کہ حالتِ رکوع میں تکبیریں کہہ لے، دوبارہ قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۳ جمعہ اور عیدین میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدۂ سہو نہ کرے۔
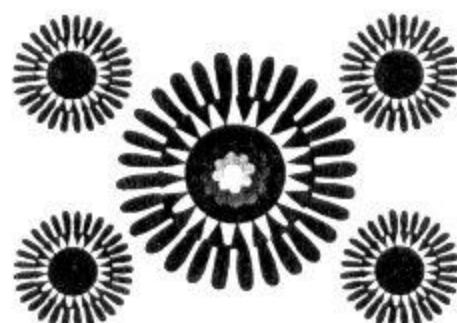
موت، اس کے متعلقات اور زیارتِ قبور کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کثرت سے موت کو یاد کرو، اس لیے کہ موت کی یاد گناہوں کو دور کرتی ہے اور دنیا سے بیزار کرتی ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’زمین ہر دن ستر بار پکارتی ہے: اے بنی آدم! کھالو جو چاہو اور جو چیز چاہو پسند کرو پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں ضرور تمہارے گوشت اور تمہارے پوست کھاؤں گی۔‘‘

حدیث میں ہے: ((کفی بالموت واعظا وبالیقین غناءً)) موت بطورِ واعظ کافی ہے اور رزق کا یقین مالداری کے لیے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین ہو کہ ہر ذی روح کو رزق دیا جاتا ہے تو یہ کافی مالداری ہے اور ایسا شخص پریشان نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں ہے: ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جو شخص مردے کو نہلائے اور اس کا عیب چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھپا دے گا اور جو شخص مردے کو کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں سندس یعنی باریک ریشم کا لباس پہنائے گا۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جو شخص مردے کو نہلائے اور اس کے عیوب کو چھپائے تو اس کے چالیس گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جو اسے کفن دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سندس (باریک ریشم) اور استبرق (دبیز ریشم) پہنائیں گے اور جو شخص میت کے لیے قبر کھودے اور اس کو اس میں دفن کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اتنا ثواب عطا فرمائیں گے جتنا ثواب اس کو اس شخص کو قیامت تک کے لیے (عاریت پر) مکان دینے پر ملتا۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جس شخص کی نمازِ جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں شریک ہوجائیں اس کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔‘‘

حدیث میں ہے: ’’جس مسلمان پر چالیس ایسے آدمی نمازِ جنازہ پڑھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اس کے لیے ان لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔‘‘

حدیث میں ہے: ''جو شخص جنازہ کو چاروں اطراف سے (باری باری) اٹھائے اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

حدیث میں ہے: ''جنازے کے ہمراہ جانے والوں میں سے سب سے افضل وہ ہے جو جنازے کے ساتھ سب سے زیادہ ذکر کرنے والا ہو اور جو جنازہ کو زمین پر رکھنے تک نہ بیٹھے اور ثواب کے پیمانہ کو زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو اس پر تین مرتبہ مٹھی بھر کر مٹی ڈالے۔''

حدیث میں ہے: ''اپنے مردوں کو نیک لوگوں کے درمیان میں دفن کرو اس لیے کہ مردے کو برے پڑوسی کی وجہ سے اذیت ہوتی ہے جیسے زندہ شخص برے پڑوسی کی وجہ سے اذیت پاتا ہے۔''

حدیث میں ہے: ''جنازے کے ساتھ کثرت سے ((لا الہ الا اللّٰہ)) پڑھو۔''

حدیث میں ہے: ''میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کرو اس لیے کہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

حدیث میں ہے: ''جو شخص ہر جمعہ کے روز والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کی مغفرت کی جائے گی اور وہ والدین کا خدمتگار لکھ دیا جائے گا۔''

قبروں کی زیارت سنت ہے خاص طور پر جمعہ کے روز مگر قبر کا طواف کرنا، بوسہ لینا منع ہے چاہے کسی نبی کی قبر ہو یا کسی ولی کی یا کسی اور کی ہو۔ قبروں پر جا کر سب سے پہلے اس طرح سلام کرے: ((اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ ، وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ)).

اور قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت کی جانب منہ کر کے جتنا ہو سکے قرآن مجید پڑھے۔

حدیث میں ہے: ''جو شخص قبروں پر گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھ کر مردوں کو بخش دے تو مردوں کی تعداد کے برابر اس کو بھی ثواب دیا جائے گا۔''

حدیث میں ہے: ''جو قبرستان میں داخل ہوا اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ تکاثر پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان والوں کو بخشے تو مردے اس کی شفاعت کریں گے۔''

حدیث میں ہے: ''جو کوئی سورۂ یٰسین قبرستان میں پڑھے تو مردوں کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائیں گے اور پڑھنے والے کو ان مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

میت کے احکام

جب موت کا وقت قریب ہو جائے:

جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اسے چت لٹا کر پاؤں قبلہ کی طرف کر کے سر اونچا کر دیں تا کہ رُخ قبلہ کی طرف ہو جائے [اور یہ طریقہ بھی سنت کے مطابق ہے کہ دائیں کروٹ پر لٹا کر رُخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے۔] اور اس کے پاس بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھیں، تا کہ تمہاری زبان سے سن کر وہ خود بھی پڑھنے لگے اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیں، کیونکہ وہ بڑے مشکل وقت میں ہے، نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔

مسئلہ ۱ جب وہ ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو خاموش ہو جائیں، یہ کوشش نہ کریں کہ کلمہ برابر جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے روح نکلے کیونکہ مقصد تو صرف اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیے، یہ ضروری نہیں کہ روح نکلنے تک کلمہ برابر جاری رہے، البتہ اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر دنیا کی کوئی بات چیت کرے تو دوبارہ اس کے پاس کلمہ پڑھیں، جب وہ پڑھ لے تو پھر چپ ہو جائیں۔

مسئلہ ۲ جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں، ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو اس کی موت آ گئی، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کرو۔

مسئلہ ۳ سورۂ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ میت کے سرہانے یا اور کسی جگہ اس کے قریب بیٹھ کر خود پڑھیں یا کسی سے پڑھوائیں۔

مسئلہ ۴ اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے۔ ایسے کام یا ایسی باتیں کرو جن سے دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اس لیے کہ مردہ کی خیر خواہی اسی میں ہے۔ ایسے وقت میں بال بچوں کو سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا جن سے اس کا دل دنیوی مال و دولت یا اولاد کی طرف متوجہ ہو جائے، مناسب نہیں۔

مسئلہ ۵ مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کی طرف توجہ نہ دو، نہ اس کا چرچا کرو بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی، اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل ٹھکانے نہ ہونے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

روح نکل جانے کے بعد:

﴿مسئلہ ۶﴾ جب روح نکل جائے تو میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس طرح سے باندھو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تا کہ منہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں بند کر دو اور دونوں پیروں کے انگوٹھے ملا کر باندھ لو تا کہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں، پھر کوئی چادر اُڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرو۔

﴿مسئلہ ۷﴾ منہ وغیرہ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھو: ((بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)).

﴿مسئلہ ۸﴾ مر جانے کے بعد اس کے پاس لوبان وغیرہ کچھ خوشبو سلگا دی جائے اور حیض ونفاس والی عورت اور جس پر غسل فرض ہو اس کے پاس نہ رہے۔

میت کے پاس تلاوت:

﴿مسئلہ ۹﴾ مر جانے کے بعد جب تک اس کو غسل نہ دیا جائے اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا درست نہیں۔

[البتہ اگر میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔ نہلانے کے بعد بہر صورت جائز ہے، کوئی کراہت نہیں۔]

غسلِ میت کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ جب کفن دفن کا تمام سامان مہیا ہو جائے اور نہلانا چاہو تو پہلے کسی تخت کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دو۔ تین دفعہ، پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مردے کو اس پر لٹا دو اور کپڑے اتار لو، پھر کوئی موٹا کپڑا ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈال دو تا کہ بدن کا یہ حصہ چھپا رہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر نہلانے کی کوئی ایسی جگہ ہے، جہاں سے پانی کہیں الگ بہہ جائے گا تو اچھا ہے، تا کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر گر نہ پڑے۔

غسل کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۳﴾ نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے کو استنجا کرا دو، لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور نہ اس پر نگاہ ڈالو، بلکہ اپنے ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لو اور میت کے جسم پر جو کپڑا ناف سے لے کر زانوں تک پڑا ہے اس کے

اندر اندر دھولو، پھر اس کو وضو کرا دو، لیکن کلی نہ کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو، نہ گٹے تک ہاتھ دھوؤ، بلکہ پہلے چہرہ دھولو، پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں، مسوڑھوں اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے اور اگر کوئی جنابت کی حالت میں یا عورت حیض ونفاس میں مرجائے تو اس طرح روئی تر کر کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ ناک، منہ اور کانوں میں روئی بھر دو تاکہ وضو کراتے اور نہلاتے وقت پانی نہ جانے پائے۔ وضو کرانے کے بعد میت کے سر کو صابن وغیرہ سے خوب دھلوا اور صاف کر کے مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا دو اور بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی (ایسا پانی بہتر ہے) تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے، پھر دائیں کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالو کہ دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دبا دو، اگر کچھ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھو ڈالو، وضو اور غسل پر اس کے نکلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی (یہ بھی بہتر ہے ضروری نہیں) سر سے پاؤں تک تین دفعہ ڈالو، پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کر کفنا دو۔

مسئلہ ۴ اگر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نہ ہو تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے، اسی سے تین دفعہ نہلائے اور مردے کو بہت تیز گرم پانی سے نہ نہلائے۔ نہلانے کا مذکورہ طریقہ سنت ہے، اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵ جب مردے کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو، اگر مردہ مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر ماتھے، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو۔ بعض لوگ مردے کے کان میں عطر کی پھریری رکھ دیتے ہیں، یہ شریعت سے ناواقفیت ہے، جتنا شریعت میں آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

مسئلہ ۶ بالوں میں کنگھی نہ کرو، نہ ناخن کاٹو، نہ کہیں سے بال کاٹو، سب اسی طرح رہنے دو۔

مردے کو کون غسل دے؟

مسئلہ ۷ بہتر یہ ہے کہ مردے کو اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہلائے اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی دیندار نیک شخص نہلائے۔

مسئلہ ۸ اگر کوئی مرد مر گیا اور اسے غسل دینے کے لیے کوئی مرد نہ ہو تو بیوی کے علاوہ اور کسی عورت کے لیے اس کو غسل دینا جائز نہیں، اگرچہ وہ عورت اس کی محرم ہی کیوں نہ ہو۔[1]

---

(۱) اس مسئلہ پر اشکال اور اس کا جواب امداد الفتاویٰ: ۱/ ۴۹۳ اور بہشتی زیور ص ۲۰۰ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اگر بیوی بھی نہ ہو تو دوسری عورتیں اس کو تیمّم کرادیں، لیکن اس کے بدن کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ اپنے ہاتھوں میں دستانے پہن کر تیمّم کرائیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ کسی کا خاوند مرگیا تو اس کی بیوی کے لیے اس کو نہلانا اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مرجائے تو خاوند کے لیے اس کا بدن چھونا [غسل دینا] اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ جو مرد جنابت کی حالت میں ہو یا عورت حیض ونفاس سے ہو وہ مردے کو نہ نہلائے کہ یہ مکروہ اور منع ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر نہلانے میں کوئی عیب دیکھے تو کسی کو نہ بتائے۔ اگر خدانخواستہ موت کی وجہ سے اس کا چہرہ بگڑ گیا اور کالا ہوگیا تو اس کا چرچا کرنا جائز نہیں، البتہ اگر کوئی کھلم کھلا گناہ کرتا تھا، مثلاً: ناچتا یا گانا گانے وغیرہ کا پیشہ کرتا تھا تو ایسی باتیں کہہ دینا درست ہیں تاکہ دوسرے لوگ ایسی باتوں سے بچیں اور توبہ کریں۔ اگر کوئی اچھی بات دیکھے جیسے چہرہ پر نورانیت اور رونق کا ہونا تو اس کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔

ڈوب کر مرنے والے کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مرگیا تو نکالنے کے بعد اس کو غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں ان کا کوئی فعل نہیں ہوا، البتہ اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہوجائے گا۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر بارش برس جائے یا اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کو غسل دینا فرض رہے گا۔

نامکمل لاش کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا گیا تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ یوں ہی دفن کردیا جائے گا۔ اگر کسی آدمی کا آدھے سے زیادہ جسم ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے، چاہے سر کے ساتھ ملے یا بغیر سر کے، اگر آدھے سے زیادہ نہ ہو بلکہ آدھا ہو تو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں اور اگر آدھے سے کم ہو تو غسل نہیں دیا جائے گا، چاہے سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے۔

مخلوط لاشوں کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر مسلمانوں کی لاشیں کافروں کی لاشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے تو ان سب کو غسل دیا

جائے گا اور اگر امتیاز باقی ہو تو مسلمانوں کی لاشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہی کو غسل دیا جائے، کافروں کی لاشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

میت کے مسلمان ہونے کا علم نہ ہو:

مسئلہ ۱۵ اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی علامت سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر، تو اگر یہ واقعہ دارالاسلام میں ہوا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

مسلمان کے کافر رشتہ دار کا حکم:

مسئلہ ۱۶ اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی لاش اس کے ہم مذہب کو دے دی جائے۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر غیر مسنون طریقے سے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئیں۔

میت کو تیمّم کرانے کے بعد پانی مل گیا:

مسئلہ ۱۷ اگر پانی نہ ہونے کی وجہ سے کسی میت کو تیمّم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہیے۔

باغی، ڈاکو اور مرتد کا حکم:

مسئلہ ۱۸ اگر باغی یا ڈاکو مارے جائیں تو انہیں غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے گئے ہوں۔

مسئلہ ۱۹ اگر مرتد مر جائے تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی لاش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

کفنانے کا بیان

مسنون کفن:

[مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ ایک کرتہ، دوسرا ازار، تیسرا چادر، اسے لفافہ بھی کہتے ہیں۔[1]] اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے، ایک کرتہ دوسرا ازار، تیسرا اوڑھنی، چوتھا چادر، پانچواں سینہ بند۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ بڑی ہو اور کرتا گلے سے لے کر پاؤں تک ہو، لیکن نہ اس میں کلی ہو نہ آستین جبکہ اوڑھنی

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

تین ہاتھ لمبا ہو اور سینہ بند چھاتیوں سے لے کر رانوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ مرد کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہوں یعنی چادر اور ازار، کرتا نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں، دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو سے کم میں کفنانا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی مجبوری ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کوئی عورت کو پانچ کی بجائے تین کپڑوں میں کفنایا جائے، ایک ازار، دوسرا چادر، تیسرا اوڑھنی تو یہ بھی درست ہے مگر تین کپڑوں سے کم مکروہ ہے، البتہ مجبوری کی صورت میں کم بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جو نابالغ لڑکی جوانی کے قریب پہنچ گئی ہے اس کے کفن میں بھی بالغ عورت کی طرح پانچ کپڑے سنت ہیں، اگر پانچ کپڑوں میں کفن نہ دیا جاسکے تو تین کپڑے بھی کافی ہیں، غرضیکہ جو حکم عاقل بالغ عورت کا ہے وہی کنواری اور چھوٹی لڑکی کا بھی ہے، البتہ بالغ کے لیے یہ حکم تاکیدی ہے اور کم عمر کے لیے بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ جو لڑکی بہت چھوٹی ہو اور بلوغ کے قریب نہ پہنچی ہو اس کو بھی پانچ کپڑوں میں کفن دینا بہتر ہے اور صرف دو کپڑوں (ازار اور چادر) میں کفن دینا بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ سینہ بند اگر چھاتیوں سے لے کر ناف تک ہو تب بھی درست ہے، لیکن رانوں تک ہونا زیادہ اچھا ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ کفن کو پہلے تین یا پانچ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دی جائے، اس کے بعد اس میں مردے کو کفن دیا جائے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ جو چادر جنازے کی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں، کفن اتنا ہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

مَردوں کو کفنانے کا طریقہ:

﴿مسئلہ ۸﴾ [مردوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے بعد ازار اور پھر اس کے اوپر کرتا۔ پھر مردے کو اس پر لٹا کر پہلے کرتا پہنایا جائے، پھر ازار لپیٹ دیا جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، پھر کپڑے کے ٹکڑے سے پاؤں اور سر کی طرف سے کفن کو باندھ دیا جائے اور کمر کے پاس سے بھی باندھ دیا جائے تاکہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔[1]]

عورتوں کو کفنانے کا طریقہ:

عورتوں کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر بچھائی جائے، اس کے بعد ازار، اس کے اوپر کرتہ، پھر میت کو اس پر لٹا کر

(۱) شامیہ: ۲/ ۲۰۲

پہلے کرتہ پہنایا جائے، اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینے پر ڈال دیئے جائیں، ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف۔ اس کے بعد اوڑھنی کو سر اور بالوں پر ڈال دیں، نہ اسے باندھا جائے اور نہ لپیٹا جائے، پھر ازار لپیٹی جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف، اس کے بعد سینہ بند باندھ دیا جائے، پھر چادر پہلے بائیں طرف اور پھر دائیں طرف لپیٹی جائے، پھر کپڑے کے ٹکڑے سے پاؤں اور سر کی طرف سے کفن باندھ دیا جائے۔ ایک ٹکڑا کمر کے ساتھ بھی باندھ دیں تاکہ راستہ میں کہیں کھل نہ جائے۔

مسئلہ ۹ سینہ بند کو اگر اوڑھنی کے بعد ازار بند سے پہلے ہی باندھ دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کفنوں کے اوپر سے باندھ دیا جائے تو بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۰ جب عورتیں کفنانے سے فارغ ہو جائیں تو فوراً مردوں کو اطلاع کر دیں تاکہ وہ جنازہ لے جائیں اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفنا دیں۔

نابالغ، مردہ اور ناتمام بچوں کا غسل و کفن:

مسئلہ ۱۱ اگر کوئی لڑکا مر جائے اور کسی وجہ سے عورتوں کو نہلانا اور کفنانا پڑے تو مذکورہ ترتیب سے نہلا دیں اور کفنانے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اوپر معلوم ہوا، صرف اتنا فرق ہے کہ عورت کا کفن پانچ کپڑے ہیں اور مرد کا تین کپڑے: ایک چادر، ایک ازار اور ایک کرتہ۔

مسئلہ ۱۲ زندہ پیدا ہونے کے بعد اگر بچہ مر گیا تو اس کو بھی نہلایا اور کفنایا جائے، پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام بھی رکھا جائے، اگرچہ پیدائش کے فوراً بعد ہی مر جائے۔

مسئلہ ۱۳ جو بچہ مردہ پیدا ہو یعنی پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہ پائی جائے اس کو نہلانا چاہیے، لیکن قاعدے کے مطابق کفن نہ دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے البتہ اس کا بھی کوئی نام رکھ دینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۴ پیدائش کے وقت بچے کا ابھی صرف سر نکلا تھا کہ وہ مر گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے والے بچے کا ہے، البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آنے کے بعد مرا تو یہ سمجھا جائے گا کہ زندہ پیدا ہوا۔ سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینہ تک زندہ نکلنے سے اور الٹا پیدا ہوا تو ناف تک زندہ نکلنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ زندہ ہی پیدا ہوا۔

مسئلہ ۱۵ حمل گر جانے کی صورت میں دیکھا جائے کہ اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں، منہ ناک وغیرہ کوئی عضو نہ بنا ہو تو اس کو نہ نہلایا جائے اور نہ کفن دیا جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے اور اگر اس کا کوئی عضو بن گیا

ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ پیدا ہونے والے کا ہے یعنی نام رکھا جائے اور نہلایا جائے، لیکن قاعدہ کے مطابق کفن نہ دیا جائے اور نہ نماز پڑھی جائے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

نامکمل یا بوسیدہ میت کا کفن:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر انسان کا کوئی عضو یا آدھا جسم بغیر سر کے پایا جائے تو اس کو بھی کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، البتہ اگر آدھے جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا جسم کا آدھے سے زیادہ حصہ ہو اگرچہ سر نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں کفن مسنون دینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ کسی انسان کی قبر کھل جائے یا اور کسی وجہ سے اس کی لاش باہر نکل آئے اور کفن کے بغیر ہو تو اس کو بھی مسنون کفن دینا چاہیے، بشرطیکہ وہ لاش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی ہو تو کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے، مسنون کفن کی ضرورت نہیں۔

قبر میں عہد نامہ رکھنا اور کفن پر کچھ لکھنا:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کفن میں یا قبر کے اندر عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ کوئی دعا لکھنا بھی درست نہیں۔

مسنون کفن سے زائد کپڑوں کا حکم:

بعض کپڑے لوگوں نے کفن کے ساتھ ضروری سمجھ رکھے ہیں حالانکہ وہ مسنون نہیں اور میت کے ترکہ سے ان کا خریدنا جائز نہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ جائے نماز۔

۲۔ پٹکا، یہ مردہ کو قبر میں اتارنے کے لیے ہوتا ہے۔

۳۔ بچھونا، یہ چارپائی پر بچھانے کے لیے ہوتا ہے۔

۴۔ دامنی، بقدرِ استطاعت چار سے سات غریبوں تک کو دیتے ہیں۔ یہ عورت کے لیے مخصوص ہیں۔

۵۔ مرد کے جنازے پر بڑی چادر جو چارپائی کو ڈھانک لیتی ہے، البتہ عورت کے لیے ضروری ہے مگر کفن میں داخل نہیں اس لیے اس کا کفن کے ہم رنگ ہونا ضروری نہیں۔ پردہ کے لیے کوئی کپڑا بھی ہو، کافی ہے۔

اگر جائے نماز وغیرہ کی ضرورت پڑ جائے تو گھر میں موجود جائے نماز یا کوئی اور کپڑا استعمال میں لایا جا سکتا ہے یا کوئی

رشتہ دار اپنے مال سے خرید کر دیدے، میت کے ترکہ سے نہ خریدے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ غسل وکفن کے لیے درکار چیزوں میں سے اگر کوئی چیز گھر میں موجود ہو اور پاک صاف ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ کفن کا کپڑا اسی حیثیت کا ہونا چاہیے جیسا مردہ اکثر زندگی میں استعمال کرتا تھا، اس سے زائد تکلّفات فضول ہیں۔

قبر میں رکھنے کا طریقہ:

قبر میں مردے کو قبلہ رُخ دائیں کروٹ پر لٹادیں اور کفن کی گرہ کھول دیں۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ:

سلفِ صالحین کے مطابق ایصالِ ثواب کریں۔ وہ اس طرح کہ کسی رسم کی قید اور کسی دن کی تخصیص نہ کریں، اپنی ہمت کے مطابق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں، جس قدر توفیق ہو خود قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر اس کو ثواب پہنچادیں اور دفن سے پہلے قبرستان میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے ذکر اللہ میں مشغول رہ کر اس کا ثواب بخشتے رہیں۔

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ درحقیقت میت کے لیے ارحم الراحمین سے دعا ہے۔

نمازِ جنازہ فرض ہونے کی شرائط:

﴿مسئلہ ۱﴾ نمازِ جنازہ کے واجب ہونے کی وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لیے ہم پہلے لکھ چکے ہیں، البتہ اس میں ایک اضافی شرط یہ بھی ہے کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو ورنہ جس کو یہ خبر نہیں ہوگی وہ معذور ہے، نمازِ جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

نمازِ جنازہ صحیح ہونے کی شرائط:

﴿مسئلہ ۲﴾ نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرائط ہیں:

پہلی قسم کی شرائط:

پہلی قسم کی شرائط وہ ہیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لیے بیان ہو چکی

ہیں یعنی طہارت، ستر چھپانا، قبلہ کی طرف رُخ کرنا، نیت، البتہ اس کے لیے وقت شرط نہیں اور اگر نماز چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے تیمّم جائز ہے، مثلاً: نمازِ جنازہ ہو رہی ہو اور یہ خطرہ ہو کہ اگر وضو کے لیے جائے گا تو نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کرلے، بخلاف دیگر نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بھی تیمّم جائز نہیں۔

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا:

﴿مسئلہ ۳﴾ آج کل بعض لوگ جنازے کی نماز جوتا پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، ان کے لیے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے [کے اندر اور اوپر کا حصہ جو پاؤں سے لگا ہوا ہے اس] کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور ان کی نماز نہیں ہوتی۔

دوسری قسم کی شرائط:

دوسری قسم کی شرائط وہ ہیں جن کا تعلق میت سے ہے، وہ چھ ہیں:

۱- میت کا مسلمان ہونا، لہٰذا کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں، مسلمان اگرچہ فاسق یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے، سوائے ان لوگوں کے جو حکمرانِ شرعی سے بغاوت کریں یا ڈاکہ زنی کرتے ہوں، بشرطیکہ یہ لوگ حکمرانِ شرعی سے لڑائی کی حالت میں قتل کیے گئے ہوں اور اگر لڑائی کے بعد یا اپنی طبعی موت سے مر جائیں تو پھر ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ اسی طرح جس شخص نے (العیاذ باللہ) اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا ہو اور اس کی سزا میں وہ مارا جائے تو اس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ ان لوگوں کی نماز اس لیے نہیں پڑھی جاتی کہ لوگوں کو عبرت ہو اور جس شخص نے خودکشی کی ہو، صحیح قول کے مطابق اس پر نمازِ جنازہ پڑھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ جس نابالغ لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کی نماز پڑھی جائے گی۔

﴿مسئلہ ۵﴾ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو اور اگر مرا ہوا بچہ پیدا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

۲- میت کے بدن اور کفن کا نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہونا، البتہ اگر نجاستِ حقیقیہ اس کے بدن سے غسل کے بعد خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن نجس ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، نماز درست ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر کوئی میت نجاستِ حکمیہ سے پاک نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمّم نہ کرایا گیا ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، البتہ اگر اس کا طاہر ہونا ممکن نہ ہو، مثلاً: غسل یا تیمّم کے بغیر دفن کر چکے ہوں

اور قبر پر مٹی ڈالی جا چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی میت پر بغیر غسل یا تیمّم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کے بعد علم ہوا کہ اس کو غسل نہیں دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے، اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، البتہ اب چونکہ غسل ممکن نہیں لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر کوئی مسلمان نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی نماز اس کی قبر پر پڑھی جائے جب تک کہ اس کی لاش کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ جب خیال ہو کہ اب لاش پھٹ گئی ہو گی تو پھر نماز نہ پڑھی جائے۔ لاش پھٹنے کی مدت ہر جگہ کے اعتبار سے مختلف ہے، اس کی تعیین نہیں ہو سکتی، یہی اصح ہے اور بعض نے تین، بعض نے دس دن اور بعض نے ایک ماہ مدت بیان کی ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو تو پلنگ یا تخت جس جگہ رکھا ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں اور اگر پلنگ یا تخت بھی ناپاک ہو یا میت کو بغیر پلنگ وتخت کے ناپاک زمین پر رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک میت کی جگہ کی طہارت شرط ہے، اس لیے نماز نہ ہوگی اور بعض کے نزدیک شرط نہیں، لہٰذا نماز صحیح ہو جائے گی۔

۳- میت کے جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا واجب اور ضروری ہے اس کا پوشیدہ ہونا، لہٰذا اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔

۴- میت نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں۔

۵- میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہیں ہوگی۔

۶- میت کا وہاں موجود ہونا، اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

نمازِ جنازہ کے فرائض:

﴿مسئلہ۹﴾ نمازِ جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:

۱- چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ یعنی جیسے ہر رکعت ضروری ہے ویسے ہی ہر تکبیر ضروری ہے۔

۲- قیام، فرض وواجب نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ میں بھی قیام فرض ہے اور بغیر عذر اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔ عذر کا

بیان نماز کے بیان میں پہلے ہو چکا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں:

﴿مسئلہ ۱۱﴾ نمازِ جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔

۲- نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا۔

۳- میت کے لیے دعا کرنا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ جماعت اس میں شرط نہیں، لہٰذا اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، چاہے وہ نماز پڑھنے والا عورت ہو یا مرد، بالغ ہو یا نابالغ۔ البتہ نمازِ جنازہ میں جماعت کی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ یہ میت کے لیے دعا ہے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہِ الٰہی میں کسی شخص کے لیے دعا کرنا نزولِ رحمت اور قبولیت کے لیے ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لیں، پھر ((سبحانك اللّٰهم)) آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے، پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں۔

بالغ مرد اور عورت کی دعا:

اگر میت بالغ ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا ، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ)).

اور بعض احادیث میں یہ دعا بھی وارد ہوئی ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ ، وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ ، وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ ، وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ، وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، وَاَبْدِلْہُ دَاراً خَیْراً مِنْ دَارِہٖ ، وَاَھْلاً خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ ، وَزَوْجًا خَیْراً مِنْ زَوْجِہٖ ، وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ)).

اور اگر ان دونوں دعاؤں کو پڑھ لے تب بھی بہتر ہے، بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں دونوں دعاؤں کو ملا کر لکھا ہے۔ ان دونوں دعاؤں کے سوا اور بھی دعائیں احادیث میں آئی ہیں اور ان کو ہمارے فقہا نے بھی نقل کیا ہے، لہٰذا جس دعا کو چاہے اختیار کرلے۔

نابالغ لڑکے کی دعا:

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا ، وَاجْعَلْہُ لَنَا اَجْراً وَذُخْراً ، وَاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا)).

نابالغ لڑکی کی دعا:

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں ((اجْعَلْہُ)) کی جگہ ((اِجْعَلْھَا)) اور ((شَافِعًا وَّ مُشَفَّعاً)) کی جگہ ((شَافِعَۃً وَ مُشَفَّعَۃً)) پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ لی تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں۔ اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ نہیں۔

مسئلہ ۱۴ نمازِ جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے، باقی چیزیں یعنی ثنا، درود اور دعا مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ پڑھے گا۔

نمازِ جنازہ میں صف بندی:

مسئلہ ۱۵ جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کردی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنادیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں، دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔

مفسداتِ نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہوتی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ جنازہ کی نماز میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ نمازِ جنازہ ٹوٹ جاتی ہے اور عورت کی محاذات (برابر میں کھڑے ہونے) سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسجد میں نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں یا جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو، چاہے جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں، البتہ جو خاص جنازہ کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

[عیدگاہ میں فقہا کے دو قول ہیں: بعض اسے مسجد کے حکم میں کہتے ہیں اور بعض نہیں۔ جو مسجد کے حکم میں نہیں مانتے وہ عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنے کو جائز کہتے ہیں۔ (۱)

﴿مسئلہ ۱۸﴾ راجح یہ ہے کہ عیدگاہ تمام احکام میں مسجد کی طرح نہیں، اس لیے عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ (۲)

﴿مسئلہ ۱۹﴾ عام حالت میں مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یا تحریمی، دونوں قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے، البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو مکروہِ تنزیہی بھی نہیں بلکہ بلا کراہت جائز ہے۔ (۳)]

بیٹھ کر یا سواری پر نمازِ جنازہ:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ بلا عذر جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ میت کی نماز میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

کئی جنازے جمع ہوں:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر میت کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تو بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے، جس کی بہتر

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور
(۲) طحطاوی علی المراقی، کبیری، احسن الفتاوی، خیر الفتاوی
(۳) فتح القدیر، شامیہ، احسن الفتاوی

صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ اس طرح رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف اور یہ صورت اس لیے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا جو مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر جنازے مختلف قسموں کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے، ان کے بعد لڑکوں کے، ان کے بعد بالغ عورتوں کے اور ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے۔

نمازِ جنازہ میں مسبوق اور لاحق کا حکم:

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں تو جتنی تکبیریں ہو چکی ہوں گی ان کے اعتبار سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا، اس کو چاہیے کہ آتے ہی فوراً دوسری نمازوں کی طرح تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک نہ ہو جائے، بلکہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے، یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کی قضا کر لے اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں [صرف تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے] اور اگر کوئی شخص ایسے وقت پہنچے کہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو وہ شخص اس تکبیر کے حق میں مسبوق نہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ کر امام کے سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور نماز کے ختم ہونے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو لوٹا لے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اگر کوئی شخص پہلی تکبیر یا کسی اور تکبیر کے وقت موجود تھا اور نماز میں شرکت کے لیے تیار تھا مگر سستی یا اور کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر نماز میں شریک ہو جانا چاہیے، امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہیں کرنا چاہیے اور جس تکبیر کے وقت حاضر تھا اس تکبیر کو لوٹانا اس کے ذمہ نہ ہوگا، بشرطیکہ امام کے اگلی تکبیر کہنے سے پہلے یہ اس تکبیر کو ادا کر دے اگرچہ امام کے بالکل ساتھ تکبیر نہ کہہ سکے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ جنازے کی نماز کا مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور اس کو اندیشہ ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوگی اور جنازہ اس کے سامنے سے اٹھا لیا جائے گا تو دعا نہ پڑھے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ جنازے کی نماز میں اگر کوئی شخص لاحق بن جائے تو اس کا وہی حکم ہے جو دیگر نمازوں کے لاحق کا ہے۔

نمازِ جنازہ میں امامت کا زیادہ حقدار:

﴿مسئلہ ۲۸﴾ جنازے کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ مسلمانوں کے امیر کو ہے، اگرچہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر امیرِ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے شہر کا

حاکم ہو، وہ امامت کا مستحق ہے، اگرچہ تقویٰ اور پرہیز گاری میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ وہ بھی نہ ہو تو شہر کا قاضی، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب، ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امام بنانا بغیر ان کی اجازت کے جائز نہیں، ان ہی کو امام بنانا واجب ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اس محلّہ کے امام کا حق ہے، بشرطیکہ میت کے رشتہ داروں میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو، ورنہ میت کے وہ رشتہ دار جن کو حق ولایت حاصل ہے امامت کے حق دار ہیں یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دے دیں۔

نمازِ جنازہ کی تکرار:

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی جس کو امامت کا حق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک لاش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی جس کو امامت کا استحقاق ہے تو میت کا ولی نماز کا اعادہ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر میت کے ولی نے بادشاہِ وقت وغیرہ کے موجود نہ ہونے کی حالت میں نماز پڑھادی تو بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر میت کے ولی نے بادشاہِ وقت کے موجود ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی تب بھی بادشاہِ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا، اگرچہ ایسی حالت میں بادشاہِ وقت کے امام نہ بنانے سے واجب چھوڑنے کا گناہ میت کے اولیاء پر ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ جنازہ کی نماز کئی مرتبہ پڑھنا جائز نہیں مگر میت کے ولی کے لیے، جبکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق نے پڑھادی ہو، دوبارہ پڑھنا درست ہے۔

جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ:

﴿مسئلہ ۳۱﴾ جنازہ اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا اگلا دایاں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، اس کے بعد پچھلا دائیں پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے، پھر پچھلا بایاں پایا بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ اگر میت دودھ پیتا بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر لے جائیں یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر

میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چار پائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے۔ میت کی چار پائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہیے، ہاتھوں کے سہارے کے بغیر کندھوں پر لانا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے، مثلاً: قبرستان بہت دور ہو۔

مسئلہ ۳۳: جنازے کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر رفتار اس قدر تیز نہ ہو کہ لاش کو جھٹکے لگنے لگیں۔

جنازے کے ساتھ جانے والوں سے متعلق مسائل:

مسئلہ ۳۴: جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کے لیے جنازہ کو کندھوں سے اتارنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ اگر بیٹھنے کی ضرورت پیش آجائے تو کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۵: جو لوگ جنازے کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں انہیں جنازے کو دیکھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۳۶: جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کے لیے جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے اگرچہ جنازے کے آگے بھی چلنا جائز ہے، البتہ اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳۷: جنازے کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

مسئلہ ۳۸: جو لوگ جنازے کے ہمراہ ہوں ان کے لیے بلند آواز سے کوئی دعا یا ذکر پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳۹: عورتوں کا جنازے کے ہمراہ جانا مکروہِ تحریمی ہے۔

مسئلہ ۴۰: رونے والی عورتوں یا بین کرنے والیوں کا جنازے کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔

میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا:

مسئلہ ۴۱: جس شہر میں موت واقع ہو، وہیں کفن و دفن کا انتظام کیا جائے، دفن سے پہلے لاش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اولیٰ ہے جبکہ وہ دوسری جگہ ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو، اگر اس سے زیادہ ہو ممنوع ہے اور دفن کے بعد لاش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔

دفن سے متعلق مسائل:

مسئلہ ۴۲: میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، جس طرح اس کا غسل اور نماز فرضِ کفایہ ہے۔

مسئلہ ۴۳: جب نمازِ جنازہ سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لیے قبر کی طرف لے جانا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ اگر میت کو قبر میں قبلہ رُخ کرنا یاد نہ رہے اور دفن کرنے اور مٹی ڈال دینے کے بعد یاد آئے تو پھر اس کو قبلہ رُخ کرنے کے لیے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں، البتہ اگر صرف تختے رکھے گئے ہوں، مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رُخ کر دینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ اگر کوئی شخص بحری جہاز وغیرہ میں مر جائے اور زمین وہاں سے اتنی زیادہ دور ہو کہ وہاں پہنچنے تک لاش کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس وقت چاہیے کہ غسل، تکفین اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو سمندر میں ڈال دیں۔ اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور وہاں جلدی اترنے کی امید ہو تو اس لاش کو رہنے دیں اور کنارہ پر پہنچ کر زمین میں دفن کر دیں۔

قبر سے متعلق مسائل:

﴿مسئلہ ۴۶﴾ میت کی قبر کم سے کم اس کے آدھے قد کے برابر کھودی جائے، قد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو۔ بغلی قبر صندوقی قبر کے نسبت کے بہتر ہے، البتہ اگر زمین بہت زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھودی جاسکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں، چاہے صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے کا، مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتار دیں، اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہوں اور میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔

﴿مسئلہ ۴۹﴾ قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں۔ نبی کریم ﷺ کو قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔

﴿مسئلہ ۵۰﴾ قبر میں رکھتے وقت «بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه» کہنا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ۵۱﴾ میت کو قبر میں رکھ کر دائیں پہلو پر اس کو قبلہ رُخ کر دینا مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۵۲﴾ قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کفن کے کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی کھول دی جائے۔ اس کے بعد کچی اینٹوں یا سرکنڈے سے بند کر دیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر زمین زیادہ نرم ہونے کی وجہ سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۵۳﴾ عورت کو قبر میں پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کا بدن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو پھر پردہ کرنا

واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۵۴﴾ مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ نہ کرنا چاہیے، البتہ اگر عذر ہو، مثلاً: بارش برس رہی ہو یا برف گر رہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو پھر جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۵۵﴾ جب میت کو قبر میں رکھ دیں تو جتنی مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ ساری اس پر ڈال دیں، اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے بشرطیکہ وہ زائد مٹی اتنی زیادہ ہو کہ اس کی وجہ سے قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے اور اگر تھوڑی سی ہو تو پھر زائد مٹی ڈالنا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۵۶﴾ سرہانے کی طرف سے قبر پر مٹی ڈالنے کی ابتدا کرنا مستحب ہے، ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈال دے اور پہلی مرتبہ پڑھے ((مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ)) اور دوسری مرتبہ ((وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ)) اور تیسری مرتبہ ((وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى)).

﴿مسئلہ ۵۷﴾ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ۵۸﴾ مٹی ڈال دینے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

﴿مسئلہ ۵۹﴾ کسی میت کو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مکان کے اندر دفن نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

﴿مسئلہ ۶۰﴾ قبر کو مربع بنانا مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کی کوہان کی طرح اٹھی ہوئی بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے۔

قبر کو پختہ کرنا، گنبد وغیرہ بنانا:

﴿مسئلہ ۶۱﴾ قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہِ تحریمی ہے، قبر پر پلستر کرنا یا اس پر گارے سے لیپنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۶۲﴾ دفن کرنے کے بعد زینت کی غرض سے قبر پر کوئی عمارت، گنبد یا قبے وغیرہ کی طرح کوئی چیز بنانا حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔

قبر پر کچھ لکھنا:

﴿مسئلہ ۶۳﴾ میت کی قبر پر یادداشت کے طور پر کوئی چیز لکھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی ضرورت ہو، ورنہ جائز نہیں، لیکن

اس زمانہ میں چونکہ عوام نے اپنے عقائد اور اعمال کو بہت خراب کرلیا ہے اور مفاسد کی وجہ سے مباح (جائز) بھی ناجائز ہوجاتا ہے اس لیے ایسے امور بالکل ناجائز ہوں گے اور جو جو ضرورتیں لوگ بیان کرتے ہیں وہ سب نفس کے بہانے ہیں۔ اس بات کو وہ دل میں خود بھی سمجھتے ہیں۔

مسئلہ ۶۴: میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ ۶۵: جب قبر پر مٹی ڈال دی جائے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، البتہ اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو نکالنا جائز ہے۔ مثلاً:

۱۔ جس زمین میں میت کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملکیت ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔

۲۔ کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔

تعزیت کا مسنون طریقہ:

مسئلہ ۶۶: میت کے رشتہ داروں کو تسکین و تسلی دینا، صبر کے فضائل اور اس کا ثواب سنا کر ان کو صبر پر رغبت دلانا اور ان کے لیے اور میت کے لیے دعا کرنا جائز ہے، اسی کو ''تعزیت'' کہتے ہیں۔ تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا میت کے رشتہ دار سفر میں ہوں اور تین دن کے بعد آئیں تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت مکروہ نہیں۔ جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اس کے لیے دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

جنازے کے متفرق مسائل:

مسئلہ ۶۷: اگر امام جنازے کی نماز میں چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو حنفی مقتدیوں کو چاہیے کہ ان زائد تکبیروں میں امام کا اتباع نہ کریں بلکہ خاموش کھڑے رہیں، جب امام سلام پھیرے تو اس کے ساتھ سلام پھیر دیں۔

مسئلہ ۶۸: اگر صرف عورتیں جنازے کی نماز پڑھ لیں تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۶۹: میت کی تعریف کرنا چاہے نظم میں ہو یا نثر میں جائز ہے، بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو اور تعریف میں ایسی باتوں کا ذکر نہ کیا جائے جو اس میں نہ ہوں۔

مسئلہ ۷۰: اپنے لیے کفن تیار رکھنا مکروہ نہیں، البتہ قبر تیار رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۷۱: میت کے کفن پر بغیر روشنائی کے ویسے ہی انگلی سے کوئی دعا جیسے عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا اس کے سینے پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اور پیشانی پر کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھنا جائز ہے مگر کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، اس لیے

اس کو مسنون یا مستحب نہ سمجھنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۷۲﴾ قبر پر کوئی سبز شاخ رکھ دینا مستحب ہے اور اگر کوئی درخت وغیرہ نکل آیا ہو تو اس کو کاٹنا مکروہ ہے۔ [1]

﴿مسئلہ ۷۳﴾ ایک قبر میں ایک سے زیادہ لاشیں دفن نہیں کرنی چاہئیں مگر شدید ضرورت کے وقت جائز ہے۔ پھر اگر سب مرد ہوں تو جو سب سے افضل ہو اس کو آگے رکھیں، باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں تو مردوں کو آگے رکھیں اور ان کے پیچھے عورتوں کو۔

﴿مسئلہ ۷۴﴾ قبروں کی زیارت کرنا مردوں کے لیے مستحب ہے، بہتر یہ ہے کہ ہفتے میں کم سے کم ایک مرتبہ زیارت کی جائے اور اس میں بہتر یہ ہے کہ وہ دن جمعہ کا ہو۔ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی عقیدہ اور عمل خلافِ شرع نہ ہو، جیسا کہ آج کل عرسوں میں مفاسد ہوتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۷۵﴾ اگر کسی شخص کو نمازِ جنازہ کی مسنون دعا یاد نہ ہو تو اس کے لیے صرف ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ)) کہہ دینا کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کیا جائے تب بھی نماز ہو جائے گی، اس لیے کہ دعا فرض نہیں بلکہ مسنون ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں۔

﴿مسئلہ ۷۶﴾ اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے اور مال والا اپنی چیز مانگے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے، لیکن اگر مردہ مال چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کر دیا جائے اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

---

(۱) اس بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں: ایک جماعت کا کہنا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اس کا ثبوت ملتا ہے، اس لیے یہ مستحب ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ دوسرے حضرات جن میں علامہ عینی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اگر چہ اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی، کسی دوسرے کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی یہ علم دیا گیا تھا کہ ان قبروں (جن پر آپ ﷺ نے تر شاخیں گاڑی تھیں) پر عذاب ہو رہا ہے اور شاخیں گاڑنے سے آپ کے ہاتھ کی برکت سے ان کے عذاب میں کمی ہو سکتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان قبروں پر شاخیں گاڑیں لیکن کسی دوسرے کو نہ تو قبر کے عذاب کا علم ہو سکتا ہے اور نہ ہی شاخیں گاڑنے کی وجہ سے عذاب میں کمی ہونے کا، اس لیے کسی دوسرے کے لیے شاخیں گاڑنا درست نہیں۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہیے جس حد تک وہ ثابت ہے۔ حدیث میں ایک یا دو مرتبہ شاخ گاڑنا ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھار ایسا کرنا جائز ہے۔ (حضرت تھانوی اور حضرت سہارنپوری رحمہما اللہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہے) لیکن یہ کہیں ثابت نہیں کہ اس حدیث کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اور کی قبر پر ایسا کیا ہو، اسی طرح حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنا لیا ہو یا کسی کو اس کا حکم دیا ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما سے بھی (جو اس حدیث کے راوی ہیں) یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کبھی تخفیفِ عذاب کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہو۔ اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ عمل اگرچہ جائز ہے لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں۔

اگر یہ قاعدہ عام ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ضرور اس کا اہتمام کرتے، کیونکہ یہ حضرات نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے قول و فعل کو سمجھنے کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کو دیکھنا لازم ہے، ان کا تعامل حضور ﷺ کے قول و فعل کی تفسیر ہے۔ نیز آج کل چونکہ اس کا بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کو لازم سمجھا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔ (درسِ ترمذی)

شہید کے احکام

اگر چہ شہید بھی بظاہر میت ہے مگر عام مُردوں کے احکام اور شہید کے احکام میں فرق ہے اس لیے اس کے احکام علیحدہ بیان کرنا مناسب ہے۔ شہید کی بہت ساری اقسام احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ہم یہاں شہید کے جو احکام بیان کرنا چاہتے ہیں، وہ اس شہید کے ساتھ خاص ہیں جس میں درجِ ذیل چند شرائط پائی جائیں:

۱۔ مسلمان ہونا، پس غیر مسلم کے لیے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔

۲۔ مکلّف یعنی عاقل بالغ ہونا، لہٰذا جو شخص پاگل پن یا نابالغ ہونے کی حالت میں مارا جائے تو اس کے لیے شہادت کے وہ احکام جن کا ذکر ہم آگے کریں گے، ثابت نہیں ہوں گے۔

۳۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونا، اگر کوئی شخص حالت جنابت میں یا کوئی عورت حیض ونفاس میں شہید ہوجائے تو اس کے لیے بھی شہید کے دنیوی احکام ثابت نہ ہوں گے۔

۴۔ بے گناہ قتل ہونا، پس اگر کوئی شخص بے گناہ قتل نہیں ہوا بلکہ کسی جرم کی شرعی سزا میں مارا گیا یا قتل ہی نہیں ہوا بلکہ یونہی مرگیا تو اس کے لیے بھی شہید کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔

۵۔ اگر کسی مسلمان یا ذمی[1] کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ (دھاری دار آلہ) سے مارا گیا ہو، اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے دھاری دار آلہ کے علاوہ کسی اور چیز سے مارا گیا ہو، مثلاً: کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے، لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے اگر چہ اس میں دھار نہ ہو اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکہ زنوں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکۂ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلہ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں تو بھی شہید کے احکام اس پر جاری ہوجائیں گے، یہ بھی شرط نہیں کہ انہوں نے خود قتل کیا ہو بلکہ اگر وہ قتل کے سبب بھی بنے ہوں یعنی ان سے ایسے امور ہوئے ہوں جو باعثِ قتل بن سکتے ہوں تب بھی اس پر شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

مثال ۱: کسی کافر وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

مثال ۲: کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا، اس جانور کو کسی کافر وغیرہ نے بھگایا جس کی وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر

(۱) دارالاسلام میں معاہدہ کے ساتھ مستقل رہنے والا غیر مسلم۔

کر مر گیا۔

مثال ۳: کسی کافر وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگادی جس سے کوئی جل کر مر گیا۔

۶۔ اس قتل کی سزا میں ابتداءً شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض مقرر نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو، پس اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے اگرچہ ظلماً مارا جائے۔

مثال ۱: کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر جارح آلہ سے قتل کردے۔

مثال ۲: کوئی مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھوں آلہ جارحہ سے غلطی سے قتل ہوجائے، مثلاً: کسی شکار یا کسی نشانے پر تیر پھینک رہا ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے۔

مثال ۳: کوئی شخص کسی جگہ بغیر معرکۂ جنگ کے مقتول پایا جائے اور اس کا قاتل معلوم نہ ہو۔

ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے، قصاص واجب نہیں ہوتا، اس لیے اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

مالی عوض کے مقرر ہونے میں ''ابتدا'' کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ اگر ابتدا سے قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

مثال ۱: کوئی شخص آلہ جارحہ سے قصداً یا ظلماً مارا گیا لیکن قاتل میں اور ورثۂ مقتول میں مال کے عوض صلح ہوگئی ہو تو اس صورت میں چونکہ ابتداً قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتدا میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا، اس لیے یہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے۔

مثال ۲: کوئی باپ اپنے بیٹے کو آلہ جارحہ سے مار ڈالے تو اس صورت میں قاعدہ کی رُو سے ابتداءً قصاص ہی واجب ہوتا ہے، لیکن باپ کے احترام وعظمت کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلہ میں مال واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا یہاں بھی شہید کے احکام جاری ہوجائیں گے۔

۷۔ زخم لگنے کے بعد کوئی دنیوی فائدہ مثلاً: کھانا پینا، دوا اور خرید وفروخت وغیرہ حاصل نہ کیا ہو، نہ ہی ایک وقت کی نماز کے بقدر اس کی زندگی حالتِ ہوش وحواس میں گزری ہو اور نہ لوگ اس کو حالتِ ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائے ہوں، البتہ اگر جانوروں کے روندنے اور پاؤں کے نیچے آنے کے ڈر سے اٹھا کر لائیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پس اگر کوئی شخص زخم کے بعد زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص وصیت کرے تو وہ

وصیت اگر کسی دنیاوی معاملہ میں ہو تو شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر دینی معاملے میں ہو تو خارج نہیں ہو گا۔ اگر کوئی معرکۂ جنگ میں شہید ہوا اور اس سے یہ مذکورہ کام ہوں تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا، ورنہ نہیں، البتہ اگر یہ شخص لڑائی کے دوران شہید ہوا اور ابھی تک لڑائی ختم نہیں ہوئی تو مذکورہ فوائد حاصل کرنے کے باوجود وہ شہید ہے۔

مسئلہ ۱ جس شہید میں یہ سب شرائط پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے نہ دھویا جائے بلکہ اس کو اسی طرح دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو، ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتارا جائے، البتہ اگر اس کے کپڑے عددِ مسنون سے کم ہوں تو عددِ مسنون کو پورا کرنے کے لیے کپڑے زیادہ کر دیئے جائیں، اسی طرح اگر اس کے کپڑے مسنون کفن سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لیے جائیں اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جو کفن نہ بن سکتے ہوں جیسے چمڑے کی جیکٹ کوٹ وغیرہ تو ان کو بھی اتار لینا چاہیے، البتہ اگر ایسے کپڑوں کے سوا اس کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہو تو پھر جیکٹ وغیرہ کو نہیں اتارنا چاہیے۔ ٹوپی، جوتے، ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیے جائیں اور باقی سب احکام نمازِ جنازہ وغیرہ جو دوسرے مردوں کے لیے ہیں وہ سب اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔ اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور دوسرے مردوں کی طرح نیا کفن بھی پہنایا جائے گا۔

کتاب الزکوٰۃ

صدقہ وخیرات کی فضیلت

نوٹ: ذیل میں درج مضمون اصل سے تلخیص کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

احادیث:

۱- حدیث میں ہے کہ سخاوت اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑے سخی ہیں۔ (رواہ ابن النجار)

۲- فرمایا: ''بندہ (بعض اوقات) روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ کرتا ہے (پھر) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اُحد پہاڑ جتنا بڑھ جاتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اتنا بڑھا دیتے ہیں جتنا احد پہاڑ کے برابر خرچ کرنے پر ملتا، اس لیے معمولی صدقے سے بھی گریز نہ کرنا چاہیے، جو توفیق ہو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دینا چاہیے۔

۳- فرمایا: ''جہنم سے بچاؤ کا سامان کرلو، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے کرو۔'' (رواہ الطبرانی)

یعنی اگرچہ تھوڑی سی چیز ہی ہو خیرات کر دو، یہ نہ سوچو کہ اتنی سی چیز کی کیا خیرات کریں، کیا پتہ یہی جہنم سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

۴- فرمایا: ''صدقہ کے ذریعہ سے روزی طلب کرو۔'' (کنز العمال)

یعنی صدقہ کیا کرو اس کی برکت سے روزی میں ترقی ہوگی۔

۵- فرمایا: ''احسان اور بھلائی بری موت سے بچاتی ہے، پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔'' (رواہ الطبرانی)

۶- فرمایا: ''سائل کا حق ہے، چاہے وہ گھوڑے پر آئے۔''

یعنی سائل جس سے سوال کرے اس پر سائل کا حق ہے، چاہے سائل کی بظاہر کتنی ہی اچھی حالت کیوں نہ ہو، یہاں تک کہ اگر گھوڑے پر سوار ہو جو کہ بظاہر مالداری کی علامت ہے، اس کو بھی دے دینا چاہیے، اس لیے کہ ایسا شخص عموماً کسی مجبوری کی وجہ سے ہی سوال کرتا ہے، یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ گھوڑے پر سوار ہے، یہ کیسے محتاج ہو سکتا ہے؟ البتہ اگر کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ضرورت مند نہیں بلکہ اس نے مال کمانے کے لیے بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کر لیا ہے تو اس کو دینا حرام ہے اور اس

کے لیے مانگنا بھی حرام ہے۔

۷۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کرم کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند اخلاق محبوب ہیں (بلند ہمتی کے نیک کام، جیسے: صدقہ خیرات کرنا، ذلت سے بچنا، دوسرے کو تکلیف سے بچانے کے لیے خود تکلیف اٹھانا وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ کو گھٹیا اخلاق ناپسند ہیں۔'' (جیسے دینی امور میں کم ہمتی) (رواہ الحاکم وغیرہ)

۸۔ فرمایا: ''صدقہ قبر کی گرمی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور یقیناً قیامت کے دن مسلمان اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔''

(رواہ الطبرانی)

۹۔ فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ لوگ مجبوری کی حالت میں ان کے پاس آتے ہیں، یہ لوگ حاجتیں پوری کرنیوالے اور اللہ کے عذاب سے امن پانے والے ہیں۔''

۱۰۔ فرمایا: ''اے بلال! خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔''

یعنی مناسب مواقع پر خوب خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص بے حد وحساب خرچ کرے اور پھر پریشان ہو، بلکہ جو ہمت والے لوگ ہیں اور ان میں صبر کی قوت ہے، وہ جتنا چاہیں نیک کاموں میں خرچ کریں، بشرطیکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو، اس لیے کہ ہاتھ تنگ ہو جانے کی صورت میں وہ صبر وہمت سے کام لیں گے اور انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں مزید عطا فرمائے گا، لیکن جو کمزور دل ہیں اگر آج خرچ کر دینے سے کل ان پر تنگی ہوگئی تو ان کا دل ڈانواں ڈول ہونے لگے گا اور ہمت پست ہو جائے گی، ان کے لیے زیادہ خرچ مناسب نہیں، وہ صرف شریعت کی طرف سے مقرر کیے ہوئے ضروری مواقع پر ہی خرچ کریں، جیسے: زکوٰۃ، صدقۂ فطرہ وغیرہ، اسی طرح ضرورت کے مواقع میں بھی خرچ کریں۔ خوب سمجھ لیں! یہ تشریح حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار جہاد کے لیے اپنا تمام مال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''گھر میں کیا چھوڑا ہے؟'' تو انہوں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔'' آپ ﷺ نے وہ تمام مال ان سے قبول کر لیا، اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت اعلیٰ مقام پر فائز تھے، ان کے پریشان ہو جانے کا اندیشہ نہیں تھا، مگر ایک دوسرے موقع پر ایک اور صحابی نے معمولی سا سونا رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا، اس لیے کہ وہ دل کے کمزور تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح باہمت نہیں تھے۔

۱۱- فرمایا: ''نیکی کی جگہ بتلانے والا (ثواب میں) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔'' (رواہ البزار)

یعنی جو شخص کسی کو حسن سلوک کی جگہ بتادے، یا کسی ضرورت مند کی جائز سفارش کردے جس سے اس کی ضرورت پوری ہوجائے تو اس کو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ اس نے خود ضرورت مند کی مدد کی ہو۔

۱۲- فرمایا: ''تین آدمی تھے: ایک کے پاس دس دینار تھے، اس نے ایک دینار صدقہ کردیا، دوسرے کے پاس دس اوقیہ چاندی (چار سو درہم) تھے اس نے ایک اوقیہ (چالیس درہم) صدقہ کردیا، تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے اس نے دس اوقیہ صدقہ کردیے۔ ان سب کو برابر ثواب ملا، اس لیے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا۔''

یعنی اگرچہ ان میں سے بعض کے صدقہ کی مقدار دوسرے سے زیادہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتے ہیں اور چونکہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ نکالا، اس لیے ثواب میں برابر رہے۔

۱۳- فرمایا: ''ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ (اس کی صورت یہ بیان فرمائی کہ) ایک شخص کے پاس صرف دو درہم ہیں، اس نے ان میں سے ایک درہم صدقہ کردیا، دوسرے کے پاس کئی لاکھ درہم ہیں، اس نے ان میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا۔'' (رواہ النسائی)

یعنی پہلا شخص باوجود تھوڑا صدقہ کرنے کے ثواب میں بڑھ گیا اس لیے کہ اس نے اپنے مال کا نصف صدقہ کردیا، جبکہ دوسرے کے صدقے کی رقم اگرچہ زیادہ ہے مگر وہ اس کے آدھے مال سے بہت کم ہے، اس لیے پہلے کے مقابلے میں اس کو کم ثواب ملا۔ اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمت ہے! اس کی قدر کریں۔

یاد رہے! کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو انکار نہیں فرمایا، اگر کچھ ہوا دے دیا، ورنہ دوسرے وقت آنے کا وعدہ فرمالیا اور ساری زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن مسلسل سیر ہوکر نہیں کھائی۔

کیسی بے رحمی کی بات ہے کہ آدمی کے پاس گنجائش ہونے کے باوجود اپنے مسلمان بھائی کی مدد نہ کرے اور خود آرام سے رہے۔

۱۴- فرمایا: ''مؤمن کے دروازے پر سائل اللہ کی طرف سے ہدیہ ہے۔'' (رواہ الخطیب)

ظاہر ہے ہدیہ اچھی طرح قبول کرنا چاہیے، بالخصوص جبکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو، لہٰذا سائل کی حسبِ حیثیت خوب

خدمت کرنی چاہیے۔

۱۵- فرمایا: ’’صدقہ کیا کرو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعہ سے کیا کرو، اس لیے کہ صدقہ آفات اور بیماریوں کو دور کرتا ہے اور تمہاری عمروں اور نیکیوں میں اضافہ کرتا ہے۔‘‘ (رواہ الدیلمی)

۱۶- فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کا ہر ولی سخاوت اور اچھی عادت پر پیدا کیا گیا ہے۔‘‘ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر ولی میں سخاوت اور اچھی عادات ہوتی ہیں۔ والحمد للّٰہ

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں:

مسئلہ ۱ جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے ان تختیوں سے اس کی دونوں کروٹیں، پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر گرم کر لی جائیں گی۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا زہریلا گنجا سانپ بنایا جائے گا اور وہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑے نوچے گا اور کہے گا: ’’میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا خزانہ ہوں۔‘‘ (بخاری)

اللہ تعالیٰ کی پناہ! اتنا عذاب برداشت کرنے کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ تھوڑے سے لالچ کے بدلے یہ مصیبت بھگتنا بڑی بیوقوفی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں خرچ نہ کرنا کتنی نامناسب بات ہے۔

سونے چاندی کا نصاب:

مسئلہ ۲ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۵ گرام[1]) چاندی یا ساڑھے سات تولہ (۸۷٫۴۷۹ گرام[2]) سونا ہو (یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نقد رقم ہو) اور ایک سال تک باقی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

---

(۱) یعنی تقریباً ۶۱۳ گرام (۲) یعنی تقریباً ۸۸ گرام

دورانِ سال مال کم ہوجائے:

﴿مسئلہ۳﴾ کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا، پھر وہ کم ہوگیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر مال مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ غرض یہ کہ جب سال کے اوّل وآخر میں مالدار ہوجائے اور سال کے درمیان میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ درمیان میں تھوڑے دن کم ہوجانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی، البتہ اگر سارا مال ختم ہوجائے اور اس کے بعد پھر مال ملے تو جب پھر ملے گا اس وقت سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

﴿مسئلہ۴﴾ کسی کے پاس آٹھ نو تولہ سونا تھا لیکن سال گزرنے سے پہلے پہلے ختم ہوگیا اور پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مقروض پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ۵﴾ کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ (۶۱۲،۳۵ گرام) چاندی کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کا وہ مقروض ہے تو بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۶﴾ اگر کسی کے ذمہ اتنا قرض ہے کہ قرضہ ادا کرکے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔

سونے اور چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے:

﴿مسئلہ۷﴾ سونے چاندی کے زیور، برتن وغیرہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہننے کے ہوں یا بند رکھے ہوں اور کبھی استعمال نہ ہوتے ہوں۔ غرض یہ کہ چاندی اور سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر اتنی مقدار سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

سونے اور چاندی کو ملانے کا حکم:

﴿مسئلہ۸﴾ اگر کسی کے پاس نہ سونے کی پوری مقدار ہے اور نہ چاندی کی، بلکہ تھوڑا سا سونا ہے اور تھوڑی سی چاندی، تو اگر دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوجائے یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہوجائے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں۔

کھوٹ ملے سونے، چاندی کی زکوٰۃ:

﴿مسئلہ۹﴾ سونا چاندی اگر کھرا نہ ہو بلکہ اس میں کچھ کھوٹ ہو، جیسے: چاندی میں قلعی ملی ہوئی ہے تو دیکھو کہ چاندی

زیادہ ہے یا قلعی، اگر چاندی زیادہ ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو چاندی کا ہے یعنی اگر اتنی مقدار ہو جو اوپر بیان ہوئی تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر قلعی زیادہ ہے تو اس کو چاندی نہیں سمجھیں گے۔ پس جو حکم پیتل، تانبے، لوہے وغیرہ کا آگے آئے گا وہی حکم اس کا بھی ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے اور نہ ہونے کی بعض اہم صورتیں:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ فرض کریں ایک تولہ سونے کی قیمت آٹھ ہزار روپے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت مثلاً: سات ہزار روپے ہے اور کسی کے پاس ایک تولہ سونا، کچھ نقد روپے (چاہے تھوڑے سے ہی ہوں) یا تھوڑی سی چاندی ہو یا کوئی مالِ تجارت ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ اگر صرف ایک تولہ سونا ہو اس کے ساتھ روپے اور چاندی وغیرہ کچھ بھی نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ کسی کے پاس مثلاً: سات تولہ سونے کے زیوارت ہیں، جن کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے یا پچاس تولہ چاندی کے زیوارت ہیں، جن کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہے، لیکن اس کے پاس کوئی اور مالِ زکوٰۃ نہیں، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اس لیے کہ جب صرف چاندی یا صرف سونا پاس ہو تو وزن کا اعتبار ہے، قیمت کا نہیں۔

دورانِ سال اضافہ کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۲﴾ کسی کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد رکھے تھے، پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو اس پچاس روپے کا حساب الگ نہیں کریں گے بلکہ اسی سو روپے کے ساتھ اس کو ملا دیں گے، جب سو روپے کا سال پورا ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہی سمجھیں گے کہ پورے ڈیڑھ سو پر سال گزر گیا۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ کسی کے پاس سو تولہ چاندی رکھی تھی پھر سال گزرنے سے پہلے دو چار تولہ سونا آ گیا یا نو دس تولہ سونا مل گیا تب بھی اس کا حساب الگ نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب ہوگا، پس جب اس چاندی کا سال پورا ہو جائے گا تو اس سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا حکم:

﴿مسئلہ ۱۴﴾ سونے چاندی کے سوا اور جتنی چیزیں ہیں، جیسے: لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ وغیرہ، ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن، کپڑے، جوتے وغیرہ اور اس کے علاوہ جو کچھ سامان ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی شخص تجارت کرتا ہو تو دیکھو وہ

سامان کتنا ہے؟ اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو جب سال گزر جائے تو اس سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر وہ مالِ تجارت کے لیے نہیں، تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا مال ہو، اگر ہزاروں روپے کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مالِ تجارت کی تعریف:

﴿مسئلہ ۱۵﴾ مالِ تجارت اس مال کو کہتے ہیں جو تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو اور خریدنے کے بعد بھی تجارت کی نیت باقی ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے یا شادی وغیرہ کے لیے چاول خریدے، پھر ان چاولوں کی تجارت کا ارادہ ہو گیا، تو یہ مالِ تجارت نہیں ہوگا اور نہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

گھریلو سامان اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ گھر کا ساز و سامان جیسے: پتیلی، دیگچہ، بڑی دیگ، پرات، چلمچی وغیرہ، کھانے پینے کے برتن، رہنے سہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، سچے موتیوں کا ہار وغیرہ ان سب چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنا ہو اور روزمرہ کے استعمال میں آتا ہو یا نہ آتا ہو، کسی طرح بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ تجارت کا سامان ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

خلاصہ: سونا چاندی کے سوا اور جتنا مال اور سامان ہو، اگر وہ تجارت کے لیے ہے تو زکوٰۃ واجب ہے اور اگر وہ تجارت کے لیے نہیں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ پہننے کے جوڑے چاہے جتنے زیادہ قیمتی ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اگر ان میں چاندی کا اتنا کام ہے کہ اگر چاندی الگ کر لی جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ نکلے گی، تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

کرایہ پر دیے ہوئے مکان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ کسی کے پاس پانچ دس گھر ہیں، ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔ ایسے ہی کسی نے دو چار سو روپے کے برتن خرید لیے اور ان کو کرایہ پر چلاتا رہتا ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں، غرض یہ کہ کرایہ پر چلانے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مختلف اموال کی زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ان سب اموال کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ

ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی ورنہ نہیں، البتہ اگر کسی کے پاس صرف سونا چاندی ہو، نقدی اور مالِ تجارت میں سے کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں سونے اور چاندی کے اپنے اپنے نصاب کا اعتبار ہوگا۔

جو مال کسی کے ذمہ قرض ہو:

مسئلہ ۲۰ اگر کسی کے ذمہ تمہارا قرض ہو تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ [اس کی تفصیل آگے آرہی ہے]

قرض کی قسمیں:

قرض کی تین قسمیں ہیں:

۱- قوی ۲- متوسط ۳- ضعیف

دَین قوی:

قوی یہ ہے کہ نقد روپیہ یا سونا، چاندی کسی کو قرض دیا، یا تجارت کا سامان بیچا، اس کی قیمت باقی ہے اور ایک سال کے بعد یا دو تین سال کے بعد وصول ہوا، تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے گیارہ تولہ (۱۲۲،۴۷۲ گرام) چاندی کی قیمت وصول ہو تب اتنے کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے [پھر جب مزید گیارہ تولہ چاندی کی قیمت وصول ہو تو اس کی زکوٰۃ دے، اسی طرح مکمل وصولی ہونے تک زکوٰۃ دیتا رہے] اور اگر گیارہ تولہ چاندی کی قیمت بھی تھوڑی تھوڑی کر کے وصول ہو تو جب بھی یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرے اور جب زکوٰۃ دے تو گزشتہ تمام سالوں کی دے اور اگر قرضہ اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ہو اور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دَین متوسط:

مسئلہ ۲۱ متوسط دَین یہ ہے کہ نقد نہیں دیا، نہ تجارت کا مال بیچا بلکہ کوئی اور چیز بیچی تھی جو تجارت کے لیے نہیں تھی، جیسے: پہننے کے کپڑے یا گھریلو سامان بیچ دیا، اس کی قیمت باقی ہے اور اتنی مقدار ہے جتنی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، پھر وہ قیمت کئی سال کے بعد وصول ہو تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک ساتھ وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک اتنی رقم وصول نہ ہو جائے جو بازار کے نرخ سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تب تک زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب مذکورہ مقدار میں رقم وصول ہو تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

[تنبیہ: دَین قوی اور دَین متوسط میں آسانی اس میں ہے کہ قرض وصول ہونے سے پہلے ہی اپنے دوسرے اموال کی

زکوٰۃ ادا کرتے وقت ان کی زکوٰۃ بھی ادا کردی جائے۔]

دَینِ ضعیف:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ تیسری قسم (ضعیف) یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر ہو، وہ بیوی کو کئی سال کے بعد ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب وصولی کے دن سے ہوگا، گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں، اس کے بعد اگر اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، ورنہ واجب نہیں۔

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا:

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اگر کوئی مالدار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؛ اور اگر مالدار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی، اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب مال مل جائے اور اس پر سال گزر جائے تو پھر زکوٰۃ دینا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ مالدار آدمی اگر کئی سال کی زکوٰۃ پیشگی دے دے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو جتنا مال بڑھ گیا اس کی زکوٰۃ پھر سے دینا پڑے گی۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ کسی کے پاس نصاب کے جتنے روپے ضرورت سے زیادہ رکھے ہوئے ہیں [آج کل کے حساب سے ۶۱۲٫۳۵ گرام چاندی کی قیمت نصاب شمار ہوتی ہے] اور اتنے روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے، اس نے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دے دی تو یہ بھی درست ہے، لیکن اگر سال کے اختتام پر روپیہ نصاب سے کم ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی اور زکوٰۃ میں دی ہوئی رقم نفلی صدقہ ہو جائے گی۔

سال گزرنے کے بعد مال ضائع ہوگیا:

﴿مسئلہ ۲۶﴾ کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی کہ سارا مال چوری ہوگیا یا اور کسی طرح سے ضائع ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہوگئی۔ کسی کے پاس دو نصابوں کے جتنے روپے تھے، ایک سال کے بعد اس میں سے ایک نصاب کے بقدر چوری ہوگئے یا خیرات کر دیے تو ایک نصاب کی زکوٰۃ معاف ہوگئی، صرف بقیہ ایک کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

سال پورا ہونے کے بعد مال کسی کو دے دیا یا ضائع کر دیا:

اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اور کسی طرح اپنی مرضی سے خرچ یا ضائع کر دیا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی، بلکہ دینا پڑے گی۔

اضافہ

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے پلاٹ خریدے اور یہی نیت باقی رہے تو پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو گی، دوسرے اموال تجارت کے ساتھ ملا کر اس کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے اور اگر دوسرے اموال نہ ہوں تو بھی پلاٹ کی قیمت نصاب کے بقدر ہونے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (أحسن الفتاوی : ۴/۳۰۵)

فکسڈ ڈپازٹ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۲﴾ بینک میں رقم جمع کرانے کا ایک طریقہ فکسڈ ڈپازٹ ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ رقم کو بینک میں ایک مخصوص مدت تین، پانچ یا سات سال کے لیے اس شرط پر رکھتے ہیں کہ مدت مقررہ سے پہلے یہ رقم نا قابل واپسی ہوتی ہے، اس مدت کی تکمیل پر یہ رقم ایک مقررہ شرح سود کے ساتھ واپس مل جاتی ہے، اس پر جو سود ملتا ہے وہ تو ناجائز اور حرام ہونے کی وجہ سے بلا نیتِ ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے، اصل جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی وصولی کے ساتھ ہی واجب ہوگی، وصول ہونے سے پہلے ادائیگی واجب نہیں، جائز ہے، لہٰذا اگر وصولی سے پہلے کسی نے زکوٰۃ ادا کر دی تو بھی ادا ہو جائے گی۔ (ماخوذ از جدید فقہی مسائل : ۱۳۲)

بینک میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۳﴾ بینک میں جمع کردہ رقوم پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، سال گزرنے پر دیگر اموال کے ساتھ ان کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے، فکسڈ ڈپازٹ کے علاوہ دیگر اکاؤنٹس جن میں ہر وقت رقم نکلوانے کا اختیار ہوتا ہے ان میں وصولی کا انتظار نہ کرے۔ (ماخوذ از أحسن الفتاوی : ۴/۳۱۱ - ۳۳۴)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ:

﴿مسئلہ ۴﴾ پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم ملازم کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور اس پر ماہانہ یا سالانہ جو اضافہ کیا جاتا ہے، یہ

سب ملازم کی خدمت کا وہ معاوضہ ہے جو ابھی اس کے قبضہ میں نہیں آیا، لہٰذا وہ محکمہ کے ذمے ملازم کا قرض ہے۔ زکوٰۃ کے معاملہ میں فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرض کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بعض پر نہیں ہوتی۔ وصول ہونے کے بعد ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱- ملازم اگر پہلے سے صاحبِ نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحبِ نصاب ہوگیا تو وصول ہونے کے وقت سے ایک قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اس وقت تک یہ شخص صاحبِ نصاب رہے، اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ ہوکر اتنا کم رہ گیا کہ صاحبِ نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور اگر خرچ یا ضائع ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدرِ نصاب بچا رہا تو جتنا باقی بچ گیا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو خرچ ہوگیا اس کی واجب نہ ہوگی۔

۲- اگر یہ ملازم پہلے سے صاحبِ نصاب تھا تو فنڈ کی رقم چاہے مقدارِ نصاب سے کم ملے یا زیادہ، اس کا سال علیحدہ شمار نہ ہوگا، بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہوگا، یعنی پہلے سے موجود نصاب کی زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ آئے گی تو فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہوجائے گی چاہے اس نئی رقم پر ایک دن ہی گزرا ہو۔

زکوٰۃ کی یہ تفصیل امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر مبنی تھی، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق قرض کی ہر قسم پر زکوٰہ فرض ہے، لہٰذا اگر کوئی احتیاط پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کردے تو بہتر ہے۔ اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب سے یہ ملازم صاحبِ نصاب ہوا اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر حساب کرلیا جائے کہ اب اس کے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے، جتنی رقم جمع ہے اس کی زکوٰۃ ادا کردے، اسی طرح ہر سال کرتا رہے۔

مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے جب کہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی دوسرے شخص یا کمپنی کی طرف منتقل نہ کروائی ہو، اگر اس نے یہ رقم کسی شخص، بینک، بیمہ کمپنی یا کسی اور تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ کی طرف منتقل کروادی ہو تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو، کیونکہ اس طرح وہ شخص یا کمپنی اس ملازم کی وکیل ہوگئی اور وکیل کا قبضہ شرعاً مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہے، لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی کی طرف منتقل ہوئی اس وقت سے اس پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہوگی اور ہر سال کی زکوٰۃ مذکورہ بالا ضابطہ کے مطابق لازم ہوگی۔ تجارتی کمپنی کو نفع ونقصان میں شراکت کی بنیاد پر دینے کی صورت میں جب سے اس پر نفع ملنا شروع ہوگا اس وقت سے نفع پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بیمہ کمپنی کو یا کسی سودی کاروبار کرنے والی کمپنی کو دینے کی صورت میں نفع حرام ہے۔

زکوٰۃ میں مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت کا اعتبار:

(مسئلہ ۵) زکوٰۃ کے لیے سامانِ تجارت کا حساب لگاتے ہوئے وہ قیمت لگائی جائے جس پر یہ چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور اسی کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (أحسن الفتاوی: ۲۰۹/٤)

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

جانوروں پر زکوٰۃ کی شرائط:

﴿مسئلہ۱﴾ سال گزرنا تمام اموالِ زکوٰۃ میں شرط ہے۔

﴿مسئلہ۲﴾ جانور اگر ''سائمہ'' ہوں تو ان کی زکوٰۃ فرض ہے، سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جائیں:

۱- سال کا اکثر حصہ گھر سے باہر مفت کا چارہ چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور گھر میں ان کے لیے چارہ کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ اگر نصف سال باہر جا کر چرتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھلایا جاتا ہو، چارہ چاہے قیمت دیکر کرلایا جائے یا مفت کا ہو تو پھر وہ ''سائمہ'' نہیں ہیں۔

۲- دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لیے یا موٹا کرنے کے لیے رکھے گئے ہوں۔ اگر دودھ، نسل اور موٹاپے کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لیے یا سواری کے لیے ہوں تو پھر سائمہ نہیں کہلائیں گے۔

جنگلی جانوروں میں زکوٰۃ نہیں:

﴿مسئلہ۳﴾ سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ، گائے، بھینس، بکرا، بھیڑ یا دنبہ ہوں، جنگلی جانوروں مثلاً: ہرن وغیرہ میں زکوٰۃ فرض نہیں، البتہ اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ جو جانور کسی پالتو اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوں تو اگر ان کی ماں پالتو ہے تو وہ پالتو سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے، مثلاً: بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

سال کے درمیان میں جانور فروخت کردیا:

﴿مسئلہ۴﴾ جانوروں کو درمیان سال میں فروخت کردیا، اس کے عوض میں جو چیز ملے اگر اس میں تجارت کی نیت تھی تو اس حاصل شدہ کا سال نئے سرے سے شروع ہوگا اور فروخت شدہ جانوروں کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

جانوروں کے بچوں میں زکوٰۃ کا حکم:

﴿مسئلہ۵﴾ جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ البتہ اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ

ساقط ہو جائے گی۔

گھوڑوں میں زکوۃ ہے:

مسئلہ ۶ گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہوں، زکوۃ فرض ہے۔ یا تو فی گھوڑا ایک دینار یعنی پونے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت دے دے یا سب کی قیمت لگا کر اسی قیمت کا چالیسواں حصہ دیدے۔

گدھے اور خچر میں زکوۃ نہیں:

مسئلہ ۷ گدھے اور خچر پر جبکہ تجارت کے لیے نہ ہوں زکوۃ فرض نہیں۔

وقف کے جانوروں پر زکوۃ نہیں:

مسئلہ ۸ وقف کے جانوروں پر زکوۃ فرض نہیں۔

اونٹ کا نصاب:

یاد رکھو کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوۃ نہیں۔ پانچ اونٹوں میں ایک بکری، دس میں دو، پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکریاں دینا فرض ہے، چاہے نر ہوں یا مادہ، مگر ایک سال سے کم کے نہ ہوں، درمیان میں کچھ نہیں، پھر پچیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی فرض ہے جس کا دوسرا سال شروع ہو، چھبیس سے پینتیس تک کچھ نہیں، پھر چھتیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو، سینتیس سے پینتالیس تک کچھ نہیں، پھر چھیالیس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، سینتالیس سے ساٹھ تک کچھ نہیں، پھر اکسٹھ اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی جس کا پانچواں سال شروع ہوا ہو، باسٹھ سے پچھتر تک کچھ نہیں، پھر چھہتر میں دو ایسی اونٹنیاں جن کا تیسرا سال شروع ہوا ہو، ستتر سے نوے تک کچھ نہیں، پھر اکیانوے میں دو ایسی اونٹنیاں جن کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، بیانوے سے ایک سو بیس تک کچھ نہیں۔

جب ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو پھر نیا حساب شروع کیا جائے گا یعنی اگر چار زیادہ ہیں تو کچھ نہیں، جب پانچ تک پہنچ جائیں یعنی ایک سو پچیس ہو جائیں تو ایک بکری اور دو ایسی اونٹنیاں جن کا چوتھا سال شروع ہوا ہو، اسی طرح ایک سو چوالیس تک ہر پانچ میں ایک بکری بڑھتی رہے گی، جب ایک سو پینتالیس ہو جائیں تو ایک دو سالہ اونٹنی اور دو تین سالہ اونٹنیاں ایک سو انچاس تک اور جب ایک سو پچاس ہو جائیں تو تین اونٹنیاں چوتھے برس والی واجب ہوں گی۔

جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو پھر نئے سرے سے حساب ہوگا یعنی پانچ اونٹوں میں چوبیس تک ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری تین چوتھے برس والی اونٹنیوں کے ساتھ اور پچیس میں ایک دوسرے برس والی اونٹنی اور چھتیس میں ایک تیسرے برس والی

اونٹنی، پھر جب ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو چار تین برس والی اونٹنیاں دو سو تک، پھر جب اس سے بھی بڑھ جائیں تو ہمیشہ اسی طرح حساب چلے گا جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد سے چلا ہے۔

مسئلہ ۹ اونٹ کی زکوٰۃ میں اگر اونٹ دیا جائے تو مادہ ہونا چاہیے، البتہ نر اگر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو درست ہے۔

گائے اور بھینس کا نصاب:

گائے اور بھینس دونوں زکوٰۃ کے حساب سے ایک چیز ہیں، دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملا لیں گے، مثلاً: بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کر لیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر گائیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینسیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور اگر دونوں برابر ہوں تو اعلیٰ قسم میں جو جانور کم قیمت کا ہو یا ادنیٰ قسم میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو وہ دیا جائے گا۔ تیس سے کم میں کچھ نہیں، پس تیس گائے بھینس میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک برس کا ہو، نر ہو یا مادہ اور تیس کے بعد انتالیس تک کچھ نہیں، چالیس گائے بھینس میں پورے دو برس کا بچہ نر یا مادہ، اکتالیس سے انسٹھ تک کچھ نہیں، جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیے جائیں گے، پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ، مثلاً: ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ، کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور جب اسّی ہو جائیں تو دو برس کے دو بچے کیونکہ اسّی میں چالیس کے دو نصاب ہیں اور نوے میں ایک ایک برس کے تین بچے، کیونکہ نوے میں تیس کے تین نصاب ہیں اور سو میں دو بچے ایک ایک برس کے اور ایک بچہ دو برس کا، کیونکہ سو میں دو نصاب تیس تیس کے اور ایک نصاب چالیس کا ہے، البتہ جہاں کہیں دونوں نصابوں کا حساب مختلف نتیجہ دیتا ہو وہاں اختیار ہے، جس کا چاہے اعتبار کریں، مثلاً: ایک سو بیس میں چار نصاب تو تیس کے ہیں اور تین نصاب چالیس کے، پس اختیار ہے کہ تیس کے نصاب کا اعتبار کر کے ایک ایک برس کے چار بچے دیں، یا چالیس کے نصاب کا اعتبار کر کے دو دو برس کے تین بچے دیں۔

بھیڑ اور بکری کا نصاب:

زکوٰۃ کے بارے میں بھیڑ، بکری سب یکساں ہیں، چاہے بھیڑ چکتی والی ہو جس کو ''دنبہ'' کہتے ہیں یا عام ہو۔ اگر دونوں کا نصاب الگ الگ پورا ہو تو دونوں کی زکوٰۃ ساتھ دی جائے گی اور مجموعہ ایک نصاب ہوگا اور اگر ہر ایک کا نصاب پورا نہ ہو مگر

دونوں کے ملا لینے سے نصاب پورا ہوجاتا ہے تب بھی دونوں کو ملالیں گے اور جو زیادہ ہوگا تو زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا اور دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے۔ چالیس بکری یا بھیڑ سے کم میں کچھ نہیں، چالیس بکری یا بھیڑ میں ایک بکری یا بھیڑ، چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زائد میں کچھ نہیں۔ پھر ایک سو اکیس میں دو بھیڑیں یا بکریاں اور ایک سو بائیس سے دو سو تک زائد میں کچھ نہیں، پھر دو سو ایک میں تین بھیڑیں یا بکریاں، پھر تین سو ننانوے تک زائد میں کچھ نہیں، پھر چار سو میں چار بکریاں یا بھیڑیں پھر چار سو سے زیادہ میں ہر سو میں ایک بکری کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی، سو سے کم میں کچھ نہیں۔

مسئلہ ۱۰ بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں نر مادہ کی قید نہیں، البتہ ایک سال سے کم کا بچہ نہ ہونا چاہیے چاہے بھیڑ ہو یا بکری۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

مقدارِ زکوٰۃ:

﴿مسئلہ۱﴾ مال کا چالیسواں حصہ [ڈھائی فیصد] زکوٰۃ میں دینا واجب ہے یعنی سو روپے میں ڈھائی روپے اور چالیس روپے میں ایک روپیہ [یہ حساب کا طریقہ ہے کہ زکوٰۃ اس طرح واجب ہوتی ہے ورنہ صرف چالیس روپے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔]

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر:

﴿مسئلہ۲﴾ جب مال پر پورا سال گزر جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دے، نیک کام میں دیر کرنا اچھا نہیں، ممکن ہے کہ اچانک موت آجائے اور یہ فرض گردن پر رہ جائے۔ اگر سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ دوسرا سال بھی گزر گیا تو گنہگار ہوا، اب بھی توبہ کر کے دونوں سالوں کی زکوٰۃ دے دے، غرض عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ضرور دے دے، ذمے میں باقی نہ رکھے۔

زکوٰۃ کی نیت:

﴿مسئلہ۳﴾ جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کر لے کہ میں زکوٰۃ میں دیتا ہوں، اگر یہ نیت نہیں کی، یوں ہی دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ رقم فقیر کے پاس ہے اس وقت تک یہ نیت کر لینا درست ہے، البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا تو اس کے بعد نیت کرنے کا اعتبار نہیں، دوبارہ زکوٰۃ دے۔

﴿مسئلہ۵﴾ کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے کچھ رقم نکال کر الگ رکھ لی کہ جب کوئی مستحق ملے گا اسے دے دوں گا، پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گیا تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھا تو ادا نہ ہوئی۔

﴿مسئلہ۶﴾ کوئی قرض مانگنے آیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنا تنگ دست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گا یا ایسا نادہندہ ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتا، اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ لینے والا اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر کسی کو انعام کے نام سے کچھ دیا مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی غریب آدمی پر تمہارے کچھ روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے یا اس سے زیادہ ہے، اس کو اپنا قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، البتہ اس کو روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لینا درست ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قرض معاف کرنے سے دوسرے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ رہی یہ بات کہ خود اس قرض کی بھی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (۱)

چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جائے تو وزن کا اعتبار ہے:

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کوئی سونے کی زکوٰۃ میں سونا اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دینا چاہے تو ادائیگی میں وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا نہیں، مثلاً زکوٰۃ اگر تین تولہ بنے تو تین تولے ہی دینا ضروری ہے، ایسا زیور جس کی قیمت تین تولے کے برابر ہے لیکن وزن تین تولے سے کم ہے زکوٰۃ میں دینا صحیح نہیں، البتہ اگر سونا چاندی کے بجائے تین تولے کی قیمت رقم میں یا کسی اور چیز کی صورت میں ادا کرے تو درست ہے۔

پوری زکوٰۃ ایک ہی وقت میں دینا ضروری نہیں:

﴿مسئلہ ۱۰﴾ کسی نے زکوٰۃ کی رقم نکالی تو اسے اختیار ہے، چاہے ایک ہی مستحق کو سب دیدے یا تھوڑی تھوڑی کر کے کئی غریبوں کو دے دے اور چاہے اسی دن سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دے۔

ایک فقیر کو کتنا دینا چاہیے؟

﴿مسئلہ ۱۱﴾ بہتر یہ ہے کہ ایک غریب کو کم سے کم اتنا دیدے کہ اس دن یا اس ضرورت کے لیے کافی ہو جائے، کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، مکروہ ہے، لیکن اگر کسی نے دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے وکیل بنانا:

﴿مسئلہ ۱۳﴾ زکوٰۃ کا روپیہ خود نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دے دیا کہ تم کسی کو دے دینا، یہ بھی جائز ہے، اب وہ شخص دیتے

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

وقت اگر زکوۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱۴ کسی غریب کو دینے کے لیے تم نے کچھ روپے کسی کو دیے، لیکن اس نے بعینہ وہی روپے فقیر کو نہیں دیے جو تم نے دیے تھے، بلکہ اپنے پاس سے اتنے روپے تمہاری طرف سے دے دیے اور یہ سوچا کہ وہ روپے میں رکھ لوں گا، تب بھی زکوۃ ادا ہوگئی، بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے روپے کے بدلے میں تمہارے وہ روپے لے لے، البتہ اگر تمہارے دیے ہوئے روپے اس نے پہلے خرچ کر دیے، اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیے، تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی یا تمہارے روپے اس کے پاس رکھے تو ہیں لیکن اپنے روپے دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ روپے لے لوں گا تب بھی زکوۃ ادا نہیں ہوئی، اب وہ روپے دوبارہ سے زکوۃ میں دے۔

مسئلہ ۱۵ ایک آدمی نے کسی سے کہا کہ آپ میری طرف سے زکوۃ ادا کر دیں اور اسے زکوۃ کی رقم نہیں دی، اس نے اس شخص کی طرف سے زکوۃ ادا کر دی تو زکوۃ ادا ہوگئی اور جتنی رقم اس نے زکوۃ میں دی ہے وہ اس شخص سے وصول کر لے۔

وکیل کا زکوۃ کی رقم اپنے رشتہ دار کو دینا یا خود لینا:

مسئلہ ۱۶ کسی نے ایک شخص کو زکوۃ ادا کرنے کے لیے کچھ روپے دیے تو اس کو اختیار ہے، چاہے خود کسی غریب کو دے دے یا کسی اور کے سپرد کر دے کہ تم یہ روپیہ زکوۃ میں دے دینا اور نام بتانا ضروری نہیں کہ فلاں کی طرف سے یہ زکوۃ دینا اور وہ شخص وہ روپیہ اگر اپنے کسی رشتہ دار یا ماں باپ کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی درست ہے، لیکن اگر وہ خود غریب ہو تو خود لے لینا درست نہیں، البتہ اگر رقم دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جو چاہو کرو اور جسے چاہو دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔

بغیر اجازت کسی کی طرف سے زکوۃ دینا:

مسئلہ ۱۷ اگر کسی نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے زکوۃ دیدی تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی، اگر چہ وہ منظور بھی کر لے، لہٰذا دینے والا اس سے دی ہوئی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ خود سے دے دے تو اس کی مرضی ہے۔

زکوۃ کے متفرق مسائل:

مسئلہ ۱۸ اگر کوئی شخص حرام مال کو حلال کے ساتھ ملا دے تو سب کی زکوۃ دینا ہوگی۔ یعنی مال مخلوط میں سے ایک حصہ حرام ہو تو وہ مانع زکوۃ نہیں، لیکن اگر کوئی اور وجہ مانع زکوۃ ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

مسئلہ ۱۹ اگر کوئی شخص زکوۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کے مال کی زکوۃ نہیں لی جائے گی، البتہ اگر وہ

وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوٰۃ لی جائے گی، اگر چہ تہائی مال سے پوری زکوٰۃ ادا نہ ہو اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جتنا وہ اپنی خوشی سے دے دیں لیا جائے گا۔ [بشرطیکہ تمام وارث عاقل بالغ ہوں]

مسئلہ ۲۰ اگر ایک سال کے بعد اپنا قرض مقروض کو معاف کر دے تو اس کو ایک سال کی زکوٰۃ دینا نہیں پڑے گی، البتہ اگر وہ مقروض مال دار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا خرچ کرنا سمجھا جائے گا اور قرض خواہ کو زکوٰۃ دینا پڑے گی، کیونکہ مال خرچ کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲۱ فرض اور واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت مستحب ہے جبکہ مال اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں سے زائد ہو، ورنہ مکروہ ہے۔ اسی طرح اپنا کل مال صدقہ میں دے دینا بھی مکروہ ہے، البتہ اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت یقینی طور پر جانتا ہو اور اہل وعیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، بلکہ بہتر ہے۔

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

عشری زمین اور اس کا حکم:

﴿مسئلہ ۱﴾ کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا، وہی لوگ وہاں رہتے تھے، پھر مسلمان ان پر حملہ آور ہوئے اور وہ شہر ان سے چھین لیا اور وہاں دین اسلام پھیلایا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں کی ساری زمین مسلمانوں میں تقسیم کردی، تو ایسی زمین کو شریعت میں ''عشری'' کہتے ہیں اور اگر اس شہر کے رہنے والے لوگ سب کے سب خوشی سے مسلمان ہوگئے، لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی، تب بھی اس شہر کی زمین عشری کہلائے گی۔ عرب کی ساری زمین عشری ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کسی کے باپ دادا سے یہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسی زمین میں جو کچھ پیداوار ہو، اس میں بھی عشر (دس فیصد) واجب ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کھیت کو پانی نہ دینا پڑے، بارش کے پانی سے پیدوار ہو یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور پانی دیے بغیر پیدا ہوگئی، تو ایسی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے، یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر اور اگر کھیت کو ٹیوب ویل کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے پانی دیا ہے تو پیداوار کا بیسواں حصہ (پانچ فیصد) خیرات کرے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر اور یہی حکم باغ کا ہے۔ ایسی زمین میں کتنی ہی کم پیداوار ہوئی ہو بہر حال اس کا عشر دینا واجب ہے، کم اور زیادہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل، پھول وغیرہ جو کچھ پیدا ہو سب کا یہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر عشری زمین کوئی کافر خرید لے تو وہ عشری نہیں رہتی، پھر اگر اس سے مسلمان بھی خرید لے یا کسی اور طریقے سے اس کو مل جائے تب بھی وہ عشری نہیں ہوگی۔

عشر پیدوار کے مالک پر ہے:

﴿مسئلہ ۵﴾ یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ نکالنا کس کے ذمہ ہے؟ یعنی آیا یہ زمین کے مالک پر ہے یا پیداوار کے مالک پر ہے؟ اس کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، مگر لوگوں کی آسانی کی خاطر یہ بتایا جاتا ہے کہ پیداوار کے مالک کے ذمہ عشر یا نصف عشر (۱۰ یا ۵ فیصد) ہے، چنانچہ اگر کھیت ٹھیکہ پر دیا ہوا ہو، چاہے نقد کے بدلہ میں ہو یا غلہ کے بدلہ میں، تو یہ کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا عشر (۱۰٪) یا نصف عشر (۵٪) ادا

کریں۔

گھر کے اندر کاشت کی ہوئی چیز میں عشر نہیں:

﴿مسئلہ ۶﴾ کسی نے اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی سبزی بوئی اور اس سے پیداوار حاصل ہوئی تو اس میں عشر واجب نہیں۔

شہد میں بھی عشر واجب ہے:

﴿مسئلہ ۷﴾ عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا تو اس میں بھی عشر ہے۔

اضافہ

عشر ادا کرنے کے بعد غلہ بیچا تو اس کی رقم پر زکوٰۃ فرض ہے:

عشر ادا کرنے کے باوجود زمین کی پیداوار سے جو نقدی حاصل ہو جائے اس کو دیگر اموالِ تجارت کے ساتھ ملا کر سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، البتہ اگر پیداوار فروخت نہیں کی، بلکہ اپنے پاس رکھی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگرچہ اس پر سال گزر جائے۔ (أحسن الفتاوی: ۲۷۹/٤)

مستحقینِ زکوٰۃ

مالدار اور غریب:

﴿مسئلہ ١﴾ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اتنی ہی قیمت کا سامان تجارت ہو، اس کو شریعت میں ''مالدار'' کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال ہو جو سامان تجارت تو نہیں، لیکن ضرورت سے زائد ہے وہ بھی مالدار ہے، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگرچہ خود اس قسم کے مالدار پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ [کسی کے پاس مذکورہ بالا چیزوں میں سے ہر چیز کا الگ الگ نصاب تو نہیں یعنی ہر چیز ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو تو نہیں پہنچتی لیکن ان (سونا، چاندی، نقد رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ نصابِ مذکور کو پہنچتا ہے، تو ایسا شخص بھی شریعت کی رُو سے مالدار ہے، جسے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور عشر وغیرہ دینا جائز نہیں]

﴿مسئلہ ٢﴾ جس کے پاس نصاب کے بقدر مال نہیں، نصاب سے کم ہے یا کچھ بھی نہیں یعنی ایک دن کے گزارہ کے لیے بھی نہیں، اس کو ''غریب'' کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور ان لوگوں کا لینا بھی درست ہے۔

ضرورت کا سامان:

﴿مسئلہ ٣﴾ رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے اور گھریلو ضرورت کا سامان جو اکثر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضروری سامان میں داخل ہیں۔ ایسے سامان سے کوئی مالدار نہیں ہوگا، چاہے جتنی قیمت کا ہو، اس لیے اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اسی طرح اہلِ علم کے پاس ان کی سمجھ اور ضرورت کی کتابیں بھی ضروری سامان میں داخل ہیں۔

﴿مسئلہ ٤﴾ بڑی بڑی دیگیں اور بڑے بڑے قالین اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روزمرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ ضروری سامان میں داخل نہیں۔

﴿مسئلہ ٥﴾ کسی کے پاس پانچ دس مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتا ہے اور اس کی آمدنی سے گزارہ کرتا ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے، لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح گزارہ نہیں ہوتا، تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو، تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مقروض کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ۶ کسی کے پاس کئی ہزار روپے نقد موجود ہیں، لیکن وہ ان کے بقدر یا ان سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر قرضہ اس کے پاس موجود روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں، اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

مسافر کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ۷ ایک شخص اپنے گھر میں بڑا مالدار ہے، لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا، سارا مال چوری ہو گیا یا کسی وجہ سے گھر تک پہنچنے کا بھی خرچہ نہیں رہا، ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ ایسے ہی اگر حاجی کے پاس راستے میں خرچہ ختم ہو گیا اور اس کے گھر میں مال موجود ہے، اس کو بھی دینا درست ہے۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

مسئلہ۸ زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں، مسلمان ہی کو دے اور زکوٰۃ، عشر، صدقۂ فطر، نذر اور کفارہ کے سوا دیگر نفلی صدقہ خیرات کافر کو دینا درست ہے۔

مسئلہ۹ زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنانا یا کسی مردے کے کفن دفن کا انتظام کرنا یا مردے کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کرنا یا کسی اور نیک کام میں لگانا درست نہیں، جب تک کسی مستحق کو نہ دیا جائے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ۱۰ سیّدوں، علویوں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح جو صدقہ واجب ہو وہ بھی انہیں دینا درست نہیں، جیسے: نذر، کفارہ، عشر، صدقۂ فطر وغیرہ۔ ان کے علاوہ دیگر نفلی صدقات کا دینا درست ہے۔

مسئلہ۱۱ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا وغیرہ کو زکوۃ دینا درست نہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد اور پوتے، پڑپوتے، نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہیں، ان کو بھی دینا درست نہیں۔ ایسے ہی بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے:

مسئلہ۱۲ مذکورہ رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جیسے: بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، ساس، خسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ نابالغ بچے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، بالغ ہونے کے بعد اگر وہ خود مالدار نہیں، لیکن ان کا باپ مالدار ہے تو اس کو دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر نابالغ بچے کا باپ تو مالدار نہیں، لیکن ماں مالدار ہے تو اس بچے کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، لیکن یہ ان کی تنخواہ میں شمار نہ کرے، بلکہ تنخواہ سے زائد بطورِ انعام واکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ رضاعی اولاد (جس کو کسی عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہو) اور رضاعی ماں کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ ایک عورت کا مہر کئی ہزار روپیہ ہے اور اس مہر کے علاوہ اس کے پاس بقدرِ نصاب مال نہیں، لیکن اس کا شوہر اتنا غریب ہے کہ مہر ادا نہیں کر سکتا تو ایسی عورت کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے، لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے اپنا مہر معاف کر دیا تو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب وہ عورت مانگے گی تو وہ ادا کر دے گا، تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہیں:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دے دیا، پھر معلوم ہوا کہ وہ تو اس کا باپ تھا یا اس کا لڑکا تھا یا کوئی اور رشتہ دار تھا جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی، دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، لیکن لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ ادا کرے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر کسی پر شبہہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج؟ تو جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے اس کو زکوٰۃ نہ دے۔ اگر بغیر تحقیق کیے دے دی تو دل میں سوچے، اگر دل یہ گواہی دے کہ وہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ دے، لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ غریب ہی ہے تو دوبارہ نہ دے، زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دوگنا اجر ہے:

﴿مسئلہ ۲۰﴾ زکوٰۃ دینے میں اور زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو اور پہلے ان ہی لوگوں کو دو، لیکن ان کو یہ نہ کہو کہ یہ زکوٰۃ یا صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف

میں آتا ہے: ’’قرابت والوں کو خیرات دینے سے دُہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک تو خیرات کا، دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک واحسان کرنے کا، پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔‘‘

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا:

﴿مسئلہ ۲۱﴾ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے میں بھیجنا مکروہ ہے، البتہ اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہوں، ان کو بھیج دیا یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں، اس لیے ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں۔

اضافہ

مدِ زکوٰۃ سے کلینک چلانا:

﴿مسئلہ ۱﴾ دواخانہ میں مدِ زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائیں۔ اس مد سے ڈاکٹروں اور کارکنوں کی تنخواہیں، مکان کا کرایہ، تعمیرات اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (أحسن الفتاوىٰ: ٤/ ٢٩١)

سیلاب زدگان کو زکوٰۃ دینا:

﴿مسئلہ ۲﴾ قدرتی آفات، سیلاب وغیرہ میں آفت زدہ لوگوں کی امداد مدِ زکوٰۃ سے کرنا صحیح ہے، بشرطیکہ یہ ظن غالب ہو کہ وہ لوگ مستحق زکوٰۃ ہیں یعنی ان کے پاس نصابِ زکوٰۃ کے برابر کوئی چیز نہیں، نیز ان کو زکوٰۃ کی رقوم یا اشیاء کا مالک بنا دیا جائے، اگر ان کی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ ویسے ہی ان پر خرچ کیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح اگر کھانا بٹھا کر کھلایا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی، کھانے کو ان کی ملک میں دینا ضروری ہے، پھر اگر وہ چاہیں تو اکٹھا بیٹھ کر کھائیں، چاہیں تو ساتھ لے جائیں۔
(أحسن الفتاوى: ٤/ ٣٠٤)

صدقۂ فطر کا بیان

صدقۂ فطر کا نصاب:

﴿مسئلہ ۱﴾ جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے پاس نصاب کے بقدر ضرورت سے زائد سامان ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، چاہے وہ تجارت کا مال ہو یا تجارت کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کسی کے پاس رہنے کے لیے لاکھوں روپے مالیت کا بہت بڑا گھر ہے اور پہننے کے لیے قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سونا چاندی نہیں لگا ہوا اور خدمت کے لیے دو چار خدمت گار ہیں، گھر میں لاکھوں کا ضروری سامان بھی ہے اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے، زیور بھی ہے، لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو صدقۂ فطر واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳﴾ کسی کے دو گھر ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے، اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے اور ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں، البتہ اگر اسی پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا اور اس کو زکوٰۃ دینا بھی درست ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جس کے لیے زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کا لینا درست ہے، اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں اور جس کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ کسی کے پاس ضرورت سے زائد سامان ہے، لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ نفی کر کے دیکھا جائے، اگر اتنی قیمت کا سامان باقی رہے جتنے میں زکوٰۃ یا صدقہ واجب ہو جاتا ہے تو صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کے وجوب کا وقت:

﴿مسئلہ ۵﴾ عید کے دن طلوعِ فجر کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہیں دیا جائے گا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ بہتر یہ ہے کہ جس وقت لوگ نماز کے لیے عیدگاہ جاتے ہیں، اس سے پہلے ہی صدقہ دے دے۔

مسئلہ ۷ کسی نے صدقۂ فطر عید کے دن سے پہلے دے دیا تب بھی ادا ہوگیا، اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ ۸ اگر کسی نے عید کے دن صدقۂ فطر نہیں دیا تو معاف نہیں ہوگا، بعد میں کسی دن دے دینا ضروری ہے۔

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

مسئلہ ۹ [مرد پر اپنی اور نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر کی ادائیگی ضروری ہے، بشرطیکہ نابالغ اولاد کے پاس اپنا مال نہ ہو، جبکہ عورت پر صدقۂ فطر صرف اپنی طرف سے واجب ہے، کسی اور کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، نہ اولاد کی طرف سے، نہ ماں باپ کی طرف سے، نہ شوہر کی طرف سے، نہ کسی اور کی طرف سے۔]

مالدار نابالغ بچے کا صدقۂ فطر:

مسئلہ ۱۰ اگر نابالغ بچے کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو تو اس کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، لیکن اگر بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہوا تو اس کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار:

مسئلہ ۱۱ صدقۂ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دے تو پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زیادہ، بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر یا اس سے بھی کچھ زیادہ دے دینا چاہیے، کیونکہ زیادہ ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر جو یا جو کا آٹا دے تو اس کا دوگنا دینا چاہیے۔

مسئلہ ۱۲ اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دیا جیسے: چنا، جوار، چاول تو اتنا دے کہ اس کی قیمت گیہوں یا جو کے مذکورہ نصاب کی قیمت کے برابر ہونی چاہیے۔

صدقۂ فطر میں قیمت دینا:

مسئلہ ۱۳ اگر گیہوں اور جو نہیں دیے، بلکہ اتنے گیہوں اور جو کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحقین:

مسئلہ ۱۴ صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں، مگر صدقۂ فطر کافر فقیر کو بھی دینا جائز ہے لیکن اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

متفرقات:

مسئلہ ۱۵ ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دے، دونوں باتیں

جائز ہیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اگر کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا تو یہ بھی درست ہے، لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو جو سب مل کر نصابِ زکوۃ یا نصاب صدقۂ فطر تک پہنچ جائے، اس لیے کہ ایک شخص کو اتنا دینا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے اور وہ شوہر کے گھر رخصت کر دی جائے تو اگر وہ لڑکی مالدار ہے تب تو اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر مالدار نہیں تو دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل ہے تو اس کا صدقۂ فطر نہ باپ پر واجب ہے نہ شوہر پر نہ خود اس پر اور اگر وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل نہیں تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمہ واجب رہے گا اور اگر شوہر کے گھر میں رخصت نہیں کی گئی تو اگرچہ وہ شوہر کی خدمت یا اس کی دل جوئی کے قابل ہو بہرحال اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ پر واجب ہوگا۔

کتاب الصّوم

روزے کا بیان

روزہ اسلام کا بہت اہم رکن ہے، احادیثِ مبارکہ میں روزے کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔ جوکوئی رمضان کے روزے نہیں رکھے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا اور اس کے دین کونقصان پہنچے گا۔

روزے کے فضائل:

۱۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے لیے ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

۲۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔''

۳۔ روایت ہے: ''روزہ داروں کے لیے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان چنا جائے گا، وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے، دوسرے لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہوں گے، اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب میں پھنسے ہوئے ہیں؟ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے۔''

۴۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''روزہ دار کا سونا عبادت اور اس کی خاموشی تسبیح ہے۔ (یعنی روزہ دار اگر خاموش رہے تو اسے تسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے) اور اس کا عمل بڑھایا جاتا ہے (یعنی اس کے اعمال کا ثواب دوسرے دنوں کی بنسبت ان دنوں میں زیادہ ہوتا ہے) اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔'' (یعنی صغیرہ گناہ)

۵۔ حدیث میں ہے: ''روزہ دوزخ سے بچانے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلعہ ہے۔''

یعنی جس طرح انسان ڈھال اور مضبوط قلعے کے ذریعے پناہ لیتا اور دشمن سے بچتا ہے، اسی طرح روزے کے ذریعے دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس طرح کہ انسان میں گناہوں کی قوت کمزور ہوجاتی ہے اور نیکی کا شوق بڑھ جاتا ہے، پس جب انسان روزہ کا اہتمام کرے گا اور روزے کے تمام آداب کا لحاظ رکھے گا تو اس سے گناہ چھوٹ جائیں گے اور دوزخ سے نجات حاصل ہوجائے گی۔

۶– حدیث میں ہے: ”روزہ ڈھال ہے، جب تک روزہ دار اسے جھوٹ اور غیبت کے ذریعہ سے پھاڑ نہ ڈالے۔“
مطلب یہ ہے کہ روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک روزہ دار اسے گناہوں سے محفوظ رکھے، اگر روزہ رکھا مگر اس کے ساتھ جھوٹ، غیبت وغیرہ گناہ بھی کرتا رہا تو اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا، مگر بہت سخت گناہ ہوگا اور روزہ کی برکت سے محروم رہے گا۔

۷– حدیث میں ہے: ”روزہ دوزخ سے ڈھال ہے، جو شخص روزہ دار ہو اسے چاہیے کہ جاہلانہ حرکت (لڑائی جھگڑا) نہ کرے، اگر کوئی اس سے الجھے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، بری بات کا جواب نہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“
مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس بو کے بدلے جو روزے کی حالت میں پیدا ہوتی ہے روزہ دار کے منہ سے مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو آئے گی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگی اور اس خوشبو کا سبب یہی دنیا میں روزہ دار کے منہ کی بو ہے، اس لیے یہ بھی پسندیدہ ہے۔

۸– رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں سے فرمایا: ”تم روزہ رکھو، اس لیے کہ روزہ دوزخ سے اور زمانے کی مصیبتوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔“
یعنی روزہ کی برکت سے دوزخ سے اور دیگر دنیوی مصائب و تکالیف سے بھی نجات ملتی ہے۔

۹– حدیث میں ہے: ”تین آدمیوں سے قیامت کے دن کھانے کا حساب نہیں ہوگا، چاہے کچھ بھی کھائیں، بشرطیکہ کھانا حلال ہو: ایک روزہ دار، دوسرا سحری کھانے والا، تیسرا اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے والا مجاہد۔“
یہاں سے ان تینوں کے بارے میں بہت بڑی رعایت معلوم ہوئی کہ ان سے کھانے کا حساب ہی معاف کر دیا گیا لیکن اس رعایت کی بنیاد پر بہت زیادہ لذیذ کھانوں کے اہتمام میں نہیں پڑنا چاہیے۔ بہت زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی قوت بڑھتی جاتی ہے۔

۱۰– حدیث میں آتا ہے: ”جو شخص روزہ دار کو افطار کرائے، اس کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا، اگرچہ کسی معمولی کھانے ہی سے افطار کرائے، چاہے پانی ہی ہو۔“
مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کا ثواب کم نہ ہوگا بلکہ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۱۱- حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی نیکیوں کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک مقرر کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''سوائے روزے کے، کہ وہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔''

یعنی روزے کے ثواب میں سات سو کی حد نہیں، اس سے روزے کے ثواب کا اندازہ کرنا چاہیے کہ جس کا حساب ہی نہیں وہ ثواب کس قدر زیادہ ہوگا؟ اور پھر یہ کہ خود حق تعالیٰ یہ ثواب مرحمت فرمائیں گے، فرشتوں کے ذریعہ اس کا بندوبست نہیں ہوگا۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی قدر دانی ہے کہ تھوڑی سی محنت پر اس قدر نوازا جا رہا ہے، مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ روزے کے یہ فضائل تب حاصل ہوں گے جب روزے کا پورا پورا حق ادا کیا جائے، اس میں جھوٹ، غیبت اور تمام گناہوں سے آدمی بچے، بعض لوگ رمضان المبارک میں بھی نمازیں قضا کرتے ہیں اور بعض فجر کی نماز خاص طور پر قضا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو رمضان کی برکات حاصل نہیں ہوں گی۔

اس حدیث سے یہ شبہہ نہ ہو کہ روزہ نماز سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ نماز کا تمام عبادات سے افضل ہونا دلائل سے ثابت ہے، اس حدیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ روزہ کا بہت بڑا ثواب ہے۔

اس کے بعد فرمایا: ''روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری قیامت کے دن ہوگی۔''

۱۲- فرمایا: ''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جو رمضان کی آخری رات تک مسلسل کھلے رہتے ہیں اور جو بھی مسلمان رمضان کی راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھتا ہے، اس کے لیے ہر رکعت کے بدلے ڈھائی ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک محل بنا دیتے ہیں، جس کے ساٹھ دروازے ہوں گے، پھر جب روزہ دار پہلا روزہ رکھتا ہے تو گزشتہ رمضان سے لے کر اس رمضان تک اس نے جتنے (صغیرہ) گناہ کیے ہیں وہ سب معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے لے کر غروبِ آفتاب تک مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں اور رمضان کی راتوں میں جو نمازیں پڑھتا ہے ہر رکعت کے بدلے جنت میں اس کو ایسا درخت عطا کیا تا ہے جس کے سائے میں پانچ سو برس تک سوار چل سکتا ہے۔''

۱۳- فرمایا: ''شروع سال سے آخر تک رمضان کے لیے جنت سجائی جاتی ہے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں شروع سال سے آخر تک رمضان کے روزہ داروں کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہیں۔ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کہتی ہے: ''اے اللہ! اپنے بندوں کو میرے اندر داخل فرما دیجیے'' اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں: ''اے اللہ اپنے بندوں میں سے

ہمارے لیے خاوند مقرر فرما دیجیے،'' سو جس شخص نے اس ماہ مبارک میں کسی مسلمان پر تہمت نہ لگائی اور کوئی نشہ آور چیز نہ پی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹادے گا اور جس نے اس ماہ میں کسی مسلمان پر تہمت لگائی یا کوئی نشہ آور چیز پی لی، اللہ تعالیٰ اس کی سال بھر کی نیکیوں کو مٹادے گا۔'' (یعنی نیکیوں کی برکتیں مٹادی جائیں گی، خود نیکیوں کا مٹانا مراد نہیں)

مطلب یہ ہے کہ بہت بڑا گناہ ہوگا، وجہ یہ ہے کہ مقدس ایام میں جس طرح نیکیوں پر ثواب زیادہ ملتا ہے اسی طرح برے اعمال کا گناہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

فرمایا: ''رمضان کے مہینے میں تقویٰ اختیار کرو، اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔''

یعنی اس میں بندوں کو حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت اختیار کریں کہ کھانا پینا چھوڑ دیں، جیسے: اللہ تعالیٰ ہمیشہ کھانے پینے سے پاک رہتا ہے، اسی لیے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے، ورنہ تمام مہینے اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔

۱۴- فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گیارہ مہینے رکھے ہیں جن میں تم کھاتے پیتے اور لذت اندوز ہوتے ہو اور اپنے لیے ایک مہینہ مقرر فرمایا ہے، سو ڈرو رمضان کے مہینے سے کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔''

یعنی اس میں اچھی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرو اور گناہوں سے بچو، اگرچہ احکام کی اطاعت اور نافرمانی سے اجتناب ہر حال میں ضروری ہے مگر مقدس ایام یا مقدس مقامات میں نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ ان مواقع میں نیکی کا ثواب اور گناہوں پر عذاب زیادہ ہو جاتا ہے۔

۱۵- فرمایا: ''جب افطار کے لیے کھانا سامنے آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

«اللّٰهم إني لك صمت وعلى رزقك أفطرت».

۱۶- فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو مناسب ہے کہ کھجور کے ساتھ افطار کرے کہ وہ برکت کی چیز ہے، اگر کھجور نہ ہو تو پانی سے افطار کرے کہ وہ پاک کرنے والی چیز ہے۔''

۱۷- فرمایا: ''جس نے چالیس دن مسلسل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرمائیں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے میں سوائے اللہ کی رضا کے اور کوئی غرض نہ ہو تو یہ شخص ایسا مقبول ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر وہ دعا جو اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہوگی ضرور قبول ہوگی۔ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی چلہ نشینی تجویز فرمائی ہے کہ چالیس دن تک تمام دنیوی تعلقات چھوڑ کر آدمی مسجد میں روزہ کی حالت میں مصروف رہے، اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے،

نیکیوں کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص خاص علوم عطا ہوتے ہیں اور خاص فہم سے نوازا جاتا ہے۔

روزے کی تعریف:

مسئلہ ۱ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزے کی نیت سے کھانے، پینے اور ہمبستری سے اجتناب کرنے کو شریعت میں روزہ کہتے ہیں۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

مسئلہ ۲ رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان پر جو مجنون اور نابالغ نہ ہو، فرض ہیں، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر کوئی روزہ کی نذر کرلے تو نذر کر لینے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ قضا اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اور اس کے سوا تمام روزے نفل ہیں، رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن تک روزہ رکھنا حرام ہے۔

مسئلہ ۳ جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ کا حکم کرے اور جب دس برس کی عمر ہو جائے تو مار کر روزہ رکھوائیں، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھوائیں۔

روزے کا وقت:

مسئلہ ۴ روزہ کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اس لیے جب تک صبح نہ ہو، کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے۔ بعض لوگ جلدی سحری کھا کر نیت کی دعا پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے، یہ خیال غلط ہے، جب تک صبح صادق نہ ہو کھا پی سکتے ہیں، چاہے نیت کر چکے ہوں یا نہ کی ہو۔

رمضان المبارک کے روزے کا بیان

روزے کی نیت کے مسائل:

﴿مسئلہ۱﴾ رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کرلے تو بھی فرض ادا ہوجاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا بلکہ صبح ہوگئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہیں رکھوں گا، پھر دن چڑھے خیال آگیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے، اس لیے اب روزہ کی نیت کرلی تب بھی روزہ ہوگیا، لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت کرنے سے روزہ نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ۲﴾ زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر نہ کچھ کھایا، نہ پیا، نہ ہم بستر ہوا تو اس کا روزہ ہوگیا اور اگر کوئی زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ! میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے ((بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ)) تو بھی حرج نہیں، یہ بھی بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اگر کسی نے دن بھر نہ کھایا نہ پیا، صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہیں تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا، اگر دل میں روزہ کا ارادہ کرلیتا تو روزہ ہوجاتا۔

﴿مسئلہ۴﴾ رمضان المبارک کے روزے میں بس اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے، بس اتنی ہی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہوجائے گا۔ اگر نیت میں یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہوجائے گا۔

نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

﴿مسئلہ۵﴾ اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے رمضان کے روزے کی نیت کرلینا درست ہے۔ [قاعدہ اس کا یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے، ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کرکے اس کا نصف لے لیا جائے، اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کرلی گئی تو روزہ ہوجائے گا اور اگر نصف وقت یا اس سے زیادہ گزر جائے تو روزہ نہیں ہوگا۔ دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے۔ (۱)]

---

(۱) از حاشیہ بہشتی زیور

رمضان میں کسی اور روزے کی نیت معتبر نہیں:

﴿مسئلہ ٦﴾ رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفلی روزہ رکھوں گا، رمضان کا روزہ نہیں رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا رکھ لوں گا، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا نفلی روزہ نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ٧﴾ گزشتہ رمضان کا روزہ قضا ہوگیا تھا اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی، پھر رمضان کا مہینہ آگیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا، تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا اور قضا کا روزہ نہیں ہوگا۔ قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

﴿مسئلہ ٨﴾ کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گا، پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی، رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا، نذر کا روزہ ادا نہیں ہوگا، نذر کے روزے رمضان کے بعد رکھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی روزے کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا، دوسرا کوئی روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل:

﴿مسئلہ ٩﴾ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو اگر رمضان شریف کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر بادل ہو اور چاند نہ کھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں، روزہ نہ رکھو، بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

﴿مسئلہ ١٠﴾ انتیسویں تاریخ کو بادل کی وجہ سے رمضان شریف کا چاند نظر نہ آئے تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو، البتہ اگر اتفاقاً ایسا ہوا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات یا کسی اور متعین دن کا روزہ رکھا کرتا تھا اور اس تاریخ کو وہی دن آیا تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہوجائے گا، قضا رکھنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ١١﴾ بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو رمضان کا چاند نظر نہیں آیا تو دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے۔ اگر کہیں سے خبر آجائے تو اسی وقت روزہ کی نیت کر لی جائے اور اگر کوئی اطلاع نہ آئے تو کھانا پینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ١٢﴾ انتیسویں تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو یہ خیال نہ کیا جائے کہ جب کل کا دن رمضان کا نہیں تو گزشتہ سال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لیں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لیں، کیونکہ اس دن قضا کا روزہ، کفارہ کا روزہ اور

نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، کوئی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا، قضا اور نذر کا روزہ دوبارہ رکھنا ہوگا اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہو جائے گا۔

چاند دیکھنے کا بیان

جب آسمان پر بادل یا غبار ہو:

مسئلہ ۱ اگر آسمان پر بادل یا غبار کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دین دار، پرہیز گار اور سچے آدمی نے آ کر گواہی دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو چاند کا ثبوت ہو گیا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

مسئلہ ۲ اگر بادل کی وجہ سے عید کا چاند دکھائی نہیں دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں، چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو، بلکہ جب دو معتبر اور پرہیز گار مرد یا ایک دین دار مرد اور دو دین دار عورتیں چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب چاند کا ثبوت ہوگا اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تو بھی قبول نہیں۔

جب آسمان صاف ہو:

مسئلہ ۳ اگر آسمان صاف ہو تو دو چار آدمیوں کی گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہیں ہوگا، چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنے زیادہ لوگ چاند دیکھنے کی شہادت دیں کہ دل گواہی دے کہ یہ سب کے سب اپنی طرف سے بات بنا کر نہیں آئے ہیں اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا عادۃً کسی طرح ممکن نہیں، تب چاند ثابت ہوگا۔

فاسق کی گواہی معتبر نہیں:

مسئلہ ۴ جو آدمی دین کا پابند نہیں، گناہ کرتا رہتا ہے، مثلاً: نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا یا جھوٹ بولتا ہے یا سرِ عام کوئی اور گناہ کرتا ہے، شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شریعت میں اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، چاہے جتنی قسمیں کھا کر بیان دے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں تو بھی ان کا اعتبار نہیں۔

کسی نے اکیلے چاند دیکھا:

مسئلہ ۵ کسی نے رمضان شریف کا چاند اکیلے دیکھا، اس کے علاوہ شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا، لیکن یہ احکامِ شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی گواہی سے دوسرے لوگ تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس نے تیس روزے پورے کر لیے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا، اس لیے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو خود اس کے لیے بھی عید کرنا درست نہیں ہے، صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

متفرقات:

﴿مسئلہ ۷﴾ یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہو اس دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اگر چاند نظر نہ آئے تو روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے، کل کا معلوم ہوتا ہے، بری بات ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کہا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ کل چاند نظر آ گیا ہے اور بہت سے لوگوں نے اسے دیکھا ہے لیکن تلاش کے باوجود کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر دو معتبر آدمیوں کی شہادت سے چاند ثابت ہو جائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد عید الفطر کا چاند نظر نہ آئے، چاہے مطلع صاف ہو یا نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھائی دے تو وہ آیندہ رات کا سمجھا جائے گا، گزشتہ رات کا نہیں سمجھا جائے گا اور وہ دن آیندہ ماہ کی تاریخ قرار نہیں دیا جائے گا، چاہے زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد۔

سحری کھانے اور افطار کرنے کا بیان

سحری کھانا سنت ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہیں لگی ہو تو کم سے کم دو تین کھجوریں ہی کھا لے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھا لے یا تھوڑا سا پانی پی لے۔

سحری میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۲﴾ سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر سے کھانا بہتر ہے، لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ

پڑ جائے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر سحری جلدی کھالی مگر اس کے بعد پان، تمبا کو، چائے، پانی دیر تک کھاتا پیتا رہا، جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر لی تو بھی دیر سے کھانے کا ثواب مل گیا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی، تو بغیر سحری کھائے صبح کا روزہ رکھا جائے، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی اور بڑا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ صبح صادق سے کچھ پہلے تک سحری کھانا درست ہے، اس کے بعد درست نہیں۔

صبح ہونے کے بعد یا غروب سے پہلے غلطی سے کھانا پینا:

﴿مسئلہ ۶﴾ کسی کی آنکھ دیر سے کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے، اس گمان پر سحری کھالی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے، کفارہ واجب نہیں، لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیے نہیں، روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا، پھر سورج نظر آیا تو روزہ ٹوٹ گیا، اس کی قضا کرے، کفارہ واجب نہیں اور اس دن جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہہ ہو گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا۔ پھر اگر معلوم ہو گیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو، شبہہ ہی شبہہ رہ جائے تو قضا رکھنا واجب نہیں، لیکن احتیاط یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لے۔

غروب کے بعد افطار میں جلدی کرنا:

﴿مسئلہ ۸﴾ مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ افطار کرے، دیر کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

[نقشوں میں دیے گئے سحر و افطار کے اوقات میں تین منٹ کی احتیاط ضروری ہے یعنی سحری نقشے میں دیے گئے وقت سے تین منٹ پہلے بند کریں اور افطار تین منٹ تاخیر سے کریں۔]

میٹھی چیز سے افطار کرنا:

﴿مسئلہ ۹﴾ کھجور یا کسی اور میٹھی چیز سے روزہ کھولنا بہتر ہے، وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ بعض لوگ نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط عقیدہ ہے۔

قضا روزے کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ بلا وجہ رمضان کا روزہ چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے، یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدلے ایک روزہ قضا رکھ لوں گا، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان کے ایک روزے کے بدلے میں اگر سال بھر روزے رکھتا رہے تب بھی اتنا ثواب نہیں ملے گا جتنا رمضان المبارک میں ایک روزے کا ثواب ملتا ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو لوگوں کے سامنے کچھ نہ کھائے پیے اور نہ یہ ظاہر کرے کہ آج میرا روزہ نہیں، اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر کسی سے کہہ دے گا تو دہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا، دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔ جو شخص کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو بھی چاہیے کہ کسی کے سامنے نہ کھائے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر نابالغ لڑکا، لڑکی روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھوائیں، البتہ اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دوبارہ پڑھوائیں۔

قضا میں تاخیر:

﴿مسئلہ ۴﴾ جو روزے کسی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں، رمضان کے بعد جہاں تک ہو سکے جلدی ان کی قضا رکھ لے، دیر نہ کرے۔ بلا وجہ قضا میں دیر کرنا گناہ ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر رمضان کے قضا روزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے، لیکن اتنی دیر کرنا درست نہیں۔

قضا کی نیت میں دن اور تاریخ کی تعیین:

﴿مسئلہ ۶﴾ روزے کی قضا میں دن اور تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں، بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہیے، البتہ اگر دو رمضانوں کے کچھ کچھ روزے قضا ہو گئے ہوں اور دونوں رمضانوں کے روزوں کی قضا رکھنا ہو تو سال کا متعین کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتا ہوں۔

[یہ تعیین کہ فلاں سال کا روزہ رکھتا ہوں، اس میں دو قول ہیں۔ بہشتی زیور میں مندرجہ بالا قول احتیاط کو مدنظر رکھ کر اختیار کیا گیا ہے اور اگر کسی نے بغیر تعیین سال کے بہت سے روزے رکھ لیے تو ضرورت کی بنا پر دوسرے قول (یعنی یہ کہ سال کی تعیین

واجب نہیں) پر بھی عمل کرنے کی گنجائش ہے۔[1]]

قضا روزے مسلسل رکھنا ضروری نہیں:

﴿مسئلہ۷﴾ جتنے روزے قضا ہوگئے ہیں چاہے سب کو مسلسل رکھ لے، چاہے وقفے وقفے سے رکھے، دونوں باتیں درست ہیں۔

قضا اور کفارہ کے روزے کی نیت:

﴿مسئلہ۸﴾ قضا روزے میں صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، اگر صبح صادق ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا، قضا کا روزہ پھر سے رکھے۔

﴿مسئلہ۹﴾ کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ روزے کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے نیت کرلے۔ رات سے نیت کرنا چاہیے۔ اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارے کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔

بے ہوش ہو جانے والے کا حکم:

﴿مسئلہ۱۰﴾ رمضان کے مہینے میں دن کو بے ہوش ہو گیا اور ایک دن سے زیادہ بے ہوش رہا تو بے ہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہا اتنے دنوں کی قضا رکھے۔ جس دن بے ہوش ہوا اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس دن کا روزہ درست ہو گیا۔ البتہ اگر اس دن روزہ سے نہیں تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضا بھی واجب ہے۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر رات کو بے ہوش ہوا تو اگلے دن کی قضا واجب نہیں، اس کے بعد باقی جتنے دن بے ہوش رہا سب کی قضا واجب ہے، البتہ اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کے روزے کی قضا بھی رکھے، اگر پورے رمضان میں بے ہوش رہا تب بھی قضا رکھنا چاہیے، یہ نہ سمجھے کہ روزے معاف ہو گئے۔

پاگل ہو جانے والے کا حکم:

﴿مسئلہ۱۲﴾ اگر پاگل ہو گیا اور پورے رمضان میں مکمل پاگل رہا تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن پاگل پن سے افاقہ ہوا اور عقل ٹھکانے آ گئی تو اب سے روزے رکھنا شروع کرے اور جتنے روزے پاگل پن کی حالت میں چھوٹ گئے ان کی قضا بھی رکھے۔

---

(۱) دیکھیے ضمیمہ ثانیہ بہشتی زیور تصحیح الاغلاط حصہ سوم، ص ۲۹۶ وامداد الفتاوی: ۲/ ۱۰۵

نذر کے روزے کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ جب کوئی روزہ کی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے، اگر نہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

نذر کی قسمیں اور ان کا حکم:

﴿مسئلہ ۲﴾ نذر دو طرح کی ہے:

۱- نذرِ معین:

ایک تو یہ کہ دن اور تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ! آج فلاں کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا یا یوں کہا کہ یا اللہ! میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ ایسی نذر میں اگر صبح صادق سے پہلے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر صبح صادق سے پہلے نیت نہیں کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے [یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے] نیت کر لے، یہ بھی درست ہے، نذر ادا ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو صرف اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے، یہ متعین نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے یا نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا، البتہ اس جمعہ کو اگر قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا، یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ قضا کا روزہ ہو جائے گا، نذر کا روزہ پھر سے رکھے۔

۲- نذرِ غیر معین:

﴿مسئلہ ۴﴾ دوسری نذر یہ ہے کہ دن اور تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی، بس اتنا ہی کہا: یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا؛ یا کسی کام کا ذکر کیے بغیر ویسے ہی اپنے اوپر مثلاً: پانچ روزے لازم کر لیے۔ ایسی نذر میں صبح صادق سے پہلے نیت کرنا شرط ہے، اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا، بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

نفل روزے کا بیان

نفل روزے کی نیت:

﴿مسئلہ ۱﴾ نفل روزے کی نیت اس طرح کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر صرف اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں تب بھی صحیح ہے۔

﴿مسئلہ۲﴾ دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے (نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے) تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے، تو اگر دس بجے دن تک مثلاً: روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ابھی کچھ کھایا پیا نہیں، پھر خیال آ گیا اور روزہ کی نیت کر لی تو بھی درست ہے۔

سال میں پانچ دن روزہ رکھنا جائز نہیں:

﴿مسئلہ۳﴾ رمضان شریف کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفلی روزہ رکھے، جتنے زیادہ رکھے گا اتنا زیادہ ثواب پائے گا، سوائے عید الفطر کے دن اور عید الاضحیٰ یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کے، سال بھر میں صرف ان پانچ دنوں میں روزے رکھنا حرام ہے، اس کے علاوہ سب روزے درست ہیں۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں، اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گا، سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہیں چھوڑوں گا تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے، باقی سب رکھ لے، پھر ان پانچ روزوں کی قضا رکھ لے۔

﴿مسئلہ۶﴾ کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دے، اس کی قضا رکھنا بھی واجب نہیں۔

نفل روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے:

﴿مسئلہ۷﴾ نفلی روزہ نیت کر کے شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے رات کو نفلی روزے کی نیت کی اور پھر اس کو طلوع فجر کے بعد توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضا واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا درست نہیں، اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لیا تو اس کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے، پھر جب وہ اجازت دے اس کی قضا رکھے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ دعوت میں نہ کھانے سے یہ خدشہ ہو کہ میزبان کی دل شکنی ہوگی تو اس کی خاطر نفلی روزہ توڑ دینا درست ہے، اسی طرح مہمان کی خاطر میزبان کا روزہ توڑ دینا بھی درست ہے، البتہ بعد میں قضا رکھنا ضروری ہے۔

دس محرم کا روزہ:

﴿مسئلہ۱۱﴾ محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص یہ روزہ رکھے اس کے

گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس دن کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

بعض دیگر ایام کے روزے:

مسئلہ ۱۲ اسی طرح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کے کے روزہ کا بھی بڑا ثواب ہے۔ اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر یکم ذوالحجہ سے نویں تک مسلسل روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۳ اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودہویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔ حضور ﷺ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے، ایسے ہی ہر پیر اور جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کر کے رکھ لے تو ان کا بھی بہت ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۴ شعبان کی پندرہویں تاریخ[1] اور عید کے چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی دوسرے نفلوں سے زیادہ ثواب ہے۔

(۱) یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ تمام ذخیرۂ احادیث میں پندرہویں شعبان کے روزے کے بارے میں صرف ایک روایت ہے کہ شب برأت کے بعد والے دن روزہ رکھو، لیکن یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا اس کی وجہ سے اس پندرہ شعبان کے روزے کو سنت یا مستحب قرار دینا درست نہیں، البتہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، لیکن ۲۸ اور ۲۹ شعبان کو حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزہ مت رکھو، تاکہ رمضان کے روزوں کے لیے انسان نشاط اور چستی کے ساتھ تیار رہے۔
دوسرے یہ کہ پندرہ تاریخ ایام بیض میں سے بھی ہے اور حضور اقدس ﷺ اکثر ہر ماہ کے ایام بیض میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو، لہٰذا اگر کوئی شخص ان دو وجہ سے ۱۵ تاریخ کا روزہ رکھ لے تو ان شاء اللہ موجب اجر ہوگا، لیکن خاص پندرہ تاریخ کی خصوصیت کے لحاظ سے اس روزے کو سنت قرار دینا درست نہیں۔ اسی وجہ سے اکثر فقہائے کرام نے جہاں مستحب روزوں کا ذکر کیا ہے وہاں محرم کی دس تاریخ اور یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کے روزے کا تذکرہ کیا ہے لیکن پندرہ شعبان کے روزے کا علیحدہ سے ذکر نہیں کیا۔
(اصلاحی خطبات: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم)

مکروہات ومفسدات کا بیان

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھالے یا پی لے یا بھولے سے ہم بستر ہوجائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر بھول کر پیٹ بھر کر کھاپی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر بھول کر کئی دفعہ کھانا کھالیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے، اس سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا، چاہے جس وقت ہو، بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا نہ مکروہ ہوا۔

﴿مسئلہ ۳﴾ حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دھواں از خود چلا جائے یا گرد وغبار چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ قصداً ایسا کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ عطر، کیوڑہ، گلاب، پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو، درست ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر پان کھا کر خوب کلی، غرغرہ کرکے منہ صاف کرلیا، لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو کوئی حرج نہیں، روزہ ہوجائے گا۔

﴿مسئلہ ۷﴾ ناک کو اتنے زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا، اسی طرح منہ کی رال سڑک کرکے نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۸﴾ مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے، اگرچہ زوال کے بعد ہو، چاہے مسواک سوکھی ہو یا اسی وقت کی توڑی ہوئی تازی ہو۔ اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑواپن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۹﴾ خود بخود قے ہوجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے تھوڑی سی قے ہو یا زیادہ، البتہ اگر اپنے اختیار سے منہ بھر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اس سے کم ہو تو خود کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا، البتہ اگر قصداً لوٹائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ دن کو سو گیا اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا، ہاتھ لگانا، پیار کرنا یہ سب درست ہے، لیکن اگر جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے ہم بستری میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ کسی عورت کے دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں لانے سے منی خارج ہو جائے یا احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ کسی شخص کو روزہ کا خیال نہیں رہا یا رات باقی تھی اس لیے کچھ کھانے پینے لگا اور اس کے بعد جیسے ہی روزہ کا خیال آ گیا یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً لقمے کو منہ سے پھینک دیا تب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ مرد کا اپنے آلۂ تناسل کے سوراخ میں کوئی چیز مثلاً: تیل یا پانی وغیرہ ڈالنا چاہے پچکاری کے ذریعہ سے یا ویسے ہی سلائی وغیرہ کا داخل کرنا، اگرچہ یہ چیزیں مثانے تک پہنچ جائیں روزے کو فاسد نہیں کرتیں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہایا تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اس کا گناہ ہوگا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر کسی عورت کا شوہر بد مزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک، پانی درست نہ ہوا تو بگڑ جائے گا اور برا بھلا کہے گا تو اس کے لیے چکھ لینا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ بچے کو کوئی چیز چبا کر کھلانا مکروہ ہے، البتہ اگر اس کی ضرورت اور مجبوری ہو تو مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا یا منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر انزال کا اندیشہ ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو تو عورت کا بوسہ لینا اور اس سے بغل گیر ہونا مکروہ ہے اور اگر یہ ڈر اور اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ بیوی کا ہونٹ منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ یعنی بدن کے خاص حصے کا برہنہ ملانا ہر حال میں مکروہ ہے، چاہے انزال یا جماع کا اندیشہ ہو یا نہیں۔

جن صورتوں میں صرف قضا واجب ہے:

﴿مسئلہ ۲۲﴾ منہ میں کھانے کی کوئی چیز رکھ کر سو گیا اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ نہیں ہوا، قضا رکھے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ لوبان وغیرہ کوئی دھونی پاس رکھ کر سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ گیا، قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا کوئی ایسی چیز کھالی جس کو خوراک یا دوا کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ کسی نے روزہ میں پچکاری لی یا کان میں تیل ڈالا یا ناک میں دوا وغیرہ چڑھائی تو روزہ ٹوٹ گیا۔[1] لیکن صرف قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ منہ سے خون نکلا اور اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ کسی نے بھولے سے کچھ کھایا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھالیا تو اب اس کا روزہ ٹوٹ گیا، صرف قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا، اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۰﴾ کسی نے رمضان میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی، اس لیے کھاتا پیتا رہا، اس پر صرف قضا ہے، کفارہ واجب نہیں، کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دے۔

﴿مسئلہ ۳۱﴾ کسی سے لپٹ گیا یا بوسہ لیا یا مشت زنی (ہاتھ سے شہوت پوری کرنے) کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۲﴾ روزہ میں عورت کا پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا درست نہیں، اگر کسی نے دوا رکھ لی

---

(۱) جدید طبی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کان سے حلق یا دماغ تک کوئی کھلا سوراخ نہیں کہ جس سے کان میں ڈالی گئی دوا یا تیل دماغ یا حلق میں پہنچ جائے اور قدیم فقہ کی کتابوں میں روزہ فاسد ہونے کی بنیاد یہی سمجھی گئی تھی، مگر اب جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ راستہ نہیں تو فسادِ صوم کا حکم بھی نہ ہوگا۔ هكذا حقق الشيخ رشيد احمد رحمه الله تعالىٰ ومشايخ دار العلوم كراتشي وبه أفتوا، والله اعلم.

تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۳﴾ کسی ضرورت سے خود عورت نے یا دائی یا ڈاکٹر وغیرہ نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر ڈال دی تو روزہ ٹوٹ گیا لیکن کفارہ واجب نہیں اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں ڈالی تو روزہ نہیں ٹوٹا، البتہ اگر پہلے سے ہی پانی یا دوا وغیرہ کسی چیز سے انگلی بھیگی ہوئی ہو تو پہلی ہی دفعہ انگلی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۱)

جن صورتوں میں کفارہ واجب ہے:

﴿مسئلہ ۳۴﴾ وہ شخص جس میں روزہ فرض ہونے کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں، رمضان کے اس روزہ میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو جان بوجھ کر منہ کے ذریعہ سے پیٹ میں کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا یا غذا میں ہوتی ہو یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا جسمانی نفع یا لذت متصور ہو اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو اگرچہ وہ بہت ہی قلیل ہو، حتیٰ کہ ایک تل کے برابر ہو، یا کوئی شخص جماع کرے یا کرائے، جماع میں خاص حصے کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے، منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں۔ ان سب صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو۔

﴿مسئلہ ۳۵﴾ اگر ایسی چیز کھائی یا پی جو دوا یا غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہے تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں۔

﴿مسئلہ ۳۶﴾ روزے کے توڑنے سے کفارہ اس وقت لازم آتا ہے جبکہ رمضان شریف میں روزہ توڑ ڈالے اور رمضان کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، چاہے جس طرح توڑے، اگرچہ وہ روزہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو، البتہ اگر اس رمضان کے روزہ کی نیت رات سے نہ کی ہو یا روزہ توڑنے کے بعد کسی عورت کو اسی دن حیض آ گیا ہو تو اس کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۳۷﴾ جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں یا روزہ کی حالت میں حقہ پئیں تو ان پر بھی کفارہ اور قضا دونوں واجب ہوں گے۔

---

(۱) مسئلہ ۳۲ اور ۳۳ قدیم طبی تحقیق کی بنیاد پر لکھے گئے تھے کہ عورت کے مثانے اور معدہ کے درمیان منفذ موجود ہے، لیکن جدید طبی تحقیق کے مطابق مرد کی طرح عورت کے مثانے اور معدہ کے درمیان بھی کوئی منفذ موجود نہیں، اس لیے پیشاب کی جگہ کوئی دوا رکھنے یا تر انگلی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہونا چاہیے، البتہ بہتر یہ ہے کہ روزے کی حالت میں احتیاط کی جائے، ضرورت کے پڑے تو رات کو دوا رکھی جائے۔ مرتب

﴿مسئلہ ۳۸﴾ جماع میں عورت اور مرد کا عاقل ہونا شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایک پاگل ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۳۹﴾ کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا پاگل پن کی حالت میں جماع کیا تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور عورت پر صرف قضا لازم آئے گی اور اگر مرد بھی روزہ دار ہو تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

﴿مسئلہ ۴۰﴾ اگر کوئی عورت کسی نابالغ یا پاگل کو اپنے اوپر جماع کی قدرت دے کر جماع کرائے تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

﴿مسئلہ ۴۱﴾ اگر کوئی مقیم روزے کی نیت کے بعد مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز لینے کے لیے اپنی رہائش گاہ پر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزے کو فاسد کر دے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ اس وقت وہ شرعاً مسافر نہیں تھا، اگرچہ وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہیں گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

﴿مسئلہ ۴۲﴾ سرمہ لگانے، خون نکلوانے یا تیل ڈالنے سے یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

متفرقات:

﴿مسئلہ ۴۳﴾ رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں، پورا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۴۴﴾ کسی شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اتنا صحت مند ہے کہ روزہ رکھنے سے اسے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے اور اگر کوئی اتنا کمزور ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلائے، کھانے دے۔

﴿مسئلہ ۴۵﴾ کسی شخص نے بھول کر کچھ کھا پی لیا یا جماع کر لیا اور یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس خیال سے جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ لازم نہیں ہوگا، صرف قضا واجب ہے اور اگر مسئلہ جانتا ہو اور پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد جان بوجھ کر کھا پی لے تو جماع کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور کھانے کی صورت میں اس وقت بھی صرف قضا ہی ہے۔

﴿مسئلہ ۴۶﴾ کسی کو بے اختیار قے ہو گئی یا احتلام ہو گیا یا کسی عورت وغیرہ کے صرف دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ

معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور عمداً اس نے کھا پی لیا تو روزہ فاسد ہو گیا اور صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور پھر عمداً کھا پی لیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۴۷﴾ دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالیہ کا ٹکڑا یا کوئی اور چیز تھی اس کو زبان سے یا خلال سے نکال لیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا، وہ خود بخود حلق میں چلا گیا تو وہ چیز اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں ٹوٹا اور چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا، پھر اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا، چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۴۸﴾ اگر کوئی شخص (علاج وغیرہ کے سلسلے میں) اپنے مقعد میں کوئی خشک چیز داخل کرے اور اس کا سر باہر رہے یا تر چیز داخل کرے اور وہ حقنہ کی جگہ تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر خشک چیز مثلاً: روئی یا کپڑا وغیرہ داخل کیا اور وہ سارا اندر غائب ہو گیا یا تر چیز داخل کی اور وہ حقنہ کی جگہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہیں توڑے گا تو مر جائے گا یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے، جیسے: اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ لیا تو اس حالت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر ایسی پیاس یا بھوک لگی کہ مر جانے کا ڈر ہے تو بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ کوئی مشقت کا کام کرنے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی اور اتنی بے تابی ہو گئی کہ اب جان جانے کا ڈر ہے تو روزہ کھول دینا درست ہے، لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہو گئی تو گنہگار ہوگا، مگر روزہ کھولنا اس حالت میں بھی درست ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے۔

جن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے:

﴿مسئلہ ۱﴾ اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان دیتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر سے صحیح ہوگا یا جان نکل جائے گی تو روزہ نہ رکھے، جب ٹھیک ہو جائے تو اس کی قضا رکھ لے لیکن صرف اپنے دل سے ایسا گمان کر کے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان دے گا تب چھوڑ دینا

چاہیے۔

﴿مسئلہ۲﴾ اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شریعت کا پابند نہیں تو اس کی بات کا اعتبار نہیں، صرف اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

﴿مسئلہ۳﴾ اگر حکیم نے تو کچھ نہیں کہا لیکن خود اپنا تجربہ ہے اور کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان دے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کوئی حال معلوم نہ ہو تو صرف خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دین دار حکیم کے بتائے بغیر اور بغیر تجربے کے اپنے خیال ہی کی بنا پر رمضان کا روزہ توڑ دے گا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر بیماری سے ٹھیک ہو گیا، لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور یہ غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو پھر بیمار ہو جائے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ۵﴾ اگر کوئی سفر میں ہو تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے، پھر کبھی اس کی قضا رکھ لے۔

﴿مسئلہ۶﴾ سفر میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو، جیسے: ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جائے گا یا اپنے ساتھ راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسی صورت میں سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں، البتہ رمضان شریف کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گا۔ اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ اگر بیماری سے ٹھیک ہونے سے پہلے مر گیا یا گھر واپس پہنچنے سے پہلے سفر ہی میں مر گیا تو جتنے روزے بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں، آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ اس کو قضا رکھنے کی مہلت نہیں ملی۔

﴿مسئلہ۸﴾ اگر بیماری میں دس روزے قضا ہو گئے پھر پانچ دن ٹھیک رہا لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں، صرف پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر مواخذہ ہوگا اور اگر پورے دس دن ٹھیک رہا تو دس دن کی پکڑ ہوگی، اس لیے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا حساب اس سے ہونے والا ہے اتنے دنوں کا فدیہ دینے کی وصیت کر لے، جب کہ اس کے پاس مال ہو۔ فدیہ کا بیان آگے آ رہا ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ اسی طرح اگر سفر میں روزے چھوڑ دیے تھے، پھر گھر پہنچنے کے بعد مر گیا تو جتنے دن گھر میں رہا ہے صرف اتنے دن کی پکڑ ہوگی، اس کو بھی چاہیے کہ فدیہ کی وصیت کر جائے۔ جو روزے گھر رہنے کی مدت سے زیادہ رہ گئے ہوں تو ان کا

مواخذہ نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب روزہ چھوڑ دینا درست نہیں، کیونکہ شرعاً اب وہ مسافر نہیں رہا، البتہ اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے، بعد میں قضا کرلے، لیکن اگر شوہر اتنا مالدار ہو کہ کسی دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کرسکتا ہے تو ماں کے لیے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں، البتہ اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہ پیتا ہو تو ایسے وقت میں ماں کے لیے روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ اگر عورت اجرت لے کر کسی بچے کو دودھ پلا رہی ہو، پھر رمضان آگیا تو اگر روزہ کی وجہ سے بچے کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو تو اس کے لیے بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ اسی طرح اگر کوئی دن کو مسلمان ہوا یا دن کو بالغ ہوا تو اس کے لیے اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں اور اگر کچھ کھالیا تو اس روزہ کی قضا رکھنا بھی نئے مسلمان اور نئے بالغ ہونے والے کے ذمے واجب نہیں ہے۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ عورت کو حیض آگیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس شروع ہوگیا تو حیض اور نفاس کی مدت میں روزہ رکھنا درست نہیں۔

﴿مسئلہ۱۵﴾ اگر رات کو پاک ہوگئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے، اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لے اور صبح کو نہالے۔ اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں، بلکہ دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے۔

﴿مسئلہ۱۶﴾ سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ [نصف النہار شرعی سے] پہلے ہی اپنے گھر پہنچ گیا یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں ٹھہر گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اب روزہ کی نیت کرلے۔

کفارہ کا بیان

مسئلہ ۱ رمضان شریف کا روزہ توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ لگاتار دو مہینے روزے رکھے، تھوڑے تھوڑے کر کے روزے رکھنا درست نہیں، اگر کسی وجہ سے درمیان میں ایک دو روزے نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے، البتہ جو روزے حیض کی وجہ سے رہ گئے ہیں ان کے رہ جانے کی وجہ سے کفارے کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لیکن پاک ہونے کے فوراً بعد روزے شروع کر دے اور ساٹھ روزے پورے کر دے۔

مسئلہ ۲ نفاس کی وجہ سے اگر درمیان میں کچھ روزے چھوٹ گئے تو کفارہ صحیح نہیں ہوا، نفاس کے بعد نئے سرے سے کفارے کے روزے رکھے۔

مسئلہ ۳ اگر کسی تکلیف یا بیماری کی وجہ سے درمیان میں کفارے کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد دوبارہ روزے رکھنا شروع کر دے۔

مسئلہ ۴ اگر کفارے کے دوران رمضان کا مہینہ آ گیا تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۵ اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام اچھی طرح پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

مسئلہ ۶ ان مسکینوں میں اگر بعض بالکل چھوٹے بچے ہوں تو ان کو کھلانا کافی نہیں، ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلا دے۔

مسئلہ ۷ اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے اور اگر جو، باجرہ، جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ کچھ دال وغیرہ دینا چاہیے جس کے ساتھ روٹی کھائیں۔

مسئلہ ۸ اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دیدے تو بھی جائز ہے، ہر ایک مسکین کو اتنا دے جتنا صدقۂ فطر دیا جاتا ہے اور صدقۂ فطر کا بیان زکوٰۃ کے باب میں گزر چکا۔

مسئلہ ۹ اگر اتنے اناج کی قیمت دے دے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۰ اگر کسی اور سے کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کرنے کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو، اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا کچا اناج دے دیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا اور اگر اس کے کہے بغیر کسی نے اس کی طرف سے دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۱ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح وشام کھانا کھلایا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا اس کی قیمت دیتا رہا تب بھی کفارہ صحیح ہوگیا۔

مسئلہ ۱۲ اگر ساٹھ دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا بلکہ درمیان میں کچھ دنوں کا ناغہ ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۱۳ اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن میں دے دیا تو درست نہیں۔اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا، ۵۹ مسکینوں کو پھر دینا چاہیے۔اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے، یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ ۱۴ اگر کسی فقیر کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ ۱۵ جماع کے علاوہ اور کسی سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ابھی ایک کفارہ ادا نہیں کیا تھا کہ دوسرا واجب ہوگیا تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ کافی ہے، اگرچہ دونوں کفارے دو رمضانوں کے ہوں، البتہ جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے، اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے اور دو رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ علیحدہ دینا ہوگا اگرچہ ابھی پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔

مسئلہ ۱۶ اگر ایک ہی رمضان کے دو تین روزے توڑ دیے تو ایک کفارہ واجب ہے، البتہ یہ دونوں روزے ایک رمضان کے نہ ہوں تو الگ الگ کفارہ دینا پڑے گا۔

فدیہ کا بیان

﴿مسئلہ ۱﴾ جو اتنا بوڑھا ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے یا اتنا بیمار ہے کہ اب ٹھیک ہونے کی امید نہیں، نہ روزے رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ یا رقم دے دے یا صبح شام پیٹ بھر کے کھانا کھلائے، شریعت میں اس کو فدیہ کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۲﴾ فدیہ اگر تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مسکینوں میں تقسیم کر دے تو بھی صحیح ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے تندرست ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا تھا اس کا ثواب الگ ملے گا۔

﴿مسئلہ ۴﴾ کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچ جائے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آئے تو وارث پر دینا واجب ہوگا اور اگر سب فدیہ نہ نکلے تو جس قدر نکلے اتنا نکال دے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر وارث نے اپنے مال میں سے فدیہ دے دیا تب بھی اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور مواخذہ نہ کرے اور بغیر وصیت کیے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں، اسی طرح اگر تہائی مال سے فدیہ زیادہ ہو جائے تو وصیت کے باوجود بھی سب وارثوں کی رضامندی کے بغیر زیادہ دینا جائز نہیں، البتہ اگر سب وارث خوش دلی سے راضی ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے، لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں، بالغ وارث اپنا حصہ الگ کر کے اس میں سے دیں تو درست ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر کسی کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وصیت کر کے مر گیا کہ میری نمازوں کے بدلے میں فدیہ دے دینا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۷﴾ ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے۔ اس حساب سے دن رات کی پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کی طرف سے ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گندم (یا چھ فدیہ کی قیمت) دے دے، البتہ اگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دیدے تو بہتر ہے۔

﴿مسئلہ ۸﴾ کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی ہے، ابھی ادا نہیں کی تو وصیت کر جانے سے اس کا ادا کر دینا بھی وارثوں پر واجب

ہے۔اگر وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اپنی خوشی سے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

[مگر وارثوں کا ادا کر دینا بہتر ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ اگر وارث بلا وصیت ادا کر دے گا تو ادا ہو جائے گی۔]

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر ولی مُردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لے تو یہ درست نہیں، یعنی میت کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

اضافہ

نسوار کا حکم:

﴿مسئلہ ۱﴾ روزے کی حالت میں نسوار کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ غالب احتمال یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ذرات حلق کے اندر ضرور جاتے ہیں لہٰذا اس سے قطعاً احتراز ضروری ہے۔ (۱)

گیس پمپ ''انہیلر'' کا حکم:

﴿مسئلہ ۲﴾ روزے کی حالت میں ''انہیلر'' استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں دوائی کے ذرات (گرد وغبار کی مانند) ہوتے ہیں، گرد وغبار وغیرہ کو روزے کی حالت میں قصداً حلق میں داخل کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، لہٰذا انہیلر کے استعمال سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (۲)

روزہ میں خون نکلوانا مفسد نہیں:

﴿مسئلہ ۳﴾ روزہ کی حالت میں انجکشن کے ذریعہ خون نکلوانا مفسد نہیں، البتہ اگر خون نکلوانے سے ایسی کمزوری کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی تو مکروہ ہے۔ (۳)

انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا:

﴿مسئلہ ۴﴾ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانا جائز ہے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ (سوراخ) کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے، انجکشن سے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی بلکہ عروق (رگوں) اور

(۱) دیکھیے: خیر الفتاویٰ: ۴/ ۷۳ و امداد المفتین: ص ۴۹۴
(۲) خیر الفتاویٰ: ۴/ ۹۸
(۳) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۵

مسامات کے ذریعے معدہ میں پہنچتی ہے۔ (۱)

روزہ کی حالت میں گلوکوز (ڈرپ) کا حکم:

﴿مسئلہ۵﴾ روزہ کی حالت میں ڈرپ لگوانا روزے کے لیے مفسد نہیں کیونکہ اس سے دوا بذریعہ منفذ (سوراخ) معدہ تک نہیں پہنچتی، البتہ بلاضرورت صرف طاقت اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانا مکروہ ہے۔

سفر کی وجہ سے رمضان اٹھائیس یا اکتیس دن کا ہوگیا:

﴿مسئلہ۶﴾ اگر ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کی وجہ سے رمضان اکتیس یا اٹھائیس دن کا ہوا، مثلاً: کوئی شخص سعودیہ میں پاکستان سے ایک دن پہلے روزہ رکھ کر پاکستان آیا اور یہاں چاند تیس دن کا ہوا تو اس شخص کے حق میں رمضان اکتیس دن کا ہوگیا لہٰذا شرعاً اس پر لازم ہوگا کہ اکتیسویں دن بھی روزہ رکھے، اس کے برخلاف کوئی شخص پاکستان سے روزہ رکھ کر سعودیہ گیا، اس کے حق میں رمضان ۲۸ یا ۲۹ دن کا ہوا، اس پر شرعاً لازم ہے کہ ایک یا دو روزے بعد میں قضا کرے۔ (۲)

روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا حکم:

﴿مسئلہ۷﴾ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا یا عورت کے لیے دنداسہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی چیز حلق سے نیچے اتر گئی تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ (۳)

روزہ میں دانت نکلوانا یا اس پر دوا لگانا:

﴿مسئلہ۸﴾ روزہ میں ڈاکٹر سے ڈاڑھ نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا بوقتِ ضرورتِ شدیدہ جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ ہے۔ اگر دوا یا خون پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب یا اس کے برابر ہو یا اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ بہرحال ٹوٹ جائے گا۔ (۴)
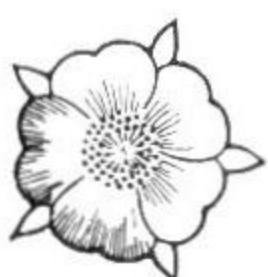
---

(۱) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۲
(۲) ملخص از احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۳
(۳) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۹
(۴) احسن الفتاویٰ: ۴/ ۴۳۶

شبِ قدر کی فضیلت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ﴾ یعنی شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ دوسرے دنوں میں ہزار مہینے تک عبادت کرنے سے بھی اتنا ثواب نہیں ملتا جتنا ثواب اس ایک رات میں عبادت کرنے سے مل جاتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول امام سیوطی رحمہ اللہ نے «لباب النقول» میں یہ نقل فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہزار مہینے جہاد کیا تھا، اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجب فرمایا اور انہیں اس بات پر قلق و افسوس ہوا کہ ہمیں یہ نعمت کیونکر میسر آسکتی ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ﴾

یعنی شبِ قدر میں جہاد کرنا ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا تھا۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے ایک ہزار مہینہ تک دن میں دشمنانِ دین سے جہاد کیا اور رات بھر عبادت میں بسر کی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ ﴾

یعنی ''شب قدر'' میں عبادت و جہاد ان ہزار مہینوں سے جن میں اس شخص نے عبادت و جہاد کیا تھا، بہتر ہے۔

اس مبارک رات کی قدر کرنی چاہیے کہ تھوڑی سی محنت سے کتنا زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس رات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تمام رات عبادت میں نہ گزار سکیں تو جس قدر بھی ہو سکے عبادت کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ پست ہمتی سے بالکل ہی محروم رہ جائیں۔

حدیث میں ہے کہ یہ مہینہ (یعنی رمضان) تمہارے پاس آگیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی برکت اور اطاعت و عبادت سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا اور نہیں محروم کیا جاتا اس رات کی برکتوں سے مگر حقیقی محروم۔ (یعنی جس نے ایسی بابرکت رات میں کوئی عبادت نہیں کی اور اس نعمت کو حاصل

نہ کرسکا وہ بہت بڑا محروم ہے)

حدیث میں ہے کہ بلا شبہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں شبِ قدر صاف صاف بتا دیتا (لیکن بعض حکمتوں کی بنا پر یقینی طور سے اس کی اطلاع نہیں دی)، اس کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو (کہ ان ہی راتوں میں شبِ قدر کا غالب گمان ہے اور تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان راتوں میں جاگو اور عبادت کرو تا کہ لیلۃ القدر میسر ہو جائے)

حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ لیلۃ القدر (رمضان کی) ستائیسویں شب میں ہوتی ہے۔ (اس رات کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے، مگر مشہور قول یہی ہے کہ یہ ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔اگر ہمت اور قوت ہو تو بہتر یہ ہے کہ آخری دس راتوں میں جاگے اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ کچھ نظر آئے تب ہی اس کی برکت میسر آئے گی بلکہ کچھ نظر آئے یا نہ آئے عبادت کرے اور برکت حاصل کرے۔ یہی مقصود ہے کہ عبادت کے ذریعہ اس رات کی برکت اور اس قدر ثواب جو مذکور ہوا حاصل کرے، کسی چیز کا نظر آنا مقصود نہیں)

اعتکاف کا بیان

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کے غروب سے ذرا پہلے سے رمضان کی اُنتیس یا تیس تاریخ یعنی جس دن عید کا چاند نظر آجائے اس تاریخ کے غروب تک مرد کے لیے مسجد اور عورت کے لیے اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کے لیے جگہ مقرر کر رکھی ہے، بیٹھنے کو ''اعتکاف'' کہتے ہیں۔

اعتکاف کی فضیلت:

۱۔ حدیث میں ہے: ''جس نے دس دن (آخری عشرہ) رمضان میں اعتکاف کیا وہ (اعتکاف) دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔'' (یعنی اس کو دو حج اور دو عمروں کا ثواب ملے گا)۔ (رواہ الدیلمی)

۲۔ حدیث میں ہے: ''جس نے عبادت سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اعتکاف کیا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' (یعنی صغیرہ گناہ) (رواہ البیہقی)

مسئلہ ۱ اعتکاف کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ جس مسجد میں جماعت سے نماز ہوتی ہو اس میں ٹھہرنا۔ (یہ شرط صرف مردوں کے لیے ہے)

۲۔ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا۔ بغیر قصد و ارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہٰذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

۳۔ حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہونا۔

افضل ترین اعتکاف:

مسئلہ ۲ سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجدِ حرام یعنی کعبہ مکرمہ میں کیا جائے، اس کے بعد مسجدِ نبوی کا، اس کے بعد مسجدِ بیت المقدس کا، اس کے بعد اُس جامع مسجد کا جس میں جماعت کا انتظام ہو۔ اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد، اس کے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کی قسمیں:

مسئلہ ۳ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت مؤکدہ اور مستحب

۱۔ واجب: نذر کا اعتکاف واجب ہوتا ہے، نذر چاہے غیر معلق ہو، جیسے: کوئی شخص بغیر کسی شرط کے اعتکاف

کی نذر کرے یا معلق ہو، جیسے: کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

۲۔ سنتِ مؤکدہ: رمضان کے آخری عشرے میں نبی کریم ﷺ سے پابندی کے ساتھ اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے مگر یہ سنتِ مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمے سے اتر جائے گی۔

۳۔ مستحب: رمضان کے آخری عشرے کے سوا اور کسی زمانے میں چاہے وہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ، اعتکاف کرنا مستحب ہے۔

مسائلِ اعتکاف:

﴿مسئلہ ۴﴾ واجب اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس پر روزہ رکھنا بھی لازم ہوگا، بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں بغیر روزے کے اعتکاف کروں گا تب بھی اس پر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی، کیونکہ رات روزے کا وقت نہیں، البتہ اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی نیت کرے تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر مانے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی۔ اعتکاف کے ایام میں خاص اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری نہیں، چاہے کسی غرض سے بھی روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لیے کافی ہے، مثلاً: کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر مانے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لیے بھی کافی ہے، البتہ اس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے، نفل روزے اس کے لیے کافی نہیں، مثلاً: کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن کے اعتکاف کی نذر مانے تو صحیح نہیں۔ اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر مانے اور اتفاق سے رمضان میں اعتکاف نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے اعتکاف کر لینے سے نذر پوری ہو جائے گی مگر اس دوران روزے رکھنا اور مسلسل اعتکاف ضروری ہوگا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اعتکاف مسنون میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اس لیے اس کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ مستحب اعتکاف میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ شرط ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ شرط نہیں۔ مستحب اعتکاف میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس کی مقدار کم از کم ایک دن ہے، یہ احتیاط اسی قول کے مطابق ہے۔ دوسرا قول یہ ہے اس کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں، لہٰذا اس کے لیے روزہ بھی شرط نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ واجب اعتکاف کم سے کم ایک دن ہو سکتا ہے اور اس سے زیادہ جتنے دنوں کی نیت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ مسنون اعتکاف ایک عشرہ ہے، اس لیے کہ مسنون اعتکاف رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے اور مستحب اعتکاف کے

لیے ایک قول کے مطابق کوئی مقدار مقرر نہیں، چند لمحوں کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

اعتکاف میں دو قسم کے کام حرام ہیں:

﴿مسئلہ ۸﴾ حالتِ اعتکاف میں دو قسم کے کام حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر واجب یا مسنون اعتکاف ہے تو فاسد ہوجائے گا، اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر مستحب اعتکاف ہے تو ختم ہوجائے گا، کیونکہ مستحب اعتکاف کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، اس لیے اس کی قضا بھی نہیں۔

پہلی قسم:

اعتکاف کی جگہ سے بلاضرورت باہر نکلنا، ضرورت عام ہے چاہے طبعی ہو یا شرعی۔ طبعی جیسے: قضائے حاجت، غسلِ جنابت۔ کھانا کھانا بھی ضرورتِ طبعی میں داخل ہے بشرطیکہ کوئی شخص کھانا لانے والا نہ ہو۔ شرعی ضرورت جیسے: جمعہ کی نماز۔

﴿مسئلہ ۹﴾ جس ضرورت کے لیے اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر جائے اس سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت پوری کرے جو اس مسجد سے زیادہ قریب ہو، مثلاً: قضائے حاجت کے لیے جانا چاہے، مگر اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں چلا جائے، البتہ اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو تو پھر اپنے گھر جانا جائز ہے۔ اگر جمعہ کی نماز کے لیے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ بھولے سے بھی اپنے اعتکاف کی مسجد سے باہر نکلا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ جو عذر کثرت سے پیش نہیں آتے ان کی وجہ سے اعتکاف کی جگہ چھوڑ دینے سے بھی اعتکاف ختم ہوجائے گا، مثلاً: کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کے لیے یا مسجد کے گرنے کے ڈر سے مسجد سے نکلنا، اگرچہ ان صورتوں میں اعتکاف کی جگہ سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف باقی نہ رہے گا۔ اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے لیے نکلے اور راستہ میں ضرورت پوری ہونے سے پہلے یا اس کے بعد کسی مریض کی عیادت کرے یا نمازِ جنازہ میں شریک ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت میں جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے۔ وقت کی اس مقدار کا اندازہ اعتکاف کرنے والے کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہوجائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف نہ رہے گا، مثلاً: کسی جرم میں حاکمِ وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہو اور اس کو سپاہی گرفتار کر کے لے جائیں یا کوئی قرض خواہ اس کو باہر نکالے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر اعتکاف کی جگہ تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

دوسری قسم:

جماع وغیرہ کرنا، چاہے جان کر کیا جائے یا بھولے سے، ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جو افعال جماع کے تابع ہیں، جیسے: بوسہ لینا یا معانقہ کرنا وہ بھی حالتِ اعتکاف میں ناجائز ہیں، مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ منی خارج نہ ہو، اگر ان افعال سے منی کا خروج ہو جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ حالتِ اعتکاف میں بلاضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: بلاضرورت خرید و فروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا، البتہ جو کام نہایت ضروری ہو، مثلاً: گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہو اور کوئی قابلِ اعتماد شخص خریدنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں خرید و فروخت جائز ہے مگر خریدنے یا بیچنے کے لیے کسی چیز کا مسجد میں لانا جائز نہیں، جبکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا اندیشہ ہو، البتہ اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رک جانے کا اندیشہ نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ حالتِ اعتکاف میں ثواب سمجھ کر بالکل خاموش بیٹھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، البتہ بری باتیں زبان سے نہ نکالے، جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے، خلاصہ یہ کہ بالکل خاموش بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض یا نفاس آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے، اس حالت میں اعتکاف درست نہیں لیکن پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کی قضا ضروری ہے۔

کتاب الحج

حج کی فضیلت:

۱۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو حاجی سواری پر سوار ہو کر حج کرنے کے لیے جاتے ہیں فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو حاجی پیدل جاتے ہیں فرشتے ان سے معانقہ کرتے ہیں۔'' (رواہ الطبرانی)

۲۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سوار ہو کر حج کرنے والے حاجی کے لیے اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں (یعنی ستر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے) اور پیدل حج کرنے والے کے لیے اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ پیدل حج کرنے والے کو ہر ہر قدم پر سات سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (رواہ الطبرانی)

۳۔ ارشاد فرمایا: ''حج کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر مغفرت طلب کریں تو ان کو بخش دے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

۴۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حاجی قیامت کے روز اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے چار سو آدمیوں کے لیے سفارش کرے گا اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا (بشرطیکہ حج قبول ہو جائے) لہٰذا حلال رقم خرچ کر کے اور تمام احکام کو اچھی طرح پورا کر کے اس عظیم نعمت کو حاصل کرنا چاہیے۔ اے اللہ! مجھ کو بھی اپنے فضل سے ایسا ہی حج نصیب فرما۔'' آمین

اس حدیث میں گناہوں کی معافی کا یہ مطلب نہیں کہ جو فرائض اس سے چھوٹ گئے اور ان کی قضا اس کے ذمہ باقی ہے یا اس کے ذمہ جو لوگوں کے قرض وغیرہ ہیں، وہ بھی معاف ہو گئے، کیونکہ ان فرائض کی قضا اور قرض کی ادائیگی بہر حال اس پر لازم ہے، بلکہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو گناہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرما دیں گے۔

۵۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص حرام مال سے حج کرتا ہے اور حج کے لیے تلبیہ ((لبیك، اللّٰهم لبیك)) کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں تیری تابعداری میں حاضر ہوں، اے اللہ! تیری تابعداری میں حاضر ہوں تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: ((لا لبیك ولا سعدیك، وحجك مردود علیك)). یعنی نہ تیرا لبیک قبول ہے نہ سعدیک بلکہ تیرا حج تیرے منہ پر مار دیا گیا۔'' (رواہ الشیرازی وابو مطیع)

مطلب یہ ہے کہ تو جو حج کے نام پر حاضر ہوا ہے وہ ہماری اطاعت و تابعداری میں حاضر نہیں ہوا، اگر ہماری تابعداری

مقصد ہوتی تو حلال مال خرچ کر کے آتا۔ چونکہ تمہارا مال حرام اور ناپاک ہے اس لیے ہمارے دربار عالی میں مقبول نہیں، لہٰذا اس حج پر کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ فرض ذمہ سے اتر جائے گا۔

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب حج سے واپس آنے والے سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کر کے مصافحہ کرو اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے ان سے دعا کی درخواست کرو تاکہ وہ مغفرت کی دعا کرے کیونکہ ان کے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔'' (وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقبول ہیں اس لیے ان کی دعا قبول ہونے کی خاص امید ہے۔ مغفرت کی دعا کے علاوہ بھی دین و دنیا کی جو چاہے دعا کروائے مگر شرط یہ ہے کہ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہو)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔'' اسی طرح عمرہ کرنے پر بھی بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حج اور عمرہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔''

حج نہ کرنے پر وعیدیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کھانے، پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں اور یہ بھی فرمایا: حج چھوڑنا اسلام کا طریقہ نہیں۔''

حج کا بیان

فرضیتِ حج:

مسئلہ ۱ جس شخص کے پاس مکہ مکرمہ تک آنے جانے کا متوسط خرچہ ضرورت سے زائد موجود ہو اس کے ذمہ حج فرض ہے۔ [یعنی گھر کے جن افراد کا خرچہ اس کے ذمہ ہے اس کا بھی مناسب انتظام کرنا ضروری ہے۔]

مسئلہ ۲ عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ اگر کئی حج کیے تو ایک فرض ہوا اور باقی سب نفل ہیں اور ان کا بھی بہت زیادہ ثواب ہے۔

مسئلہ ۳ بالغ ہونے سے پہلے اگر کوئی حج کرتا ہے تو اس سے فرض ادا نہیں ہوگا لیکن یہ مطلب نہیں کہ ثواب بھی نہیں ملے گا بلکہ نفل حج کا ثواب ملے گا۔ اگر مال دار ہے تو اس پر بالغ ہونے کے بعد پھر حج کرنا فرض ہے اور جو حج بچپن میں کیا ہے

وہ نفل ہے۔

مسئلہ۴ اندھے پر حج فرض نہیں، چاہے جتنا مال دار ہو۔

حج میں بلا عذر تاخیر گناہ ہے:

مسئلہ۵ جب کسی پر حج فرض ہوگیا تو فوراً اسی سال حج کرنا واجب ہے، بلا عذر دیر کرنا اور یہ خیال کرنا کہ ابھی عمر پڑی ہے پھر کسی سال حج کرلیں گے، درست نہیں۔ پھر دو چار برس کے بعد بھی اگر حج کرلیا تو ادا ہوگیا، لیکن گنہگار رہوا۔

عورت کے ساتھ محرم ضروری ہے:

مسئلہ۶ عورت کے لیے سفرِ حج میں اپنے شوہر یا کسی محرم کے ساتھ ہونا بھی ضروری ہے، بغیر اس کے حج کے لیے جانا درست نہیں، البتہ اگر مکہ سے اتنے فاصلے پر رہتی ہو کہ اس کے گھر سے مکہ تک مسافت سفر (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) نہ ہو تو شوہر اور محرم کے بغیر بھی جانا درست ہے۔

مسئلہ۷ اگر وہ محرم نابالغ ہو یا ایسا بد دین ہو کہ ماں بہن وغیرہ سے اس پر اطمینان نہیں تو اس کے ساتھ جانا درست نہیں۔

مسئلہ۸ جب عورت کو کوئی قابل اطمینان محرم ساتھ جانے کے لیے مل جائے تو اب حج کرنے کے لیے جانے سے شوہر کا روکنا درست نہیں، اگر شوہر روکے بھی تو اس کی بات نہ مانے اور چلی جائے۔

مسئلہ۹ جو لڑکی ابھی بالغ نہیں ہوئی لیکن بالغ ہونے کے قریب ہو چکی ہے، اس کے لیے بھی شرعی محرم کے بغیر جانا درست نہیں اور غیر محرم کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ۱۰ جو محرم اس کو حج کرانے کے لیے ساتھ جائے اس کا سارا خرچ اسی عورت پر ہے اگر محرم اپنا خرچ خود کرے تو اختیار ہے، زیادہ ثواب ملے گا۔

حجِ بدل کے احکام:

مسئلہ۱۱ اگر ساری عمر ایسا محرم نہ ملے جس کے ساتھ عورت سفر کر سکے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن مرتے وقت یہ وصیت کر جانا واجب ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ اس صورت میں عورت کے مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال میں سے کسی آدمی کو حج کا خرچ دے کر بھیجیں تا کہ وہ جا کر میت کی طرف سے حج کر آئے۔ ایسا کرنے سے اس کے ذمہ سے حج اتر جائے گا اور اس حج کو جو دوسرے کی طرف سے کیا جاتا ہے ''حجِ بدل'' کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہوگیا اور اس نے سستی سے دیر کردی پھر وہ خدانخواستہ اندھا یا ایسا بیمار ہوگیا کہ سفر کے قابل نہ رہا تو اس کو بھی حج بدل کی وصیت کر جانا چاہیے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اگر اتنا مال چھوڑا ہو کہ قرض وغیرہ دے کر تہائی مال سے حجِ بدل کراسکتے ہیں تب تو وارث پر اس کی وصیت پوری کرنا اور حجِ بدل کرانا واجب ہے اور اگر مال تھوڑا ہے کہ ایک تہائی میں سے حجِ بدل نہیں ہوسکتا ہو تو اس کا ولی حج نہ کروائے۔ مطلب یہ ہے کہ اس شہر سے نہ کرائے البتہ جس شہر سے اس قدر خرچ میں حج کے لیے کوئی جاسکے وہاں سے بھجوا دے، مثلاً: وہ مال جس میں وصیت کی ہے اتنا ہے کہ جدہ سے اس میں حج کے لیے جانا ممکن ہے تو وہ روپیہ کسی حاجی کے ہاتھ جدہ بھیج دے کہ وہاں سے کسی کو حجِ بدل کے لیے بھجوایا جائے، البتہ اگر ایسا کرے کہ تہائی مال مردہ کا اور جتنا زیادہ لگے وارث خود دے دے تو حجِ بدل کراسکتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ مُردہ کے ترکہ میں سے تہائی مال سے زیادہ نہ دے، البتہ اگر اس کے سب وارث بخوشی اس بات پر راضی ہوجائیں کہ ہم اپنے حصے سے اجازت دیتے ہیں، تم حجِ بدل کرادو تو تہائی مال سے زیادہ لگادینا بھی درست ہے لیکن نابالغ وارثوں کی اجازت کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں اس لیے ان کا حصہ ہرگز نہ لیا جائے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ اگر کوئی حجِ بدل کی وصیت کرکے مرگیا لیکن مال کم تھا اس لیے تہائی مال میں حجِ بدل نہ ہوسکا اور تہائی سے زیادہ مال خرچ کرنے کی وارثوں نے خوشی سے اجازت نہیں دی، اس لیے حج نہیں کرایا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

وصیت صرف تہائی مال میں ہوسکتی ہے:

﴿مسئلہ ۱۵﴾ تمام وصیتوں کا یہی حکم ہے، لہٰذا اگر کسی کے ذمہ بہت سارے روزے یا نمازیں قضا باقی تھیں یا زکوٰۃ باقی تھی اور وصیت کرکے مرگیا تو صرف تہائی مال سے یہ سب کچھ ادا کیا جائے گا۔ تہائی سے زیادہ مال وارثوں کی دلی رضامندی کے بغیر لگانا جائز نہیں اور اس کا بیان پہلے بھی آچکا ہے۔

بغیر وصیت کے حجِ بدل کرانا:

﴿مسئلہ ۱۶﴾ بغیر وصیت کیے میت کے مال میں سے حجِ بدل کرانا درست نہیں، البتہ اگر سب وارث خوشی سے اجازت دے دیں تو جائز ہے اور ان شاء اللہ حج فرض ادا ہوجائے گا، مگر نابالغ کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

جس کے پاس مدینہ منورہ کا خرچ نہ ہو:

﴿مسئلہ ۱۷﴾ جس کے پاس مکہ کی آمد و رفت کے لیے خرچ ہو اور مدینہ کا خرچ نہ ہو، اس کے ذمہ حج فرض ہوگا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک مدینہ کا بھی خرچ نہ ہو اس وقت تک حج کے لیے جانا فرض نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے۔

اِحرام میں عورت کے لیے چہرہ ڈھانکنا:

﴿مسئلہ ۱۸﴾ حالتِ اِحرام میں عورت کے لیے چہرہ ڈھانکنے میں کپڑے کو چہرہ سے لگانا درست نہیں بلکہ اس کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے چہرہ بھی چھپا رہے اور کپڑا بھی چہرے سے نہ لگے۔

عدت کے دوران حج:

﴿مسئلہ ۱۹﴾ اگر عورت عدت میں ہو تو عدت چھوڑ کر حج کے لیے جانا درست نہیں۔

زیارتِ مدینہ کا بیان:

اگر گنجائش ہو تو حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضر ہو کر جناب رسولِ مقبول ﷺ کے روضۂ مبارک اور مسجدِ نبوی کی زیارت سے برکت حاصل کرے۔ اس کے بارے رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس کو وہی برکت حاصل ہوگی جیسے میری زندگی میں کسی نے زیارت کی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص حج کرلے اور میری زیارت کو نہ آئے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی اور مسجدِ نبوی کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں ایک نماز پڑھے اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اضافہ

وضاحت:

بہشتی زیور میں حج سے متعلق صرف اٹھارہ مسائل درج کیے گئے تھے، ضرورت تھی کہ حج کے مسائل ذرا تفصیل سے آجائیں اور ہم نے خود سے یہ مسائل جمع کرنے کی بجائے یہ زیادہ بہتر سمجھا کہ اکابر میں سے کسی علمی شخصیت کے جمع کردہ مسائل مل جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جمع کیے ہوئے مسائل ان کی تالیف ''تحفۃ المسلمین'' میں مل گئے۔

ایک تو خود حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ مستند مفتی تھے، دارالعلوم کراچی میں کافی عرصہ تک حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے، دوسرے وہ کئی سالوں سے مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، حج و عمرہ کی سعادت خود بارہا حاصل کی اور دنیا بھر سے آئے ہوئے حجاج کرام کے مسائل و حالات بھی ان کے سامنے آتے رہتے تھے،

اس لیے اس موضوع پر ان سے بہتر کام کسی دوسرے کے لیے آسان نہیں ہوسکتا، اس لیے ہم نے ترتیب جدید میں انہی کے لکھے ہوئے مسائل شامل کر لیے ہیں، البتہ ہم نے ان مسائل کی دوبارہ تخریج کی ہے اور انہیں باقاعدہ حوالوں سے مزین کیا ہے۔

اہم تنبیہ:

صاحبِ استطاعت پر حج کرنا فرض ہے اور استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مکہ معظّمہ تک آنے جانے اور واپس آنے تک زیر کفالت افراد کا خرچہ موجود ہو۔ سورۃ آل عمران میں ہے:

﴿ وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ ﴾

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس گھر کا حج کرنا لازم ہے یعنی اس شخص کے ذمے جو طاقت رکھے وہاں تک کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ''استطاعت کیا چیز ہے جس کی وجہ سے حج فرض ہوتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''((زَادٌ وَ رَاحِلَةٌ)) یعنی سفر خرچ اور سواری۔'' اس سے معلوم ہوا مکہ معظّمہ تک آنے جانے اور حج کے اخراجات ملکیت میں ہونے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں تو بہت کم لوگوں پر حج فرض ہوتا تھا کیونکہ اموال کی کمی تھی لیکن چند سو روپے میں حج کی ادائیگی ہو جاتی تھی، اب کثرتِ مال کا زمانہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے جو ((یفیض المال)) فرمایا تھا کہ ''مال بہہ پڑے گا'' آج کل ہو بہو نظروں کے سامنے ہے اور دن بدن عامۃ الناس میں مال کی کثرت کا مظاہرہ روز افزوں ہے۔ پیسہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں پر حج فرض ہے، جب حج فرض ہو جائے تو جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے۔ لوگوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ بوڑھے ہونے کا انتظار کرتے ہیں، دنیاوی مشاغل ومعاملات کی وجہ سے حج میں دیر لگاتے ہیں پھر بعض تو حج کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ حج تو کر لیتے ہیں لیکن بوڑھے کھوسٹ ہونے کی وجہ سے حج کے احکام صحیح طریقے سے ادا نہیں کر پاتے اور بہت سے لوگ واجبات کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے دَم واجب ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ اولاد کی شادیوں کو عذر بتاتے ہیں اور بعض لوگوں کو تجارت روکتی ہے، شرعاً یہ چیزیں حج نہ کرنے کا عذر نہیں ہیں۔ حج فرض ہو جائے اور حج کیے بغیر مر جائے تو اس کے لیے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو سخت مجبوری یا ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض حج سے نہ روکے اور حج کیے بغیر

مرجائے تو چاہے یہودی ہو کر مرجائے چاہے نصرانی ہو کر مرجائے۔'' (رواہ الدارمی)

اللہ کی پناہ کس قدر سخت وعید ہے! معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر حج فرض ہوا اور انہوں نے بغیر عذر شرعی کے چھوڑ دیا تو ان کے برے انجام کا اندیشہ ہے۔ آج کل لوگوں نے اپنے ذمہ بیٹوں، بیٹیوں اور دامادوں کے لیے سوغاتیں خریدنے اور واپسی پر ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ اور طرح طرح کی یورپ اور امریکا اور چین و جاپان کی مصنوعات اپنے ہمراہ لے جانے کو بھی حج کے اخراجات میں شامل کرلیا ہے۔ جب ان چیزوں کے لیے اخراجات نہیں ہوتے (حالانکہ ان میں بعض چیزیں گناہ کی ہیں) اور حج فرض ہو چکا ہوتا ہے تو حج سے رکے رہتے ہیں اور موت کا وقت معلوم نہیں۔ اللہ جانے کب آئے۔ اللہ تعالیٰ کا فریضہ جلد از جلد ادا کرنا لازم ہے۔

جب سے پیسہ زیادہ ہوا ہے تو لوگ کثرت سے عمرہ کے لیے سفر کرنے لگے ہیں، عمرہ بھی بڑی چیز ہے، بڑے ثواب کا کام ہے، لیکن یہاں ایک بات قابلِ فکر ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگ حج فرض ہونے کے بعد حج کا خرچہ عمرہ پر لگادیتے ہیں، اس کے بعد زندگی بھر حج سے محروم رہ جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے پورے خاندان کو عمرہ کے لیے لے آتے ہیں جبکہ ان کا یہ پیسہ ذاتی ہوتا ہے، اس پیسہ کو اہل و عیال کو عمرہ کرا کے خود حج سے محروم ہوجاتے ہیں، کیونکہ بعد میں حج کے پیسے نہیں بچتے اور بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ عمرہ کا سفر کر کے کعبہ شریف کو دیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس پر سلام پڑھ لیا، مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھ لیں، لہٰذا اب حج کے لیے جانے کی ضرورت نہیں۔ (العیاذ باللہ) اور بعض لوگ قصداً وارادۃً حج کرنے کے بجائے اس لیے عمرہ کرتے ہیں کہ حج میں مشکلات بہت ہیں، تکلیفیں ہیں اور عمرہ آسانی سے ہوجاتا ہے، اس میں زیادہ بھیڑ نہیں ہوتی اور منیٰ اور عرفات کی گرمی سے بھی بچ جاتے ہیں چونکہ عمرہ کو حج کا بدل قرار دے دیا اس لیے قصداً حج نہیں کرتے۔

یہ ہم نے اپنی معلومات کے مطابق ایک تجزیہ کیا ہے۔ جو لوگ حج فرض ہوتے ہوئے حج نہ کریں اگرچہ حج کے پیسہ کو عمرہ میں خرچ کردیں اور حرمین شریفین حاضر ہو کر واپس چلے جائیں، ان سب کو حج چھوڑنے کی وعید شامل ہے۔ عمرہ کرنا سنت ہے اور حج کرنا فرض ہے، عمرہ کر کے مطمئن ہوجانا اور حج کو چھوڑ دینا یا دنیاوی مشاغل کی وجہ سے بغیر حج کیے مرجانا بہت سخت بات ہے اور اس میں سخت مؤاخذہ کا اندیشہ ہے۔ جو لوگ منیٰ و عرفات کی بھیڑ اور گرمی کی تکلیف کی وجہ سے حج نہیں کرتے ان میں اکثر تو وہ ہوتے ہیں جو استطاعت ہوتے ہوئے جوانی میں حج کا سفر نہیں کرتے، جو صحت، طاقت اور برداشت کا زمانہ ہے، پھر بڑھاپے میں بھیڑ سے ڈرتے ہیں اور حج نہیں کرتے اور بعض لوگ وہ ہیں جن پر بڑھاپے ہی میں حج فرض ہوتا ہے لیکن

تکلیف سے گھبرا کر حج کی ہمت نہیں کرتے، جبکہ دنیا کمانے کے لیے بڑے بڑے سفر کرتے ہیں، لمبی لمبی ڈیوٹیاں دیتے ہیں، دنیا کے لیے گرمی وسردی سب کچھ برداشت کرتے ہیں، کھچا کھچ بھری ہوئی ریلوں اور بسوں میں کئی سومیل تک کا سفر کرتے ہیں لیکن دنیا سامنے ہے، نقد ہے، اس کے لیے تکلیف برداشت کر لیتے ہیں اور حج چونکہ اسلام کا رکن ہے اور اس کا ثواب آخرت میں ملے گا اس لیے ادھار سمجھ کر تکلیف برداشت کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہم نے تو بڑے بڑے بوڑھوں کو حج میں دیکھا ہے، منیٰ اور عرفات کی گرمی میں یا کہیں اور بھیڑ کی وجہ سے لوگوں کے قدموں میں نہ دبے، نہ گاڑیوں سے کچلے اور اب تو منیٰ وعرفات کے خیموں، بسوں اور گاڑیوں میں ائیر کنڈیشن کا انتظام ہوتا ہے، اس میں گرمی سے دَم گھٹنے کا سوال ہی نہیں ہوتا، کبھی کوئی واقعہ رَمی جمرات میں پیش آ جاتا ہے کہ کوئی شخص دب جاتا ہے، لیکن اس کا سبب بھیڑ نہیں بلکہ حاجیوں کی بے احتیاطی اور جلد بازی ہوتی ہے، پھر دس، گیارہ، بارہ تاریخ کی رَمی رات کو بھی کی جاسکتی ہے اور رات کو بھیڑ نہیں ہوتی اور طوافِ زیارت دس، گیارہ، بارہ تینوں دن ہو سکتے ہیں (بلکہ بارہ ذی الحجہ کے بعد بھی ادا ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں بعض صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے) رَمی جمرات اور طوافِ زیارت ہی ایسی چیزیں ہیں جن میں بھیڑ ہو سکتی ہے، پھر معذور آدمی دوسروں کے کاندھوں پر بھی طواف کر سکتا ہے اور صفا و مروہ کی سعی بھی معذور آدمی گاڑی میں بیٹھ کر ادا کر سکتا ہے۔

بات لمبی ہوگئی، ان سطور کے لکھنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں پر حج فرض ہو جائے وہ دیر نہ لگائیں اور جو لوگ گرمی اور بھیڑ کی وجہ سے حج نہیں کرتے وہ ہمت کریں اور حج چھوڑنے کا گناہِ عظیم سر پر لے کر نہ مریں اور جو لوگ عمرہ کر لیتے ہیں وہ عمرہ کو حج کا بدل نہ سمجھیں، عمرہ کرنے کے باوجود اگر حج نہ کیا تو سخت گنہگار اور حج کے چھوڑنے والے شمار ہوں گے۔ اگر حج میں تکلیف ہے اور مال کا خرچہ ہے تو ثواب بھی تو بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة)) حجِ مقبول کی جزا جنت ہے۔ (رواه البخاري ومسلم)

خدانخواستہ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ عمرہ کرنے سے منع کیا جا رہا ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ عمرہ کو حج نہ کرنے کا بہانہ بنانے پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔

حج کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا بیان

جس طرح نماز میں فرائض، واجبات اور سنتیں ہیں اسی طرح حج میں بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں، ان کو ذہن نشین کرلیں۔

فرائض حج:

حج میں تین فرض ہیں:

۱۔ **اِحرام:** دل سے حج کی نیت کر کے تلبیہ یعنی «لبيك اللّٰهم لبيك» اخیر تک پڑھنا، اس کو اِحرام کہتے ہیں (بغیر سلے کپڑے جو اِحرام میں پہنے جاتے ہیں مجازاً ان کو بھی اِحرام کہا جاتا ہے۔)

۲۔ **وقوفِ عرفات:** نویں ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان عرفات میں ٹھہرنا، اگر چہ ذرا سی دیر کے لیے ہو۔

۳۔ **طوافِ زیارت:** یہ وقوفِ عرفات کے بعد کیا جاتا ہے۔ (اس سے پہلے جو طواف ہو وہ فرض میں شمار نہ ہوگا)

ان تینوں فرائض میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا اور اس کی تلافی دَم دینے سے بھی نہیں ہوسکتی۔

واجباتِ حج:

حج کے واجبات چھ ہیں:

۱۔ مزدلفہ میں وقوف کے وقت ٹھہرنا۔
۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔
۳۔ رَمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔
۴۔ قارِن اور متمع کو قربانی کرنا۔
۵۔ حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی کتروانا۔
۶۔ آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طوافِ وَداع کرنا۔

واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج ہو جائے گا، چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر، لیکن اس کی جزا لازم ہوگی جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ جنایات کے بیان میں آئے گی۔

سنن حج:

۱۔ مفرد آفاقی اور قارِن کو طوافِ قدوم کرنا۔

۲- طواف قدوم میں رَمل اور اِضطباع کرنا (اگر اس کے بعد سعی کرنا ہو، اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی اور اس وقت طوافِ زیارت میں رَمل کرنا ہوگا۔)

۳- آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ کے لیے روانہ ہونا اور وہاں پانچوں نمازیں پڑھنا۔

۴- طلوع آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہونا۔

۵- عرفات سے غروب آفتاب کے بعد امام حج سے پہلے روانہ نہ ہونا۔

۶- عرفات سے واپس ہو کر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

۷- عرفات میں غسل کرنا۔

۸- ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا۔

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور ان کے ادا کرنے میں ثواب ملتا ہے اور ان کے نہ کرنے سے جزا لازم نہیں آتی۔

میقات کا بیان

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر سے آنے والوں کے لیے جو مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہیں کچھ جگہیں مقرر فرما دی ہیں کہ اِحرام کے بغیر ان سے آگے نہ بڑھیں۔ ان ہی کو مواقیت کہتے ہیں جو میقات کی جمع ہے۔

مدینہ منورہ سے آنے والے ((بئر علی)) سے اِحرام باندھیں۔ اس کا پرانا نام ((ذو الحلیفہ)) ہے، اگر مسجدِ نبوی سے باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

شام سے آنے والوں کے لیے ((جحفۃ)) کو میقات مقرر فرمایا تھا، یہ بستی زمانہ نبوت میں آباد تھی اب آباد نہیں ہے، آج کل شام کی طرف سے آنے والے بھی عموماً ((بئر علی)) ہی سے اِحرام باندھ لیتے ہیں۔

نجد اور طائف سے آنے والوں کے لیے ''قرن'' نامی جگہ میقات ہے لیکن آج کل اس کا یہ نام معروف نہیں ہے، طائف سے آنے والے ''وادی محرم'' سے اِحرام باندھ لیتے ہیں، یہاں مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

عراق سے آنے والوں کے لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذات عرق'' کو مقرر فرمایا تھا۔

یمن سے آنے والوں کے لیے ''یلملم'' کو میقات قرار دیا تھا۔ ہندوستانی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی جہاز چونکہ سمندر میں ایسے

راستہ سے گزرتے ہیں جس میں کسی جگہ "یلملم" کی محاذات بتائی جاتی ہیں اس لیے عام طور پر وہاں سے احرام باندھ لیتے ہیں، وہاں سے احرام باندھ لینا افضل ہے، لیکن اگران ملکوں سے آنے والے بحری جہاز کے مسافر جدہ آکر احرام باندھ لیں تو بعض علماء کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے، البتہ جو حضرات بمبئی یا کراچی سے ہوائی جہاز سے آئیں وہ بمبئی یا کراچی سے احرام باندھ لیں، یا جہاز اڑنے کے ایک دو گھنٹے کے بعد احرام باندھ لیں، بغیر احرام کے جدہ نہ پہنچیں، کیونکہ راستہ میں ہوائی جہاز میقات سے گزرتا ہے۔ بغیر احرام کے اگر کوئی میقات سے گزر کر مکہ معظمہ پہنچ جائے تو گناہ ہوتا ہے اور دم واجب ہوتا ہے۔

اِحرام کا بیان

جب کوئی شخص مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو اس پر لازم ہے کہ راستہ میں جو بھی میقات پڑے اس پر یا اس سے پہلے حج یا عمرہ کا احرام باندھے۔ حج کے تو خاص دن مقرر ہیں، البتہ عمرہ ہمیشہ ہوسکتا ہے، لیکن حج کے پانچ دنوں یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

جب میقات پر پہنچے تو ہر طرح کی صفائی کر کے غسل کرے، ورنہ کم از کم وضو کر لے۔ اس کے بعد ایک چادر تہبند کی طرح باندھ لے اور ایک چادر اوپر اوڑھ لے، پھر اوپر کی چادر سے سر ڈھک کر دو رکعتیں نمازِ احرام کی نیت سے پڑھے اگر مکروہ وقت نہ ہو، ورنہ بغیر نماز پڑھے ہی احرام باندھ لے۔ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے کو احرام کہتے ہیں۔ نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرے، اگر صرف حج کی نیت کرنا ہو تو اس طرح کہے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ».

"یا اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں، آپ اسے میرے لیے آسان فرمائیں اور قبول فرمائیں۔"

اور اگر صرف عمرہ کی نیت کرنا ہو تو اس طرح نیت کرے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ».

"یا اللہ میں عمرہ کرتا ہوں، آپ اس کو میرے لیے آسان فرمایئے اور قبول فرمایئے۔"

بعض مرتبہ حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کی جاتی ہے، اس کو «قِرَانٌ» کہتے ہیں، اس کی نیت اس طرح کرے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ».

"یا اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، پس ان دونوں کو میرے لیے آسان فرمایئے اور قبول فرمایئے۔"

اگر عربی کی بجائے کسی دوسری زبان میں نیت کرلے تو یہ بھی درست ہے بلکہ اگر زبان سے کچھ نہ کہے صرف دل سے نیت کرلے تب بھی نیت ہو جائے گی، نیت کے بعد تلبیہ کے کلمات کہے۔ تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں۔ ان کو اچھی طرح سے یاد کرلیا جائے، ان میں سے کوئی لفظ کم کرنا مکروہ ہے۔

((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)).

میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریف اور نعمت آپ ہی کے لیے ہے اور سارا جہان ہی آپ کا ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

صرف نیت کرنے سے اِحرام شروع نہیں ہوتا، بلکہ نیت کرنے اور الفاظ تلبیہ پڑھنے سے اِحرام میں داخل ہوتے ہیں۔ تلبیہ پڑھنے سے پہلے سر سے چادر کھول دے اور دورانِ سفر کثرت سے تلبیہ کے مذکورہ الفاظ بلند آواز کے ساتھ پڑھا کرے، خصوصاً حالات کی تبدیلی کے وقت، فرض نمازوں کے بعد، رخصت ہوتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے ہوئے اور جب سو کر اٹھے، ان حالات میں تلبیہ پڑھنا زیادہ مستحب ہے۔ جب بھی تلبیہ پڑھے تو تین بار پڑھے، اس کے بعد درود شریف پڑھے، پھر یوں دعا مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ)).

''اے اللہ! میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی ناراضگی اور دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔''

مسئلہ ۱ عورت زور سے تلبیہ نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سن لے۔

مسئلہ ۲ عورتوں میں سر کے لیے ایک خاص کپڑا مشہور ہے، جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر احرام نہیں بندھتا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لیے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو مضایقہ نہیں، لیکن اس کو اِحرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتی، غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کرتے وقت اس کو ہٹا کر مسح کرے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

اِحرام کے ممنوعات:

حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد احرام میں داخل ہو گئے، اب اِحرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ جو

چیزیں اِحرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں:

۱- مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور بناوٹ کے مطابق تیار کیا گیا ہو۔ (اگر سینے کی بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کرلیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

۲- سر اور چہرہ ڈھانکنا۔ (اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا)

۳- خوشبو استعمال کرنا۔

۴- جسم کے بال صاف کرنا۔ (جس طرح سے بھی صاف کرے)

۵- ناخن کاٹنا۔

۶- خشکی کا شکار کرنا۔

۷- میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

اِحرام کے مسائل:

مسئلہ۳ حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لینے سے اِحرام بندھ جاتا ہے۔ نیت اور تلبیہ سے پہلے غسل کرنا اور دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے، اگر غسل یا نماز کا موقع نہ ہو تو ان کے بغیر بھی اِحرام باندھا جاسکتا ہے اور بلا عذر غسل اور نماز کے بغیر اِحرام باندھ لینا مکروہ ہے۔

مسئلہ۴ اِحرام کے لیے جو غسل مسنون ہے، یہ نظافت اور صفائی کے لیے ہے، اس لیے حیض اور نفاس والی عورت اور نابالغ بچے کو بھی غسل کرلینا چاہیے۔

مسئلہ۵ اگر کسی نے اِحرام کے وقت غسل نہ کیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ۶ اگر پانی نہ ہو یا اور کوئی عذر ہو تو اِحرام کے لیے غسل کی جگہ تیمّم کرنا مشروع نہیں، ہاں نماز اِحرام کے لیے تیمّم کرنا درست ہے، بشرطیکہ اصول شریعت کے مطابق اس وقت تیمّم کرنا جائز ہو۔

مسئلہ۷ اگر کسی نے فرض نماز کے بعد حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا اور اِحرام کے لیے مستقل طور پر دو رکعتیں نہ پڑھیں تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ۸ اِحرام کے لیے دو رکعت نفل نماز ایسے وقت پڑھنا مسنون ہے جبکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ اگر مکروہ وقت ہو اور میقات سے گزر رہا ہو تو بغیر نماز پڑھے حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر کسی نے موقع ہوتے ہوئے بھی سستی سے کام لیا اور غسل، وضو اور نماز کے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیا تب بھی اِحرام میں داخل ہو جائے گا، البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر حالتِ اِحرام میں احتلام ہو جائے تو اس سے اِحرام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کپڑا اور جسم دھو کر غسل کرلیں۔ اگر چادر بدلنے کی ضرورت ہو تو دوسری چادر استعمال کرلیں۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ اگر حالتِ اِحرام میں کسی جگہ زخم آجائے تو اس سے بھی اِحرام میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ کوئی جزا واجب ہوتی ہے۔

﴿مسئلہ ۱۲﴾ اِحرام میں انجکشن اور ڈرپ لگوانا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۳﴾ اِحرام میں غسلِ فرض، غسلِ سنت اور غسلِ تبرید (ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل) بھی درست ہے، البتہ میل دور نہ کرے اور صابن نہ لگائے۔

﴿مسئلہ ۱۴﴾ حالتِ اِحرام میں سر یا ڈاڑھی میں کنگھی کرنا یا سر یا ڈاڑھی کو اس طرح کھجلانا کہ بال گرنے کا اندیشہ ہو، مکروہ ہے۔ ایسے آہستہ کھجائے کہ بال نہ گریں۔

﴿مسئلہ ۱۵﴾ ڈاڑھی میں اس طرح خلال کرے کہ بال نہ گریں۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ اِحرام میں آئینہ دیکھنا، دانت اکھڑوانا جائز ہے اور مسواک بدستور مسنون ہے۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اِحرام میں موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے، جیسے: سانپ، بچھو، کھٹمل، پسو، مچھر، بھڑ وغیرہ۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اِحرام کا کپڑا سفید ہونا افضل ہے، لیکن اگر رنگین تہبند باندھ لیا یا رنگین چادر اوڑھ لی تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ کمبل اور لحاف اوڑھنا بھی اِحرام میں جائز ہے، اگر نیچے اوپر دو چادریں اوڑھ لیں یا چادر پر کمبل اوڑھ لیا یا نیچے دو چادریں باندھ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ اگر روپیہ اور سفری کاغذات وغیرہ رکھنے کی ضرورت سے نیچے کی چادر پر بیلٹ باندھ لے تو بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ جن چادروں میں اِحرام باندھا تھا اگر ان کو ہٹا کر دوسری چادریں پہن لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر چادر ناپاک ہو جائے تو اس کو دھونے کے لیے جسم سے ہٹالے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ اِحرام میں گھڑی باندھنا، چشمہ لگانا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ اِحرام میں مرد کو جوتا، بوٹ، موزے پہننا ممنوع ہے۔ مرد اِحرام میں ہوائی چپل پہنے، پاؤں کے بیچ کی

ہڈی کھلی رہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ اِحرام میں ہر گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔ یوں تو گناہ سے ہمیشہ ہی بچنا لازم ہے لیکن اِحرام میں اس کا اور زیادہ اہتمام کرے۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ اِحرام میں ایسی باتیں کرنا بھی ممنوع ہیں جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہیں۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اِحرام میں لڑائی جھگڑے سے بھی بچنے کی پوری کوشش کرے۔ لڑائی جھگڑا یوں بھی منع ہے لیکن حالت اِحرام میں اس کی ممانعت میں اور شدت آجاتی ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اِحرام والے مرد وعورت کے لیے خشکی کا شکار کرنا ممنوع ہے، اس سے جزا واجب ہوتی ہے لیکن مرغی، بکری، گائے اور اونٹ حالتِ اِحرام میں حرم اور غیر حرم میں ذبح کرسکتا ہے اور ان کا گوشت بھی کھا سکتا ہے۔

تلبیہ کے مسائل

﴿مسئلہ ۱﴾ اِحرام کے وقت تلبیہ یعنی ((لبیك ......)) کا زبان سے کہنا شرط ہے، اگر دل سے کہہ لیا تو اِحرام میں داخل نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اِحرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ کثرت سے پڑھنا مستحب ہے، خصوصاً حالات تبدیل ہونے کے وقت، مثلاً: صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے، باہر جاتے وقت، اندر آنے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کے وقت، رخصت کے وقت، سو کر اٹھتے وقت، سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، نشیب میں اترتے ہوئے، ان حالات میں زیادہ مستحب وموکد ہے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ تلبیہ کے درمیان بات نہ کی جائے۔ جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ اگر کسی شخص نے تلبیہ پڑھنے کے وقت سلام کیا تو سلام کا جواب تلبیہ کے درمیان میں دینا جائز ہے مگر ختم کر کے جواب دینا بہتر ہے، بشرطیکہ سلام کرنے والا چلا نہ جائے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے اور ایامِ تشریق میں اوّل تکبیر تشریق کہنی چاہیے اس کے بعد تلبیہ، اگر پہلے تلبیہ پڑھ لی تو تکبیر تشریق ساقط ہوگئی۔

﴿مسئلہ ۶﴾ اگر مسبوق امام کے ساتھ تلبیہ کہہ لے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

مسئلہ۷ اگر چند آدمی ساتھ ہوں تو ایک ساتھ مل کر تلبیہ نہ کہیں بلکہ ہر آدمی علیحدہ علیحدہ تلبیہ پڑھے۔

مسئلہ۸ تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۹ جب کوئی عجیب چیز نظر آئے تو یہ کہے۔ ((لَبَّیْکَ، اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْآخِرَۃِ)).

مسئلہ۱۰ مرد تلبیہ بلند آواز سے پڑھیں مگر آواز زیادہ بلند نہ ہو۔

مسئلہ۱۱ عورت کو اونچی آواز سے تلبیہ پڑھنا منع ہے۔

مسئلہ۱۲ تلبیہ حج میں دسویں تاریخ کی رَمی شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے، جب جمرۂ عقبہ کی رَمی شروع کرے تو تلبیہ موقوف کردے۔ اس کے بعد نہ پڑھے اور عمرہ میں طواف شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے، جب عمرہ کا طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا بند کردے۔

عورت کا اِحرام:

عورت کا اِحرام مرد کی طرح ہے، یعنی غسل کر کے اور دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، اگر غسل یا نماز یا دونوں چیزوں کا موقع نہ ہو تو نیت اور تلبیہ پر اکتفا کرلے یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے ((لبیك اللّٰھم لبیك)) (اخیر تک) پڑھ لے۔ اس طرح سے اِحرام میں داخل ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور اسے مکہ معظّمہ جانے یا حرم میں داخل ہونے کے لیے میقات سے گزرنا ہے تو اسی حالت میں اِحرام باندھ لے، یعنی حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، پھر اگر مکہ معظّمہ پہنچنے تک پاک نہ ہو تو پاک ہونے کا انتظار کرے، جب تک پاک نہ ہو مسجد میں نہ جائے اور جب پاک ہو جائے غسل کر کے طواف کرلے۔

مسئلہ۱۳ عورت اِحرام کی حالت میں بدستور سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر اور تمام اعضا ڈھانکے رہے، البتہ چہرے سے کپڑا نہ لگنے دے۔

مسئلہ۱۴ عورتوں پر حالتِ اِحرام میں بھی نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے، یہ جو مشہور ہے کہ حج یا عمرہ میں پردہ نہیں یہ غلط اور جاہلانہ بات ہے۔ چہرہ پر کپڑا نہ لگانا اور بات ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا اور بات ہے۔ حکم یہ ہے کہ عورت حالتِ اِحرام میں چہرہ پر کپڑا نہ لگنے دے، اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ''ہم حالتِ اِحرام میں حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ تھے۔ گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے۔ جب وہ

لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۳۶)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نامحرموں کو چہرہ دکھانا اِحرام میں بھی ممنوع ہے، اگر کوئی چھجہ وغیرہ ماتھے کے اوپر لگالیا جائے اور اس کے اوپر نقاب ڈال لیں جس سے کپڑا چہرہ کو نہ لگے اور پردہ بھی ہوجائے تو یہ بہترین صورت ہے اور اس میں کوئی تکلیف بھی نہیں۔

پھر یہ پابندی کہ چہرہ پر کپڑا نہ لگے صرف اِحرام ہی کی حالت میں تو ہے۔ آج کل ہوائی جہاز سے یا کار، بس وغیرہ سے سفر ہوتا ہے، عمرہ میں زیادہ سے زیادہ ایک دو دن اور حج میں زیادہ سے زیادہ تین چار دن اِحرام باندھنا ہوتا ہے۔ اِحرام کے دنوں کے علاوہ جو عورتیں منہ کھولے پھرتی ہیں اس کے لیے تو اِحرام کا بہانہ بھی نہیں ہے، پھر گناہ گار کیوں ہوتی ہیں؟ نیز مدینہ منورہ کے سفر میں تو اِحرام ہوتا ہی نہیں، اس سفر میں اور مدینہ منورہ کے قیام میں منہ کھولے پھرنا اور تمام نامحرموں کو اپنا محرم تصور کرلینا بہت بڑی جہالت ہے اور خواہ مخواہ کی گناہ گاری ہے۔

عورت کے ساتھ محرم یا شوہر ہونا شرط ہے:

دنیاوی ضرورت کے لیے کوئی سفر ہو یا حج ہو یا عمرہ اڑتالیس میل یعنی (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) کا سفر کرنا عورت کے لیے ممنوع ہے۔ اس میں بڑی حکمت ہے، بڑی مصلحتیں ہیں، سفر کرنا عورت کے لیے شرعاً ممنوع ہے، چاہے ریل سے ہو یا کار سے، چاہے ہوائی جہاز سے اور چاہے دنیا کے لیے ہو یا دین کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا يخلون رجل بامراة ، ولا تسافرن امرأة الا و معها محرم ، فقال رجل يا رسول الله !
اكتتبت في غزوة كذا و كذا و خرجت امرأتي حاجّة ،
قال: اذهب فاحجج مع امراتك».

(متفق عليه)

ترجمہ: ہرگز کوئی مرد کسی (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور ہرگز کوئی عورت بغیر محرم سفر نہ کرے، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے کے لیے نکلی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔“

(مشکوٰۃ المصابیح : ص ۲۲۱ از بخاری و مسلم)

یہ ممانعت جوان اور بوڑھی ہر عورت کے لیے ہے۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ چند عورتوں کے ساتھ بغیر محرم کے عورت سفر میں چلی جائے تو یہ جائز ہے۔ ان کا یہ خیال غلط ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی خصوصیت کے ہر عورت کے حق میں تاکیدی طور پر ممانعت فرمائی ہے۔

حج یا عمرہ کا سفر بھی محرم یا شوہر کے بغیر سخت ممنوع اور گناہ ہے۔ بہت سی عورتیں حج یا عمرہ کے لیے بغیر محرم اور بغیر شوہر کے چل دیتی ہیں، یہ شریعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے گناہ گار ہوتی ہیں اور اپنا حج وعمرہ خراب کرتی ہیں۔ مؤمن بندوں پر لازم ہے کہ شریعت کی پابندی کریں، اپنی طبیعت اور خواہش پر نہ چلیں۔

محرم کون ہے؟

جس شخص سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو، جیسے: باپ، بیٹا، پوتا، نواسا، داماد، سسر، حقیقی چچا، حقیقی ماموں، اس کو محرم کہتے ہیں۔ خالہ، ماموں، چچا، پھوپھی کے لڑکے محرم نہیں ہیں، کیونکہ ان سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح بہنوئی بھی محرم نہیں ہے، کیونکہ اگر وہ بہن کو طلاق دے دے یا بہن فوت ہو جائے تو بہنوئی سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر ان میں سے کوئی رضاعی (یعنی دودھ شریک) بھائی وغیرہ ہو جس نے دو سال کی مدت کے اندر کسی ایسی عورت کا دودھ پیا ہے جس کا دودھ اس عورت نے بھی پیا ہو جو اس کے ساتھ حج یا عمرہ کو جانا چاہتی ہو تو یہ شخص بھی محرم ہے اور اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ محرم ایسا ہو کہ جس سے بے اطمینانی نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ محرم تو ہے لیکن اس کی عفت وعصمت داغ دار ہے یا اس کی طرف سے اطمینان نہیں ہے تو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں، چاہے کیسا ہی قریبی محرم ہو۔

بعض عورتیں خواہ مخواہ کسی کو باپ یا بیٹا یا بھائی بنا کر سفر میں ساتھ ہو لیتی ہیں۔ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں، منہ بولا بیٹا یا باپ یا بھائی بھی محرم نہیں ہیں، ان کے بھی وہی احکام ہیں جو اجنبی مردوں کے ہیں۔

مکہ معظّمہ اور مسجدِ حرام میں داخلہ

مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت غسل کرنا مسنون ہے، مگر سواریوں کی پابندی اور بھیڑ کی وجہ سے آج کل یہ مشکل ہے، اگر بسہولت کر سکے تو غسل کر لے اور جب مکہ معظّمہ نظر آئے تو یہ دعا پڑھے: [یہ دعائیں معنی کا دھیان کر کے پڑھ لے تو اچھا ہے مگر خاص اس موقع کے لیے انہیں مسنون نہ سمجھے بلکہ کوئی بھی دعا جو دل میں آئے اللہ تعالیٰ سے مانگ سکتا ہے۔]

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِهَا قَرَارًا، وَّارْزُقْنِیْ فِیْهَا رِزْقًا حَلَالًا . اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهَا)).

''اے اللہ! میرے لیے مکہ مکرمہ میں ٹھکانہ بنادے اور مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔
اے اللہ! ہمیں اس شہر میں برکت دے۔''

اس کے بعد یہ پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا ، وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا ، وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا)).

''اے اللہ! ہمیں اس کے میوے نصیب فرما اور ہمیں اس کے رہنے والوں کے نزدیک محبوب کردے
اور اس کے نیک لوگوں کو ہمارا محبوب بنادے۔''

اس کے بعد نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پورے ادب اور احترام وتعظیم کا لحاظ رکھتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور اپنا سامان رہائش گاہ میں محفوظ رکھ کر اور وضو کرکے جلد مسجد حرام میں آئے۔ مسجدِ حرام اس مسجد کا نام ہے جس کے اندر کعبہ شریف ہے۔ لفظ ''حرام'' محترم کے معنی میں ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت حضورِ اقدس ﷺ پر درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

((رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)).

''اے میرے رب! میرے گناہوں کی مغفرت فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه)) کہے اور یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَعْظِیْمًا وَّتَكْرِیْمًا وَّ مَهَابَةً ، وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَ كَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَّتَكْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا . اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ)).

''اے اللہ! اس گھر کی شرافت وعظمت وبزرگی اور ہیبت بڑھا نیز جو اس کی زیارت کرنے والا ہو، اس کی عزت واحترام کرنے والا ہو، چاہے حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا اس کی بھی شرافت اور بزرگی اور بھلائی زیادہ فرمادے۔ اے اللہ! آپ کا نام سلام ہے اور آپ ہی کی طرف سے سلامتی مل سکتی ہے پس ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھے اور کھڑے کھڑے جو چاہے دعا مانگے اس وقت دعا قبول ہوتی ہے، بعض حضرات نے فرمایا: اس موقع پر بلاحساب جنت نصیب ہونے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔

مسجدِ حرام میں داخل ہوکر سب سے پہلے طواف کرے۔ جو شخص عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا تھا یہ اس کے لیے عمرہ کا طواف ہوگا جو فرض ہے اور جو شخص صرف حج کا اِحرام باندھ کر آیا تھا یہ اس کا طوافِ قدوم ہوگا جو سنت ہے۔ اگر ایسے وقت میں مسجد حرام میں پہنچا ہو کہ جماعت کھڑی ہو تو پہلے امام کے ساتھ نماز پڑھ لے، بعد میں طواف کرے۔

طواف کا بیان

بیت اللہ یعنی کعبہ شریف کے گرد سات مرتبہ مقرر طریقہ پر چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ کعبہ شریف کے اس کونے میں جو مشرق کی جانب ہے حجرِ اسود (کالا پتھر) لگا ہوا ہے، وہیں سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف فرض بھی ہوتا ہے، واجب بھی، سنت بھی، نفل بھی۔ ہر طواف میں سات ہی چکر ہوتے ہیں اور ہر طواف حجرِ اسود سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

طواف میں کعبہ شریف طواف کرنے والے کے بائیں طرف رہتا ہے، کعبہ کا کچھ حصہ ایسا ہے جس پر چھت نہیں ہے، اس کو حطیم کہتے ہیں، اسی میں کعبہ شریف کا پرنالہ گرتا ہے جسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ اس بے چھت والے حصہ کو بھی طواف کے اندر لینا ضروری ہے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب طواف نیم دائرے کی شکل والی دیوار کے باہر باہر کیا جائے۔

طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی کو دونوں ہاتھ یا دایاں ہاتھ لگائے اس کو ''استلام'' کہتے ہیں۔ رکن یمانی کعبہ شریف کا وہ کونہ ہے جو جنوب کی طرف ہے اور حجرِ اسود والے کونہ کے مقابل ہے۔ یہ یمن کے جانب پڑتا ہے اس لیے اس کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

جس طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی ہو (جیسے عمرہ کا طواف کرنے والا طواف کے بعد عمرہ کی سعی کرتا ہے یا جیسے بہت سے حاجی حضرات طواف قدوم کے بعد صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں) اس طواف میں رَمل اور اِضطباع بھی مسنون ہے۔ جو حاجی میقات سے حج کا اِحرام باندھ کر آتے ہیں وہ مسجد میں داخل ہوکر پہلے طواف قدوم کرتے ہیں۔ یہ طواف سنت ہے۔

مسئلہ ۱ جو شخص عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا ہو وہ طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا موقوف کردے۔

مسئلہ ۲ ''رَمل'' صرف شروع کے تین چکروں میں ہوتا ہے اور ''اِضطباع'' پورے سات چکروں میں ہوتا ہے۔ کندھے ہلاتے ہوئے اور قریب قریب قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنے کو ''رَمل'' کہتے ہیں اور چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے بائیں کندھے پر ڈالنے کو ''اِضطباع'' کہتے ہیں۔ اس میں دایاں کندھا کھلا رہتا ہے۔ ''رَمل'' اور

''اِضطباع'' صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں ہے۔

مسئلہ۳ طواف بغیر نیت کے نہیں ہوتا، طواف کی نیت دل سے ہونا کافی ہے اور زبان سے کہہ لینا بھی درست ہے۔

مسئلہ۴ جب طواف کا ارادہ کرے تو خانہ کعبہ کے اس کونہ کے مقابل آجائے جس میں حجرِ اَسود لگا ہوا ہے اور وہاں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ دایاں کندھا حجرِ اسود کے بائیں کنارے کے مقابل ہو، یعنی پورا حجرِ اسود طواف کرنے والے کے دائیں طرف رہے۔ اس طرح کھڑے ہو کر دل میں طواف کی نیت کرے۔

نیت کر کے ذرا دائیں طرف کو کھسکے تاکہ حجرِ اسود کے بالکل سامنے آجائے پھر نماز کی نیت کے وقت جس طرح ہاتھ اٹھاتے ہیں اسی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

((بِسۡمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكۡبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِ اللّٰه،
اَللّٰهُمَّ اِيۡمَاناً بِكَ ، وَ تَصۡدِيۡقًا بِكِتَابِكَ ، وَوَفَاءً بِعَهۡدِكَ ،
وَ اِتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ)).

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ساری حمد صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے اور درود و سلام نازل ہو اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے طواف کرتا ہوں۔''

پوری عبارت نہ پڑھے تو کم از کم ((بِسۡمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكۡبَر ، وَ لِلّٰهِ الۡحَمۡدُ)). ہی کہہ لے۔ اس کو پڑھ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ادب اور انکسار کے ساتھ حجرِ اسود پر آئے اور اس کو بوسہ دے۔ رش کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ یا صرف دایاں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ کر چوم لے اور اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو کسی لکڑی یا اور کسی چیز سے حجرِ اسود کو چھو کر اس چیز کو بوسہ دے دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف اور ان کی پشت چہرہ کی طرف ہو، اس کے بعد ہاتھوں کو بوسہ دے دے۔ حجرِ اسود کے سامنے کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا اس صورت میں ہے جبکہ مذکورہ پہلے طریقوں سے حجرِ اسود کا استلام نہ کر سکے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے دھکم پیل کرنا، دوسروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت چاندی کے حلقہ کو ہاتھ نہ لگائے جو اس کے چاروں طرف لگا ہوا ہے اور جو شخص اِحرام میں ہو وہ یہ بھی خیال رکھے کہ حجرِ اسود کو بعض لوگ خوشبو لگا دیتے ہیں، اگر خوشبو لگی ہوئی ہو تو جو شخص اِحرام میں ہو وہ منہ یا ہاتھ

لگا کر استلام نہ کرے تاکہ خوشبو کے استعمال سے بچا رہے۔

حجرِ اسود کے بوسہ دینے کو "استلام" کہتے ہیں۔ استلام کے بعد دائیں ہاتھ کی طرف آگے بڑھے اور کعبہ شریف کو اپنی بائیں طرف رکھتے ہوئے چلتا رہے، حطیم کے باہر باہر سے طواف کرے۔ جب رکن یمانی پر آئے جو حجرِ اسود کے برابر والا کونہ ہے تو اس کو دونوں ہاتھ یا دایاں ہاتھ لگائے۔ اس سے آگے بڑھ کر رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ۝٢٠١ ﴾ پڑھتا رہے۔ (ابو داوٗد)

جب حجرِ اسود پر پہنچے تو اللہ اکبر کہے اور اسی طریقہ پر استلام کرے جس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ ایک چکر ہو گیا۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے۔ ایک چکر کو ((شَوْطٌ)) اور سب چکروں کو ((اَشْوَاطٌ)) کہتے ہیں۔

طواف کے درمیان کعبہ شریف کو نہ دیکھے اور اس کی طرف نہ سینہ کرے نہ پشت کرے۔

طواف ختم کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم پر پہنچے اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے جسے صلاۃِ طواف کہتے ہیں، مقامِ ابراہیم کے پیچھے جگہ نہ ملے تو حرم میں جس جگہ چاہے پڑھ لے۔ اگر مکروہ وقت ہو تو ٹھہر جائے اور جب مکروہ وقت نکل جائے اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھ لے۔

طواف کے لیے کوئی ایسی دعا مقرر نہیں ہے جس کا پڑھنا فرض یا واجب ہو اور جس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو، بلکہ اگر طواف کے درمیان کچھ بھی نہ پڑھے تب بھی طواف ہو جاتا ہے، البتہ طواف میں ذکر اور دعا کرنا افضل ہے۔ جس دعا میں جی لگے اور جس کی اپنے لیے ضرورت سمجھے خشوع و خضوع اور خلوص کے ساتھ دعا کرتا رہے۔ عام طور سے کتابوں میں ساتوں چکروں کی الگ الگ دعائیں لکھی ہوئی ملتی ہیں، لیکن حضورِ اقدس ﷺ سے طواف میں ان سب دعاؤں کا پڑھنا منقول نہیں ہے۔

طواف کی دو رکعتیں:

طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ یہ دو رکعتیں واجب ہیں اگرچہ نفلی طواف کیا ہو۔ یہ نماز مقامِ ابراہیم کے پیچھے ادا کرنا سنت ہے اور پیچھے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقامِ ابراہیم نمازی اور بیت اللہ شریف کے درمیان میں آجائے۔ طواف کے آخری چکر کو حجرِ اسود کے استلام پر ختم کر کے مقامِ ابراہیم کی طرف بڑھے، پھر دو رکعتیں ادا کرے جن میں ﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْكَٰفِرُونَ ﴾ اور ﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھنا مسنون ہے اور طواف کی ان دو رکعتوں کو طواف ختم ہوتے ہی پڑھنا چاہیے، بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر وقتِ مکروہ ہو تو ٹھہر جائے اور یہ دو رکعتیں اگر مقامِ ابراہیم کے پیچھے نہ پڑھ سکے تو حرم میں جہاں چاہے پڑھ لے۔ ان کے پڑھنے کے لیے سب سے افضل جگہ مقامِ ابراہیم

ہے، پھر حطیم کے اندر، پھر بیت اللہ کے قریب جہاں موقع مل جائے، اس کے بعد حدِ حرم میں؛ اور حرم سے باہر پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی نے حدودِ حرم میں نہ پڑھی اور جدہ پہنچ گیا یا وطن چلا گیا تو جہاں یاد آ جائے وہیں ادا کر لے، ادا کیے بغیر ساقط نہ ہوں گی۔

نمازِ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے قریب جو چاہے دعا مانگے۔

زمزم پر جانا:

دوگانۂ طواف سے فارغ ہو کر زمزم پر جائے اور وہاں خوب ڈٹ کر اور سیر ہو کر پانی پیئے، شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ کہے اور تین سانس سے کم میں نہ پیے اور پھر یہ دعا مانگے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ».

"اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والے علم کا اور کشادہ رزق کا اور ہر مرض سے شفایابی کا سوال کرتا ہوں۔"

اس کے علاوہ اور جو چاہے دعا مانگے، اس کے بعد ملتزم پر جائے۔ حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازہ کے درمیان جو حصہ ہے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔ اس جگہ سے چمٹ کر خوب دل حاضر کر کے دعا کرے، اپنے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سیدھے بچھا دے اور سینہ دیوار سے ملا دے اور رُخسار کو دیوار پر رکھ دے۔ یہ دعا کی مقبولیت کا خاص مقام ہے، تجربہ ہے کہ یہاں جو دعا کی جاتی ہے ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس موقع کی کوئی خاص دعا منقول نہیں ہے جو مسنون ہو۔

سعی کا بیان

صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ آنے جانے کو سعی کہتے ہیں، یہ حج اور عمرہ دونوں میں واجب ہے۔ حج میں طواف قدوم کے بعد ہو سکتی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد بھی، طواف کے بعد دو رکعت نماز اور زمزم و ملتزم سے فارغ ہو کر پہلے حجرِ اسود پر جائے اور اس کا استلام کرے، پھر صفا کی طرف چلے، جب صفا سے کچھ دور رہ جائے تو سعی کی نیت کرے۔

زبان سے نیت کرنا کوئی ضروری نہیں، دل کی نیت ہی کافی ہے جو اسی وقت ہو چکی ہے جب حجرِ اسود کا استلام کر کے صفا کی طرف چلا تھا، جب صفا کے قریب پہنچ جائے تو آیتِ قرآنیہ کا یہ حصہ پڑھے:

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ﴾

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

اوراس کے بعد یوں کہے:

((اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ)).

میں اسی سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ نے شروع میں فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ صفا سے شروع کرتا ہوں جس کا ذکر قرآن پاک میں مروہ سے پہلے ہے۔

صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے (آج کل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد کعبہ شریف کا کچھ حصہ نظر آجاتا ہے)، اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف رُخ کرکے اللہ کی توحید اور اس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ)).

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اس نے شکست دی۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے اور تین مرتبہ یہ پورا عمل کرے، پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے یہاں تک کہ جب ہرے رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دوڑنا شروع کردے اور دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گزر جائے (یہ دوڑنا مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے) اور ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ)).

''اے اللہ مغفرت فرما اور رحم فرما تو بہت بڑا عزت والا ہے اور بہت بڑا کریم ہے۔'' (غنية : ص ۱۲۸-۱۲۹)

دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دوڑنا ختم کردے اور اپنی عام رفتار سے چلے اور کوئی ذکر کرتا رہے۔ جب مروہ پر پہنچ جائے تو جس طرح صفا پر عمل کیا تھا اسی طرح اللہ کی توحید و تکبیر بیان کرے اور چوتھا کلمہ تین بار پڑھے اور اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دُعا کرے۔ مروہ پر پہنچ کر ایک چکر ہو گیا۔

مروہ پر ذکر و دعا کرکے صفاء کی طرف کو چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کردے اور اگلے سبز ستون سے آگے جب چھ ہاتھ کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کردے اور اپنی عادت کے مطابق چلے اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا

سا اوپر چڑھے اور اسی طرح ذکر اور دعا کرے جس طرح شروع میں کی تھی۔ اب دو چکر ہو گئے، اسی طرح سات چکر کر کے سعی ختم کر دے جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی۔ عمرہ اور حج کی سعی ایک ہی طرح ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سعی کرتے ہوئے آتے جاتے ہر چکر میں خوب اہتمام سے ذکر کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جمرات پر کنکریاں مارنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی اللہ کے ذکر ہی کے لیے ہے، نہ کسی دوسری وجہ سے۔

(مستدرك حاكم ، ترمذی ، ابو داوٗد)

صفا مروہ کے درمیان پڑھنے کے لیے کوئی دعا یا کوئی ذکر ایسا مقرر نہیں ہے کہ جس کے بغیر سعی ادا نہ ہو۔ بعض حضرات نے ہر چکر کے لیے اچھی دعائیں لکھ دی ہیں تا کہ جو شخص اپنی سمجھ سے دعا نہ کر سکے وہ ان ہی کو پڑھ لے۔

سعی سے فارغ ہو کر مطاف (یعنی طواف کرنے کی جگہ) کے کنارہ پر دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

جس شخص نے قِران کا اِحرام باندھا وہ مکہ معظّمہ آ کر اوّل عمرہ کا طواف رَمل اور اِضطباع کے ساتھ کرے، اس کے بعد عمرہ کی سعی کرے، پھر حج کا طوافِ قدوم اور اس کے بعد حج کی سعی کرے۔ قران والے کو طواف قدوم کے بعد سعی کرنا افضل ہے اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کر لے۔

اگر قارِن طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے تو طوافِ قدوم والے طواف میں بھی رَمل اور اِضطباع کرے ورنہ رَمل اور اِضطباع کے بغیر طوافِ قدوم کر لے۔

حجِ اِفراد اور قران والا آدمی طواف اور سعی کے بعد مکہ معظّمہ میں اِحرام کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو شخص صرف عمرہ کا اِحرام باندھ کر آیا تھا وہ سعی کے بعد سر منڈا کر یا بال کٹوا کر حلال ہو جائے (یعنی اِحرام سے نکل جائے) سر منڈانے یا بال کٹوانے کا طریقہ آگے آ رہا ہے، اسی کے مطابق عمل کریں۔

اگر عمرہ کرنے والے کو اس سال حج بھی کرنا ہے تو ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ سے حج کا اِحرام باندھ کر حاجیوں کے ساتھ منیٰ چلا جائے اور حج کے سب کام دوسرے حاجیوں کی طرح پورے کرے۔ اگر اس نے عمرہ شوال کا چاند نظر آنے کے بعد کیا تھا تو اس کا حج تمتع ہو جائے گا۔

نماز باجماعت کا اہتمام اور طواف کی کثرت:

طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظّمہ کے علاوہ کسی بھی شہر میں نہیں ہو سکتی۔ طوافِ قدوم کے بعد آٹھ تاریخ تک جو دن ملیں، اسی طرح حج سے فارغ ہو کر روانگی تک جس قدر بھی وقت ملے کثرت سے طواف کرے اور نماز باجماعت کا اہتمام کرے۔

مسجدِ حرام میں ایک قرآن شریف ختم کر لے۔ اس قیمتی وقت کو لایعنی باتوں اور بازاروں میں گھومنے میں برباد نہ کرے۔ حدیث شریف میں مسجدِ حرام کی نمازوں کا ثواب بہت زیادہ بتایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری مسجد میں ایک نماز ایسی ہزار نمازوں سے افضل ہے جو دوسری مسجدوں میں پڑھی جائیں، البتہ مسجدِ حرام اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ مسجدِ حرام میں ایک نماز ایسی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں ادا کی جائیں۔''

(قال المنذری فی الترغیب: رواہ احمد و ابن ماجہ باسنادین صحیحین)

اتنی بڑی فضیلت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیں اور مکہ معظّمہ کے قیام کو بہت غنیمت جانیں۔

حج کی تین قسمیں

(۱) صرف حج کی نیت کرے اور اسی کا اِحرام باندھے، عمرہ کو حج کے ساتھ جمع نہ کرے۔ اس قسم کے حج کا نام ''اِفراد'' ہے اور ایسا حج کرنے والے کو ''مفرد'' کہتے ہیں۔

(۲) حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے اور اِحرام بھی دونوں کا ایک ساتھ باندھے۔ اس کا نام ''قِران'' ہے اور ایسا کرنے والے کو قارِن کہتے ہیں۔

(۳) حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ میقات سے صرف عمرہ کا اِحرام باندھے، اس اِحرام میں حج کی نیت نہ کرے، پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ کی کسی تاریخ میں حج سے پہلے افعال عمرہ سے فارغ ہو کر بال کٹوانے یا منڈانے کے بعد اِحرام ختم کر دے۔ پھر آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ سے حج کا اِحرام باندھے اس کا نام ''تمتع'' ہے اور ایسا حج کرنے والے کو ''متمتع'' کہتے ہیں۔

حج کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے جو چاہے اختیار کرے مگر ''قران'' سب سے افضل ہے، پھر ''تمتع''، پھر ''افراد''

اِحرام کے بیان میں صرف حج کا اور صرف عمرہ کا اور حج وعمرہ دونوں کا اکھٹا اِحرام باندھنے کی تفصیل اور طریقہ ہم لکھ چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔ جو لوگ مکہ میں رہتے ہیں یا جو لوگ عمرہ کر کے اور سر منڈا کر یا بال کٹا کر اِحرام سے نکل کر بلا اِحرام مکہ میں مقیم ہیں، یہ لوگ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ سے اِحرام باندھیں گے اور یہ صرف حج کا اِحرام ہوگا۔ اگر کسی نے شوال یا ذی قعدہ یا

ذی الحجہ میں کوئی عمرہ کرلیا ہے اوراس کے بعد اپنے گھر نہیں گیا تو اس کا وہ عمرہ یا حج مل کر حج تمتع ہو جائے گا اگر چہ اس وقت صرف حج کی نیت کرے۔

حج کے پانچ دن

اب ہم حج کے پانچ دنوں کے احکام اور اعمال لکھتے ہیں۔

پہلا دن ۸ / ذی الحجہ:

آج طلوعِ آفتاب کے بعد حالتِ اِحرام میں سب حاجیوں کو منیٰ جانا ہے۔

مفرد (جس کا اِحرام حج کا ہے) اور قارِن (جس کا اِحرام حج وعمرہ دونوں کا ہے) ان کے اِحرام تو پہلے سے بندھے ہوئے ہیں۔ متمتع (جس نے عمرہ کر کے اِحرام کھول دیا تھا) اوراسی طرح اہلِ حرم آج حج کا اِحرام باندھیں۔

سنت کے مطابق غسل کر کے اِحرام کی چادریں پہن لیں، اِحرام کے لیے دو رکعت پڑھیں اور حج کی نیت کر کے تلبیہ پڑھیں۔

تلبیہ پڑھتے ہی اِحرام شروع ہو گیا، اب اِحرام کی تمام مذکورہ پابندیاں لازم ہوگئیں۔ اس کے بعد منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔

منیٰ مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے۔ آٹھویں تاریخ کی ظہر سے نویں تاریخ کی صبح تک منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھیں اور اس رات کو منیٰ میں قیام کرنا سنت ہے، اگر اس رات کو مکہ میں رہا یا عرفات میں پہنچ گیا تو مکروہ ہے۔

دوسرا دن ۹ / ذی الحجہ:

آج حج کا سب سے بڑا رکن یعنی وقوفِ عرفہ ادا کرنا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد جب کچھ دھوپ پھیل جائے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہو جائے جو منیٰ سے تقریباً چھ میل ہے، منیٰ سے عرفات کے لیے روانہ ہوتے وقت تلبیہ، تہلیل، تکبیر، دعا اور درود پڑھتے ہوئے چلے۔

پھر جب جَبَلِ رَحمَتُ پر نظر پڑے (جو میدانِ عرفات میں ایک پہاڑ ہے) تو تسبیح و تہلیل و تکبیر کہے اور جو چاہے دعا مانگے۔

نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد صبح صادق تک کے درمیانی حصہ میں اِحرامِ حج کی حالت میں اگر تھوڑی سی دیر کے لیے بھی

عرفات میں ٹھہر جائے یا وہاں سے گزر جائے تو حج ہو جائے گا۔ اگر اس وقت میں ذرا دیر کے لیے بھی عرفات نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا۔ زوال کے بعد سے غروب تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے۔ جو شخص اس وقت میں نہ پہنچ سکے وہ آنے والی رات میں کسی وقت بھی پہنچ جائے تو اس کا حج ہو جائے گا۔

مستحب یہ ہے کہ زوال کے بعد غسل کر لے اور اس کا موقع نہ ملے تو وضو کر لے اور وقت کی ابتداء میں نماز ادا کر کے وقوف شروع کر دے۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی امیرِ حج کی اقتدا میں پڑھی جائے، یعنی عصر کو بھی ظہر ہی کے وقت میں پڑھ لے۔ وہاں جو بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں اس میں امام دونوں نمازیں اکٹھی پڑھاتا ہے لیکن چونکہ ہر شخص وہاں پہنچ نہیں سکتا اور سب حاجی اس میں سما بھی نہیں سکتے اور بغیر امیرِ حج کی اقتدا کے دونوں نمازوں کو جمع کرنا درست بھی نہیں ہے، اس لیے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان وغیرہ کے حنفی علماء حاجیوں کو یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت باجماعت پڑھیں اور نمازوں کے علاوہ جو وقت ہے اسے ذکر و دعا اور تلبیہ میں لگائیں۔

وقوفِ عرفات

زوال کے بعد سے غروب تک پورے میدانِ عرفات میں جہاں چاہے وقوف کر سکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ ''جبلِ رحمت'' جو عرفات کا مشہور پہاڑ ہے اس کے قریب جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے وقوف کیا تھا اس جگہ وقوف کرے۔ بالکل اس جگہ ممکن نہ ہو تو جتنا اس سے قریب ہو بہتر ہے لیکن اگر جبل رحمت کے پاس جانے میں دشواری ہو یا واپسی کے وقت اپنا خیمہ تلاش کرنا مشکل ہو جیسا کہ آج کل عموماً پیش آتا ہے تو اپنے خیمہ میں وقوف کرے۔

بہتر تو یہ ہے کہ قبلہ رُخ کھڑا ہو کر مغرب تک وقوف کرے اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرتا رہے۔ اگر پورے وقت میں کھڑا نہ ہو سکے تو جس قدر کھڑا رہ سکتا ہے کھڑا رہے، پھر بیٹھ جائے، پھر جب قوت ہو کھڑا ہو جائے اور پورے وقت میں خشوع وخضوع اور گریہ وزاری کے ساتھ ذکر اللہ، دعا اور استغفار میں مشغول رہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے تلبیہ پڑھتا رہے اور دینی اور دنیاوی مقاصد کے لیے اپنے واسطے اور اپنے متعلقین واحباب کے واسطے، خاص کر ان لوگوں کے لیے جنھوں نے دعاؤں کی درخواست کی ہے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعائیں مانگتا رہے۔ یہ وقت مقبولیتِ دعا کا خاص وقت ہے اور ہمیشہ نصیب نہیں

ہوتا۔ اس دن بلا ضرورت آپس کی جائز گفتگو سے بھی پرہیز کرے، پورے وقت کو دعاؤں اور ذکر اللہ میں صرف کرے۔

عرفات کی دعائیں:

ترمذی شریف میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''سب سے زیادہ بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہا ہے وہ یہ ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)).

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کے لیے ہے
اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

مناسک ملا علی قاری رحمہ اللہ میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی عرفات کی دعاوں میں یہ دعا بھی تھی:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَكَانِيْ ، وَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ ، وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ ، وَلَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ . اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ ، اَسْئَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ ، وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ ، وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ ، مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ ، وَ فَاضَتْ لَكَ عَيْنُهٗ ، وَ نَحَلَ لَكَ جَسَدُهٗ ، وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ . اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَائِكَ رَبِّيْ شَقِيًّا ، وَكُنْ بِيْ رَؤُفًا رَحِيْمًا يَاخَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَاخَيْرَ الْمُعْطِيْنَ)).

''اے اللہ! بے شک آپ میری جگہ کو دیکھ رہے ہیں اور میری بات کو سن رہے ہیں اور آپ میرا ظاہر اور باطن سب جانتے ہیں اور میرے امور میں سے آپ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور میں مشکل میں مبتلا ہوں محتاج ہوں فریادی ہوں، پناہ کا طلب گار ہوں، خوف زدہ ہوں، گناہوں کا اقراری ہوں اور اعتراف کرتا ہوں۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں مسکین کی طرح اور آپ کے سامنے گڑگڑاتا ہوں گنہگار ذلیل کی طرح اور میں آپ کو پکارتا ہوں جیسا کہ خوف زدہ مصیبت زدہ پکارتا ہے اور جیسا کہ وہ شخص پکارتا ہے جس کی آپ کے سامنے گردن جھک گئی اور جس کے آنسو جاری ہوگئے اور جس کا جسم آپ کے لیے دبلا ہوا اور جس کی ناک آپ کے لیے خاک آلود ہوئی۔ اے میرے رب! مجھے محروم نہ فرما اور میرے لیے بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہوجا۔ اے وہ ذات پاک جو ان میں سب سے بہتر ہے جن سے سوال کیا گیا اور اے وہ ذات پاک جو دینے والوں میں سب سے بڑا داتا ہے۔''

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی مسلمان عرفہ کے دن زوال کے بعد عرفات میں قبلہ رُخ ہوکر سومرتبہ ((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ ، وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)). پھر سومرتبہ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ (پوری سورۂ اخلاص) پڑھے پھر سومرتبہ یہ درود پڑھے: ((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ)). تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی کیا جزا ہے، جس نے میری تسبیح اور تہلیل کی اور میری بڑائی اور عظمت بیان کی اور میری معرفت حاصل کی اور میری شان بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا اور اس کے نفس کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی اور اگر میرا بندہ مجھ سے تمام عرفات والوں کے لیے سفارش کرے تو اس کی سفارش ان سب کے حق میں قبول کروں۔''

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''عرفات میں میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی زیادہ تر دعا یہ ہے:

((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ ، وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً ، اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ . اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الَّیْلِ ، وشرِ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ ، وَ شَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیَاحُ)).

ترجمہ: ''کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! میرے دل میں نور کردے اور میرے کانوں میں نور کردے اور میری آنکھوں میں نور کردے، اے اللہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کاموں کو آسان فرمادے اور میں سینہ کے وسوسوں سے اور کاموں کی بدنظمی سے اور قبر کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جو دن میں داخل ہوتی ہے اور اس کے شر سے جسے ہوائیں لے کر چلتی ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ عرفات میں عصر کی نماز سے فارغ ہوکر ہاتھ اٹھا کر وقوف میں مشغول ہوجاتے تھے اور ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ)) تین مرتبہ کہتے تھے اور اس کے بعد ((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ،

لهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ))پڑھ کر یہ دعا تین بار پڑھتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ بِالْهُدٰی ، وَ نَقِّنِیْ بَالتَّقْوٰی ، وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی)).

''اے اللہ! مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور تقویٰ کے ذریعہ مجھے پاک وصاف کردے
اور مجھے دنیا و آخرت میں بخش دے۔''

اس کے بعد ہاتھ نیچے کرلیتے تھے اور جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اتنی دیر خاموش رہ کر پھر ہاتھ اٹھاتے تھے اور اسی طرح دعا کرتے تھے جس طرح اوپر بیان ہوئی۔

مذکورہ بالا دعاؤں کے علاوہ جو چاہے اور جس زبان میں چاہے دعا کرے اور دل کو خوب حاضر کرکے خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگے کیونکہ حقیقی معنیٰ میں دعا وہی ہے جو دل سے نکلے۔ دعاؤں کے درمیان بار بار تلبیہ بھی پڑھتا رہے۔

حضورِ اقدس ﷺ سے بے شمار جامع دعائیں منقول ہیں جو کسی وقت کسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ دعائیں ہر وقت مانگی جاسکتی ہیں اور ان دعاؤں کو ''الحزب الاعظم'' اور ''مناجاتِ مقبول'' میں جمع کردیا گیا ہے۔ اگر چاہے تو ان کتابوں میں سے جس قدر چاہے دعائیں عرفات میں پڑھ لے، بہت لمبا وقت ہوتا ہے، اس میں بہت کچھ پڑھ سکتے ہیں اور مانگ سکتے ہیں۔

عرفات سے مزدلفہ روانگی

مزدلفہ عرفات سے واپس مکہ مکرمہ کی طرف تین میل کے فاصلے پر ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی مزدلفہ کے لیے روانہ ہوجائے، راستہ میں ذکر اللہ اور تلبیہ پڑھتا رہے۔ اس روز حجاج کے لیے مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھنا جائز نہیں، واجب ہے کہ نمازِ مغرب کو موخر کرکے عشا کے وقت نمازِ عشا کے ساتھ پڑھے۔ مزدلفہ پہنچ کر اوّل مغرب کے فرض پڑھے اور مغرب کے فرضوں کے فوراً بعد عشا کے فرض پڑھے، مغرب کی سنتیں اور عشا کی سنتیں اور وتر سب بعد میں پڑھے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشا کی دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو اکھٹا پڑھنے کے لیے جماعت شرط نہیں ہے، تنہا ہو تب بھی اکھٹا کرکے پڑھے۔

اگر مغرب کی نماز عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی ہے تو مزدلفہ میں پہنچ کر اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر عشا کے وقت سے پہلے مزدلفہ پہنچ گیا تو ابھی مغرب کی نماز نہ پڑھے، عشا کے وقت کا انتظار کرے اور عشا کے وقت میں دونوں نمازوں کو اکٹھا کرے۔

مزدلفہ کی رات میں جاگنا اور عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے اور اس رات مزدلفہ میں رہنا سنت مؤکدہ ہے۔ بہت سے لوگ وقت سے پہلے ہی فجر کی اذان دے کر نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ کر منیٰ کو چلے جاتے ہیں۔ اوّل تو فرض نماز چھوڑ کر گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی، دوسرے وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے جو واجب ہے اور دَم بھی واجب ہوتا ہے۔ حج کرنے نکلے ہیں، قاعدہ کے مطابق کریں، ایک فرض (یعنی حج) ادا کیا اور دوسرا فرض (یعنی نماز) ترک کرنے کا گناہ سر لے لیا، یہ کیا سمجھ داری ہے؟ اور بہت سے لوگ تو نفلی حج میں ایسی حرکت کرتے ہیں۔ ایسے نفلی حج کی ضرورت کیا ہے جس میں فرض نماز نہ پڑھی جائے، البتہ اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے، سیدھی منیٰ چلی جائے تو اس کے لیے گنجائش ہے، اس پر دَم واجب نہ ہوگا لیکن مرد ہجوم کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دے، یہ جائز نہیں ہے۔ مزدلفہ میں رات گزارنا سنتِ مؤکدہ ہے اور صبح صادق کے بعد مزدلفہ میں رہنا واجب ہے، واجب کے چھوٹ جانے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

تیسرا دن ١٠ / ذی الحجہ:

آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے، اس میں حج کے چند احکام ہیں: پہلا حکم وقوفِ مزدلفہ ہے جو واجب ہے، اس کا وقت طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ہے۔ اگر کوئی شخص طلوعِ فجر کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر منیٰ چلا جائے، طلوعِ آفتاب کا انتظار نہ کرے تو بھی واجب وقوف ادا ہوگیا۔ واجب کی ادائیگی کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ نمازِ فجر مزدلفہ میں پڑھ لے، مگر سنت یہی ہے کہ طلوعِ آفتاب سے کچھ پہلے تک ٹھہرے۔ مزدلفہ کے میدان میں جہاں چاہے وقوف کرسکتا ہے سوائے وادیٔ مُحَسّر کے جو منیٰ کی جانب مزدلفہ سے باہر وہ جگہ ہے جہاں اصحابِ فیل پر عذاب آیا تھا۔ افضل یہ ہے کہ جبلِ قزح کے قریب وقوف کرے، اگر رش کی وجہ سے وہاں پہنچنا مشکل ہو تو مزدلفہ میں جس جگہ ٹھہرا ہے وہیں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر وقوف کرے۔ اس وقوف میں بھی تلبیہ اور تکبیر وتہلیل اور استغفار و توبہ اور دعا کثرت سے کرے۔

وقوفِ مزدلفہ کے بارے میں بہت سے حاجی حضرات یہ غلطی کرتے ہیں کہ عرفات سے آتے ہوئے سیدھے منیٰ چلے جاتے ہیں اور بعض حاجی ایک دو گھنٹہ مزدلفہ میں رہ کر رات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ مزدلفہ میں رات گزارنے اور صبح صادق کے بعد وقوف کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے وقوف نہ کرنے کی وجہ سے ان پر دَم لازم آتا ہے۔

مزدلفہ سے منیٰ روانگی:

جب سورج طلوع ہونے میں دو رکعت ادا کرنے کے بقدر وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائے، اس

کے بعد تاخیر کرنا خلافِ سنت ہے اور بہتر یہ ہے کہ رَمی کے لیے کنکریاں چنے یا کھجور کی گٹھلی کے برابر مزدلفہ سے اٹھا کر ساتھ لے جائے، ورنہ کہیں سے بھی اٹھا لینا جائز ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رَمی:

منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرۂ عقبہ کی رَمی ہے۔ منیٰ میں تین ستون اونچے بنے ہوئے ہیں، ان تینوں کو ''جمرات'' کہتے ہیں اور ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے اس کو جمرہ اولیٰ اور اس کے بعد والے کو جمرۂ وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو سب سے آخر میں ہے جمرۂ عقبہ اور جمرۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان ستونوں کے گرد گھیرا بنا ہوا ہے، اس میں کنکریاں پھینکنے کو رَمی کہتے ہیں۔

دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ عقبہ کی رَمی ہوتی ہے، مزدلفہ سے چل کر جب منیٰ پہنچے تو پہلے اور دوسرے جمرہ کو چھوڑ کر سیدھا جمرۂ عقبہ پر جائے اور اس کو سات کنکریاں مارے اور پہلی کنکری کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا ختم کر دے۔ مفرد ہو یا متمتع یا قارِن سب کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

رمی کرتے ہوئے ہر کنکری کے مارنے کے وقت تکبیر اور دعا اس طرح پڑھے:

«بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، رَغْمًا لِلشَّيْطَانِ ، وَرِضًى لِلرَّحْمٰنِ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا».

''میں اللہ کا نام لے کر کنکری مارتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میرا یہ عمل شیطان کو ذلیل کرنے کے لیے اور رحمٰن کو راضی کرنے کے لیے ہے۔ اے اللہ! میرے اس حج کو حج مقبول بنا دے اور میرے گناہوں کو بخشے بخشائے کر دے اور میری محنت وکوشش کی قدردانی فرما'' (یعنی اس کو ثواب کے قابل بنا دے)

تکبیر کی بجائے «سُبْحَانَ اللّٰهِ» یا «لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ» پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ذکر بالکل چھوڑنا برا ہے۔

جمرۂ عقبہ کی رَمی کا مسنون وقت طلوع سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک جائز وقت ہے، یعنی اس میں نہ استحباب ہے، نہ کراہت ہے اور غروب کے بعد مکروہ وقت ہو جاتا ہے لیکن رش ہو تو غروب کے بعد بھی مکروہ نہیں۔ آج کل بہت رش ہوتا ہے اس لیے عوام کو یہی بتانا چاہیے کہ وہ طلوع سے اگلے دن کی صبح صادق تک بلا کراہت رَمی کر سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس رَمی کا وقت طلوعِ آفتاب سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک ہے، البتہ وقت میں تفصیل ہے، کچھ وقت مسنون ہے کچھ جائز ہے اور کچھ مکروہ ہے لیکن کمزوروں، بیماروں اور عورتوں کے لیے وقت

مکروہ میں بھی کراہت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ یاد رکھیں۔ جو لوگ خود رَمی کر سکتے ہیں بہت سے لوگ ان کی طرف سے بھی نیابۃً رَمی کر دیتے ہیں، یہ درست نہیں ہے، اس طرح کرنے سے رَمی چھوڑنے کا گناہ ہوتا ہے اور دَم واجب ہوتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد وہ لوگ رَمی کر لیں جو بھیڑ اور رش کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں۔ عورتوں کو رات میں رَمی کرا دیں اس سے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کسی نے صبح صادق تک بھی رَمی نہیں کی تو قضا ہوگئی، گیارہویں تاریخ کو اس کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔

قربانی:

جمرۂ کبریٰ کی رَمی سے فارغ ہو کر بطورِ شکر یہ حج کی قربانی کرے اور یہ قربانی مفرد کے لیے مستحب ہے اور قارِن اور متمتع پر واجب ہے۔ مفرد نے اگر قربانی سے پہلے حلق یا قصر کر لیا اور اس کے بعد قربانی کی تو اس پر دَم وغیرہ واجب نہیں، البتہ اس کے لیے رَمی ذبح سے پہلے اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے مستحب ہے اور رَمی حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے اور قارِن اور متمتع پر رَمی اور ذبح حلق یا قصر سے پہلے واجب ہے۔

جو شخص خود ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اگر ذبح کی جگہ حاضر بھی نہ ہو اور دوسرے سے ذبح کرا دے تو یہ بھی درست ہے، ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھے:

«اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً، وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ.
اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.
لَا شَرِیْكَ لَهٗ، وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.
اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ......».

”میں نے اپنا رُخ اس ذات پاک کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہیں، جو رب العالمین ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم کیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی کرنا آپ کا حکم ہے اور آپ کی طرف سے ہے اور قربانی آپ ہی کے لیے ہے۔“

اس کے بعد «بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ» کہہ کر ذبح کر دے۔

تنبیہ:

یہ حج کی قربانی کا بیان تھا اور عید کی جو قربانی صاحبِ نصاب پر واجب ہوتی ہے اس کا حکم حاجیوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سے جو شخص مکہ معظّمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم تھا اور وہ حج کے احکام ادا کرنے کے لیے منیٰ اور عرفات آیا ہے تو اس پر وہ دوسری قربانی بھی واجب ہے لیکن اس کا منیٰ یا حرم میں ہونا ضروری نہیں۔ اگر اپنے وطن میں کرادے تو تب بھی درست ہے اور جو شخص مکہ معظّمہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کر کے مقیم نہ تھا بلکہ پندرہ دن سے کم مدت مکہ میں رہ کر منیٰ و عرفات کے لیے روانہ ہو گیا تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں جو صاحب نصاب پر ہر سال ہر جگہ میں واجب ہوتی ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔

قارِن اور متمتع پر قربانی واجب ہے یعنی ایک بکری یا بھیڑ، یا دنبہ جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو ذبح کر دے یا پانچ سالہ اونٹ یا دو سالہ گائے میں ساتواں حصہ لے لے، تمتع اور قران کی قربانی حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے اور منیٰ میں ہونا افضل ہے۔

اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو:

اگر کوئی متمتع یا قارِن پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہ کر سکے تو وہ اس کے بدلے دس روزے رکھ لے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں سے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے اور اِحرام کے بعد رکھے ہوں اور حج کے مہینوں میں یعنی شوال ذیقعدہ، ذی الحجہ میں رکھے ہوں اور سات روزے ایامِ تشریق گزر جانے کے بعد رکھے، چاہے مکہ میں رکھے چاہے کسی اور جگہ، لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے۔ اگر کسی قارِن یا متمع نے دسویں تاریخ سے پہلے یہ تینوں روزے نہ رکھے تو اب قربانی ہی کرنی پڑے گی۔ اگر اس وقت قربانی کی قدرت نہیں ہے تو سر منڈا کر یا بال کٹا کر اِحرام سے نکل جائے لیکن جب مقدور ہو جائے تو ایک دَم قران یا تمتع کا اور ایک دَم ذبح سے پہلے حلال ہونے کا دیدے یعنی دو قربانیاں دے اور اگر ایام نحر کے بعد ذبح کرے تو تیسرا دم ایام نحر سے مؤخر کرنے کا لازم ہوگا۔

واضح رہے کہ قربانی دسویں، گیارہوں، بارہویں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں کرنا لازم ہے، بارہویں کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کر دے، لیکن تمتع اور قران والا جب تک قربانی نہ کرے اس وقت تک اس کو سر منڈانا یا بال کٹانا جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا جو حج کی قربانی کے علاوہ ہوگا۔ کسی وجہ سے دسویں تاریخ کو قربانی نہ کر سکے تو گیارہ بارہ کو کر لے، لیکن قران یا تمتع میں بال منڈانا یا کتروانا قربانی کے بعد ہی ہوگا۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

حلق اور قصر کا بیان

حلق سر منڈانے کو اور قصر بال کٹانے کو کہتے ہیں۔ اِحرام عمرہ کا ہو یا حج کا یا دونوں کا ایک ساتھ باندھا ہو، ہر صورت میں حلق اور قصر ہی کے ذریعے اِحرام سے نکلنا ممکن ہوگا۔ جب تک حلق یا قصر نہ کرے گا اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر سلے ہوئے کپڑے حلق یا قصر سے پہلے پہن لیے یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈ لیے یا ناخن کاٹ لیے یا خوشبو لگالی تو جزا واجب ہوگی۔

عمرہ کرنے والا شخص جب عمرہ کی سعی سے فارغ ہو جائے حلق یا قصر کرالے اور حج افراد والا اور تمتع والا (جس نے آٹھ تاریخ کو مکہ سے حج کا اِحرام باندھا تھا اور اس سے پہلے عمرہ کر کے فارغ ہو چکا تھا) اور قارن، یہ تینوں دسویں تاریخ کو منیٰ میں رَمی اور قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائیں اور اگر بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہونے تک حلق یا قصر کو مؤخر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد حلق یا قصر کریں گے تو دَم واجب ہوگا اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ حلق یا قصر حرم ہی میں ہونا واجب ہے۔ اگر حرم کے باہر کیا تو اس کی وجہ سے ایک دَم واجب ہوگا۔

یہ بات پہلے لکھی جا چکی ہے کہ جس کا صرف حج کا اِحرام ہو، یعنی مفرد ہو وہ دس تاریخ کو رَمی کرنے کے بعد حلق یا قصر کرا سکتا ہے کیونکہ قربانی اس پر واجب نہیں، مستحب ہے۔ اگر وہ مستحب پر عمل کرتا ہے تو بہتر ہے کہ قربانی کے بعد حلق یا قصر کرائے اور جس شخص کا حج قران یا تمتع کا ہو وہ قربانی سے پہلے حلق یا قصر نہ کرائے، تمتع اور قران والے پر قربانی بھی واجب ہے اور اس طرح ترتیب بھی واجب ہے کہ پہلے جمرۂ عقبہ کی رَمی کرے، پھر قربانی کرے پھر حلق یا قصر کرائے، اس ترتیب کے خلاف کرے گا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کا طریقہ:

قبلہ رُخ بیٹھ کر سر کے بال منڈائے یا کتروائے، اپنی دائیں جانب سے سر منڈانا یا کتروانا شروع کرے۔ چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا چوتھائی سر کے بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کاٹ دینا اِحرام سے نکلنے کے لیے واجب ہے، اس سے کم مونڈنے یا کاٹنے سے اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ عمرہ اور حج دونوں میں ایک ہی حکم ہے۔ افضل یہ ہے کہ پورے سر کے بال منڈا دے، اگر نہ منڈائے تو پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوا دے۔ اگرچہ اِحرام سے نکلنے کے لیے چوتھائی سر کے بال مونڈ دینا یا ایک پورے کے بقدر کاٹ دینا کافی ہے، لیکن کچھ سر منڈانا کچھ چھوڑنا ممنوع ہے، لہٰذا پورا سر منڈائے یا پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے بقدر کٹوائے تاکہ سنت کے خلاف نہ ہو اور جب پٹھے رکھنے والا ایک

پورے کے برابر بال کاٹنا چاہے تو ایک پورے سے زیادہ لے لے کیونکہ بال چھوٹے بڑے بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایک پورے سے زیادہ لے گا تب ایک پورے کے برابر کٹ جانے کا یقین ہوگا۔ چند بال کاٹنے سے اِحرام سے نہیں نکلتا، خوب سمجھ لیں۔

عورت کے لیے سر منڈانا حرام ہے، وہ ایک پورے کے بقدر بال کٹا کر ہی اِحرام سے نکل سکتی ہے، مگر کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے بقدر ضرور کٹوالے۔ حلق اور قصر سے پہلے لبیں اور ناخن وغیرہ نہ کٹوائے اور نہ بغل کے بال صاف کرے ورنہ جزا واجب ہوگی۔

حلق یا قصر کرانے کے بعد حاجی کے لیے ممنوعاتِ اِحرام کی پابندی ختم ہوجاتی ہے یعنی خوشبو لگانا، ناخن کاٹنا، کسی بھی جگہ کے بال کاٹنا، سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ ڈھانکنا یہ سب کام جائز ہوجاتے ہیں، البتہ میاں بیوی والے خاص تعلقات حلال نہیں ہوتے، وہ طوافِ زیارت کے بعد حلال ہوتے ہیں۔

طوافِ زیارت

منیٰ میں رَمی، ذبح اور حلق یا قصر کرانے کے بعد مکہ معظّمہ جا کر طواف بیت اللہ کرے۔ یہ طواف حج کے فرائض میں سے ہے جس کو طوافِ رکن اور طوافِ افاضہ اور طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ اس کا اوّل وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہے اور طوافِ زیارت دس، گیارہ، بارہ تینوں دنوں میں ہوسکتا ہے، البتہ دسویں ذی الحجہ کو اس کا ادا کرلینا افضل ہے اور جب بارہویں تاریخ کو آفتاب غروب ہوگیا تو اس کا صحیح وقت ختم ہوگیا۔ اگر بارہ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے کے بعد کرے گا تو طواف ادا ہوجائے گا لیکن ایک دَم واجب ہوگا۔ طوافِ زیارت کرنے کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بھی حلال ہوجائیں گے۔

واضح رہے کہ اگر کسی نے طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کرلی تھی تو اب طوافِ زیارت میں رَمل نہ کرے اور اگر اس وقت سعی نہیں کی تھی تو اب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرلے اور طوافِ زیارت کے شروع کے تین چکروں میں رَمل بھی کرے۔

اب رہا مسئلہ اِضطباع کا، تو چونکہ اِضطباع کا تعلق بغیر سلے ہوئے کپڑے پہننے کی حالت سے ہے اس لیے جو شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے، اگر اس نے اب تک حلق نہیں کرایا ہے اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے ہیں تو طوافِ زیارت میں اِضطباع کرے اور اگر حلق یا قصر کرا کر سلے ہوئے کپڑے پہن چکا ہے تو اب اِضطباع کا موقع رہا ہی نہیں، بلا اِضطباع ہی

طواف کرلے۔

طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپسی:

دسویں تاریخ کو طوافِ زیارت کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہویں بارہویں شب منیٰ میں گزارے اور ان دونوں دنوں میں زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، دس تاریخ کو طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو گیارہویں، بارہویں تاریخ میں سے کسی وقت، رات کو یا دن کو مکہ معظّمہ جا کر طواف کرلے۔

چوتھا دن ۱۱ / ذی الحجہ:

اگر قربانی یا طوافِ زیارت کسی وجہ سے دس تاریخ کو نہیں کرسکا تو گیارہویں کو کرلے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے، زوال سے پہلے درست نہیں۔ اس دن کی رَمی کا مستحب وقت زوال کے بعد سے شروع ہوکر غروب تک ہے، غروب کے بعد مکروہ ہے، مگر بارہویں تاریخ کی صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے رَمی کرلی جائے تو ادا ہوجاتی ہے، دَم دینا نہیں پڑتا اور اگر بارہویں تاریخ کی صبح ہوگئی تو اب گیارہویں تاریخ کی رَمی کا وقت ختم ہوگیا، اس کی قضا اور جزا دونوں لازم ہوں گی، یعنی بارہویں تاریخ کو اس دن کی رَمی بھی کرے اور گیارہویں کی رَمی کی قضا بھی کرے اور دَم بھی دے۔ گیارہویں تاریخ کی رَمی اس ترتیب سے کرے کہ پہلے جمرۂ اولیٰ پر سات کنکریاں اسی طریقہ سے مارے جس طرح دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رَمی کرچکا ہے۔ اس کی رَمی سے فارغ ہونے کے بعد مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا کرے، اتنی دیر ٹھہرے جتنی دیر میں بیس آیتیں پڑھی جاسکیں۔ اس وقفہ میں تکبیر، تہلیل، استغفار اور درود شریف میں مشغول رہے۔ اپنے اور اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے، یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔ اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ پر آئے اور اسی طرح سات کنکریاں مارے جس طرح پہلے مار چکا ہے اور اس کے بعد بھی مجمع سے ہٹ کر قبلہ رُخ ہوکر دعا و استغفار میں کچھ دیر مشغول رہے، پھر جمرۂ عقبہ پر آئے اور یہاں بھی حسبِ سابق سات کنکریوں سے رَمی کرے اور اس کے بعد دعا کے لیے نہ ٹھہرے کہ یہاں دعا کے لیے ٹھہرنا سنت سے ثابت نہیں، البتہ وہاں سے واپس ہوکر چلتے ہوئے دعا مانگ لے۔

گیارہویں تاریخ کا اتنا ہی کام تھا جو پورا ہوگیا، باقی اوقات اپنی جگہ پر منیٰ میں گزارے۔ ذکر اللہ، تلاوت اور دُعاؤں میں مشغول رہے، غفلتوں اور فضول کاموں میں وقت ضائع نہ کرے۔

گیارہویں تاریخ کی رَمی بھی عورتوں اور کمزوروں کو آنے والی رات میں کسی وقت کرلینی چاہیے، نہ بالکل چھوڑے نہ کسی کو نائب بنائے، رات میں بھیڑ نہیں ہوتی۔

پانچواں دن ۱۲ / ذی الحجہ:

اس دن کا کام تینوں جمرات کی رَمی کرنا ہے، زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرے جس طرح ۱۱ / ذی الحجہ کو کی ہے۔ بارہویں کی رَمی کا مسنون وقت زوال سے غروب تک ہے اور غروب سے لے کر صبح صادق تک وقت مکروہ ہے مگر عورتوں اور ضعیفوں کے لیے مکروہ نہیں ہے اور زوال سے پہلے اس دن کی رَمی بھی درست نہیں ہے۔ اگر اب تک قربانی نہ کی ہو یا طوافِ زیارت نہ کیا ہو تو اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے ضرور کرلے اور آج کی رَمی بھی کرلے۔

۱۳ / ذی الحجہ کی رَمی اور مکہ معظّمہ واپسی:

۱۳ / ذی الحجہ کی رَمی کرنے کے بعد اب تیرہویں تاریخ کی رَمی کے لیے منیٰ میں مزید قیام کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ اگر چاہے تو بارہویں تاریخ کی رَمی سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ جاسکتا ہے، بشرطیکہ غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے۔ اگر بارہویں تاریخ کو سورج منیٰ میں غروب ہوگیا تو اب منیٰ سے نکلنا مکروہ ہے، اس کو چاہیے کہ آج رات بھی منیٰ میں قیام کرے اور تیرہویں تاریخ کو رَمی کرکے مکہ معظّمہ جائے اور اگر منیٰ میں تیرہویں کی صبح ہوگئی تو اس دن کی رَمی بھی اس کے ذمہ واجب ہوگئی، بغیر رَمی کیے ہوئے جانا جائز نہیں۔ اگر بغیر رَمی کیے چلا جائے گا تو دَم واجب ہوگا۔ افضل یہی ہے کہ بارہویں تاریخ کی رَمی کے بعد غروب سے پہلے جانا جائز ہونے کے باوجود خود اپنے ارادہ سے رات کو وہاں ٹھہرے اور صبح کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رَمی کرکے مکہ معظّمہ جائے۔ اس دن کی رَمی کا وہی طریقہ ہے جو دسویں، گیارہویں کی رَمی کے بیان میں ذکر ہوا اور اس دن کی رَمی کا صحیح وقت زوال سے لے کر غروب تک ہے۔ آنے والی رات اس دن کے تابع نہیں لہٰذا اس دن کی رَمی صرف غروب سے پہلے پہلے ہوسکتی ہے، رات میں نہیں ہوسکتی اور غروب تک رَمی نہ کی تو رَمی کا وقت ختم ہوگیا۔ اگر اس دن کی رَمی واجب ہوچکی تھی اور غروب تک نہ کی تو اس کے چھوڑنے سے ایک دَم واجب ہوگا۔

اگر کسی نے تیرہویں تاریخ کو صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے رَمی کرلی تو کراہت کے ساتھ ادا ہوجائے گی، زوال سے پہلے اس دن کی رَمی کرنا مکروہ ہے لیکن اس کراہت کی وجہ سے دَم واجب نہ ہوگا۔ بارہویں یا تیرھویں تاریخ کی رَمی کرکے مکہ معظّمہ آجائے اور مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے۔ خصوصاً طواف کثرت سے کرے اور چاہے تو عمرہ کرتا رہے لیکن زیادہ طواف کرنا زیادہ عمرے کرنے سے بہتر ہے اور جو عمرہ کرے تیرہویں تاریخ کے بعد کرے۔

طوافِ وَداع:

میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد رخصتی کا طواف بھی کریں۔ اس طواف کو طوافِ

وَداع کہتے ہیں اور یہ حج کا آخری واجب ہے اور اس میں حج کی تینوں قسمیں برابر ہیں یعنی ہر قسم کا حج کرنے والے پر واجب ہے البتہ یہ طواف اہلِ حرم اور حدود میقات کے اندر رہنے والوں پر واجب نہیں۔ جو عورت حج کے سب ارکان وواجبات ادا کر چکی ہے اور طوافِ زیارت کے بعد اس کو حیض آ گیا اور ابھی پاک نہیں ہوئی ہے کہ اس کا محرم روانہ ہونے لگا تو طوافِ وَداع اس کے ذمہ واجب نہیں، وہ اپنے محرم کے ساتھ طوافِ وَداع کیے بغیر چلی جائے۔

طوافِ وَداع کے لیے نیت بھی ضروری نہیں، اگر طوافِ زیارت کے بعد کوئی نفلی طواف کر لیا ہے تو وہ بھی طوافِ وَداع کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اسی سے طوافِ وَداع ادا ہو جاتا ہے لیکن افضل یہی ہے کہ مستقل نیت سے واپسی کے وقت طوافِ وَداع کرے۔

اگر طوافِ وَداع کر لینے کے بعد کسی ضرورت سے مکہ میں قیام کرے تو روانہ ہوتے وقت طوافِ وَداع دوبارہ کرنا مستحب ہے۔ طوافِ وَداع کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، پھر قبلہ رُخ ہو کر زمزم کا پانی پیے، پھر حرم سے رخصت ہو۔ اس موقع کی کوئی خاص دعا مسنون نہیں، جو چاہے دعا مانگے اور واپسی پر حسرت اور افسوس کرے اور بار بار آنے کی دعا کرے۔ بعض حضرات نے اس موقع کے لیے اچھی دعائیں تجویز کی ہیں، چاہے تو ان کو پڑھ لے۔

طواف کے مسائل:

مسئلہ ۱ طواف کے لیے نیت شرط ہے، طواف کی نیت کے بغیر کعبہ شریف کے چاروں طرف چکر لگائے تو طواف نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس میں اِضطباع مسنون ہے۔ حج کا طواف ہو یا عمرہ کا، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اِضطباع یہ ہے کہ اوپر کی چادر کے داہنے پلے کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے، دایاں کندھا کھلا رہے اور دونوں پلے بائیں کندھے پر پڑے رہیں۔ یہ اِضطباع طواف کے ساتوں چکروں میں رہے گا، لیکن جب طواف سے فارغ ہو کر طواف کی دو رکعتیں پڑھنے لگے تو کندھے ڈھانک کر پڑھے۔ اگر اِضطباع کے ساتھ نماز پڑھے گا تو مکروہ ہوگی۔

اِضطباع صرف حالت طواف میں مسنون ہے۔ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ سعی کی حالت میں بھی اِضطباع کرتے ہیں حالانکہ طواف کے علاوہ اور کسی حالت میں اِضطباع مسنون نہیں۔

مسئلہ ۳ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس کے شروع کے تین چکروں میں رَمل بھی مسنون ہے۔ اس کا مطلب یہ

ہے کہ اکڑ کر کندھے ہلاتے ہوئے کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھتے ہوئے چلے۔

﴿مسئلہ۴﴾ طواف کے لیے ضروری یعنی واجب ہے کہ طواف باوضو کیا جائے، اگر بے وضو طواف کرلیا تو اس کو باوضو لوٹالیں۔ اگر دوبارہ نہ لوٹایا تو جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ۵﴾ کعبہ شریف سے جتنا زیادہ قریب ہوکر طواف کیا جائے اتنا زیادہ ثواب ہے لیکن اس کا خیال رہے کہ دوسرے طواف کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

﴿مسئلہ۶﴾ طواف میں تیسرا کلمہ پڑھتا رہے اور رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْأٓخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴿٢٠١﴾ ﴾ پڑھے۔

﴿مسئلہ۷﴾ طواف میں فضول بات چیت یا خرید وفروخت مکروہ ہے، البتہ شرعی مسئلہ بتانا یا دریافت کرنا یا ضروری بات کرنا مکروہ نہیں۔

﴿مسئلہ۸﴾ طواف کے دوران بلند آواز سے ذکر کرنا یا دعا کرنا جس سے طواف کرنے والوں کو یا نمازیوں کو تشویش ہو یہ بھی مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۹﴾ پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے تقاضے کو دبا کر طواف کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ حجرِ اسود کے استلام میں دوسرے طواف کرنے والوں کو دھکے دینا حرام ہے۔ بہت سے لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے، دوسروں کو تکلیف دے کر گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ رش کی وجہ سے اگر منہ سے بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھ حجرِ اسود کو لگائے اور ہاتھوں کو چوم لے، اگر ایک ہی ہاتھ لگا سکے تو دایاں ہاتھ لگائے اور اسے چوم لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی لکڑی سے حجرِ اسود کو چھوئے اور اس لکڑی کو بوسہ دے۔ مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہوسکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں ہتھیلیوں کو حجرِ اسود کی طرف اس طرح کرے کہ پشت ہتھیلیوں کی اپنے چہرہ کی طرف رہے، پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ بعض لوگ حجرِ اسود پر خوشبو لگادیتے ہیں، جو شخص اِحرام میں ہو خوشبو لگی ہونے کی صورت میں منہ یا ہاتھ سے حجرِ اسود کا استلام نہ کرے بلکہ صرف آخری صورت اختیار کرے جو اوپر بیان ہوئی۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ طواف کرتے ہوئے کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا منع ہے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ حجرِ اسود اور کعبہ شریف کی چوکھٹ کے علاوہ کعبہ شریف کے کسی گوشہ یا دیوار کو بوسہ دینا منع ہے، صرف رکن

یمانی کو ہاتھ لگائے بوسہ نہ دے۔

مسئلہ ۱۴ جس طواف کے شروع کے تین چکروں میں رَمل کرنا مسنون ہے۔ اگر ہجوم زیادہ ہو جس میں رَمل کرنے کا موقع نہ ہو تو ہجوم کم ہونے تک طواف کو مؤخر رکھے پھر جب ہجوم کم ہو جائے تو رَمل کے ساتھ طواف کرلے۔

مسئلہ ۱۵ رَمل کے ساتھ طواف شروع کیا اور پھر اتنا زیادہ ہجوم ہو گیا کہ رَمل نہیں کرسکتا تو رَمل کو موقوف کردے اور طواف پورا کرے۔

مسئلہ ۱۶ رَمل کرنا بھول گیا اور ایک یا دو چکر کے بعد یاد آیا تو تین چکروں میں سے جتنے چکر باقی ہوں ان میں رَمل کرلے۔ اگر شروع کے تین چکروں کے بعد رَمل یاد آیا تو اب رَمل نہ کرے۔

مسئلہ ۱۷ طواف کرنے والے کو اگر چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو جس پھیرے میں شک ہو اس کا اعادہ کرلے، مثلاً: یہ شک ہو کہ چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو ایک چکر اور کرلے تاکہ یقین ہو جائے کہ سات چکر پورے ہو گئے۔

مسئلہ ۱۸ طواف کرتے ہوئے دھکم پیل سخت منع ہے۔ خاص کر عورتیں سختی کے ساتھ اس سے پرہیز کریں بلکہ عورتوں کو رات میں یا دن کو کسی ایسے وقت طواف کرنا چاہیے جس میں مردوں کا ہجوم نہ ہو اور طواف میں جہاں تک ہو سکے مردوں سے علیحدہ ہو کر طواف کریں۔

نفلی طواف:

مسئلہ ۱۹ قیامِ مکہ کے دوران جس قدر ممکن ہو نفل طواف کرتا رہے اور مکہ معظّمہ کے قیام کو غنیمت جانے، بازاروں میں نہ گھومے۔ نفلی طواف کی بھی بہت زیادہ فضیلت ہے اور طواف وہ عبادت ہے جو مکہ معظّمہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہو سکتی۔ حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر بہت سے لوگ بکثرت عمرے کرتے ہیں اور کثرت سے عمرے کرنا بھی اگرچہ ثواب کا کام ہے، لیکن زیادہ عمرے کرنے کی بنسبت زیادہ طواف کرنا افضل ہے یعنی جتنا وقت عمرے میں لگتا ہے اتنی دیر تک طواف کرنا عمرے سے افضل ہے۔ یہ نہیں کہ ایک یا دو طواف عمرے سے افضل ہیں۔ کوئی شخص تنعیم جائے اور وہاں عمرہ کا اِحرام باندھے، پھر وہاں سے واپس آئے اور طواف وسعی کرے اور حلق یا قصر کرے تو اتنے وقت میں وہ ایک ہی طواف کر سکے گا یعنی عمرہ کا طواف لیکن اگر عمرہ نہ کرتا تو اتنے وقت میں دس بیس طواف کرلیتا، لہٰذا طواف زیادہ کرنے کی طرف توجہ دینا چاہیے۔

طواف کی دو رکعتوں کے مسائل:

ہر طواف کے بعد (فرض ہو یا واجب یا نفل) دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے اور ان دو رکعتوں کا مقام ابراہیم کے پیچھے

پڑھنا افضل ہے لیکن اگر وہاں جگہ نہ ملے تو حرم میں کسی بھی جگہ پڑھ لے۔

مسئلہ ۲۰ طواف ختم کرنے کے بعد بلا تاخیر طواف کی دو رکعتیں پڑھنا مسنون ہے اور تاخیر کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر وقت مکروہ ہو تو اس کے ختم ہو جانے کے بعد پڑھے۔

مسئلہ ۲۱ اگر کسی نے عصر کے بعد طواف کیا تو سورج غروب ہونے کا انتظار کرے اور مغرب کے فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے طواف کی رکعتیں پڑھ لے۔ اسی طرح اگر فجر کے بعد طواف کر لیا تو سورج چڑھ جانے کے بعد جب اشراق ہو جائے اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھے۔

آج کل مسجدِ حرام میں اذانِ مغرب کے پانچ منٹ بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، اس وقفہ میں طواف کی رکعتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

سعی کے مسائل:

مسئلہ ۲۲ صفا اور مروہ کے درمیان حج و عمرہ میں سعی کرنا واجب ہے، لیکن اس سے پہلے طواف ہونا ضروری ہے، طواف کے بغیر سعی معتبر نہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۳ سعی کے چکر لگاتار کرنا ضروری نہیں ہے، اگر طواف کرنے کے بعد متفرق طور پر سعی کے چکر ادا کرے، مثلاً: ایک چکر صبح کیا اور ایک دوپہر کو اور ایک شام کو اور اسی طرح چکر پورے کر لیے، اگر چہ اس میں کئی دن لگ جائیں تو اس طرح بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس سے کوئی دَم لازم نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۴ اگر کوئی شخص بے وضو سعی کرے تو سعی ہو جاتی ہے اس سے کوئی دَم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲۵ اگر کسی عورت نے عمرہ کا طواف باوضو صحیح حالت میں کر لیا اور اس کے بعد ایام شروع ہو گئے اور اسی حالت میں سعی کر لی تو سعی ادا ہو گئی۔ (۱)

مسئلہ ۲۶ بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر سعی کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کر لیا اور پھر دوبارہ سعی کو پیدل چل کر نہ لوٹایا تو دَم واجب ہوگا۔

حلق اور قصر کے مسائل:

اِحرام سے نکلنے کے لیے حدودِ حرم میں حلق یا قصر واجب ہے۔ اگر کسی نے حدودِ حرم سے باہر (مثلاً: جدہ یا مدینہ منورہ)

---

(۱) مسعیٰ (سعی کی جگہ) اگر چہ مسجد حرام سے متصل ہے مگر متولیان حرم کی وضاحت کے مطابق مسعیٰ مسجد کا حصہ نہیں، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہ کے استفتاء کے جواب میں امام و خطیب مسجد حرام الشیخ عبداللہ بن سبیل نے اپنے فتوٰی میں تحریر فرمایا ہے۔

جا کر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب ہوگا۔ البتہ اگر حدودِ حرم سے باہر نکل گیا اور وہاں حلق یا قصر نہ کرایا، پھر حرم میں واپس آ کر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اِحرام سے نکلنے کے لیے شرعی احکام کے مطابق سر کے بال منڈائے یا کٹائے اور اس سے پہلے نہ ناخن کاٹے، نہ لبیں تراشے، نہ بغل کے بال لے۔ اگر سر منڈانے یا بال کٹوانے سے پہلے ناخن کاٹے یا لبوں یا بغلوں یا مونچھ کے بال مونڈے یا کاٹے تو جزا واجب ہوگی۔

حج چھوٹ جانے کے احکام

﴿مسئلہ ۱﴾ جس شخص نے حج کا اِحرام باندھا اور نویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات میں نہ پہنچ سکا تو اس کا حج چھوٹ گیا، ایسے شخص کو ''فائت الحج'' کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب حج چھوٹ جائے تو اسی اِحرام سے عمرہ کے افعال یعنی طواف اور سعی کر کے بال منڈا کر اِحرام سے نکل جائے اور طواف شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا شروع کر دے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر فائت الحج مفرد تھا تو اس پر صرف حج کی قضا واجب ہے اور اگر قارِن تھا جس نے عمرہ نہیں کیا تھا تو یہ شخص اوّل تو عمرہ کے لیے ایک طواف اور سعی کرے۔ اس کے بعد ایک عمرہ حج رہ جانے کی وجہ سے کرے۔ اس کے بعد بال منڈا کر حلال ہو جائے اور اس صورت میں اس پر صرف حج کی قضا واجب ہوگی اور دَم قران ساقط ہو جائے گا اور قضا میں عمرہ کرنا واجب نہ ہوگا اور طواف ثانی شروع کرنے سے پہلے پہلے تلبیہ پڑھنا ختم کر دے اور اگر عمرہ کر چکا تھا تو اس کا وہی حکم ہے جو مفرد کا اوپر بیان ہوا یعنی حج چھوٹ جانے کی وجہ سے عمرہ کے افعال ادا کر کے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور حج کی قضا کرے اور اگر متمتع تھا (جس نے عمرہ کر کے بال منڈا کر حج کا اِحرام باندھا ہے) تو حج چھوٹ جانے کی وجہ سے عمرہ کرے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ حج کی قضا کرے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ جس کا حج چھوٹ جائے اس پر طوافِ وَداع اور قربانی واجب نہیں ہوتی اور اس سے دَم قران اور دَم تمتع ساقط ہو جاتا ہے۔

﴿مسئلہ ۴﴾ حج فرض ہو یا نفل یا نذر مان کر واجب کر لیا، سب کے چھوٹ جانے کا ایک ہی حکم ہے۔

﴿مسئلہ ۵﴾ عمرہ چھوٹ جانا ممکن نہیں، کیونکہ اس کے لیے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے، عرفہ، عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق کے علاوہ سال بھر میں کسی بھی دن یا رات میں عمرہ ادا کیا جا سکتا ہے اور ایامِ مذکورہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے ان دنوں

میں عمرہ کرلیا تو وہ بھی کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔

احصار کے احکام

کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ حج کا اِحرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفات اور طواف دونوں کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں رہتی، مثلاً: کسی دشمن نے روک دیا یا کسی حاکم نے قید کرلیا یا پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی یا موچ آگئی اور اتنا لنگڑا ہو گیا کہ چل پھر نہیں سکتا یا بہت زیادہ بیمار ہو گیا یا رقم چوری ہو گئی اور پیدل سفر بالکل نہیں کرسکتا ہے تو ان صورتوں کو ''احصار'' کہا جاتا ہے اور جب ان میں سے کوئی صورت کسی اِحرام والے کو پیش آجائے تو اسے ((مُحصَر)) کہتے ہیں۔ ذیل میں ((مُحصَر)) کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱ جس نے صرف حج کا اِحرام باندھا اور امور مذکورہ میں سے کسی وجہ سے مُحصَر ہو جائے تو احصار کے ختم ہونے کا انتظار کرے۔ احصار ختم ہونے کے بعد اگر حج مل سکے تو حج کرلے اور حج نہ ملے تو عمرہ کرکے اِحرام کھول دے کیونکہ اب یہ ''محرم فائت الحج'' ہو گیا اور اگر ایسی صورت ہے کہ جس وقت احصار ہوا ہے اس وقت سے لے کر حج کی تاریخ میں دیر ہے اور انتظار کرنے میں مشکل ہے اور جلد اِحرام کھولنا چاہتا ہے تو کسی شخص کو ایک دَم یا دَم کی قیمت دے کر حرم میں بھیج دے تاکہ وہ اس کی طرف سے حرم میں جا کر قربانی کردے اور تاریخ اور ذبح کا وقت پہلے سے متعین کردے۔ جانور یا جانور کی قیمت بھیجنے کے بعد چاہے تو اسی جگہ ٹھہرا رہے جہاں احصار ہوا ہے یا اپنے گھر واپس آجائے یا اور کسی جگہ چلا جائے۔ جب حرم میں جانور ذبح ہو جائے گا تو یہ شخص اِحرام سے نکل جائے گا۔ محصر اگر قارِن ہے تو چونکہ اس کے دو احرام ہیں اس لیے دو دَم یا دو دَم کی قیمت بھیج دے اور ذبح کی تاریخ اور وقت متعین کردے، ایک جانور اِحرامِ حج سے نکلنے کے لیے اور ایک اِحرامِ عمرہ سے نکلنے کے لیے حرم میں ذبح کرادے۔ جب یہ دونوں جانور ذبح ہو جائیں گے تو اِحرام سے نکل جائے گا۔ اگر اس نے صرف ایک دَم دیا تو اس وقت تک اِحرام سے نہ نکلے گا جب تک حرم میں دوسرا جانور ذبح نہ کرائے کیونکہ قارِن دونوں اِحراموں سے ایک ساتھ ہی نکلتا ہے۔

مسئلہ ۲ اگر کسی شخص نے عمرہ کا اِحرام باندھا اور اس کے بعد طواف عمرہ سے روک دیا گیا تو ایسا شخص بھی مُحصَر ہے، وہ بھی حرم میں قربانی کرا کر اِحرام سے نکل سکتا ہے۔

مسئلہ ۳ مذکورہ بالا طریقہ پر جب تک اِحرام سے نہیں نکلے گا اور اِحرام کی کوئی خلاف ورزی کر بیٹھے گا تو اس کا کفارہ

واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ۴﴾ اگر جانور حرم میں ذبح نہیں ہوا بلکہ حِل میں (حرم سے باہر) ذبح ہوا ہے تو اس سے بھی حلال نہ ہوگا۔ جب تک حرم میں ذبح نہ ہو اس وقت تک اِحرام ہی میں رہے گا اور کوئی خلاف ورزی ہو جائے گی تو اس کا کفارہ دینا واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ۵﴾ ذبح کرانے والے سے جس وقت ذبح کا وعدہ لیا ہے اس نے اگر اس وقت سے ایک دو روز پہلے ذبح کر دیا تب بھی مُحصَر اسی دَم سے حلال ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۶﴾ حرم میں جانور ذبح ہو جانے سے مُحصَر احرام سے نکل جاتا ہے، اِحرام سے نکلنے کے لیے حلق یا قصر لازم نہیں لیکن مستحسن اور افضل ہے۔

﴿مسئلہ۷﴾ دَم احصار کے لیے ایامِ نحر میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے، حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔

﴿مسئلہ۸﴾ مُحصَر اِحرام سے نکلنے کے لیے جو دَم ذبح کرائے وہ ایک سال کا بکرا یا بکری ہو، عیوب سے محفوظ ہو اور اس کے جواز کے لیے وہی شرطیں ہیں جو قربانی کے جانور میں ہیں۔

﴿مسئلہ۹﴾ مُحصَر حرم میں جانور ذبح کرا کے حلال ہو جائے تو احصار ختم ہو جانے کے بعد آیندہ جب حج کی تاریخ آجائے اس حج کی قضا کرے جس کے اِحرام سے نکلا ہے۔ اگر اِحرام حج سے حلال ہوا تھا تو قضا میں ایک حج اور ایک عمرہ ادا کرے اور اگر قران کے اِحرام سے حلال ہوا تھا تو اس پر ایک حج اور دو عمرے کرنا لازم ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب اس سال حج کا وقت نکل گیا ہو۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ اگر ایسی صورت ہے کہ حرم میں دَم دے کر اِحرام سے نکلنے کے بعد احصار ختم ہو گیا اور حج کرنے کا موقع مل رہا ہے یعنی عرفات تک پہنچ سکتا ہے اور اسی سال دوبارہ احرام باندھ کر حج کر لیا تو قضا کی نیت کی ضرورت نہ ہوگی اور زائد عمرہ کرنا بھی واجب نہ ہوگا اور اگر یہ شخص قارِن تھا اور اسی سال عمرہ اور حج کا نیا اِحرام باندھ کر ادا کرنے پر قادر ہو گیا اور اِحرام سے قران کر لیا تب بھی نہ قضا کی نیت کرنی ہوگی، نہ زائد کوئی عمرہ کرنا لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ اگر حج نفل سے احصار کی وجہ سے شرعی طریقے کے مطابق اِحرام سے نکلا تھا اور احصار ختم ہونے کے بعد اسی سال حج کر لیا تب بھی اس حج میں قضا کی نیت ضروری نہیں اور اگر اس سال کے بعد حج کیا تو قضا کی نیت واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ مُحصَر اگر حج فرض کے اِحرام سے حلال ہوا تھا تو اس کے لیے قضا کی نیت واجب نہیں، چاہے احصار ہی کے سال حج کرے یا بعد میں۔

مسئلہ ۱۳ ہر مُحصَر پر قضا واجب ہے، چاہے حج فرض ہو یا نفل، اپنا حج ہو یا حجِ بدل۔

مسئلہ ۱۴ عمرہ کے اِحرام والا اگر محصر ہوگیا اور حرم میں دَم ذبح کرا کے حلال ہوگیا تو وہ بھی عمرہ کی قضا کرے۔

مسئلہ ۱۵ اگر قارِن یا مفرد طواف یا وقوف عرفہ دونوں میں سے کسی ایک پر قادر ہو تو اس پر محصر کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اگر وقوف عرفہ ہو چکا ہے اور طوافِ زیارت سے روک دیا گیا تو اس کا حج ہوگیا، بال منڈا کر اِحرام سے نکل جائے لیکن جب تک طواف نہ کرے گا بیوی حلال نہ ہوگی اور طوافِ زیارت جب چاہے زندگی میں کر سکتا ہے لیکن بارہ ذی الحجہ گزر جانے کے بعد طوافِ زیارت کرے گا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر صرف وقوف عرفہ سے روکا گیا تو جب تک حج کا وقت باقی ہے احصار ختم ہونے کا انتظار کرے، موقع مل جائے تو حج کرے اور اگر حج کی تاریخ گزر جانے تک احصار باقی رہے تو عمرہ کے افعال ادا کر کے حلال ہو جائے اور چونکہ یہ شخص فائت الحج ہوگیا، اس پر قضا لازم ہوگی جس کی تفصیل فائت الحج کے احکام میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ ۱۶ اگر مکہ مکرمہ میں پہنچ کر حج کے اِحرام والا شخص وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت دونوں سے روک دیا جائے تو وہ بھی محصر ہے، وہ بھی حرم میں جانور ذبح کر کے حلال ہو سکتا ہے۔ اگر حج کی تاریخ نکلنے تک محصر ہی رہا اور دَم دے کر اِحرام سے نہ نکلا تو اب فائت الحج ہوگیا، لہٰذا اسی اِحرام سے عمرہ کر کے اور حلق یا قصر کر کے حلال ہو جائے اور اگر صرف وقوف سے روکا گیا تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگر طوافِ زیارت سے روکا گیا تو وقوف عرفات کے بعد زندگی میں کبھی بھی طوافِ زیارت ادا ہو سکتا ہے، البتہ ایامِ نحر کے بعد طوافِ زیارت کرنے سے دَم واجب ہوگا۔

حجِ بدل کے احکام

مالی عبادات، جیسے: زکوٰۃ، صدقہ فطر میں دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔ اسی طرح وہ عبادات جو مالی بھی ہوں اور بدنی بھی یعنی دونوں سے مرکب ہوں، جیسے: حج اور عمرہ، ان میں بھی نائب بنایا جا سکتا ہے، البتہ بدنی عبادت مثلاً: نماز، روزے میں نیابت نہیں ہو سکتی، یعنی کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ)! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، حج اور عمرہ کی استطاعت ان میں نہیں ہے اور وہ سفر بھی نہیں کر سکتے؟'' آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر لو۔'' (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح کما فی المشکوٰۃ: ص ۲۲۲)

اگر کسی کو اپنے مال سے زندہ یا مردہ رشتہ دار، استاذ یا مرشد کی طرف سے حجِ بدل کرنا ہے جس سے ثواب پہنچانا مقصود ہو اور جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس پر حج فرض نہیں تو اس میں کوئی شرط نہیں۔ جس میقات سے چاہے، جس طرح کا حج کرنا چاہے ادا کر لے یا کسی دوسرے شخص سے حج کرا دے۔ اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ جس کی طرف سے حج ادا کر رہا ہے اس نے نائب بنایا ہو یا وصیت کی ہو، البتہ حج فرض کی ادائیگی کے لیے جو حج اسی کے مال سے ادا کیا جا رہا ہو جس کی طرف سے حج کرنا ہے، اس میں بہت سی شرائط ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس سلسلے کے ضروری مسائل اور احکام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

آگے آنے والے مسائل سمجھنے کے لیے آمر اور مامور کی اصطلاح پہلے ذہن نشین کر لیں۔ جو شخص کسی کو حجِ بدل کے لیے بھیجتا ہے اس کو ''آمر'' کہتے ہیں اور جسے حج کے لیے بھیجا جاتا ہے اسے ''مامور'' کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۱﴾ جس شخص پر حج فرض ہو گیا اور اس نے حج کا زمانہ پایا مگر حج نہیں کیا، پھر کوئی عذر ایسا پیش آ گیا جس کی وجہ سے خود حج کرنے پر قدرت نہیں رہی، مثلاً: ایسا بیمار ہو گیا جس سے شفا کی امید نہیں یا نابینا یا اپاہج ہو گیا یا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کمزور ہو گیا کہ خود سفر کرنے پر قدرت نہ رہی تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو بھیج کر حج کرا دے یا یہ وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے میرے مال سے حجِ بدل کرا دیا جائے۔ یہ وصیت میت کے قرض (اگر اس کے ذمہ ہو) کی ادائیگی کے بعد تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲﴾ اگر کسی نے اپنے آپ کو معذور و مجبور جان حجِ بدل کرا دیا اور اس کے بعد خود حج کرنے پر قادر ہو گیا تو حج کرنا فرض ہو گیا اور جو حجِ بدل کرا دیا ہے وہ حج نفل ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۳﴾ اگر عورت کے پاس حج کے لیے رقم موجود ہو مگر ساتھ جانے کے لیے کوئی محرم نہیں ملتا یا ملتا تو ہے مگر وہ اپنا خرچ برداشت نہیں کر سکتا اور عورت کے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ اپنے خرچ کے علاوہ محرم کا خرچ بھی خود برداشت کرے تو موت سے پہلے وصیت کر دے کہ میری طرف سے حجِ بدل کرا دیا جائے، یہ وصیت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۴﴾ بہتر یہ ہے کہ حجِ بدل اس شخص سے کرایا جائے جس نے پہلے اپنا حج کر لیا ہو۔ اگر ایسے شخص سے حجِ بدل کرایا جس نے ابھی اپنا حج نہیں کیا اور اس پر حج فرض بھی نہیں ہے تو حجِ بدل ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔

اگر اپنا حج فرض ہونے کے باوجود کسی نے اب تک حج فرض نہیں کیا تو اس سے حجِ بدل کرانا مکروہِ تحریمی ہے مگر آمر کا حج فرض پھر بھی ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ۵﴾ حجِ بدل اُجرت ومعاوضہ لے کر کرنا جائز نہیں، حج کرنے پر معاوضہ واُجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ اگر کسی نے اُجرت طے کر کے حجِ بدل کرا دیا تو کرنے والا اور کرانے والا دونوں گناہ گار ہوئے، البتہ حج پھر بھی آمر ہی کا اداء ہوجائے گا اور جو اُجرت لی ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔ جتنا روپیہ حج میں خرچ کیا ہے مامور کو صرف وہی دیا جائے گا۔

﴿مسئلہ۶﴾ فرض حجِ بدل میں آمر کا روپیہ خرچ ہونا ضروری ہے، البتہ اگر زیادہ روپیہ حج کرنے والے کا ہو اور کچھ تھوڑا سا حجِ بدل پر جانے والے نے اپنی طرف سے خرچ کر دیا ہو تب بھی آمر کا حج فرض ادا ہوجائے گا۔

﴿مسئلہ۷﴾ فرض حجِ بدل پر جانے والے کے لیے لازم ہے کہ آمر ہی کی میقات سے اسی کی طرف سے اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ۸﴾ حج کے بعد مامور کو آمر کے وطن لوٹ کر آنا افضل ہے، لیکن اگر واپس نہ آیا اور مکہ مکرمہ میں ہی رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے، لیکن واپسی کا خرچہ جو بچ رہا ہے وہ واپس کرنا لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ۹﴾ اگر مامور آمر کے حج سے فارغ ہوکر اپنی طرف سے عمرہ کرے تو جائز ہے لیکن اپنے عمرہ کا خرچ اپنے پاس سے کرے، آمر کے مال سے نہ کرے۔

﴿مسئلہ۱۰﴾ دوسرے کا حج ادا کرنے کے لیے حجِ بدل کرنا اپنا نفلی حج ادا کرنے سے افضل ہے۔

﴿مسئلہ۱۱﴾ مدینہ منورہ آنے جانے کا خرچہ اور وہاں کے قیام کے اخراجات آمر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔

﴿مسئلہ۱۲﴾ ضروری نہیں کہ مرد مرد کی طرف سے اور عورت عورت کی طرف سے حجِ بدل کرے۔ اگر مرد نے عورت کی طرف سے یا عورت نے مرد کی طرف سے حجِ بدل ادا کرلیا تب بھی ادا ہوجائے گا، مگر عورت کے لیے سفر میں جاتے وقت ضروری ہے کہ محرم ساتھ ہو، نیز شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کے حجِ بدل کے لیے سفر نہ کرے۔

﴿مسئلہ۱۳﴾ مامور آمر کے مال سے کسی کی دعوت نہ کرے اور نہ کسی کو کھانے میں شریک کرے اور نہ کسی کو قرض دے، ہاں اگر آمر نے ان چیزوں کی اجازت دی ہے تو جائز ہے، لیکن مرنے والے کے مال سے حج کرنے کی صورت میں اس کے بالغ وارثوں کی اجازت ضروری ہے۔

﴿مسئلہ۱۴﴾ اگر مامور نے قران کیا ہے تو قربانی کا خرچہ مامور پر ہے۔ (غنیه : ص ۳۴۵)

﴿مسئلہ۱۵﴾ اگر اِحرام باندھنے کے بعد احصار ہوجائے تو دَم احصار آمر کے مال سے دے سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۶﴾ جس سال آمر نے حج کا حکم دیا اگر مامور نے اس سال حج نہ کیا بلکہ دوسرے سال آمر کی طرف سے حج کیا تب بھی آمر کا حج ادا ہو جائے گا اور مامور پر ضمان واجب نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۷﴾ اگر آمر نے مامور کو اجازت دی تھی کہ بوقتِ ضرورت قرض لے لینا، جو قرض لو گے میں ادا کروں گا تو ضروریاتِ حج کے لیے مامور قرض بھی لے سکتا ہے۔

﴿مسئلہ ۱۸﴾ اگر کسی شخص پر حج فرض تھا اور وہ اپنے مال سے حج کرانے کی وصیت کیے بغیر مر گیا اور اس کی طرف سے اس کی اولاد نے یا کسی دوسرے وارث نے حجِ بدل کر لیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مرنے والے کا حج ہو جائے گا، لیکن جس پر حج فرض ہوا اور خود نہ کیا وہ اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت ضرور کرے، کوئی ضروری نہیں کہ وارث اس کی طرف سے حجِ بدل کریں یا کسی کو بھیج کر حج کرائیں، حجِ بدل کرنے کی وصیت کر کے مرے گا تب ذمہ داری وارثوں کی ہو جائے گی۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ حجِ بدل کے تمام ضروری مصارف حج کرانے والے کے ذمہ ہوں گے، جس میں آنے جانے کا کرایہ اور قیام مکہ معظّمہ، منیٰ وعرفات کے خیمہ کا کرایہ اور کھانے پینے اور کپڑے دھلوانے کے اخراجات سب داخل ہیں اور اِحرام کے کپڑے اور سفر کے لیے ضروری برتن اور دیگر ضروری اشیا کی خریداری یہ سب کچھ آمر کے ذمہ ہوگی، لیکن کپڑے اور برتن وغیرہ حج سے فارغ ہونے کے بعد آمر یعنی حج کرانے والے کو واپس دینا ہوں گے۔ اسی طرح خرچ کرنے کے بعد اگر کچھ نقد رقم بچے تو وہ بھی واپس کرنا ہوگی، البتہ حجِ بدل کرانے والے نے اگر اپنے پیسے سے حج کرایا ہو اور وہ حج کرنے والے کو باقی رقم اب دیدے یا پہلے ہی سے اس نے کہہ دیا کہ حج سے فارغ ہو کر جو سامان بچے اور باقی ماندہ رقم تمہارے لیے میری طرف سے ہبہ (ہدیہ) ہے تو حج کرنے والا باقی مال کو اپنے خرچ میں لاسکتا ہے اور اگر آمر نے میت کے مال سے میت کی طرف سے حجِ بدل کرایا ہو اور مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ حج کے اخراجات کے بعد جو مال بچے وہ حج کرنے والے کو دیدیا جائے تب بھی اس کو باقی مال دیدینا درست ہوگا بشرطیکہ حج کے مصارف اور یہ زائد مال مرنے والے کے ترکہ کے ایک تہائی (۱/۳) میں سے پورا ہو جاتا ہو۔ اگر تہائی مال سے زائد خرچ ہو رہا ہو تو وارثوں کی اجازت کے بغیر لینا دینا جائز نہیں۔ البتہ نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ حجِ بدل کا سفر آمر یعنی حج کرانے والے کے وطن سے شروع کیا جائے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ مامور یعنی حجِ بدل کرنے والے پر لازم ہے کہ اِحرام باندھتے وقت اس شخص کے حج کی نیت کرے جس کی طرف سے حجِ بدل کر رہا ہے اور بہتر یہ ہے کہ اِحرام کے ساتھ جو تلبیہ پڑھے اس میں یہ الفاظ بھی کہے: لبیک عن فلان، فلاں کی

جگہ اس کا نام لے۔

﴿مسئلہ۲۲﴾ مامور پر لازم ہے کہ آمر یعنی حج کرانے والے کی مخالفت نہ کرے۔ اگر اس نے آمر کی مخالفت کی تو اس کا حجِ بدل ادا نہیں ہوگا بلکہ یہ حج خود مامور کی طرف سے ہو جائے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ آمر کی جو رقم اس نے حج پر خرچ کی ہے وہ اس کو واپس کرے۔

﴿مسئلہ۲۳﴾ اگر آمر نے صرف حج کے لیے کہا تو اس کے لیے قران اور تمتع کرنا جائز نہیں۔ اگر مامور نے مخالفت کی تو یہ حج آمر کا نہیں بلکہ مامور کا اپنا حج ہو جائے گا اور رقم واپس کرنی ہوگی۔

﴿مسئلہ۲۴﴾ اگر آمر یعنی حجِ بدل کرانے والے نے اس کو عام اجازت دیدی تھی کہ تمہیں اختیار ہے جس طرح کا چاہو میری طرف سے حج کرلو، چاہے افراد یعنی صرف حج کرلو، چاہے قران یعنی حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ اِحرام باندھ لو یا تمتع کرلو، تو اس صورت میں مامور کے لیے افراد اور قران تو بالاتفاق جائز ہیں مگر تمتع کے بارے میں فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے کہ اس سے آمر کا حج ادا نہ ہوگا، اگرچہ اس نے اس کی اجازت دی ہو۔ (اگرچہ مامور پر ضمان لازم نہ ہوگا)

لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ مامور کو حج تمتع کی اجازت نہ دی جائے، البتہ حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر بعض اکابر نے آمر کی اجازت سے تمتع کرنے اور اس سے آمر کا حج ادا ہو جانے کی گنجائش نکالی ہے، مگر پھر بھی احتیاط لازم ہے، کوشش کی جائے کہ حجِ بدل کے لیے جانے والا ایسے جہاز سے جائے جس کے پہنچنے کے بعد حج میں زیادہ دیر نہ ہو تاکہ حج میقاتی ہو سکے اور تمتع کرنے کے لیے مجبور نہ ہو۔

حج کی وصیت کرنا:

جس شخص پر حج فرض ہو گیا لیکن ادا نہیں کیا اور موت آنے لگی اس پر واجب ہے کہ اپنے مال سے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کردے۔ اگر وصیت کیے بغیر مر جائے گا تو گناہ گار ہوگا، لیکن اگر حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج کے لیے روانہ ہو گیا اور راستہ میں موت آگئی تو اس پر حجِ بدل کی وصیت واجب نہیں۔

﴿مسئلہ۲۵﴾ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے اور اگر میت پر قرض ہو تو قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی (۳۳،۳۳) میں حجِ بدل کی وصیت اور دیگر تمام وصیتیں نافذ ہوں گی۔ وصیت کی صورت میں تہائی مال سے حج کرایا جائے، مرنے والے نے تہائی مال کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو، البتہ اگر بالغ وارث اپنی خوشی سے تہائی مال سے زیادہ دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اگر تہائی مال میں حجِ بدل کی گنجائش نہ ہو اور بالغ ورثہ اپنی طرف سے مزید مال دینے کے لیے راضی نہ ہوں تو جس جگہ سے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے وہاں سے کسی کو حجِ بدل کے لیے مامور کر دیا جائے۔

جنایات کا بیان

ممنوعاتِ اِحرام اور ان کی جزا کی تفصیل:

جنایات جمع ہے جنایت کی، اِحرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی کو "جنایت" کہتے ہیں اور جنایت پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اس کو "جزا" کہتے ہیں۔

اِحرام کی جنایات آٹھ ہیں:

۱- خوشبو استعمال کرنا۔
۲- مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا۔
۳- مرد کو سر اور چہرہ ڈھانکنا اور عورت کو صرف چہرہ ڈھانکنا۔
۴- بال دور کرنا۔
۵- ناخن کاٹنا
۶- میاں بیوی والا خاص تعلق۔
۷- واجباتِ حج میں سے کسی واجب کو چھوڑ دینا۔
۸- خشکی کا جانور شکار کرنا۔

﴿مسئلہ ۱﴾ جنایت جان بوجھ کر کرے یا غلطی سے یا بھول کر، مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، خوشی سے کرے یا کسی کے مجبور کرنے سے، سوتے میں کرے یا جاگتے میں، نشہ میں ہو یا بے ہوش، مالدار ہو یا تنگدست، خود کرے یا کسی کے کہنے سے، کوئی عذر ہو یا نہ، سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲﴾ جنایت جان بوجھ کر کرنا سخت گناہ ہے، اگر جنایت ہو جائے تو توبہ بھی کریں اور جزا بھی دیں۔ قصداً جنایت کا ارتکاب کرنے سے حج مبرور نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ پیسہ کے زعم میں قصداً جنایت کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ دَم دے دیں گے، یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ حج کے مبرور و مقبول ہونے کے لیے ہر گناہ سے اور اِحرام کی ہر جنایت سے اہتمام کے ساتھ بچیں۔

قاعدہ نمبر ۱:

جنایتِ اِحرام میں قارِن پر عمرہ ادا کرنے سے پہلے پہلے دو جزائیں واجب ہوتی ہیں کیونکہ اس کے دو اِحرام ہوتے ہیں اور مفرد پر ایک جزا واجب ہوتی ہے، البتہ قارِن اگر میقات سے اِحرام کے بغیر گزر جائے تو صرف ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲:

جس جگہ جزا میں ''دَم'' کا لفظ بولا جائے اس سے مراد ایک سال کی بکری یا بھیڑ یا دنبہ ہوتا ہے اور گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ بھی اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے اور دَم میں قربانی کے جانور کی تمام شرائط کا خیال رکھنا لازم ہے۔ پورا اونٹ یا پوری گائے صرف دو جگہ واجب ہوتی ہے: ایک تو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طوافِ زیارت کرنا، دوسرے وقوف عرفہ کے بعد سر منڈوانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع یعنی ہم بستری کرنا۔

قاعدہ نمبر ۳:

جزا کے بیان میں جب صدقہ کا لفظ بولا جائے اس سے نصف صاع گندم یا ایک صاع جو مراد ہوتا ہے اور جس جگہ صدقہ کی مقدار متعین کردی جائے اس سے مراد خاص وہی مقدار ہوتی ہے۔ صاع ساڑھے تین سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ صدقہ میں گندم یا گندم کے آٹے سے نصف صاع یعنی پونے دو سیر دیا جائے اور جو یا جو کا آٹا، کھجور اور کشمش سے پورا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) دیا جائے اور صدقہ کی جو مقدار بتائی جاتی ہے اس کی قیمت دینا بھی جائز بلکہ افضل ہے۔ اب سیر کا رواج ختم ہوگیا ہے، پونے دو کلو کے لگ بھگ نصف صاع ہوتا ہے، اس کی قیمت دینے سے ادائیگی ہو جائے گی۔

جس جگہ متعین طور سے صرف دَم ہی واجب ہو اس جگہ دَم کی جگہ کھانا کھلانا اور روزے جائز نہ ہوں گے۔ کسی جنایت کی وجہ سے جو دَم واجب ہوگا وہ حدودِ حرم ہی میں ذبح کرنا لازم ہے اور جو صدقہ واجب ہو اس کی ادائیگی کے لیے حدودِ حرم شرط نہیں ہے، دوسری جگہ کے فقراء پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔

دَم جنایت میں سے خود کھانا جائز نہیں ہے اور مال دار یعنی صاحب نصاب بھی اس میں سے نہیں کھا سکتا، غیر صاحبِ نصاب جسے زکوٰۃ دینا جائز ہو وہ کھا سکتا ہے۔ جنایت کی وجہ سے جو دَم یا صدقہ واجب ہو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے، البتہ جلدی ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

کسی واجب کو چھوڑنا:

مسئلہ ۳ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت بے وضو کیا تو دَم واجب ہوگا اور اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وَداع یا طوافِ نفل یا نصف سے کم طوافِ زیارت بلا وضو کیا تو ہر پھیرے کے لیے آدھا صاع صدقہ دے اور اگر تمام پھیروں کا صدقہ دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ تھوڑا سا کم کردے اور اگر ان تمام صورتوں میں وضو کرکے طواف کا اعادہ کرلیا تو کفارہ اور دَم ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴ اگر پورا یا اکثر طوافِ زیارت جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں کیا تو ''بدنہ'' یعنی پورا ایک اونٹ یا پوری

ایک گائے واجب ہوگی اور اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وَداع یا طوافِ نفل ان حالتوں میں کیا تو ایک بکری واجب ہوگی اور ان سب صورتوں میں طہارت کے ساتھ دوبارہ طواف کر لینے سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۵﴾ اگر بدن یا کپڑے پر طواف فرض یا واجب یا نفل کرتے وقت نجاست لگی ہوئی تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۶﴾ طوافِ عمرہ پورا یا اکثر یا اقل اگر چہ ایک ہی چکر ہو، اگر جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں یا بے وضو کیا تو دَم واجب ہوگا کیونکہ طوافِ عمرہ میں حدث اصغر وجنابت (وضو یا غسل کے بغیر ہونا) اور قلیل وکثیر کے احکام میں کچھ فرق نہیں۔

﴿مسئلہ ۷﴾ اگر طوافِ زیارت کے چار چکر یا پورا طواف چھوڑ دیا تو ساری عمر عورت حلال نہ ہوگی اور عورت کے بارے میں اِحرام باقی رہے گا اور مکہ معظّمہ واپس آ کر طواف کرنا لازم ہوگا، کوئی بدل دینا کافی نہ ہوگا۔ جب طوافِ زیارت کرلے گا تب عورت حلال ہوگی اور اگر طوافِ زیارت سے پہلے جماع کرلے گا تو ہر جماع کے بدلے (جبکہ الگ الگ مرتبہ کیا ہو) ایک ایک دَم واجب ہوگا اور طواف کو بارہ ذی الحجہ سے مؤخر کرنے کی وجہ سے ایک دَم مزید واجب ہوگا۔[1]

﴿مسئلہ ۸﴾ اگر طوافِ قدوم یا طوافِ وَداع کا ایک چکر یا دو تین چکر چھوڑے تو ہر چکر کے بدلے پورا صدقہ واجب ہوگا اور اگر چار چکر یا زیادہ چھوڑ دیے تو دَم واجب ہوگا اور طوافِ قدوم بالکل چھوڑنے کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن چھوڑنا مکروہ اور برا ہے اور طوافِ زیارت کا ایک، دو یا تین چکر چھوڑنے سے دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۹﴾ اگر پوری سعی یا سعی کے اکثر چکر بلا عذر چھوڑے یا بلا عذر سوار ہوکر کیے تو حج ہو گیا، لیکن دَم واجب ہوگا اور پیدل اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر عذر کی وجہ سے سوار ہو کر سعی کی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کسی عذر کے بغیر سعی کے ایک یا دو یا تین چکر چھوڑ دیے یا سوار ہو کر کیے تو ہر چکر کے بدلے صدقہ لازم ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۰﴾ اگر عرفات سے غروب سے پہلے نکل گیا تو دَم واجب ہوگا، البتہ اگر غروب سے پہلے عرفات میں واپس آ گیا تو دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر غروب کے بعد آیا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۱۱﴾ مزدلفہ میں نویں اور دسویں تاریخ کی درمیانی رات گزارنا سنت ہے اور صبح صادق ہو جانے کے بعد مزدلفہ میں تھوڑی سی دیر رہنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص عرفات سے سیدھا منیٰ کو چلا جائے تو سنت اور واجب دونوں کا چھوڑنا لازم آئے گا اور اگر رات کو مزدلفہ میں رہ کر صبح صادق سے پہلے منیٰ چلا جائے تو واجب چھوڑنا لازم آئے گا، دونوں صورتوں میں

(۱) الدر المختار: ۳/ ۴۷۷

واجب چھوڑنے کی وجہ سے دَم واجب ہوگا۔ بہت سے لوگ مزدلفہ کی رات میں صبح صادق ہونے سے گھنٹہ دو گھنٹہ پہلے ہی نمازِ فجر پڑھ کر منیٰ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں، ان لوگوں پر نمازِ فجر چھوڑنے کا گناہ بھی ہوتا ہے (کیونکہ وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی) اور صبح صادق کے بعد وقوفِ مزدلفہ چھوڑ دینے کی وجہ سے دَم بھی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۲ اگر چاروں دن کی رَمی بالکل چھوڑ دے یا ایک روز کی ساری رَمی نہ کرے (اگرچہ دسویں تاریخ ہی کی ہو) یا ایک روز کی رَمی میں سے اکثر چھوڑ دے، مثلاً: دسویں کی رَمی سے چار کنکریاں یا گیارہ، بارہ، تیرہ، تاریخ کی رَمی سے گیارہ کنکریاں چھوڑ دے تو سب صورتوں میں ایک دَم واجب ہوگا اور اگر ایک دن کی رَمی سے تھوڑی سے کنکریاں چھوڑ دے، مثلاً: تین کنکریاں یا اس سے کم دسویں کو اور دس کنکریاں یا اس سے کم دوسرے دنوں میں چھوڑ دے تو ہر کنکری کے بدلے پورا صدقہ واجب ہوگا، البتہ اگر مجموعہ ایک دَم کے برابر ہوجائے تو کچھ کم کردے۔

تنبیہ:

جو شخص ایسا مریض ہو کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا یا چلنے سے معذور ہو جس کے لیے سواری یا کسی ایسے شخص کا انتظام نہیں ہوسکتا جو اسے اٹھا کر لے جائے اور رَمی کرادے تو ایسے شخص کی طرف سے بطور نیابت رَمی کی جاسکتی ہے۔ بہت سے لوگ بھیڑ دیکھ کر تن آسانی کی وجہ سے یا جلدی سفر کرنے کی وجہ سے دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، اسی طرح یہ رواج ہوگیا ہے کہ عورتوں کی طرف سے مرد ہی رَمی کر دیتے ہیں حالانکہ عورتیں مریض یا اپاہج نہیں ہوتیں۔ ان سب صورتوں میں جس کی طرف سے بھی نیابۃً رَمی کی گئی اس پر دَم واجب ہوگیا۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں کی رَمی آنے والی صبح صادق تک ہوسکتی ہے۔ عورتیں، ضعیف لوگ اور بھیڑ سے گھبرانے والے رات کو رَمی کرلیں۔ رَمی ہرگز نہ چھوڑیں، جس کو نائب بنانا جائز نہیں وہ اگر نائب بنادے گا اور خود رَمی نہ کرے گا تو یہ رَمی نہ کرنے کے مترادف ہوگا جس سے دَم واجب ہوگا۔

فائدہ:

اگر تیرہویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائے تو تیرہویں کی رَمی واجب نہیں رہتی، اس کا چھوڑ دینا جائز ہے مگر بارہویں کا سورج غروب ہوجانے کے بعد تیرہویں کی رَمی کیے بغیر منیٰ سے جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۳ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دسویں کی رَمی صبح صادق تک جائز ہے، اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے تو مفرد کو اس سے پہلے حلق جائز نہ ہوگا اور متمتع اور قارِن کو اس سے پہلے ذبح اور حلق جائز نہ ہوگا۔ ان کا اِحرام سے نکلنا مؤخر ہوجائے گا،

البتہ چونکہ طوافِ زیارت اور ان چیزوں میں ترتیب واجب نہیں، اس لیے اگر طوافِ زیارت رَمی، حلق اور ذبح سے پہلے کرلیں گے تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۴: اگر عمرہ کے اِحرام سے نکلنے کے لیے حرم سے باہر سر منڈوایا یا حج کے اِحرام سے نکلنے کے لیے حرم سے باہر سر منڈوایا یا ایام نحر کے بعد سر منڈوایا تو ہر صورت میں دَم واجب ہوگا اور اگر حج میں ایامِ نحر کے بعد حرم سے باہر سر منڈوایا تو دو دَم واجب ہوں گے، ایک حرم سے باہر سر منڈوانے کا اور دوسرا تاخیر کا۔

مسئلہ ۱۵: عمرہ کرنے والا یا حج کرنے والا اگر حدودِ حرم سے نکل جائے اور پھر حرم میں واپس آ کر سر منڈوائے تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اگر حاجی ایام نحر کے بعد حرم میں آ کر سر منڈوائے گا تو ایک دَم تاخیر کا واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۶: اگر مفرد، قارِن یا متمتع نے رَمی سے پہلے سر منڈایا یا قارِن اور متمتع نے ذبح سے پہلے سر منڈوایا یا قارِن اور متمتع نے رَمی سے پہلے ذبح کیا تو دَم واجب ہوگا کیونکہ ان چیزوں میں ترتیب واجب ہے۔ مفرد کے لیے صرف رَمی اور سر منڈوانے میں ترتیب واجب ہے کیونکہ ذبح اس پر واجب نہیں اور قارِن و متمتع پر تینوں (یعنی رَمی، ذبح اور سر منڈوانے) میں ترتیب واجب ہے۔ اوّل رَمی کریں، اس کے بعد ذبح کریں اور اس کے بعد سر منڈوائیں، اگر آگے پیچھے کر دیا تو دَم واجب ہوگا۔ واضح رہے کہ اس سے دسویں تاریخ کی رَمی مراد ہے۔

سِلا ہوا کپڑا پہننا:

مرد کے لیے اِحرام میں جو سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جو پورے بدن کی ساخت یا کسی عضو کی ساخت پر بنایا جائے اور پورے بدن یا کسی عضو کا احاطہ کرے، چاہے سلائی کے ذریعے سے یہ صورت پیدا ہو یا کسی چیز سے چپکا کر یا بُنائی کے ذریعہ یا اور کسی طریقے سے۔

مسئلہ ۱۷: اِحرام کی حالت میں کرتہ، پائجامہ، اچکن، صدری، بنیان، پینٹ، ہاف پینٹ، انڈر وئیر، یہ سب مرد کے لیے پہننا منع ہے۔

مسئلہ ۱۸: مرد نے اِحرام کی حالت میں سِلا ہوا کپڑا اسی طرح پہنا جس طرح اس کو عام طور سے پہنا جاتا ہے تو اگر پورے ایک دن یا ایک رات پہنا ہے تو دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں اگر چہ ایک گھنٹہ پہنا ہو تو نصف صاع صدقہ واجب ہوگا اور ایک گھنٹہ سے کم پہنا ہو تو ایک مٹھی گندم (یا اس کی قیمت) صدقہ دے دے اور اگر ایک روز سے زیادہ پہنے رہا تب بھی ایک ہی دَم ہے اگر چہ کئی دن پہنے رہا ہو۔

فائدہ:

ایک دن یا ایک رات سے مراد ایک دن یا رات کی مقدار ہے، چاہے پورا دن یا پوری رات نہ ہو، مثلاً: اگر کسی نے آدھے دن سے آدھی رات تک یا آدھی رات سے آدھے دن تک پہنا تب بھی دَم واجب ہوگا۔ خوشبو کے بیان میں جو ایک دن یا ایک رات کا ذکر آرہا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔

﴿مسئلہ ۱۹﴾ سارا دن یا ساری رات کپڑا پہن کر دَم دے دیا اور کپڑا اتارا نہیں بلکہ پہنے ہی رہا تو دوسرا دَم دینا ہوگا اور اگر دَم نہیں دیا اور کئی روز پہن کر اتارا تو ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۰﴾ سِلا ہوا کپڑا پہن کر اِحرام باندھا اور ایک دن یا ایک رات پہنے رہا تو دَم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہے۔

﴿مسئلہ ۲۱﴾ اگر کرتہ کو چادر کی طرح لپیٹ لیا یا لنگی کی طرح باندھ لیا یا شلوار کو لپیٹ لیا تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ سلے ہوئے کپڑے پہننے کا جو طریقہ ہے اس طرح پہننے سے جزا واجب ہوتی ہے۔

﴿مسئلہ ۲۲﴾ چوغہ یا قبا مونڈھوں پر ڈال لی اور بٹن نہیں لگائے اور نہ ہاتھ آستینوں میں ڈالے تو کچھ واجب نہ ہوگا، لیکن اس طرح پہننا مکروہ ہے اور اگر بٹن لگائے یا ہاتھ آستینوں میں ڈال لیے تو ایک دن یا ایک رات پہننے کی صورت میں دَم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۲۳﴾ چادر کو رسی وغیرہ سے باندھنے سے کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۲۴﴾ چادر یا لنگی اگر درمیان سے سلی ہوئی ہو تو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ اِحرام کا کپڑا بالکل سِلا ہوا نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۲۵﴾ پاسپورٹ یا رقم کی حفاظت کے لیے بیلٹ باندھنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۲۶﴾ اِحرام میں کمبل، لحاف اور چادر استعمال کرنا درست ہے۔

﴿مسئلہ ۲۷﴾ اگر ایک محرم نے دوسرے محرم کو کپڑا پہنا دیا تو پہنانے والے پر جزا نہیں لیکن اس کو گناہ ہوگا اور پہننے والے پر جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ ۲۸﴾ عورت کے لیے چونکہ سِلا ہوا کپڑا پہننا اِحرام میں جائز ہے، اس لیے اس کے پہننے سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔

﴿مسئلہ ۲۹﴾ موزے، بوٹ اور جوتا پہننا اِحرام میں منع ہے۔ اگر ہوائی چپل نہ ہوں تو ان کو بیچ قدم کی ابھری ہوئی ہڈی

کے نیچے سے کاٹ کر پہننا جائز ہے، ایسا کرنے سے کوئی جزا واجب نہ ہوگی۔ اگر کاٹے بغیر ایسا جوتا یا موزہ پہنا جو بیچ قدم کی ہڈی تک کو ڈھانک لے تو ایک دن یا ایک رات پہننے سے دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

سر اور چہرہ ڈھانکنا:

مسئلہ ۳۰ مرد کو احرام میں سر اور منہ دونوں ڈھانکنا منع ہے اور عورت کے لیے صرف چہرہ ڈھانکنا منع ہے، تو اگر مرد نے اِحرام کی حالت میں سارا سر یا سارا چہرہ یا چوتھائی سر یا چوتھائی چہرہ کسی ایسی چیز سے ڈھانکا جس سے عادۃً ڈھانکتے ہیں، جیسے: عمامہ، ٹوپی یا اور کوئی کپڑا سلا ہوا یا بغیر سلا سوتے میں یا جاگتے میں، قصداً ہو یا بھول کر، خوشی سے ہو یا زبردستی سے، خود ڈھانکا ہو یا کسی دوسرے نے ڈھانک دیا ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر بہر صورت جزا واجب ہوگی۔ اگر ایک دن یا ایک رات مکمل یا اس سے زیادہ سر یا چہرہ یا ان کا چوتھائی حصہ ڈھانکا یا عورت نے پورا چہرہ یا چوتھائی چہرہ ڈھانکا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر چوتھائی حصہ سے کم ڈھانکا یا ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکا تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۱ اگر سر کو ایسی چیز سے چھپایا کہ عادت اور معمول اس سے چھپانے کا نہیں ہے (جیسے: طشت، ٹوکرا، پتھر، ڈھیلا، لوہا، تانبا، پیتل، چاندی، سونا، لکڑی، شیشہ وغیرہ) تو اس سے کچھ واجب نہ ہوگا، پورا سر اور چہرہ چھپایا ہو یا اس سے کم۔

بال مونڈنا اور کترنا:

مسئلہ ۳۲ محرم نے اگر چوتھائی سر یا چوتھائی ڈاڑھی یا اس سے زیادہ کے بال اِحرام کھولنے کے وقت سے پہلے ختم کیے یا کرائے تو دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۳ عورت نے اگر حلال ہونے کے وقت سے پہلے ایک انگل کے برابر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ کے بال کتروائے تو دَم واجب ہوگا اور چوتھائی سے کم میں صدقہ۔

مسئلہ ۳۴ تمام گردن یا ایک پوری بغل یا زیر ناف سے بال صاف کرنے سے دَم واجب ہوگا اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۵ پورا سینہ، پوری ران یا پوری پنڈلی کے بال مونڈے یا دونوں لبیں کتروائیں تو صرف صدقہ ہے۔

مسئلہ ۳۶ ایک بیٹھک میں سر، ڈاڑھی اور دونوں بغلوں یا تمام بدن کے بال منڈوائے تو ایک ہی دَم واجب ہوگا اور اگر مختلف جگہوں میں منڈوائے تو ہر ایک جگہ کا علیحدہ حکم ہوگا اور ہر ایک کی جزا کا مستقل اعتبار ہوگا۔

مسئلہ ۳۷ سر منڈایا اور دَم دے دیا اور اس کے بعد خدانخواستہ ڈاڑھی منڈائی تو اب پھر دوسرا دَم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۸ اگر چار جگہوں میں چوتھائی چوتھائی سر منڈایا اور بیچ میں کفارہ نہیں دیا تو ایک ہی دَم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۳۹ متفرق جگہ سے تھوڑا تھوڑا سر منڈایا تو اگر سب جگہ کا مجموعہ چوتھائی سر کے برابر ہو جائے تو دَم ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۴۰ روٹی پکاتے ہوئے تین بال جل گئے تو ایک مٹھی گیہوں صدقہ دیدے اور اگر مرض کی وجہ سے گر گئے یا سوتے ہوئے جل گئے تو کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ ۴۱ اگر وضو کرتے ہوئے یا خلال کرتے ہوئے سر یا ڈاڑھی کے تین بال گر گئے تو ایک مٹھی گندم صدقہ دے دے اور اگر خود اکھاڑے تو ہر بال کے بدلے ایک مٹھی گندم صدقہ دے دے اور اگر تین بال سے زائد اکھاڑے تو آدھا صاع صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

مسئلہ ۴۲ محرم نے اگر دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈھ دیا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈانے والے پر دَم واجب ہے۔

مسئلہ ۴۳ اگر مُحرم کسی غیر مُحرم کا سر مونڈے تو غیر مُحرم پر کچھ نہیں، محرم کچھ تھوڑا سا صدقہ دے دے اور اگر غیر مُحرم نے مُحرم کا سر مونڈا تو مُحرم پر دَم واجب ہے اور غیر مُحرم پر مکمل صدقہ یعنی نصف صاع گندم واجب ہے۔

مسئلہ ۴۴ محرم نے اگر محرم یا غیر محرم کی مونچھ مونڈی یا کتری یا ناخن کاٹا تو جو چاہے صدقہ کر دے۔

مسئلہ ۴۵ بال مونڈنا، کترانا، اکھاڑنا، بال صفا کریم یا پاوڈر سے ختم کرنا، جلانا سب کا ایک ہی حکم ہے، جزا میں کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ ۴۶ خود بال مونڈے یا منڈوائے، زبردستی سے یا خوشی سے، قصداً یا بھول کر، سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔

ناخن کاٹنا:

مسئلہ ۴۷ اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے تو ہر صورت میں ایک دَم لازم ہوگا اور اگر چاروں اعضاء کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دَم لازم ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے کاٹے تو دو دَم لازم ہوں گے۔

مسئلہ ۴۸ اگر پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن متفرق کاٹے، مثلاً: دو ایک ہاتھ کے اور تین دوسرے کے یا سولہ

ناخن اس طرح کاٹے کہ ہر ہاتھ اور ہر پاؤں کے چار ناخن کاٹ دیے تو تینوں صورتوں میں ہر ناخن کے بدلے پورا صدقہ (نصف صاع گندم) واجب ہوگا، لیکن اگر سب ناخنوں کا صدقہ دَم کی قیمت کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے تاکہ دَم کی قیمت سے کم ہو جائے اور قلیل و کثیر کا ایک حکم نہ ہو۔

مسئلہ ۴۹ ٹوٹے ہوئے ناخن کو توڑنے سے کچھ واجب نہ ہوگا۔

خوشبو اور تیل لگانا:

خوشبو ہر وہ چیز ہے جس سے اچھی بو آتی ہو اور اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو یا اس سے خوشبو تیار کی جاتی ہو اور اہل عقل اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں، جیسے: مشک، کافور، عنبر، صندل، گلاب، زعفران، حنا، لوبان، بنفشہ، بیلا، نرگس، تل کا تیل، زیتون کا تیل، عود، ایسنس اور دیگر عطریات و خوشبودار چیزیں۔ خوشبو لگانے سے مراد بدن یا کپڑے پر خوشبو کا اس طرح لگ جانا ہے کہ بدن اور کپڑے سے خوشبو آنے لگے، اگرچہ خوشبو کا کوئی جز نہ لگے۔

مسئلہ ۵۰ پھول اور خوشبودار پھل سونگھنے سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی، لیکن سونگھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۵۱ محرم کے لیے خوشبو کا استعمال بدن، لنگی، چادر، بستر اور سب کپڑوں میں ممنوع ہے۔ اسی طرح خوشبودار خضاب یا دوا یا تیل لگانا یا کسی خوشبودار چیز سے بدن اور بالوں کو دھونا اور خوشبو کھانا پینا سب ممنوع ہے۔

مسئلہ ۵۲ مرد اور عورت دونوں کے لیے خوشبو کا استعمال اِحرام کی حالت میں ممنوع ہے۔

مسئلہ ۵۳ عاقل بالغ محرم نے کسی بڑے عضو، جیسے: سر، پنڈلی، ڈاڑھی، ران، ہاتھ یا ہتھیلی پر خوشبو لگائی یا ایک عضو سے زیادہ پر لگائی تو دَم واجب ہوگا، اگرچہ لگاتے ہی فوراً ختم کر دی ہو یا دھو دی ہو اور اگر پورے بڑے عضو پر نہیں لگائی بلکہ تھوڑے پر یا اکثر حصے پر لگائی یا کسی چھوٹے عضو، جیسے: ناک، کان، آنکھ، انگلی پر لگائی تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۵۴ عضو کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار اس وقت ہے جب خوشبو تھوڑی ہو۔ اگر خوشبو زیادہ ہو تو اگر بڑے عضو کے تھوڑے حصہ میں یا چھوٹے عضو پر لگائے گا تب بھی دَم واجب ہوگا اور تھوڑی یا زیادہ کے بارے میں عرف پر مدار ہوگا، جس کو عرف میں زیادہ سمجھا جائے وہ زیادہ ہوگی اور جس کو تھوڑی سمجھا جائے وہ تھوڑی ہوگی اور اگر کوئی عرف نہ ہو تو جس کو دیکھنے والا یا خود لگانے والا زیادہ سمجھے وہ زیادہ ہے اور جس کو وہ کم سمجھے وہ کم ہے۔

مسئلہ ۵۵ کپڑے میں خوشبو لگائی یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا تو اگر ایک مربع بالشت (یعنی ایک بالشت لمبائی چوڑائی) میں خوشبو لگی ہے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس سے زیادہ میں خوشبو لگی ہو اور اس کو ایک دن مکمل یا ایک رات مکمل

پہنے رہا تو دَم واجب ہوگا اور اگر پورا ایک دن یا ایک رات نہیں پہنا تو صدقہ واجب ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ خوشبو زیادہ نہ ہو اور اگر خوشبو زیادہ ہوگی تو دَم واجب ہوگا، اگر چہ ایک بالشت سے کم ہو۔

مسئلہ ۵۶ اگر خوشبو لگا ہوا کپڑا ایسا سلا ہوا تھا جو محرم کو پہننا منع ہے تو اس صورت میں دو جنایتیں شمار ہوں گی۔ ایک خوشبو کی اور ایک سلا ہوا کپڑا پہننے کی، اس لیے دو جزائیں واجب ہوں گی۔

مسئلہ ۵۷ اگر بہت سی خوشبو کھائی یعنی اتنی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دَم واجب ہوگا اور اگر تھوڑی کھائی یعنی منہ کے اکثر حصہ میں نہ لگی تو صدقہ واجب ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ خالص خوشبو کھائے اور اگر اس کو کسی کھانے میں ڈال کر پکایا تو کچھ واجب نہیں، اگر چہ خوشبو کی چیز غالب ہو اور اگر پکا ہوا کھانا نہ ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خوشبو کی چیز غالب ہے تو دَم واجب ہے اگر چہ خوشبو بھی نہ آتی ہو اور اگر مغلوب ہے تو دَم یا صدقہ نہیں، اگر چہ خوشبو خوب آتی ہو لیکن مکروہ ہے۔

مسئلہ ۵۸ دار چینی، گرم مصالحہ وغیرہ کھانے میں ڈال کر پکانا اور کھانا جائز ہے۔

مسئلہ ۵۹ پینے کی چیز میں مثلاً: چائے وغیرہ میں خوشبو ملائی تو اگر خوشبو غالب ہے تو دَم ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے لیکن اگر کئی مرتبہ پیا تو دَم واجب ہوگا۔ پینے کی چیز کو خوشبو ڈال کر پکائے، یا بغیر پکائے خوشبو ملا دی گئی ہو، بہر صورت جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ ۶۰ لیمن سوڈا یا اور کوئی پانی کی بوتل یا شربت جس میں خوشبو نہ ملائی گئی ہو اِحرام کی حالت میں پینی جائز ہے اور جس بوتل میں خوشبو ملی ہوئی ہو، اگر چہ برائے نام ہو وہ اگر پی لی جائے تو صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۶۱ زیتون یا تل کا خالص تیل اگر بڑے عضو یا اس سے زیادہ پر خوشبو کے طور پر لگایا تو دَم واجب ہے اور اگر اس سے کم پر لگایا تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس کو کھالیا یا دوا کے طور پر لگایا تو کچھ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ ۶۲ زیتون یا تل کا تیل زخم پر یا ہاتھ پاؤں کی بوائیوں میں لگایا یا ناک کان میں ٹپکایا تو نہ دَم ہے نہ صدقہ۔

مسئلہ ۶۳ تِل یا زیتون کے تیل میں اگر خوشبو ملی ہوئی ہے جیسے: گلاب اور چنبیلی وغیرہ کے پھول ڈال دیے جاتے ہیں اور اس کو روغن گلاب یا چنبیلی کہتے ہیں یا کوئی اور خوشبو دار تیل اگر ایک بڑے عضو کامل پر لگایا جائے گا تو دَم اور اس سے کم میں صدقہ واجب ہوگا۔

مسئلہ ۶۴ غیر خوشبو دار سرمہ لگانا جائز ہے اور اگر خوشبو دار ہو تو اس کے لگانے سے صدقہ واجب ہوگا، لیکن اگر دو

مرتبہ سے زیادہ لگایا تو دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۶۵﴾ اگر سارے یا چوتھائی سر پر مہندی لگائی اور مہندی پتلی پتلی لگائی، خوب گاڑھی نہیں لگائی تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر گاڑھی گاڑھی لگائی تو دو دَم واجب ہوں گے، بشرطیکہ ایک دن یا ایک رات لگائے رکھا ہو۔ ایک دَم خوشبو لگانے کی وجہ سے اور دوسرا سر ڈھانکنے کی وجہ سے۔ یہ حکم مرد کے لیے ہے، عورت پر ایک ہی دَم واجب ہوگا کیونکہ اس کے لیے سر ڈھانکنا ممنوع نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۶۶﴾ ساری ڈاڑھی یا ہتھیلی پر مہندی لگانے سے بھی دَم واجب ہوتا ہے۔

﴿مسئلہ ۶۷﴾ اگر دردِ سر کی وجہ سے خضاب لگایا تب بھی جزا واجب ہوگی۔

﴿مسئلہ ۶۸﴾ محرم مرد و عورت اگر ہتھیلی پر مہندی لگائے تو دَم واجب ہوگا۔

﴿مسئلہ ۶۹﴾ عطر والے کی دکان پر بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ سونگھنے کی نیت سے بیٹھنا مکروہ ہے۔

﴿مسئلہ ۷۰﴾ اگر ایک محرم دوسرے محرم کو خوشبو لگائے تو لگانے والے پر کوئی جزا نہیں، لگوانے والے پر جزا ہے لیکن لگانے والے کے لیے یہ حرام ہے کہ محرم کے بدن یا کپڑے کو خوشبو لگائے۔

تنبیہ:

محرم کے بدن یا کپڑے میں خوشبو لگ جائے تو اس کو فوراً بدن اور کپڑے سے ختم کرنا واجب ہے۔ اگر کفارہ دے دیا اور خوشبو کو ختم نہیں کیا تو دوسری جزا واجب ہو جائے گی اور اس خوشبو کو اگر کوئی غیر محرم شخص موجود ہو تو اس سے دھلوائے، خود نہ دھوئے یا خود پانی بہادے اور اس کو ہاتھ نہ لگائے تاکہ دھوتے ہوئے خوشبو کا استعمال نہ ہو۔

عذر کی وجہ سے جنایت کرنا:

کسی عذر کی مجبوری سے خوشبو استعمال کر لی یا مرد نے سلا ہوا کپڑا پہنا، یا سر یا چہرہ ڈھانکا یا بال کاٹے یا ناخن تراشے (مرد ہو یا عورت) تو اس میں جزا واجب ہوگی، لیکن بغیر عذر ان میں سے کسی جنایت کے ارتکاب کرنے اور عذر کی وجہ سے کرنے میں فرق ہے۔ عذر کے بغیر کیا تو دَم یا صدقہ اس تفصیل کے ساتھ واجب ہے جو گزر چکی ہے اور اس میں روزے نہیں رکھے جا سکتے اور حالتِ عذر میں یہ آسانی ہے کہ جن صورتوں میں دَم واجب ہوتا ہے ان میں یہ بھی اختیار ہے کہ دَم دیدے یا تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دیدے یا تین روزے رکھ لے اگرچہ مالدار ہو۔ جن صورتوں میں صدقہ واجب ہے ان میں حالتِ عذر میں اختیار ہے کہ روزہ رکھ لے یا صدقہ دے دے۔

فائدہ:

ہر قسم کا بخار، سخت سردی، سخت گرمی، زخم، پھوڑا پھنسی، پورے سر یا آدھے سر کا درد، سر میں جوؤں کی کثرت، بوجہ مجبوری زخم کے اردگرد کے بال مونڈنا یہ سب عذر میں داخل ہیں۔

بوس وکنار یا جماع کرنا:

﴿مسئلہ۷۱﴾ حج کا اِحرام ہو یا عمرہ کا جب تک اصول شریعت کے مطابق وہ ختم نہ ہو جائے اس وقت تک میاں بیوی والے تعلقات یعنی جماع کرنا یا شہوت سے چھونا یا لپٹانا حرام ہے۔

﴿مسئلہ۷۲﴾ اگر کسی محرم نے جماع کیا اور عضو مخصوص کا سرا داخل ہو گیا، قصداً ہو یا بھول کر، انزال ہو یا نہ ہو اور وقوفِ عرفہ سے پہلے ایسا کر لیا تو حج فاسد ہو گیا اور دونوں میں سے جو بھی اِحرام میں تھا اس پر ایک دَم واجب ہو گیا اور اگر دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دَم واجب ہو گیا اور باوجود اس کے کہ حج فاسد ہو گیا پھر بھی افعالِ حج صحیح حج کے جیسے ادا کرنے ہوں گے اور اِحرام کے ممنوعات سے بھی بچنا لازم ہو گا۔ اگر کوئی جنایت ہو جائے گی تو اس کی جزا حسبِ قانون واجب ہو گی جس کی تفصیلات اوپر گزر چکی ہیں اور آیندہ سال حج کی قضا بھی واجب ہو گی، اگرچہ فاسد کیا ہوا حج نفل ہی ہو اور اب یہ محرم حج کے افعال ادا کیے بغیر اِحرام سے نہیں نکلے گا۔ اگر جماع کے علاوہ کوئی اور ایسی حرکت کی جس سے انزال ہو گیا تب بھی دَم واجب ہو گا لیکن اس سے حج فاسد نہیں ہو گا۔ اگر وقوف عرفات کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہو گا لیکن پوری ایک گائے یا پورے ایک اونٹ کی قربانی واجب ہو گی، بکری کافی نہ ہو گی۔

﴿مسئلہ۷۳﴾ اگر وقوفِ عرفات اور سر منڈانے کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے یا طوافِ زیارت کے بعد سر منڈانے سے پہلے جماع کیا تو ایک دَم واجب ہو گا اور حج فاسد نہ ہو گا۔

﴿مسئلہ۷۴﴾ جس شخص نے قران کا اِحرام باندھا تھا اگر وہ طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کر لے تو حج وعمرہ دونوں فاسد ہو گئے اور دَمِ قران ساقط ہو گیا اور دو دَم حج وعمرہ کے فاسد ہونے کی وجہ سے لازم ہو گئے اور حج وعمرہ دونوں کی قضا لازم ہو گئی۔ اب حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے کر کے اِحرام سے نکلے اور حج وعمرہ کی قضا بھی کرے۔

﴿مسئلہ۷۵﴾ اگر قارِن نے طوافِ عمرہ اور وقوفِ عرفہ کے بعد سر منڈانے اور طوافِ زیارت سے پہلے جماع کیا تو نہ حج فاسد ہوا اور نہ عمرہ، لیکن اِحرامِ حج میں ایسا کرنے کی وجہ سے ایک بدنہ اور اِحرام عمرہ کی وجہ سے ایک بکری واجب ہو گی اور دَم قران تو بدستور واجب رہے گا۔

﴿مسئلہ ۷٦﴾ اگر قارِن نے طواف عمرہ کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرلیا تو صرف حج فاسد ہوا، عمرہ فاسد نہ ہوا۔ حج کی قضا واجب ہوگی اور ایک بکری حج فاسد ہونے کی وجہ سے اور دوسری عمرہ کے اِحرام میں جماع کرنے کی وجہ سے واجب ہوگی اور دَم قران ساقط ہوجائے گا۔

﴿مسئلہ ۷۷﴾ عمرہ کا اِحرام باندھنے کے بعد طواف شروع کرنے سے پہلے یا طواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد ہوگیا اور ایک بکری واجب ہوگی۔ عمرہ کے تمام افعال پورے کر کے حلال ہوجائے اور پھر عمرہ کی قضا بھی کرے۔

﴿مسئلہ ۷۸﴾ اگر کسی عورت کا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا یا لپٹا لیا یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو اس سے ایک دَم واجب ہوگا، اگرچہ انزال نہ ہو۔

﴿مسئلہ ۷۹﴾ احتلام ہوجائے تو اس سے کوئی دَم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا، صرف غسل فرض ہوتا ہے۔ اگر اِحرام کی چادر میں ناپاکی لگ جائے تو اسے دھوڈالے۔

میقات سے اِحرام کے بغیر آگے بڑھ جانا:

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ مقامات مقرر فرما دیے ہیں جہاں پہنچ کر حرم یا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے کے لیے بغیر اِحرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ ان جگہوں کو مواقیت کہتے ہیں، یہ مواقیت مکہ معظّمہ سے دور ہیں۔

ان مواقیت کے بعد مکہ معظّمہ کے چاروں طرف کچھ حدود مقرر ہیں، یہ حرم کی حدود ہیں۔ ان جگہوں میں علامات بنی ہوئی ہیں، حدودِ حرم کا فاصلہ ہر جانب مختلف ہے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے مقامِ تنعیم پر حرم کی حد بنی ہوئی ہے۔ پہلے یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین میل تھی اب شہر مکہ وہاں تک پہنچ گیا ہے۔ جدہ کی طرف حد حرم دس میل پر ہے اور طائف، عراق اور یمن کی طرف سات میل اور جعرّانہ کی طرف نو میل ہے۔

مواقیت کے باہر پوری دنیا آفاق ہے، اس کے رہنے والے کو آفاقی کہتے ہیں اور مواقیت اور حدودِ حرم کے درمیان جو جگہ ہے اس کو حِل کہتے ہیں اور اس کے رہنے والوں کو حِلی یا اہلِ حِل کہتے ہیں اور حدودِ حرم کے اندر رہنے والوں کو اہلِ حرم کہتے ہیں۔

﴿مسئلہ ۸۰﴾ آفاق سے آنے والوں کو مکہ معظّمہ اور اس کے حدود میں بلا اِحرام کے داخلہ ممنوع ہے، یہ لوگ شرعاً میقات سے بغیر اِحرام کے نہیں گزر سکتے۔

﴿مسئلہ ۸۱﴾ جو شخص میقات سے بلا اِحرام گزر گیا وہ گنہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا۔ اگر لوٹ کر میقات پر نہیں آیا اور میقات کے بعد ہی اِحرام باندھ لیا تو ایک دَم واجب ہوگا اور اگر میقات پر واپس آ کر اِحرام باندھا تو دَم ساقط ہو جائے گا، چاہے کسی بھی میقات پر واپس آ کر اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۲﴾ اگر میقات سے کوئی شخص اِحرام کے بغیر گزر گیا اور آگے جا کر اِحرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے میقات پر واپس آ گیا اور میقات پر آ کر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دَم ساقط ہو جائے گا اور اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہو گیا اور طواف شروع کرنے سے پہلے میقات پر واپس آ کر تلبیہ پڑھ لیا تب بھی دَم ساقط ہو جائے گا۔

﴿مسئلہ ۸۳﴾ اگر میقات سے اِحرام کے بغیر گزر گیا اور پھر آگے جا کر اِحرام باندھ لیا اور میقات پر واپس نہیں آیا اور عمرہ کر لیا تو دَم ساقط نہ ہوگا۔

﴿مسئلہ ۸۴﴾ میقات کے باہر سے آنے والا جسے آفاقی کہتے ہیں اگر حرمِ مکہ میں یا مکہ مکرمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہو جائے تو اس پر ایک حج یا عمرہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر کئی مرتبہ اِحرام کے بغیر داخل ہوا ہو تو ہر دفعہ کے لیے ایک حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ حج کا موقع تو سال بھر میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور حج کے زمانہ میں حاضر ہونا قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے آسان بھی نہیں رہا، لہٰذا سہولت اس میں ہے کہ جتنی مرتبہ حرم میں یا مکہ مکرمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہوا ہے اتنی بار قضا کی نیت سے عمرہ کر لے۔

﴿مسئلہ ۸۵﴾ جو لوگ اہلِ حل ہیں ان کو حرم میں اور مکہ معظمہ میں اِحرام کے بغیر داخل ہونا جائز ہے، اگر کوئی شخص آفاق سے آئے اور میقات سے گزرے اور اس کا ارادہ حِل میں کسی جگہ جانے کا ہو تو وہ بھی اہلِ حِل میں شمار ہو گیا اور اب وہ بھی اِحرام کے بغیر مکہ مکرمہ جا سکتا ہے۔ ایسا کرنے سے اس پر کوئی جزا لازم نہ ہوگی۔

﴿مسئلہ ۸۶﴾ حِل کا رہنے والا اگر عمرہ کرنا چاہے تو حِل سے ہی اِحرام باندھے اور جو شخص حرم میں ہو اور اسے عمرہ کرنا ہو تو حدودِ حرم سے باہر آ کر اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۷﴾ جو شخص آفاق سے آئے اور اس کا ارادہ مکہ مکرمہ سے پہلے مدینہ منورہ جانے کا ہے وہ میقات سے اِحرام کے بغیر گزر سکتا ہے، اب جب مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے آئے تو ''بیر علی'' سے اِحرام باندھے۔

﴿مسئلہ ۸۸﴾ بہت سے لوگ خالص حج یا عمرہ ہی کی نیت سے آفاق سے آتے ہیں اور میقات سے اِحرام نہیں باندھتے، جدہ آ کر اِحرام باندھتے ہیں، ان پر دَم واجب ہو جاتا ہے، ایسے حضرات میقات پر یا اس سے پہلے اِحرام باندھیں۔

اگر مکہ مکرمہ جانے سے پہلے جدہ میں ایک دو دن ٹھہرنا ہو تو احرام کی حالت ہی میں وقت گزاریں۔

خشکی کا جانور شکار کرنا:

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہو جاتا ہے، حرم میں ہو یا غیر حرم میں، خود شکار کرنا یا کسی شکار کرنے والے کو بتانا کہ شکار وہ جا رہا ہے، یہ بھی حرام ہے، البتہ حالتِ احرام میں بحری جانور کا شکار کرنا جائز ہے۔

شکار مارنے اور شکاری کو بتانے سے جو جزا واجب ہوتی ہے اس میں بڑی تفصیلات ہیں۔ چونکہ عموماً ایسے واقعات پیش نہیں آتے اس لیے ہم ان تفصیلات کو ذکر نہیں کرتے، اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو معتبر علماء سے معلوم کر کے عمل کریں۔

﴿مسئلہ ۸۹﴾ بعض جانور ایسے ہیں جن کو احرام میں مارنے سے جزا واجب نہیں ہوتی، مثلاً: بھیڑیا، کوا، چیل، بچھو، کتا (جو کاٹ کھانے والا ہو)، سانپ، چوہا، چیونٹی، مچھر، پسو، چیچڑی، گرگٹ، مکھی، چھپکلی، بھڑ، نیولا اور تمام حشرات الارض اور زہریلے جانور، البتہ جو چیز تکلیف نہ پہنچائے اس کا قتل کرنا جائز نہیں۔

﴿مسئلہ ۹۰﴾ کبوتر کے مارنے سے جزا واجب ہوگی اگرچہ پالتو ہو۔

﴿مسئلہ ۹۱﴾ حالتِ احرام میں بکری، گائے، اونٹ، بھینس، مرغی، پالتو بطخ کا ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے اور محرم کو جنگلی بطخ کا ذبح کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ شکار ہے۔

﴿مسئلہ ۹۲﴾ جو جانور دریا میں پیدا ہوا ہو اس کے مارنے سے کوئی جزا واجب نہیں، اگرچہ خشکی میں رہتا ہو، جیسے: مینڈک، کیکڑا، کچھوا، مچھلی وغیرہ لیکن دریائی جانوروں میں سے مچھلی کے علاوہ کسی دوسرے جانور کا کھانا جائز نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۹۳﴾ اگر کسی نے ایک جوں ماری یا کپڑا دھوپ میں ڈال دیا تاکہ جوئیں مر جائیں یا جوئیں مارنے کے لیے کپڑا دھویا تو ایک جوں کے عوض روٹی کا ایک ٹکڑا یا ایک کھجور دے دے اور دو تین جوؤں میں ایک مٹھی گندم صدقہ کر دے اور تین جوؤں سے زائد چاہے کتنی ہی ہوں ان کے عوض پورا صدقہ (نصف صاع) گندم دیدے، لیکن اگر کپڑا دھوپ میں ڈال دیا یا دھویا اور جوئیں مارنے کی نیت سے ایسا نہیں کیا تھا پھر بھی مر گئیں تو کچھ واجب نہ ہوگا اور جو شخص احرام میں نہ ہو اس کے جوں مارنے سے کچھ واجب نہ ہوگا اگرچہ حرم میں ہو۔

﴿مسئلہ ۹۴﴾ ٹڈی بھی خشکی کے شکار کے حکم میں ہے، احرام میں اس کا مارنا جائز نہیں، ایک ٹڈی کے بدلے ایک کھجور دے دے۔

﴿مسئلہ ۹۵﴾ اگر ٹڈی حرم میں ہو تو حرم کی وجہ سے اس کا مارنا جائز نہیں، اگرچہ مارنے والا غیر محرم ہو۔

حرم کا شکار:

مکہ معظمہ پورا شہر حرم ہے اور اس کے باہر بھی چاروں طرف حرم ہے۔ حدودِ حرم پر ہر طرف نشانات لگا دیے گئے ہیں، حرم کے سوا باقی جگہ کو ''حِل'' کہتے ہیں، قریب ترین حِل تنعیم ہے، جہاں مسجدِ عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اور حرم کے لوگ وہاں عمرہ کا اِحرام باندھنے کے لیے جاتے ہیں۔ حرم کی حرمت کی وجہ سے حرم میں شکار کرنا اور حرم کا درخت یا گھاس کاٹنا ممنوع ہے۔ حج یا عمرہ کے لیے جو حضرات باہر سے آتے ہیں ان کو شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، البتہ جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان سے شکار کرنے یا درخت کاٹنے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ پس جاننا چاہیے کہ حرم کے جانور کا شکار محرم اور غیر محرم دونوں پر حرام ہے۔

مسئلہ ۹۶ اگر محرم نے حرم کا شکار کیا تو صرف ایک ہی جزا اِحرام کی وجہ سے واجب ہوگی، حرم کی جزا اسی میں ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۹۷ اگر محرم یا غیر محرم نے حِل کے شکار کو حرم میں داخل کیا تو وہ بھی حرم کے شکار میں شمار ہوگا اور اس کا چھوڑنا واجب ہوگا اور مارنے سے جزا واجب ہوگی۔

تنبیہ:

اگر حرم میں شکار کرنے کا کوئی واقعہ پیش آجائے تو معتبر علماء سے اس کی جزا معلوم کر کے عمل کریں۔

حرم کے درخت اور گھاس کاٹنا:

حرم کے درخت اور گھاس چار قسم کے ہیں:

اوّل وہ چیزیں جن کو لوگ عام طور سے بوتے ہیں اور کسی شخص نے اس کو حرم میں بویا یا لگایا ہو، جیسے: گندم، جو وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جس کو کسی نے بویا ہو لیکن عام طور سے لوگ اس کو بوتے نہیں، جیسے: پیلو وغیرہ۔

تیسرے وہ کہ خودا ُگا ہو اور اس قسم سے ہو جس کو لوگ بوتے ہیں۔

چوتھے وہ کہ خودا ُگا ہو اور لوگ عام طور سے اس کو نہ بوتے ہوں، جیسے: کیکر وغیرہ۔

ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسموں کے درخت حرم میں کاٹنے کی وجہ سے کوئی جزا واجب نہیں ہوتی۔ ان کا کاٹنا، اکھاڑنا، کام میں لانا جائز ہے لیکن اگر کسی کی ملکیت ہو تو اس کی قیمت مالک کو دینی واجب ہوگی۔

چوتھی قسم کے درخت کا کاٹنا، اکھاڑنا محرم غیر محرم دونوں کے لیے حرام ہے، چاہے اس قسم کے درخت کسی کی مملوک زمین

میں ہوں یا غیر مملوک میں ہوں، البتہ خشک درخت کاٹنا جائز ہے۔

﴿مسئلہ ۹۸﴾ حرم کی گھاس یا درخت کاٹنے سے اس کی قیمت واجب ہوگی، اس قیمت سے غلہ خرید کر صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم جہاں چاہے دیدے یا اگر اس قیمت سے جانور آ سکتا ہے تو اسے حرم میں ذبح کر دے اور ضمان ادا کرنے کے بعد گھاس اور لکڑی کاٹنے والے کی ملکیت ہو جائے گی اس کا استعمال جائز ہوگا اور اس کا فروخت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿مسئلہ ۹۹﴾ حرم کے تر درخت سے مسواک بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

﴿مسئلہ ۱۰۰﴾ خیمہ لگانے یا تنور یا چولہا وغیرہ کھودنے سے یا سواری پر چلنے یا پیدل چلنے سے حرم کی گھاس یا لکڑی ٹوٹ جائے تو کچھ واجب نہیں۔

﴿مسئلہ ۱۰۱﴾ حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا یا کاٹنا جائز نہیں ہے۔

عمرہ کا تفصیلی بیان

عمرہ کا مختصر بیان گزشتہ اوراق میں حج کے بیان میں آ چکا ہے لیکن چونکہ آج کل عمرہ کے لیے صاحبِ استطاعت حضرات بکثرت سفر کرنے لگے ہیں اور اکثر مستقل سفر عمرہ ہی کا ہوتا ہے، اس لیے تفصیل کے ساتھ عمرہ کے فضائل، فرائض و واجبات اور طریقۂ ادائیگی اور اس کے ضروری مسائل درج کیے جاتے ہیں۔

فضائلِ عمرہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج و عمرہ پے در پے کیا کرو، کیونکہ یہ تنگدستی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ’’جو لوگ حج و عمرہ کے سفر میں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں۔ (جو بطورِ مہمان کے شمار ہوتے ہیں) یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو قبول فرمائے اور مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرما دے۔‘‘

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔‘‘

مسلم شریف کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے

برابر ہے۔“

افعالِ عمرہ:

عمرہ میں چار کام کرنے ہوتے ہیں:

۱- میقات سے عمرہ کا اِحرام باندھنا، یعنی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

۲- مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف کرنا۔

۳- صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۴- حلق یا قصر کرنا یعنی سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

فرائضِ عمرہ:

مذکورہ بالا افعال میں سے دو چیزیں فرض ہیں:

۱- عمرہ کا اِحرام باندھنا، جو عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔

۲- طواف کرنا۔

واجباتِ عمرہ:

اور عمرہ میں دو چیزیں واجب ہیں:

۱- صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۲- سعی سے فارغ ہو کر سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا۔

سننِ عمرہ:

طوافِ عمرہ میں رَمل اور اِضطباع مسنون ہے۔

حکمِ عمرہ:

عمرہ سنت مؤکدہ ہے، جس کسی مسلمان کو مکہ معظّمہ پہنچنے کی قدرت ہو اس کے لیے عمر بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ایک بار سے زیادہ عمرہ کرنا مستحب ہے۔

اوقاتِ عمرہ:

حج تو سال میں ایک ہی بار ہو سکتا ہے کیونکہ شرعاً اس کے لیے تاریخ مقرر ہے، اس کی ادائیگی کے لیے نویں ذی الحجہ کے

زوال کے بعد سے لے کر آنے والی رات کی صبح صادق ہونے سے پہلے اِحرام حج کی حالت میں عرفات پہنچنا لازم ہے۔ اگر اس وقت عرفات نہ پہنچا تو حج نہ ہوگا، چاہے کتنے ہی طواف کرلے۔ طوافِ زیارت جو حج میں فرض ہے وہ بھی اسی وقت طوافِ زیارت بنے گا جبکہ اس سے پہلے اِحرام کی حالت میں مذکورہ وقت کے اندر عرفات سے ہوکر آیا ہو۔

لیکن عمرہ سال بھر میں بار بار ہوسکتا ہے اور چونکہ اس میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا اس لیے بہت سے لوگ ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کرلیتے ہیں، البتہ ذی الحجہ کی ۹/ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے۔

عمرہ کا طریقہ

اِحرام:

جو کوئی مرد یا عورت عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہو اس کے راستہ میں جو میقات پڑتی ہو وہاں سے عمرہ کا اِحرام باندھ لے چاہے کسی بھی سواری سے گزر رہا ہو۔ اگر اندیشہ ہو کہ ڈرائیور سواری کو میقات پر نہ روکے گا یا میقات کا پتہ نہ چلے گا (مثلاً ہوائی جہاز میں گزر رہے ہوں) تو میقات سے پہلے ہی اِحرام باندھ لے۔

اِحرام کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے غسل کرے، اس کے بعد اِحرام کی دو رکعتیں پڑھے۔ اگر غسل نہ کیا اور وضو کرکے اِحرام کی دو رکعتیں پڑھ لیں اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کرکے اِحرام کی دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی درست ہے۔

مرد اِحرام کے نفل شروع کرنے سے پہلے سلے ہوئے کپڑے اتار دے، ایک چادر باندھ لے اور دوسری چادر اوڑھ لے لیکن نماز سر ڈھانک کر پڑھے، پھر نماز سے فارغ ہوکر سر کھول کر عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھے اور عورت حسبِ معمول سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھ لے۔

نیت اور تلبیہ:

دو رکعت نمازِ اِحرام پڑھ کر اس طرح نیت کرے۔

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ».

ترجمہ: ''اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لیے آسان فرما اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔''

نیت زبان سے کرنا ضروری نہیں ہے، دل میں نیت کرلینا بھی کافی ہے اور عربی میں نیت کرنا بھی ضروری نہیں، اُردو میں یا کسی بھی زبان میں نیت کرلینا کافی ہے، نیت کے بعد تلبیہ پڑھ لے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ)).

ترجمہ: ''میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک ساری تعریف اور ساری نعمتیں اور ساری بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اگر نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو (مثلاً مکروہ وقت ہو یا نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملے) تو اِحرام کی رکعتیں پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے۔ اِحرام کے لیے دو رکعتیں پڑھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے۔

مرد ہو یا عورت جب عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے تو اِحرام میں داخل ہو جائے گا۔ اگر عورت کو خاص ایام یعنی ماہواری کے دن ہوں تو وہ نماز پڑھے بغیر ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے، اس طرح وہ اِحرام میں داخل ہو جائے گی، البتہ اس وقت تک طواف شروع نہ کرے جب تک پاک نہ ہو جائے۔ اگر ماہواری کی حالت میں مکہ معظّمہ پہنچ گئی اور عمرہ کا اِحرام پہلے سے باندھ رکھا تھا تو پاک ہونے کا انتظار کرے۔ جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے عمرہ کا طواف اور سعی کر لے، اگر کسی عورت کو بچہ کی پیدائش کی وجہ سے خون آ رہا ہو جسے شریعت میں نفاس کہتے ہیں اس کا بھی وہی حکم ہے جو ماہواری والی عورت کا ہے یعنی میقات پر نماز پڑھے بغیر احرام باندھ لے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر پاک ہونے کا انتظار کرے جب شرعی قاعدہ کے مطابق پاک ہو جائے تو غسل کر کے عمرہ کر لے۔

﴿مسئلہ ۱﴾ اِحرام میں داخل ہونے کے لیے نیت کرنے کے بعد صرف ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب ہے، تلبیہ کے بعد درود شریف پڑھ کر یوں دعا مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنَ النَّارِ)).

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ کی رضا کا اور جنت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی رحمت کے واسطے سے دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔''

اس کے علاوہ اور جو چاہے دعا مانگے۔

﴿مسئلہ ۲﴾ نیت کرنے کے بعد تلبیہ اونچی آواز سے پڑھے، البتہ چیخنے کی ضرورت نہیں، مگر عورت اونچی آواز سے نہ پڑھے، بس اتنی آواز نکالے کہ اپنی آواز خود سن لے۔

﴿مسئلہ ۳﴾ عورتوں میں جو سر کے لیے ایک خاص کپڑا مشہور ہے جس کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ اس کے بغیر اِحرام

نہیں بندھتا، یہ غلط ہے، شرعاً اس کپڑے کی کوئی حیثیت نہیں، یوں بالوں کی حفاظت کے لیے کوئی کپڑا باندھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کو اِحرام کا جز سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر اِحرام میں داخل نہیں ہوسکتی، غلط ہے۔ اگر سر پر کپڑا باندھے تو وضو کے لیے اس کو ہٹا کر مسح کرے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

اِحرام کے ممنوعات:

عمرہ کی نیت اور تلبیہ کے بعد اِحرام میں داخل ہوگئے، اب اِحرام کی ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرنا لازم ہے۔ جو چیزیں اِحرام میں منع ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مرد کو سِلا ہوا کپڑا پہننا جو پورے بدن یا کسی ایک عضو کی ہیئت اور ساخت پر تیار کیا گیا ہو۔
(اگر سینے کی بجائے بُن کر یا چپکا کر اس طرح کا کپڑا تیار کرلیا گیا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے)

۲۔ سر اور چہرہ ڈھانکنا۔

۳۔ خوشبو استعمال کرنا۔

۴۔ جسم سے بال ختم کرنا۔ (جس طرح سے بھی ختم کرے)

۵۔ ناخن کاٹنا۔

۶۔ خشکی کا شکار کرنا۔

۷۔ میاں بیوی والے خاص تعلق اور شہوت کے کام کرنا۔

مسئلہ ۴ عورت اِحرام میں بدستور سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے اور سر کو بھی ڈھانکے رہے، البتہ چہرے پر کپڑا نہ لگائے اور باقی تمام ممنوعات سے پرہیز کرے۔ نامحرموں سے پردہ کے لیے چہرہ کے سامنے اس طرح کپڑا لٹکائے کہ کپڑا چہرے پر نہ لگے اور غیر محرموں کی نظروں سے بھی حفاظت ہوجائے۔

مسئلہ ۵ جو عورتوں میں مشہور ہے کہ حج یا عمرہ کے سفر میں پردہ نہیں ہے، یہ جہالت کی بات ہے۔ ایسی عورتیں بے پردہ ہوکر خود بھی گناہ گار ہوتی ہیں اور نظر ڈالنے والے مردوں کو بھی گناہ گار بناتی ہیں۔

مکہ معظّمہ کا داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی:

جب مکہ معظّمہ پہنچے تو سامان کسی جگہ رکھ کر جس سے دل کو اطمینان حاصل ہوجائے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوجائے۔ مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھے۔ دعا یہ ہے:

((رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)).

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

مسجدِ حرام میں باوضو داخل ہو اور جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو تین مرتبہ ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کہے اور درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے، اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد چادر کا دایاں پلو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں پلو بائیں کندھے پر ڈال لے اور دایاں کندھا کھول دے، اس کو ''اضطباع'' کہتے ہیں۔ یہ صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں ہے۔ مرد اِضطباع کے ساتھ اور عورت اِضطباع کے بغیر طواف شروع کرنے کے لیے کعبہ شریف کے اس گوشہ کے قریب آئے جس میں حجرِ اسود ہے اور اس طرح کھڑا ہو کہ پورا حجرِ اسود دائیں طرف رہے، یہاں کھڑے ہو کر طواف کی نیت اس طرح کرے:

''اے اللہ! میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کا طواف کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پس آپ اس کو قبول فرمایئے اور میرے لیے آسان فرمایئے۔''

طواف:

نیت عربی میں ضروری نہیں، اردو میں یا اپنی کسی دوسری مادری زبان میں بھی کرسکتا ہے۔ اگر زبان سے بالکل کچھ نہ کہا اور دل میں طواف کی نیت کرلی تب بھی طواف ہوجائے گا۔ نیت کے بعد حجرِ اسود کے استلام کے لیے دائیں طرف ذرا سا چلے کہ حجرِ اسود بالکل سامنے آجائے اور حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے جیسے نماز کے لیے اٹھائے جاتے ہیں۔ دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں، پھر یہ پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ،
والصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ . اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ ، وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ ،
وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

اس کے بعد ہاتھ چھوڑ دے، پھر حجرِ اسود پر آئے اور دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان منہ رکھ کر بوسہ دے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ کا موقع نہ ہو تو دونوں ہاتھ یا سیدھا ہاتھ حجرِ اسود کو لگا کر چوم لے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر حجرِ اسود کی طرف دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کرے، پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے دے۔ اگر حجرِ اسود پر خوشبو لگی ہو تو اِحرام والا نہ بوسہ دے نہ ہاتھ لگائے بلکہ آخری طریقہ جو لکھا ہے (کہ دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کر کے ہتھیلیوں کو چوم لے)

اسی کو اختیار کرے۔ حجرِ اسود کے بوسہ کو ''استلام'' کہتے ہیں۔ استلام سے پہلے تلبیہ پڑھنا بند کردے۔ مرد رَمل اور اِضطباع کے ساتھ اور عورت رَمل اور اِضطباع کے بغیر طواف اس طرح شروع کرے کہ کعبہ شریف کے دروازے کی طرف بڑھے اور کعبہ شریف کو بائیں طرف کر کے چلنا شروع کردے۔ اِضطباع کا مطلب تو ابھی اوپر بتا دیا ہے اور رَمل یہ ہے کہ اکڑتا ہوا دونوں مونڈھے ہلاتے ہوئے تیز قدم اٹھا کر چلے۔ اِضطباع عمرہ کے پورے طواف میں رہے گا اور رَمل صرف تین چکروں میں ہوگا اور رَمل و اِضطباع صرف مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔ کعبہ شریف کے دروازے سے آگے بڑھ کر حطیم کو طواف میں شامل کرتے ہوئے کعبہ شریف کی پشت کی طرف سے گزر کر رکن یمانی پر پہنچے تو اس کو دونوں ہاتھ یا صرف دایاں ہاتھ لگائے، بوسہ نہ دے، پھر وہاں سے آگے بڑھ کر حجرِ اسود پر آکر پھر اسی طریقہ پر استلام کرے جیسے طواف شروع کرتے وقت استلام کیا تھا۔ یہ حجرِ اسود سے لے کر پھر حجرِ اسود تک ایک چکر ہوا، اسی طرح سات چکر پورے کرے، ہر چکر کے ختم پر استلام کرے اور استلام کے وقت ہر بار تکبیر و تہلیل یعنی ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ)) کہے۔ جب سات چکر ہو جائیں گے تو طواف مکمل ہو جائے گا۔ طواف کے درمیان جو چاہے ذکر و دعا کرتا رہے۔ طواف کرتے ہوئے ((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ)) پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةٗ وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ حَسَنَةٗ وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾ پڑھنا ثابت ہے۔ طواف جس قدر بھی کعبہ شریف کے قریب ہو بہتر ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف کی نماز پڑھے۔ مقامِ ابراہیم کے پیچھے موقع نہ ہو تو مسجدِ حرام میں جہاں موقع ملے وہاں پڑھ لے۔ ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ ﴿ قُلۡ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾ اور دوسری رکعت میں سورۂ ﴿ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾ پڑھنا مستحب ہے۔

سعی:

طواف کی دو رکعت سے فارغ ہو کر حجرِ اسود کا استلام کر کے صفا مروہ کی سعی کے لیے روانہ ہو جائے۔ سعی صفا سے شروع ہوتی ہے۔ جب صفا کے قریب پہنچ جائے، تو عمرہ کی سعی کی نیت کر کے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھے:

﴿ إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ ﴾

ترجمہ: ''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔''

اس کے بعد یوں کہے ((اَبۡدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ)) (جس کا مطلب یہ ہے کہ میں صفا سے شروع کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی کتاب میں صفا مروہ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے صفا کا ذکر فرمایا ہے) صفا پر اتنا چڑھے کہ کعبہ شریف نظر آنے لگے۔ آج کل تھوڑا سا چڑھنے کے بعد مسجدِ حرام کے بعض دروازوں سے کعبہ شریف نظر آجاتا ہے۔ اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف رُخ کرکے اللہ کی توحید اور اس کی بڑائی بیان کرے اور یہ پڑھے:

((لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَ ھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَہٗ ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ)).

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور دشمنوں کی جماعتوں کو تنہا اس نے شکست دی۔''

اس کے بعد درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے اور تین مرتبہ یہ پورا عمل کرے، پھر صفا سے اترے اور مروہ کی طرف ذکر کرتا ہوا چلے، یہاں تک کہ ہرے رنگ کا ستون چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دونوں ستونوں کے درمیان دوڑتا ہوا گزر جائے (یہ دوڑنا مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں) ستونوں کے درمیان دوڑتے ہوئے یہ دعا پڑھنا منقول ہے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، وَاَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ)).

''اے اللہ! مغفرت فرما اور رحم فرما، تو بہت بڑا عزت والا اور بہت بڑا کریم ہے۔''

پھر دوسرے ہرے ستون پر پہنچ کر دوڑنا بند کردے اور اپنی رفتار پر چلے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے۔ جب مروہ پر پہنچ جائے تو وہاں بھی اسی طرح اللہ کی توحید وتکبیر بیان کرے اور چوتھا کلمہ اور اس کے بعد والی دعا پڑھے جو صفا کے بیان میں ذکر ہوئی اور درود شریف پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر جو چاہے دعا کرے اور تین بار یہ عمل کرے۔ مروہ پہنچ کر ایک چکر ہوگیا۔ مروہ پر ذکر ودعا کرکے صفا کی طرف چلے اور جب سبز ستون آجائے تو دوڑنا شروع کردے اور اگلے ستون سے آگے بڑھ کر چھ ہاتھ کے فاصلے پر پہنچ جائے تو دوڑنا ختم کردے اور اپنی عادت کے مطابق چلے اور جب صفا پر پہنچ جائے تو تھوڑا سا اوپر چڑھے اور ذکر اور دعا کرے، اب دو چکر ہوگئے۔ اسی طرح سات چکر پورے کرکے سعی ختم کردے، جو صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی۔ بعض لوگ صفا مروہ کے درمیان چودہ مرتبہ آنے جانے کو مکمل سعی سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ صرف سات مرتبہ ان دونوں کے درمیان گزر جانے سے سعی مکمل ہوجاتی ہے۔ سعی کے درمیان خوب اہتمام سے ذکر اللہ میں مشغول رہے، لایعنی باتوں سے پرہیز کرے۔

حلق یا قصر:

صفا مروہ کے درمیان سات چکر پورے کرنے کے بعد مروہ پر پورے سر کا حلق کرائے یعنی سر منڈوائے یا پورے سر کے بال ایک انگلی کے پورے کے بقدر کتروادے۔ سر منڈوانے کو حلق اور بال کتروانے کو قصر کہتے ہیں اور حلق قصر سے افضل ہے، البتہ عورت کے لیے سر منڈوانا حرام ہے، وہ پورے سر کے بال بقدر ایک پورے کے کٹادے۔ اِحرام سے نکلنے کے لیے کم از کم چوتھائی سر کا حلق یا قصر لازم ہے اور پورے سر کا حلق یا قصر سنت ہے اور قصر بھی وہ معتبر ہے جس میں ایک پورے کے بقدر بال کٹ جائیں۔ اگر بال اتنے چھوٹے ہوں کہ ایک پورے کے بقدر نہ کٹ سکتے ہوں تو حلق ہی لازم ہوگا۔ عمرہ کی سعی کے بعد جب حلق یا قصر کرلیا تو عمرہ کے افعال پورے ہوگئے اور اِحرام سے نکل گیا۔

سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور وہ سب کام درست ہوگئے جو اِحرام کی وجہ سے منع تھے۔

اہم تنبیہ:

بہت سے لوگ چند بال اوپر اوپر سے کٹوا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اِحرام سے نکل گئے۔ یہ صحیح نہیں۔ کم از کم چوتھائی سر کے بال مونڈے جائیں یا ایک پورے کے بقدر کاٹے جائیں، اس کے بغیر اِحرام سے نہ نکلے گا اور چونکہ ایسے شخص کا اِحرام بدستور باقی رہے گا اس لیے سلے ہوئے کپڑے پہن لینا یا خوشبو لگانا یا سر کے علاوہ کسی اور جگہ کے بال مونڈنا یا کاٹنا جائز نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو جلد سے جلد سر منڈوادے یا چوتھائی سر کے بالوں کو ایک پورے کے بقدر قصر کرادے اور جو جنایات ہوتی ہیں ان کے بارے میں علماء سے معلوم کر کے عمل کرے۔ واضح رہے کہ حلق یا قصر حدودِ حرم میں ہونا واجب ہے، اگر حرم سے باہر حلق یا قصر کیا تو دَم واجب ہوگا۔ بہت سے پاکستانی یا بنگلہ دیشی یا ہندوستانی جو حرمین شریفین یا ان کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں میں رہتے ہیں کثرت سے عمرے کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں شریعت سے زیادہ بالوں کی محبت بسی ہوئی ہوتی ہے، سر منڈوانا تو کجا چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے بقدر کٹوانا بھی گوارا نہیں کرتے حالانکہ حج وعمرہ تو عشق کے مظاہرے کی چیز ہے۔ قانون الٰہی سے بڑھ کر بالوں کی محبت کیسی افسوسناک ہے!!!

﴿ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾

جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں جیسے: جدہ، بحرہ، حِدہ، جموم، عرفات وغیرہ کے رہنے والے یہ لوگ بلا اِحرام حدودِ حرم اور مکہ معظمہ میں داخل ہوسکتے ہیں۔ یہ لوگ اگر بالوں کی قربانی نہ دے سکیں تو عمرہ کا اِحرام نہ باندھیں اور مکہ معظمہ پہنچ کر جس قدر بھی ہوسکے زیادہ سے زیادہ طواف کریں، طواف کے لیے صرف باوضو ہونا شرط ہے اور طواف کا ثواب بھی بہت ہے۔ عمرہ

میں جو گھنٹہ سوا گھنٹہ خرچ ہوتا ہے یہ لوگ اس کو طواف ہی میں خرچ کریں۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر عمرہ کر کے بالوں کو شریعت کے مطابق نہ کاٹیں، البتہ جو لوگ کسی بھی میقات سے باہر رہتے ہیں، مثلاً: مدینہ منورہ یا طائف یا ریاض، یہ لوگ بغیر اِحرام کے حدودِ حرم میں داخل نہیں ہو سکتے، اگر چہ کسی دنیاوی ضرورت سے آئیں۔ یہ لوگ عمرہ کا اِحرام باندھ کر شریعت کے مطابق پورا عمرہ کریں اور صحیح طریقہ پر حلق یا قصر کر کے اِحرام سے نکلیں۔

﴿مسئلہ ۶﴾ عمرہ میں طوافِ قدوم اور طوافِ وَداع نہیں۔ عمرہ کا اِحرام باندھ کر مسجدِ حرام میں داخل ہو کر جو پہلا طواف کیا جائے گا وہ عمرہ ہی کا طواف ہوگا۔

تنعیم اور جِعّرانہ سے عمرہ کا اِحرام باندھنا:

جو شخص مکہ معظّمہ میں یا حدودِ حرم میں کسی جگہ ہو اگر اس کو عمرہ کرنا ہو تو واجب ہے کہ حِل سے اِحرام باندھے۔ حِل اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو حدودِ حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے۔ مکہ معظّمہ کے چاروں طرف حرم ہے اور اس کے فاصلے مختلف ہیں۔ کسی جانب سے دس میل تک اور کسی جانب نو میل تک اور کسی جانب سات میل تک حرم ہے اور مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو آئیں تو مقامِ تنعیم پر حرم ختم ہو جاتا ہے۔ (پرانی کتابوں میں مکہ معظّمہ سے تنعیم کی مسافت تین میل لکھی ہے لیکن اب تنعیم تک مکہ معظّمہ کی آبادی مسلسل چلی گئی ہے) ہر جانب جہاں حدِ حرم ختم ہے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ حدودِ حرم سے باہر یعنی مقامِ تنعیم پر آئیں اور یہاں سے اِحرام باندھ کر عمرہ کیا۔ آپ منتظر رہے، جب عمرہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضورِ اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گئیں تو آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گئے۔ چونکہ حضورِ اقدس ﷺ نے تنعیم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اِحرام باندھنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا اور یہ جگہ مسافت کے اعتبار سے قریب بھی ہے، اس لیے مکہ معظّمہ سے عمرہ کرنے والے عموماً یہیں آ کر اِحرام باندھتے ہیں، یہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے جس کو مسجدِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتے ہیں۔

جعرانہ مکہ معظّمہ سے نو میل ہے، یہ بھی حدِ حرم سے باہر ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے طائف سے آتے ہوئے یہاں سے اِحرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا تھا۔ مکہ معظّمہ میں حرم سے باہر ہی تنعیم اور جعّرانہ دونوں جگہوں کے لیے سواریاں ملتی ہیں۔ تنعیم سے اِحرام باندھ کر آئیں تو عرفِ عام میں اس کو چھوٹا عمرہ کہتے ہیں اور جعرانہ سے اِحرام باندھ کر آئیں تو اس کو بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ (کیونکہ دور کی مسافت پر جا کر اِحرام باندھتے ہیں) اگر کوئی شخص مکہ معظّمہ سے جدہ کی جانب حدیبیہ چلا جائے (جسے آج کل

شمسیہ کہتے ہیں) اور وہاں جو حرم کے نشانات بنے ہوئے ہیں ان سے باہر ہو کر اِحرام باندھ کر آ جائے تو یہ بھی درست ہے۔
(حدیبیہ بحرہ کے راستے میں پڑتا ہے، مکہ معظّمہ سے جدہ کے لیے جو نیا روڈ نکالا ہے اس پر نہیں پڑتا)

بہت سے لوگ بار بار تنعیم جا کر اِحرام باندھتے ہیں اور کبھی روزانہ اور کبھی ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کر لیتے ہیں۔ کثرت سے عمرہ کرنا ممنوع تو نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن طواف زیادہ کرنا زیادہ عمرے کرنے سے افضل ہے۔ تنعیم جا کر احرام باندھنے اور واپس آ کر عمرہ کرنے میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے اتنے وقت میں دس بارہ طواف ہو سکتے ہیں۔ کثرتِ طواف کا اہتمام زیادہ ہونا چاہیے۔

فائدہ:

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ حج و عمرہ کی سعی کے علاوہ صفا مروہ کی سعی کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں اور نفلی سعی شرعاً ثابت نہیں۔ بلا فائدہ جان کو تھکاتے ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ جو سعی شرعاً ثابت نہیں ہے اس میں وقت خرچ نہ کریں، اس کی بجائے طواف کثرت سے کر کے ثواب سے مالا مال ہوں۔

تنبیہ:

جتنی بار بھی عمرہ کرے ہر بار پورے سر پر استرہ پھروادے، سر پر بال ہوں یا نہ ہوں، اس طرح اِحرام سے نکل جائے گا۔ جو لوگ روزانہ عمرہ کرتے ہیں وہ بھی ہر مرتبہ پورے سر پر استرہ پھروادیں۔ اِحرام سے نکلنے کے لیے جو حلق کیا جاتا ہے اس میں سر پر بال ہونا ضروری نہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ایک عمرہ کر کے چوتھائی سر منڈوا دیتے ہیں، پھر اگلے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈواتے ہیں، پھر تیسرے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈواتے ہیں، پھر چوتھے عمرہ کے بعد چوتھائی منڈوا دیتے ہیں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ہر مرتبہ پورا سر مونڈ کر افضلیت پر عمل کرنا چاہیے۔ اس مکروہ کام کی ضرورت کیا ہے کہ سر کے چار حصے کیے جائیں اور ہر مرتبہ چوتھائی حصہ مونڈا جائے۔ چوتھائی حصے کا حلق یا قصر کرنے سے اِحرام سے تو نکل جاتا ہے لیکن اس پر اکتفا کرنا اور پورے سر کا حلق یا قصر نہ کرنا مکروہ ہے۔

دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سفر

حسبِ سہولت وانتظام حج وعمرہ سے فارغ ہوکر یا اس سے پہلے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو جائے۔حکومتِ سعودیہ نے طریق الہجرۃ کے نام سے نیا روڈ نکالا ہے،اس سے چار پانچ گھنٹے میں کاریں اور بسیں مدینہ منورہ پہنچا دیتی ہیں۔مدینہ منورہ پہنچ کر سامان اطمینان سے رہائش گاہ میں رکھ کر مسجدِ نبوی میں آجائے۔اگر مکروہ وقت نہ ہوتو روضۃ الجنۃ میں یا جہاں موقع ملے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس آئے اور نہایت ادب کے ساتھ ہلکی آواز میں سلام پیش کرے۔اگر بھیڑ کم ہو اور سکون واطمینان سے کھڑا ہو سکے تو جذب وکیف کے ساتھ جتنی دیر چاہے سلام عرض کرے۔ اگر بھیڑ بہت ہو اور سکون واطمینان نہ ہو تو مختصر سا سلام پڑھ کر آجائے، پھر جب موقع دیکھے زیادہ دیر تک سلام عرض کرلے اور سلام عرض کرنے میں دوسرے مسلمانوں کا بھی خیال رکھے، کسی کو تکلیف نہ دے اور دھکم دھکا نہ کرے۔

سلام کے الفاظ مقرر نہیں، مختصراً یوں بھی کہہ سکتے ہیں:

((الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ)).

اپنا سلام پیش کرنے کے بعد اپنے ماں باپ،عزیز واقارب، دوست واحباب کا سلام بھی نام بنام پیش کرے۔کسی اور نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو تو اس کا نام لے کر سلام عرض کرے،مثلاً یوں کہے:

((السلام علیك یا رسول اللّٰہ منی وممن أوصانی بالسلام علیك وسلم)).

آپ کی خدمت میں سلام عرض کر چکے تو دو قدم دائیں ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

((السلام علیك یا سیدنا أبابکر الصدیق ! السلام علیك یا خلیفۃ رسول اللّٰہ)).

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پیش کرنے کے بعد دائیں طرف کو دو قدم اور ہٹے اور یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یوں سلام پیش کرے:

((السلام علیك یا عمر بن الخطاب ! السلام علیك یا خلیفۃ رسول اللّٰہ)).

سلام سے فارغ ہوکر بارگاہِ خداوندی میں دعا کرنے کے لیے راستے سے ہٹ کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور جو جائز خواہش دل میں ہو نہایت عاجزی اور زاری سے طلب کرے۔

مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب:

مسجدِ نبوی میں نماز باجماعت کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجدِ حرام کے، کیونکہ مسجدِ حرام میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔'' (الترغیب : ۲/۱۱۲)

مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں جن میں سے ایک بھی فوت نہ ہوئی تو اس کے لیے یہ لکھ دیا جائے گا کہ وہ دوزخ سے بری ہے (یعنی اسے دوزخ سے نجات ہوگی) اور یہ کہ عذاب سے بری ہے اور نفاق سے بری ہے۔''

(رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب والترھیب للمنذری : ۲ : ۱۰۲)

مسجدِ قباء میں نماز:

حضرت سیدنا اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجدِ قبا میں ایک نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔'' (رواہ الترمذی وقال حسن غریب کذا فی الترغیب والترھیب : ۲/۱۱۳)

اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے گھر میں طہارت حاصل کی (یعنی وضو کیا) پھر مسجدِ قباء میں آیا اور اس میں کوئی نماز پڑھی تو اس کو ایک عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔''

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ واللفظ لہٗ والحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجدِ قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے، کبھی سوار ہو کر کبھی پیدل اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(رواہ البخاری ومسلم کذا فی الترغیب : ۲/۱۱۴)

جنت البقیع کی حاضری:

مسجدِ نبوی کے قریب ہی مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان جنت البقیع ہے، اس کی بھی زیارت کرلے اور وہاں حاضری کے موقع پر یوں سلام عرض کرلے:

«السلام علیٰ اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین، ویرحم اللّٰہ المستقدَمین

منا والمستاخرين ، وانا ان شاء الله بكم للاحقون ››۔

ترجمہ: ”سلام ہو یہاں کے رہنے والوں پر جو مومنین اور مسلمین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں پر اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اور ان شاء اللہ ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔“

جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام، تابعین، سلف صالحین رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔ جن میں حضورِ اقدس ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضورِ اقدس ﷺ کے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضورِ اقدس ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم، آپ کی صاحبزادیاں رقیہ، زینب، اُم کلثوم، آپ کی پھوپھیاں، حضورِ اقدس ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے خادمِ خاص حضرت عبداللہ بن مسعود، عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

شہدائے اُحد کی زیارت:

مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں اُحد بھی جائے۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ”اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔“ (الترغيب : ۲/۱۲۳)

۳ھ میں اُحد کے قریب جنگ ہوئی تھی۔ مکہ معظّمہ کے مشرکین حملہ آور ہو کر چڑھ آئے تھے۔ حضورِ اقدس ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے مقابلہ کیا اور ستر صحابہ کرام اس موقع پر شہید ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ کو بھی تکلیف پہنچائی گئی۔ دشمنوں نے آپ کو بھی زخمی کر دیا اور آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی بھی اس موقع پر شہادت ہوئی۔ ان شہداء کے مزارات ایک احاطہ کے اندر موجود ہیں۔ سعودی حکومت نے ہر طرف دیوار بنادی ہے، دروازہ جنگلہ دار ہے لیکن مقفل رہتا ہے۔ دروازہ سے ذرا فاصلہ پر حضرت حمزہ اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر ہے جو باہر سے نظر آتی ہے، دوسرے حضرات کی قبریں چاردیواری کے اخیر میں ہیں۔ جب یہاں حاضری ہو تو سلام کے وہی الفاظ پڑھے جو جنت البقیع کے بیان میں گزرے۔

واللہ الموفق والمعین

الحجاز کراچی
یاسر محمد خان
آگاہ کر چلے

عمرِ ثانی قدم بہ قدم

و دیگر کہانیاں

عبداللہ فارانی

الحجاز پبلشرز

خواتین کے دینی مسائل

مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی صاحب

الحجاز کراچی